

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ الرَّحِيمُ

بِقِطْعَةِ الْحَبْلِ

بِالسُّؤَالِ وَالْجَوَابِ

مؤلفه
جناب قاری محمد اسماعیل صاحب امرتسری

۱۳۹۵ م طبع اولیہ ۱۹۱۶ء

ناشر
المکتبۃ الاملائیۃ الجویہ

بیرون چوک شاہ عالم - لاہور پاکستان

**Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.**

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ



◀

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمٰنِ

بِقَهْمِ الْجَوْنِ

بِالسُّؤَالِ وَالْجَوَابِ

مؤلفہ
جناب قاری محمد سعید ایل صاحب امرتسری

۱۳۹۵ھ طبع اول ۱۹۷۰ء

ناشر
المکتبۃ الاملائیۃ البجویۃ

بیرون چوک شاہ عالم - لاہور پاکستان

حقوق الطبع محفوظة للناسخ

3938/

ناشر :- حافظ قاری محمد فداء اللہ

تعداد طبع اول :- ایک ہزار (۱۰۰۰)

صفحات : ۶۵۶

قیمت :

۱۳۹۵ھ ————— ۱۹۷۵ء

المكتبة الامدادية التجويدية

چوک شاہ عالم گیٹ، لاہور، پاکستان

ملنے کا پتہ

مرکزی دارالتجوید والقرأت چوک شاہ عالم گیٹ لاہور

پاکستان

فہرست عنوانات و مضامین

کتاب تفہیم التجوید

الجزء الأول — فی تعریف القرآن

نمبر	صفحہ	نمبر	صفحہ
۱	۱۹	۶	۵۳
۲	۳۶	۷	۶۱
۳	۳۶	۸	۶۱
۴	۴۴	۹	۶۰
۵	۴۶	۱۰	۶۰

الجزء الثاني — فی قراءۃ القرآن

۱	۷۰	۱	۷۰
۲	۷۷	۸	۷۰
۳	۸۰	۹	۷۰
۴	۸۸	۱۰	۷۰
۵	۸۹	۱۱	۷۰
۶	۹۱	۱۲	۷۰

نمبر	صفحة	نمبر	صفحة
۱۳	۹۷	۱۵	۲۰۳
۱۲	۹۹	۱۰	۱۱۰
الجزء الثالث في تعلم القرآن			
۱	۱۳۳	۸	۱۶۶
۲	۱۳۷	۹	۱۶۹
۳	۱۴۱		
۴	۱۴۴	۱۰	۱۷۱
۵	۱۵۴		
۶	۱۶۰	۱۱	۱۷۴
		۱۲	۱۷۶
۷	۱۶۴	۱۳	۱۷۷
فضائل القرآن			
الجزء الرابع في حقيقة التجويد			
۱	۱۹۹	۴	۲۱۸
۲	۲۰۵	۵	۲۲۲
۳	۲۱۷	۶	۲۳۰

نمبر	صفحة	نمبر	صفحة
٤	٢٤٣	٩	٢٤٩
٨	٢٤٥		

الجزء الخامس — في الهجاء

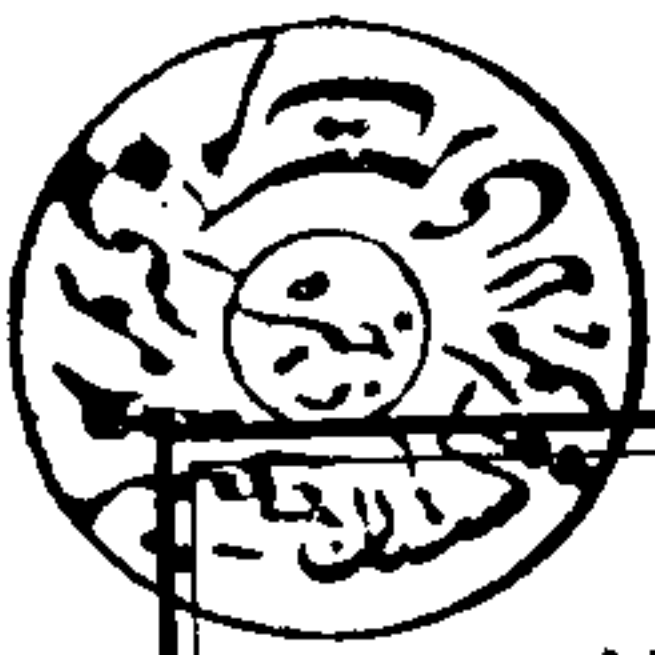
١	٢٤٢	٤	٢٨٣
٢	٢٤٥	٤	٢٨٦
٣	٢٤٤	٩	٢٩٢
٤	٢٨٠	١٠	٢٩٥
٥	٢٨٢		

الجزء السادس في حروف المد واللين

١	٢٩٨	٤	٣٠٩
٢	٣٠٠	٨	٣١٢
٣	٣٠٢	٩	٣١٦
٤	٣٠٣	١٠	٣١٥
٥	٣٠٦		
٦	٣٠٤		

الجزء السابع — في مخارج الحروف

نمبر	صفحة	نمبر	صفحة
١	٣١٤	١٦	٣٥١
٢	"	١٤	٣٥٢
٣	٣١٩	١٨	٣٥٦
٤	٣٢٠	١٩	٣٥٨
	الفصيحة	٢٠	٣٦٠
٥	٣٢٤		عشر
٦	٦	٢١	٣٦٢
٧	٣٣٢	٢٢	٣٦٢
٨	٣٣٢	٢٣	٣٦٦
٩	٣٣٦		عشر
١٠	٣٣٩	٢٤	٣٦٨
١١	٣٣٢		عشر
١٢	٣٣٣	٢٥	٣٦٠
١٣	٣٣٥		عشر
١٤	٣٣٦	٢٦	٣٦٢
١٥	٣٣٩		عشر



الجزء الثامن في صفات الحروف

صفحہ	نمبر	صفحہ	نمبر
۴۱۲	۱۷	۳۷۹	۱
۴۱۲	۱۸	۳۸۰	۲
۴۱۶	۱۹	۳۸۱	۳
۴۱۸	۲۰	۳۸۲	۴
۴۲۰	۲۱	۳۸۳	۵
۴۲۲	۲۲	۳۸۴	۶
۴۲۳	۲۳	۳۸۹	۷
۴۲۵	۲۴	۳۹۱	۸
		۳۹۲	۹
۴۲۱	۲۵	۳۹۵	۱۰
		۳۹۷	۱۱
۴۲۲	۲۶	۳۹۹	۱۲
		۴۰۲	۱۳
۴۲۵	۲۷	۴۰۵	۱۴
		۴۰۷	۱۵
		۴۱۱	۱۶

الجزء التاسع في الإظهار والإدغام

نمبر	صفحة	نمبر	صفحة
١	٢٥٥	٦	٢٦٤
٢	٢٥٦	٧	٢٦٩
٣	٢٥٩	٨	٢٧٠
٤	٢٦٠	٩	٢٧٢
٥	٢٦٢	١٠	٢٧٤

الجزء العاشر في الصفات العارضة

١	٢٧٤	١٠	٢٨٤
٢	٢٧٨	١١	٢٨٨
٣	٢٧٩	١٢	٢٩٠
٤	٢٨٠	١٣	٢٩١
٥	٢٨١	١٤	٢٩٣
٦	٢٨٢	١٥	٢٩٤
٧	٢٨٣		
٨	٢٨٤		
٩	٢٨٥		

نمبر	صفحة	نمبر	صفحة
١٤	٥٠٠	٢٣	٥١٨
المَدُّ الْمُنْفَصِلُ عَلَى الْوَاوِ		المَدُّ الْعَارِضُ الْوَقْفِيُّ عَلَى الْأَلِفِ	
١٤	٥٠٢	٢٧	٥٢٠
المَدُّ الْمُنْفَصِلُ عَلَى الْيَاءِ		المَدُّ الْعَارِضُ الْوَقْفِيُّ عَلَى الْوَاوِ	
١٨	٥٠٥	٢٥	٥٢٢
المَدُّ اللَّازِمُ		المَدُّ الْعَارِضُ الْوَقْفِيُّ عَلَى الْيَاءِ	
١٩	٥٠٤	٢٦	٥٢٣
المَدُّ اللَّازِمُ الْعِلْمِيُّ الْمُخَفَّفُ		المَدُّ اللَّيِّنُ الْعَارِضُ	
٢٠	٥٠٨	٢٤	٥٢٤
المَدُّ اللَّازِمُ الْعِلْمِيُّ الْمُثْقَلُ		المَدُّ اللَّيِّنُ الْعَارِضُ عَلَى الْوَاوِ	
٢١	٥١١	٢٨	٥٢٩
المَدُّ اللَّازِمُ الْحَرْفِيُّ الْمُخَفَّفُ وَالْمُثْقَلُ		المَدُّ اللَّيِّنُ الْعَارِضُ عَلَى الْيَاءِ	
٢٢	٥١٥		
المَدُّ الْعَارِضُ لِلسُّكُونِ			

الجزء الحادي عشر في أحوال الميم والنون

١	٥٣١	٢	٥٢١
الغنة وحرقة الغنة		الإخفاء والشفوي	
٢	٥٣٥	٥	٥٢٠
أحكام الميم الساكنة		الإظهار والشفوي	
٣	٥٣٦	٦	٥٢٢
الإدغام الصغير المثليين		أحكام النون الساكنة والتنوين	

نمبر	صفحہ	نمبر	صفحہ
۷	۵۴۵	۱۱	۵۵۳
		۱۲	۵۵۵
۸	"	۱۳	۵۵۸
۹	۵۴۸	۱۴	۵۶۳
۱۰	۵۵۳		
الجزء الثاني عشر في التفخيم والترقيق			
۱	۵۸۳	۹	۵۹۶
۲	۵۸۶	۱۰	۵۹۷
۳	۵۸۷		
۴	۵۸۸	۱۱	۵۹۸
۵	۵۹۱		
۶	۵۹۲	۱۲	۶۰۱
۷	۵۹۳		
۸	۵۹۵	۱۳	۶۰۲

الجزء الثالث عشر في أقسام الهمزة

نمبر	صفحة	نمبر	صفحة
١	٤٠٦	١٢	٤١٤
٢	٤٠٦	١٣	٤٢١
٣	٤٠٨	١٤	٤٢٣
٤	٤٠٩	١٥	٤٢٥
٥	٤١٠	١٦	٤٢٦
٦	"	١٧	٤٢٥
٧	٤١١	١٨	٤٢٩
٨	٤١٢	١٩	٤٣٠
٩	٤١٣		
١٠	٤١٣	٢٠	٤٣١
١١	٤١٤		

الجزء الرابع عشر في المتفرقات

١	٤٣٣	٣	٤٣٣
٢			
		٤	٤٣٥

صفحہ	نمبر	صفحہ	نمبر
۶۲۳	۶	۶۲۵	۴
۶۲۵	۷		
۶۵	۸	۶۳۷	۵

تَقْرِيمُ الْكِتَابِ

پیش لفظ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا ۖ تَمَّ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ ۖ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ الْأُمِّيِّ الَّذِي عَسَمَ أَصْحَابَهُ كَلَامَ اللَّهِ ۖ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَآتْبَاعِهِمُ الَّذِينَ نَقَلُوا وَوَصَلُّوا إِلَيْنَا كِتَابَ اللَّهِ ۖ

جملہ حمد و ثنا خاص اس خالق و مالکِ مطلق کیلئے ہیں جو ہمیں عدم سے وجود میں لایا، اسن تقویم میں پیدا کیا اور عمدہ وجود بخشا، زبان اور قوت گویائی عطا کی جس سے اس کا کلام پڑھا۔ قوتِ سامعہ عطا کی جس سے

اس کا کلام عسنا، قوتِ باصرہ عطا کی۔ جس سے اس کے کلام کے نقوش
 دیکھے اور پہچانے، دل و دماغ عطا کیا جس سے اس کا کلام سمجھا،
 مافی الضمیر کے بیان و اظہار کی قوت بخشی جس سے ابلاغ کا کام لیا اور
 عقل و فہم اور شعور عطا فرمائے جن سے حلال و حرام، جائز و ناجائز، اور
 اچھے بُرے کی تمیز ہوئی۔

تمام تعریفیں اس رحمن و رحیم اور ستار و غفار کے لئے ہیں جس نے اپنی
 صفتِ رحمت سے ہمارے وجود کی حفاظت کا ذمہ اٹھا رکھا ہے۔ ہر حال اور
 ہر آن ہماری نگہبانی کر رہا ہے۔ صفتِ ستاری سے ہمارے عیوب و عیسیاں
 کی ستر پوشی کر رہا ہے اور صفتِ غفاری سے ہمارے صغائر و کبائر سے درگزر
 فرما رہا ہے۔

سب خوبیاں اس قادرِ مطلق کے لئے ہیں جس نے ہمیں مسلمان گرانے
 میں پیدا کیا، دولتِ ایمان سے نوازا، نعمتِ اسلام سے سرفراز فرمایا۔ اور
 سید الاولین والآخرین، سید المرسلین، آخر الانبیاء اور خاتم الانبیاء صلی اللہ
 علیہ وسلم کی اُمت میں شامل فرمایا۔

اور جملہ عیوب اور تمام نقائص سے منزہ اور پاک ہے وہ ذاتِ اقدس
 لا زوال و لا یزال اور وحدہ لا شریک لہ جس نے ہمیں کفر و ضلالت، اور
 شرک و بدعت سے بچا لیا۔

کر وڑھا صلوة و سلام ہوں خدا کے رسول و پیغمبر محمد سے اللہ صلی
 وسلم پر جن پر کلام اللہ کا نزول ہوا، اور جنہوں نے خلق خدا تک اسے

من وعن پہنچایا۔

پھر لاکھوں درود و سلام ہوں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے خدا کا کلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام جو ہو، لفظ بہ لفظ ادا کرنا و قرآن اُمت کے سامنے پیش کیا۔

پھر لاکھوں جہتیں ہوں قرآن عظیم اور علماء کرام پر جنہوں نے اللہ کے کلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی لفظی اور معنوی حفاظت کر کے اسے ہم تک پہنچایا۔

پھر ہزاروں جہتیں ہوں ہمارے آباؤ اجداد پر جنہوں نے ہمیں علوم قرآن کی طرف متوجہ کیا اور ہماری نگہداشت اور پرستی فرمائی۔

اور ہزاروں جہتیں ہوں ہمارے شیوخ اور اساتذہ کرام پر جنہوں نے ہمیں قرآن کی تعلیم سے روشناس کیا، اور دینی تعلیم سے راستہ کر کے جہالت سے بچایا۔

خسوں، حضرت شیخ الشیوخ شیخ القرآن استاذی المرحوم المغفور
جناب الحاج قاری کریم بخش صاحب نور اللہ مرقداً و حمد اللہ مستوراً
مسکنہ اور حضرت قاری خدابخش صاحب مراد آبادی خلیفہ جن کی شفقت عظیمہ
اور محنت شاقہ اور پیہم راہ نمائی نے مجھ جیسے نادان بجا اور ناگوار راہ راہ
بھی زمر و فریب میں شامل کر دیا اور ان کی صف میں راتوں کی شبیر میں
لکھنے کے قابل بنا دیا۔ چنانچہ یہ سطور، حقیقہ جو زبیر سلمانی میں، ان ہی کے
فیضان کا ثمرہ ہیں۔ — ورنہ "من آخذ منی و اعلم"

راقم السطور اس خالص قرآنی اور دینی خدمت کو اپنے شیخِ مغمور و
مرحوم ہی کے نام منسوب کرتا ہے۔

کاتبِ الحروف کو یہ چند ادراق لکھنے کے لئے اور اس کتاب کی
تالیف کے لئے قلم اٹھانے کا سبب کوئی نام و نمود اور حصولِ شہرت یا
جب منفعت نہیں ہے، بلکہ فقط اور فقط ایک قرآنی اور دینی خدمت
پیش نظر ہے، اور اس لئے کہ شاید تالیف کنندہ کے لئے توشہِ آخرت بن
جائے اور اس لئے بھی کہ جیسا شاعر کہتا ہے:

وَمَا مِنْ كَاتِبٍ إِلَّا سَيْفِي
وَيَبْقَى الدَّهْرُ مَا كَتَبْتُ بَدَاءً
فَلَا تَكُنْ بِكَفِّكَ غَيْرِ شَيْءٍ
لَيْسَ لَكَ فِي الْقِيَامَةِ أَنْ تَرَأَى

يَلُوحُ الْخَطُّ فِي الْقِرْطَاسِ دَهْرًا
وَكَاتِبُهُ دَمِيمٌ فِي الشَّرَابِ
سَيَبْقَى الْخَطُّ بَعْدِي فِي كِتَابِي
وَيَفْنِي الْكُفَّ مَنِّي فِي الشَّرَابِ
فَيَالَيْتَ الَّذِي يَقْرَأُ كِتَابِي
دَعَا لِي بِالْخَلَاصِ مِنْ عَذَابِي

راقم الحروف کو ضیاعِ عمر، تضييع اوقات اور کثرتِ معاصی نے ناکارہ کر دیا ہے، دنیا میں اس کا کوئی مقام نہیں، اب وہ فقط اس امید پر جی رہا ہے کہ :-

يَا مَنْ عَدَى ثُمَّ اعْتَدَى ثُمَّ اعْتَرَفَ
ثُمَّ انْتَهَى ثُمَّ ارْعَوَى ثُمَّ اعْتَرَفَ
أَبَشِرْ بِقَوْلِ اللَّهِ فِي آيَاتِهِ
إِنْ يَنْتَهُوْا يَغْفِرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ

يَا رَبِّ إِنَّ عَظَمَتُ ذُنُوبِي كَثْرَةً
فَلَقَدْ عَلِمْتُ بِأَنَّ عَفْوَكَ أَعْظَمُ
إِنْ كَانَ لَا يَرْجُوكَ إِلَّا مُحْسِنٌ
فَبِمَنْ يَلُودُ وَيَسْتَبِيرُ الْمُجْرِمُ

مروڑ زمانہ کا تقاضا ہے اور رفتِ وقت منادی کر رہی ہے اور بتلا رہی ہے

قَرَّبَ الرَّحِيلُ إِلَى دِيَارِ الْآخِرَةِ
فَأَجْعَلُ إِلَهِي خَيْرَ عُمَرَى آخِرَةٍ
وَأَرْحَمَ مَبِيَّتِي فِي الْقُبُورِ وَوَحْدَتِي
وَأَرْحَمَ عِظَامِي حِينَ تَبَعِي فَأَخِرَةَ
فَأَنَا الْمُسْكِينُ الَّذِي أَنَا مِنْ
جَاءَتْ بِأَوْزَارِ غَدَتٍ مَثْوَا تِرَةٍ

کہ :-

فَلْيَنْ رَحِمْتَ فَاَنْتَ اَكْرَمُ رَاجِمٌ
وَبِحَارِ جُودِكَ يَا اِلٰهِي زَاخِرَةٌ

اور آخر کار انجام یہ ہو گا کہ کہا جائے گا :-

يَا قَارِيُّ الْكِتَابِي
بِالْمَسْرِ كُنْتُ مِثْلَكَ
اَبِيكَ عَلَيَّ شَبَابِي
اَصْبَحْتُ فِي التَّرَابِي

مسلمان کے لئے قرآن کریم کی تعلیم میں مصروف و مشغول رہنا، اس کا سیکھنا اور حاصل کرنا سب سے بڑی سعادت اور بہت بڑی عبادت ہے اور اس سے اسرار و فرار بڑی بدبختی اور شقاوت ہے۔

مسلمان کے لئے تعلیم قرآن کی فکر و طلب تو فرض میں ہے اور اس پر واجب اور فرض ہے کہ وہ اولاً قرآن بالحدیث یعنی صحیح لفظی کے ساتھ پڑھنے کی کوشش کرے، اولاد اور خویش و اقارب کو پڑھنے کا انعام دے اور اس کے پھر مقدور رہے پھر جس قدر سبب ممکن ہو اس کے معانی و مفہوم کے غور و خوشیاں میں جدوجہد کرتا رہے۔ پھر جتنے الامکان اس کے احکام پر اہم آخر عمل کرتا رہے اور اسے حرز جان بنا کر پوری زندگی وظیفہ بنائے رکھے اور مقصود بھرتا رہے اور جو حد بھی نصیب ہو جائے اس کو دنیا و آخرت کا سرمایہ سمجھے۔

طریقہ حصول علم :

کسی علم کے حصول کے لئے اوّل اور ابتداء یہ لازم اور ضروری ہوتا

ہی میں رہ گیا۔

پاکستان بننے کے بعد قیام لاہور کے ابتدائی ایام میں یہ کتاب دوبارہ لکھی گئی۔ مگر حوادثِ زمانہ کی وجہ سے اس کا مسودہ بھی محفوظ نہ رہ سکا۔ بالآخر سہ بارہ لکھی گئی جو مجددِ تعالیٰ پانہ تکمیل کو پہنچ گئی یہ کتاب اولاً مختصر سی لکھی گئی تھی۔ مگر مکرر روسہ کر رہنے کی وجہ سے اس کی نوعیت بدلتی گئی اور اس کا حجم بھی بڑھتا گیا، اور اس قدر بڑھ گیا کہ اب اسے دو حصوں میں تقسیم کرنا پڑا۔

"تفہیم التجوید" کی نوعیت بدلنے اور حجم بڑھنے کی ایک وجہ تو یہ ہوئی کہ اسے سہ بارہ لکھتے وقت ایک خاص مقصد پیش نظر رہا۔ وہ یہ کہ سکول اور کالجوں کے طلبہ، دفتری ملازمین اور کاروباری حضرات کو تجوید و قرأت سے کچھ انس پیدا ہو گیا ہے اور اس سے دلچسپی لینے لگے ہیں۔ اور اب وہ علمِ تجوید و قرأت کو بطور علم سیکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن سکول کالج کی گونا گوں مسروفتی دفتر اور کاروبار سے فرہت نہ ملنے کی وجہ سے وہ تجوید و قرأت کے مدارس میں حائری اور وقت دینے سے قاصر رہتے ہیں۔

خیال پیدا ہوا کہ اس کتاب میں ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جو مدارسِ تجوید و قرأت سے محروم حضرات کے لئے نہ صرف مفید ہو بلکہ ان کے لئے ایک شیخِ کامل اور مجتہدِ استاذ کا کام دے سکے۔ اور وہ سکول و کالج، دفتر اور گھر میں بیٹھ کر علمِ تجوید سے واقفیت حاصل کر سکیں۔

اس لئے اس کتاب میں جہاں اعلیٰ و ارفع مضامین آگئے ہیں۔ جس سے ایک شیخ و مقربی اور معلمِ تجوید۔ فنِ تجوید و قرأت کی کتب بینی اور ورق گردانی

سے مستغنی ہو جائے گا۔ وہاں سہل الحصول اور عام فہم بطرز جدید ایسے قاعدے بھی لکھے گئے ہیں کہ جس سے سکول و کالج کے طلباء و طالبات، دفتری ملازم اور کاروباری حضرات اور معمولی پڑھے لکھے عوام بھی گھبر بیٹھے ہی علم تجوید کے اصول و قواعد سے کما حقہ واقفیت حاصل کر لیں گے اور وہ اچھے خاصے مجتہد بن جائیں گے۔

اور دوسری وجہ یہ ہوئی کہ عامۃ المسلمین کو قرآن کریم سے والہانہ محبت تو ہے اور وہ ہمت رانا سے سجاتے ہیں، سینے سے لگاتے ہیں، سر آنکھوں پر رکھتے ہیں اور چومتے ہیں۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ قرآن کریم کیا چیز ہے اور اس میں کیا کچھ ہے۔

ضرورت اس بات کی تھی کہ عوام الناس کو کسی قدر قرآن و ما فی نظم القرآن سے روشناس کرایا جائے۔ اور پڑھنے والوں کے لئے جن امور کا جاننا ضروری ہے۔ وہ مختصر طور پر بیان کئے جائیں۔ پس اس اہم ضرورت کے پیش نظر ابتداً کتاب میں قرآن کریم کا مختصر تعارف کرایا گیا ہے۔ جس سے ناظرین کرام یقیناً مستفید و مستفیض اور محفوظ ہوں گے۔

”تفہیم التجوید“ کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ — حصہ اول ۱۴ اجزا پر مشتمل ہے، جس میں تعارف قرآن کے بعد تجوید کے ضروری مسائل آگئے ہیں اور حصہ دوم آٹھ اجزا پر منقسم ہے۔ جس میں علم الوقف (جو تجوید کا دوسرا جزو ہے) پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

تفہیم التجوید کے ہر جز کو پانچ عنوانات پر تقسیم کیا گیا ہے :-

۱۔ تاج العنوانات : (عنوان بالا) یہ عربی زبان کی صورت میں لکھا گیا ہے اور اس میں علم تجوید کے ایک کلیہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ، اور یہ اس لئے اختیار کیا گیا ہے کہ طالب تجوید کو عربی زبان سے کسی قدر واقفیت حاصل ہو۔

۲۔ سوال و جواب : اس عنوان کے تحت عنوان بالا کا مفہوم اردو زبان میں بیان کیا گیا ہے ، معنی عنوان بالا میں جو کلیہ بیان کیا گیا ہے ، اسی پر سوال و جواب مرتب کر کے اس کلیہ کو مختصراً بیان کیا گیا ہے ۔ سوال جواب کو اس وجہ سے اختیار کیا گیا ہے کہ طلبہ آسانی کے ساتھ مسائل اخذ کر سکیں۔

۳۔ توضیح الجواب : اس عنوان کے تحت عنوان بالا اور عنوان سوال و جواب کے تحت مذکورۃ الصدر کلیہ کی حتی الامکان وضاحت اور تشریح کر کے اسے عام فہم بنانے کی کوشش کی گئی ہے ، اور متعلقہ کلیہ کی ان اصطلاحات کو جن کا جاننا طلباء و علم تجوید کے لئے لازم اور ضروری ہے مرتباً بعد مرتباً ذکر کیا گیا ہے تاکہ انہیں کما حقہ ان سے واقفیت حاصل ہو

۴۔ القاعدۃ : اس عنوان کے تحت عموماً ایک جدید قسم کا قاعدہ مرتب کر کے لکھا گیا ہے ، جس میں مذکورۃ الصدر کلیہ پر عمل کر کے بتلایا گیا ہے۔

39381

۵۔ الامثلة : اس عنوان کے تحت مذکورۃ الصدر کلیہ کے مطابق کثیر التعداد

مثالیں لکھ دی گئی ہیں تاکہ طلباء علم التجوید کے علم و عمل میں مطابقت پیدا ہو۔ اور وہ جو کچھ پڑھیں علیٰ وجہ البصیرت پڑھیں۔ کثرتِ امثلہ کا مقصد وحید یہ ہے کہ کرتہ بعد کرتہ یعنی بار بار پڑھتے سے طالب علم کا ذہن کھل جائے اور وہ مذکورہ کلیہ اور قاعدہ کو بخوبی یاد کرے کیونکہ امثلہ پر عمل کرنے سے ہی مقصد حاصل ہوتا ہے۔

عنواناتِ خمسہ سابقہ میں ایک خاص قسم کا ربط و تعلق ہے اور ان کا سمجھنا ایک دوسرے پر موقوف ہے۔ پس تفہیم التجوید کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل امور کو ملحوظ رکھنا اور ان پر عمل کرنا اشد ضروری ہے۔

۱۔ یہ کہ تاج العنوانات یعنی عنوان بالا کے معنی و مفہوم کو ذہن نشین کر لینا چاہیے تاکہ سوال و جواب کے تحت جو کچھ مکتوب و مرسوم ہے۔ اس کے سمجھنے میں وقت نہ ہو۔

۲۔ یہ کہ عنوان بالا کے تحت "سوال و جواب" میں جو کچھ مذکور ہے۔ اسے خوب یاد کر لینا چاہیے تاکہ آف و ات عنوان "توضیح الجواب" کے ضمن میں جو کچھ مذکور ہے باسانی سمجھ میں آسکے۔

۳۔ یہ کہ عنوان توضیح الجواب کے تحت جو کچھ بیان کیا گیا ہے اسے سمجھنا چاہیے اور حتیٰ الامکان یاد کرنا چاہیے اور عربی عبارات کو دل و دماغ میں محفوظ کرنا چاہیے۔

۴۔ یہ کہ عنوان القاعدہ کے تحت جو قاعدہ مرتب کر کے لکھ دیا گیا ہے۔ اسے سوال و جواب کے مطابق ادا کرنے میں خوب کوشش کرنی چاہیے

کیونکہ صحتِ امثلہ، قاعدہ کی صحت پر موقوف ہے۔

۵ :- یہ کہ عنوان : "الْأَمْثَلُ" کے تحت جو مثالیں مکتوب و مذکور ہیں، ان میں خوب مشق و اجراء کرنا چاہیے تاکہ علم و عمل میں مطابقت پیدا ہو جائے اور ہر مثال بلا تکلف ادا کرنے پر قدرتِ کاملہ حاصل ہو جائے۔

۶ :- یہ کہ جب تک سوال و جواب اچھی طرح ذہن نشین نہ ہو جائیں۔ تو ضیح الجواب ملاحظہ نہیں کرنا چاہیے۔ اور جب تک تو ضیح الجواب میں متعلقہ مسئلہ مکمل طور پر دل و دماغ میں راسخ نہ ہو جائے۔ قاعدہ شروع نہیں کرنا چاہیے۔ و علیٰ ہذا قاعدہ یاد کئے بغیر امثلہ نہیں دیکھنی چاہئیں۔

۷ :- یہ کہ عنوان : "الْأَمْثَلُ" کے تحت کثرتِ امثلہ کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ کثرتِ امثلہ کے ذریعہ متعلقہ مسئلہ کو دل و دماغ میں راسخ اور محفوظ و مضبوط کرنا چاہیے۔

۸ :- مخارج الحروف کی بحث میں حتی الامکان کوشش کرنی چاہیے کہ ہر حرف کو اس کے مقررہ مخرج سے ادا کرنے پر قدرتِ کاملہ حاصل ہو جائے۔

۹ :- صفات الحروف کی بحث میں جدوجہد کرنی چاہیے کہ ہر حرف کی جملہ صفاتِ لازمیہ کے ادا کرنے میں کمال حاصل ہو جائے۔ کیونکہ دراصل مخارج و صفات کے ادا کرنے میں کمال تک پہنچنا ہی تجوید ہے۔

۱۰ :- صفاتِ عارضہ کے عنوانات کے تحت ہر صفتِ عارضہ کو کما حقہ ادا کرنا چاہیے اور اس کی مقدار کو حدِ انتہا تک پہنچانا چاہیے کیونکہ صفتِ عارضہ

کی صورت اس لی مقدار پر موقوف ہوتی ہے۔

۱۱:- بعض مقامات پر سابقہ قواعد کی طرف توجہ دلا کر اشارہ کیا گیا ہے۔ ضروری ہے کہ مشارک الیہ کو ملاحظہ کیا جائے۔ اسی طرح بعض مقامات پر جدید امثلہ لکھنے کے بجائے سابقہ امثلہ کی طرف راہنمائی کی گئی ہے۔ ایسے موقع پر وہ امثلہ دیکھنا اشد ضروری اور لابدی ہے۔

اگر شائقین اور طالبین علم التجوید "تفہیم التجوید" کا ایک ایک جزء ماہ بجاہ پڑھیں تو مختصر سے عرصہ میں پوری کتاب ختم ہو کر فن تجوید کا وافر ذخیرہ حاصل ہو سکتا ہے۔

تفہیم التجوید کے مضامین کو مندرجہ ذیل کتب تجوید و قرأت اور علوم قرآنیہ کی دیگر کتب سے اخذ کیا گیا ہے :

۱	تحفہ تذریۃ	۱۰	شرح ابن ناظم
۲	فوائد مکیۃ	۱۱	القول السدید
۳	فوائد مرسیۃ	۱۲	نہایتہ القول المفید
۴	جمال القرآن	۱۳	ابراز المعانی
۵	فضیاء القراءت	۱۴	سراج الفاری
۶	خلاصۃ البیان	۱۵	ابن قاصح
۷	معرفۃ الوقت	۱۶	اتحاد العلماء البشر
۸	معرفۃ الزوم	۱۷	التیسیر
۹	المنع الفکریۃ	۱۸	النشر

۱۹	عنايات رحمانی	۲۲	الاتقان
۲۰	تاریخ القرآن	۲۳	مناصل لیسرفان
۲۱	المربیان		

آخر میں یہ غرض لرنے کے لئے ہے جو کہ نوات کے مسائل، گونا گوں مصروفیات، بے بضاعتی علم، نیز کاتب کے مزاج کی وجہ سے کتاب میں — خصوصاً عربی عبارات کے ترجمہ میں بہت سی غلطیاں رہ گئی ہوں گی — اسلئے ارباب فن سے استدعا ہے کہ وہ مصلحانہ و مشفقانہ اور عالمانہ تنقید سے مؤلف کو مطلع کریں، اور غلطی کی نشاندہی کریں تاکہ طبع ثانی میں اس کا لحاظ رکھا جائے

اللَّهُمَّ وَفَّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضَى مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ
وَالْهُدَى وَالْهُدَى إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ —
اللَّهُمَّ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
وَتُبَّ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ الشَّوَّابُ الرَّحِيمُ — آمِينَ
ثُمَّ آمِينَ ، ثُمَّ آمِينَ .

طبعة القرآن

محمد اسماعیل عفا اللہ عنہ وعن والدیہ

امیر انجمن حمایت القرآن ریسرٹ، و بانی مدرسہ مرکزی دارالتجوید
والقرآنت، چوک، شاہ عالم گیٹ لاہور پاکستان

۱۳۹۲ھ
۱۹۷۴ء

ہدیہ شکر و امتنان

مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللَّهَ

میں اس بات کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میں نے اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے، وہی لکھا ہے جو مستند مجتہدین نے لکھ دیا ہے اور کتب معتبرہ میں سے اپنے ذوق کے مطابق عمدہ اور سہل مضامین چُن چُن کر حتیٰ الامکان حسن ترتیب کے لڑی میں پرو دیئے ہیں۔

یہ سنی مبلغ جو تفہیم التجوید کی صورت میں ہدیہ ارباب بصیرت ہے، ناچیز کو اس پر کوئی ندامت نہیں کہ اس نے کوئی نئی بات نہیں کہی، بلکہ اسے فخر ہے کہ اس نے وہی کچھ کہا اور لکھا ہے جو جنتہ القراء، اور اجل اہل فن لکھ چکے ہیں۔

میں یہ اعتراف کئے بغیر بھی نہیں رہ سکتا کہ جن حضرات نے مسورہ کے نصیح میں میری معاونت کی ہے، صمیم دل سے ان کا شکریہ ادا کروں، خصوصاً میرے رفیق سفر محترم قاری محمد ترازب صاحب مدرس مدرسہ مرکزی دارالتجوید والقراءۃ لاہور، برخوردارم حافظ قاری محمد اداوانہ سلمہ اللہ فی الساعۃ، عزیز حافظ قاری کے متین الحق صاحب اور عزیزم حافظ عبدالرؤف صاحب ایم۔ اے۔ ایم۔ اے اور ایم۔ اے تاریخ۔

نیز ان حضرات کا شکریہ ادا کئے بغیر بھی نہیں رہ سکتا جن اہل ثروت اور محترم حضرات نے مالی اعانت کر کے کتاب کی طباعت میں دلچسپی کا مظاہرہ کیا ہے۔

خصوصاً

الحاج جناب قاری عبید الرحمن صاحب آزاد کشمیر ریڈیو و بانی جامعہ رحمانیہ
راولپنڈی

الحاج جناب قاری عبدالقوی صاحب شیخ التجوید جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

جناب قاری غازی اللہ صاحب پاکستان ریڈیو و مہتمم جامعہ رحمانیہ راولپنڈی

جناب قاری صاحب الحسن صاحب محروم مدرس مرکزی دارالتجوید و القراءۃ لاہور۔

الحاج جناب محمد ایوب صاحب سابق ڈپٹی سیکرٹری اسلام آباد۔

الحاج جناب شبر صاحب اسلام آباد۔

جناب اقبال مرزا صاحب کمرشل منیجر آدم جی انڈسٹریز کراچی۔

جناب حافظ نفیس خاں صاحب اہم جی انڈسٹریز۔ کراچی

جناب قاری محمد یوسف صاحب منیر صحاف شمال کراچی۔

اور جناب قاری غلام حسین صاحب مدرس مدرسہ تعلیم القرآن مسجد نور کراچی۔

اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اس مخلصانہ خدمت کی جزا و خیر عطا فرمائے۔

آمین، ثم آمین۔

دعاگو

محمد اسماعیل

الجزء الأول في تعريف القرآن

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْقُرْآنُ

س : قرآن کسے کہتے ہیں ؟

ج : ہمارے اُمتِ مسلمہ کے نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی جو کتاب نازل ہوئی ہے اسے ”قرآن“ کہتے ہیں ۔
توضیح الجواب :- جانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا وہ ذاتی ، قدیم کلام اور آخری کتاب جو سید الانبیاء نبی الصادق الوعد الایمن محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر بذریعہ وحی یعنی بواسطہ سید الملائکہ حضرت جبریل علیہ السلام اتارا گیا ہے اسے : ”قرآن“ کہتے ہیں ۔

بیز جانا چاہیے کہ قرآن لغت میں مصدر سے جو مترادف قراءۃ سے یعنی بکثرت اور تسلسل سے پڑھی جانے والی کتاب جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ. فَإِذَا قَرَأْتَهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ:

پھر معنی مصدری سے منتقل ہو کر کلام معجز منزل (علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام رکھا گیا ہے۔ اور اصطلاح میں : هُوَ الْكَلَامُ الْمُعْجِزُ، الْمُنَزَّلُ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، الْمَكْتُوبُ فِي مَصْحَفِ الْمَنْقُولِ بِالتَّوَاتُرِ، الْمُتَعَبَّدُ بِتِلَاوَتِهِ:

پس قرآن کلام الہی ہے یعنی قادرِ مطلق لا شریک لہ کا وہ ذاتی اور قدیم کلام ہے جو غیر مخلوق ہے، جو من غز اللہ منزل علی النبی الصادق الوعد الایمن ہے، جو محفوظ

فی صدور الرجال ہے۔ جو مَقْرُوءٌ بِالسُّنَّةِ الْجَمْعِ وَالنَّاسِ ہے جو مسموع بالاذن ہے اور جو مسموع
و مکتوب فی المصاحف ہے۔

نیز جو ایک سو چودہ سُوْرٍ میں محصور و منقسم ہے۔ جس کا اول سورۃ الفاتحہ اور آخر سورۃ
الناس ہے اور جو عند الامتہ بین الدفتین محصور اور بین اللوحین موجود ہے۔ جس میں
ایک حرف کی کمی زیادتی قرارۃ و کتبتہ حرام اور ممنوع ہے۔ سمیر الطالبین میں ہے۔

هُوَ اللَّفْظُ الْمُنَزَّلُ عَلَى

سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِذَلِكَ جَاءَ فِي

وَالْبَيَانِ الْمَنْقُولُ مَضْبُوطًا

بِاسْتِثْنَاءِ الْمُتَعَبَّدِ بِتِلَاوَتِهِ

بَيْنَ يَدَيْهِ تَقَاتِي اللَّهُ لِقُرْآنًا

مَكْرُومًا فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ

لَا يَمْسُهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ تَنْزِيلًا

مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ

وہ قرآن: مجموعۃ الفاظ اور معانی

ہے جو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و

سلم پر برائے اعجاز اور بیان نازل ہوا ہے

جو تو اتر کے ساتھ منقول اور مضبوط ہے

جس کی تلاوت سے عبادت کی جاتی ہے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ بلاشبہ یہ ایک

مکرم قرآن ہے جو ایک محفوظ کتاب میں

درج ہے کہ اس کو بجز پاک فرشتوں کے

کوئی ہاتھ نہیں لگانے پاتا۔ یہ رب العالمین

کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔

قرآن میں حیث القرآن تین اجزا پر مشتمل ہے۔ اصوات۔ الفاظ اور معانی (اصوات

سے مراد وہ آئین و جہل اصوات ہیں جو وقت نزول دہی مسموع اور لحن عرب سے ملحون

ہوتے جسے صَلَٰةُ الْجَرَسِ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حادث بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ يَأْتِيكَ الْوَحْيُ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَصْبِرُوا لِحُكْمِ اللَّهِ إِنَّهُ يَخْتَارُ
 ہے۔ فرمایا اَحْيَانَا يَأْتِيَنِي مِثْلَ صَلْبَةِ الْجَرَسِ۔ کہ کبھی کبھی صلصلة الجرس کی
 طرح ایک خاص آواز میں آتی ہے اور صلصلة الجرس اس آواز کو کہتے ہیں جو گھنٹی بجا کر کئی
 چھوڑنے کے بعد بجتی ہے اور دیر تک جاری رہتی ہے۔

الفاظ سے مراد جملہ حروف و کلمات اور آیات و سورتیں۔ اور معانی سے وہ معانی
 مراد ہیں جو منجانب اللہ قلب النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر انقار ہوتے ہیں اور جو آپ سے
 اُمت کے قلوب میں منتقل کر دیئے ہیں۔

قرآن کریم جیسا کہ اس وقت ہمارے پاس ایک سو پندرہ سورتیں ہیں۔
 میں مسطور و مکتوب ہیں۔ اور جو ہے بالحق اسی طرح عنکبوتوں اور
 لوح محفوظ میں مسطور و مکتوب ہے۔ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي هُوَ قُرْآنٌ
 مَجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَحْفُوظٍ۔

قَالَ نَبِيُّ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي رُؤْيَا لَهُ

وَقَدْ أَجْمَعَ الْمُسْلِمُونَ
 اور کئی مسلمانوں نے کہا اس بات

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ خَلَقَ لَوْحًا مَحْفُوظًا مِنْ ذَرَّةٍ بَيْضَاءَ صَفْحَتَا لَوْحِهِ
 يَأْتِيهِ نَسْمَاءُ مَا نَزَلَ مِنْ سَمَاءٍ وَنَسْمَاءُ مَا نَزَلَ مِنْ جَنَّةٍ فِي حَقِّ يَوْمِهِ
 سِتُونَ وَشَلْهُمَا لِحُضْرِي يَمْنَى وَيَسْرَى وَيَمِيتَ رَيْحَى
 وَيَعِزُّ وَيَذَلُّ وَيَفْعَلُ مَا يَشَاءُ

أَنَّ الْقُرْآنَ الْمَتْلُوقَ فِي جَمِيعِ
 أَقْطَارِ الْأَرْضِ وَالْمَكْتُوبَ فِي
 الْمُصْحَفِ بِأَيْدِ الْمُسْلِمِينَ
 مِمَّا جَمَعَهُ الدَّفْتَانِ مِنْ
 أَوَّلِ الْحَمْدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
 إِلَى الْآخِرِ قَدْ أَخُوخُ بِرَبِّ النَّاسِ
 أَنَّهُ كَلَامُ اللَّهِ وَوَحْيُهُ
 الْمُنَزَّلُ عَلَى نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَأَنَّ جَمِيعَ مَا فِيهِ حَقٌّ وَ
 أَنَّ مَنْ تَقَصَّ حَرْفًا قَاصِدًا
 لِذَلِكَ أَوْ بَدَّلَهُ بِحَرْفٍ
 آخَرَ مَكَانَهُ أَوْ زَادَ حَرْفًا
 مِمَّا لَمْ يَشْتَبِ عَلَيْهِ الْمُصْحَفُ
 الَّذِي وَقَعَ عَلَيْهِ الرِّجَاجُ وَاجْمَعُ
 عَلَى أَنَّهُ لَيْسَ مِنَ الْقُرْآنِ عَامِدًا
 بَلْ هَذَا أَنَّهُ كَافِرٌ بِالْأَلْفِ

وَأَيْدِ شُرَاةِ شُرَاةِ وَمِنْهُمْ
 الرِّمَّانِ الْمَلَّةَ عَلَى الْقَارِي

پر اجماع ہو چکا ہے کہ: قرآن متلو: جو
 جمیع گوشہائے زمین میں مسلمانوں کے
 ہاتھ سے مکتوب فی المصحف ہے جو بین
 اللوحین جمع ہے یعنی ابتداء الحمد للہ رب
 العالمین ہ سے انتہاء قل اعوذ برب الناس
 تک وہ یقیناً اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا کلام
 ہے اور اس کی وحی ہے جو اس کے نبی
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر منزل ہے اور یقیناً
 جو کچھ اس میں ہے وہ حق ہے اور
 بلاشبہ جس نے ارادہ ایک حرف کو
 کم کیا یا ایک حرف کو دوسرے سے بدل
 دیا یا کسی ایسے حرف کو زیادہ کیا جس
 پر وہ مصحف مشتمل نہیں ہے جس پر اجماع
 ہو چکا ہے اور اس پر اجماع ہے کہ
 وہ شی جو قرآن میں سے نہیں ہے سو
 جو شخص ان تمام کا عمد و قاصد ہے وہ
 یقیناً کافر ہے۔

اور شارحین شفاء نے بھی اس
 بات کی تائید کی ہے جن میں سے امام ملا

وَالشَّهَابُ الْخِفَاجِيُّ (كِتَابُهُمَا
 مِنْ كِبَارِ الْحَنَفِيَّةِ) وَتَالَا
 بَعْدَ قَوْلِهِ. أَوْزَادَ حُرُوفًا
 أَى كِتَابَةً أَوْ قِرَاءَةً. آه.

علی قاری اور شہاب خفاجی بھی ہیں جو
 دونوں اجل الحنفیہ میں سے ہیں۔ ان
 دونوں نے اوزاد حروف کے بعد کتابت
 یا قراءت دونوں صورتوں کو شامل کیا ہے

قرآن کریم کے نزول کی ابتداء مکہ المکرّمہ میں جبل نور پر غار حراء میں ۲۴ رمضان المبارک
 کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت ہوئی جبکہ آپ مصروف عبادت تھے سمیر
 الطالبین میں ہے۔

وَقَدْ ابْتَدَأَ اللَّهُ تَعَالَى
 أَنْزَالَهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَرْبَعِ
 وَعِشْرِينَ مِنْ مَضَانَ فِي السَّنَةِ
 الثَّالِثَةِ عَشْرَةَ قَبْلَ الْهِجْرَةِ
 فِي غَارِ حِرَاءِ بَمَكَّةَ لَ

اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے نزول
 قرآن کی ابتداء فرمائی ہے اپنے رسول
 صلی اللہ علیہ وسلم پر ۲۴ رمضان المبارک
 کو ۳۱ھ میں قبل از ہجرت غار حراء
 میں مکہ المکرّمہ میں۔

لے : غار حراء علی جبل النور بمکہ علی یسار الصاعقة علی منی بشروثة امیال
 وبقمتہ العالیة الغار الذی کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتعبد فیہ وغیلو
 بنفسہ قبل ان یمت. ولقد جاءه الوحي وهو فی غار حراء. وذكر الامام الازرق
 فی تاریخہ فضل حراء وما جاء فیہ. والحق انه جبل مبارک وعلیہ الانوار المعنویة
 ولا یوجد بمکہ ولا بالحجار جبل یما شاء فی شکله وقمتہ مطلقا.

اور اس کے نزول کا سلسلہ حسب
حالات و واقعات تیس سال تک
جاری رہا ہے۔

وَتَابِعَ انْزَالَهُ عَلَى حَسْبِ
الْوَقَائِعِ فِي ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ
سَنَةً

اور تاریخ القرآن للکردی الکی میں ہے

اور ابتداء روحی کی تاریخ یوں ہے
کہ اس اثنا میں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ
وسلم بہ قرب مکہ غار حرا میں عبادت کرتے
تھے اور آپ مصروف عبادت ہی تھے
کہ بروز شنبہ ۱۲ رمضان ۱۱۰۰ میلاد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ مطابق
۴ اگست ۱۱۰۰ عیسوی کو اچانک آپ
پر وحی نازل ہوئی۔

وَأَمَّا تَارِيخُ بَدَأِ الْوَحْيِ:
فَإِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَيْنَمَا كَانَ يَتَعَبَّدُ بِغَارِ حِرَاءَ
بِمَكَّةَ إِذْ جَاءَهُ الْوَحْيُ فِي يَوْمِ
الْاِثْنَيْنِ لِسَبْعِ عَشْرَةَ خَلَّتْ
مِنْ رَمَضَانَ لِلسَّنَةِ الْحَادِيَةِ
وَالْأَرْبَعِينَ مِنْ مِيلَادِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَهُوَ يُوَافِقُ ۶ آغسطس سَنَةً
۶۱۰ مِيلَادِيَّةً لَهُ

۱۰ فیکون عمره اذ ذاك بالضبط اربعين سنة قمرية وستة اشهر
وشمانية ايام، وذلك نحو ۳ سنة شمسية وثلاثة اشهر
وشمانية ايام.

وكانت ولادته صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بمكة صبيحة يوم

قرآن کریم کے الفاظ و کلمات اور جمل و آیات حروف ہجائیہ عربیہ پر مشتمل ہیں اور حروف سے مراد جو ہر حرف ہیں یعنی حروف کی املا اور نقوش و صورتیں باقی نقط و اعراب اور موجودہ حرکات و سکنات وغیرہ سلف صالحین اور علماء امت کے رموز و اصطلاحات ہیں جو دال علی المقاصد الخاصہ ہیں اور شفقہ و تسہیلاً علی الامر وضع کئے گئے ہیں۔

ہم آنے والے اوراق میں قرآن کریم کے اعراب و نقط اور حرکات و سکنات اور ان کی گنتی کی مفصل حال مستقل عنوانات کے تحت بیان کریں گے انشاء اللہ۔ نیز یہ بھی بتلائیں گے کہ ان اصطلاحات کے واضعین اور عداہین و حسابین سلف صالحین میں سے کون حضرات ہیں۔ اور یہ بھی بتلائیں گے کہ ان کا محرک اول کون سی ہستی ہیں۔

بقیہ حاشیہ) یوم الاثنين تاسع ربيع الاول للسنة الاولى من حادثة الفيل، وهو يوافق ۲۰ ابريل سنة ۵۷۰ ميلادية. وقال ابن كثير في تاريخه والمقصود ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ولد عام الفيل على قول الجمهور فقبل بعبدة بشهر وقيل باربعةين يوماً. وقيل بخمسين يوماً وهو أشهر وكانت وفاة صلى الله عليه وسلم بالمدينة في ضحوة يوم الاثنين ثالث عشر ربيع الاول سنة احدى عشرة من الهجرة وذلك يوافق ۶ يونيو سنة ۶۳۳ ميلادية، فيكون عمر صلى الله عليه وسلم ۶۳ سنة قمرية كاملة وثلاثة ايام واحد وستين شمسية واربعه وثمانين يوماً. اللهم صل على سيدنا محمد عبده ونبينا ورسولنا الذي بعثنا به في هذه الساعة.

اسماءُ القرآن

س : اسماء کسے کہتے ہیں اور قرآن کے اسماء کتنے ہیں۔

ج : اسماء جمع اسم کی ہے اور قرآن کریم کے اسماء متعدد ہیں !

توضیح الجواب :- جاننا چاہیے کہ اسماء جمع اسم کی ہے اور اسم ایک خاص لفظ

اور علم ہوتا ہے جس سے مسمیٰ کو معین اور مشخص کرنا مطلوب ہوتا ہے اور تسمیہ میں مسمیٰ

کی ذات و صفات میں سے کسی وصف خاص کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ منزل القرآن

حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے تسمیہ میں وصف : قِرَاءَةٌ کو ملحوظ رکھا ہے جو کثرت

تفاوت پر دلالت کرتا ہے اور لفظ قرآن سنتے اور سامنے آنے ہی : قِرَاءَةٌ کی طرف

ذہن منتقل ہو جاتا ہے اور قِرَاءَةٌ (یعنی پڑھنا جو قرآن کا مقصد اول ہے) دل و دماغ میں اثر

جاتا ہے۔ اسماء قرآن کی تعداد کثیر ہے علماء امت نے اس موضوع پر مستقل کتابیں

تصنیف کی ہیں اور جیسا کہ البرہان میں ہے۔ حرّانی نے اپنی کتاب میں اسماء قرآن تقریباً

نوٹے تک بتلائے ہیں اور تاقاسنی ابوالمعالی عزیزی بن عبدالملک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ

بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو پچپن اسماء سے مسمیٰ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ارسال کردہ وحی اور کلام کیے چند جدید قسم کے اسماء و القاب

تخویر فرماتے ہیں یہ اسماء و القاب عربی زبان کے اسماء و القاب سے اجمال و تفصیل

کے اعتبار سے مختلف اور جداگانہ ہیں۔ ان اسماء و القاب میں اس بات کو پیش نظر رکھا

گیا ہے کہ خدا اسم کیوں رکھا گیا ہے اور اس کا مقصد و ماخذ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کلام اور ارسال کردہ وحی کے متعدد ناموں میں سے دو نام زیبا و

مشہور ہیں۔ (۱) الْقُرْآن ۲، الكتاب

القرآن اور الكتاب یہ دونوں نام آرامی الاصل ہیں کیونکہ قرآنہ آرا می زبان میں تلاوت کو کہتے ہیں اور کتاب و تحریر حروف اور نقوش کلمات کو کہتے ہیں اور ان اسماء والقباب کا ماخذ خود قرآن ہی ہے اور یہ مختلف آیات میں سے ماخوذ ہیں

الْقُرْآنُ : اِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ فِيْ كِتَابٍ مَّكْنُوْنٍ . سے ماخوذ ہے اور کلام اللہ، اسم ذاتی ہے جس سے اذہان کو اس کی قراءت کی طرف مبذول کرنا مقصود و مطلوب ہے۔

الْفُرْقَانُ : تَبَارَكَ الَّذِي سَخَّرَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ . سے ماخوذ ہے اور یہ اس لیے کہ یہ فارق بین الحق و الباطن، والمسلم و الكافر، والمؤمن و المنافق ہے یا اس لیے کہ بعض اس کا بعض مفروق فی النزول ہے یا مفروق فی الآيات و السور ہے۔

الْكِتَابُ : سَمْرٌ وَالْاَنْبِيَاءُ الْعَبِيْدُ . سے ماخوذ ہے اور یہ اس لیے کہ یہ جامع الحروف و الهمات جامع الآيات و القصص اور جامع الاسماء و الاحوال ہے اور کتب فی لوح المحفوظات

الذِّكْرُ : وَهَذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ اُوْر اَنْشَاءِ نَحْوِ سُوْرَاتِ الْقُرْآنِ . سے ماخوذ ہے اور یہ اس لیے کہ اس میں مواظظ و تحذیر ہیں اور انبیا و المرسلین

النُّوْمُ : وَانزَلْنَا اَنْبِيَاءًا مِنْ نَحْوِ مَا مَلَيْنَا . سے ماخوذ ہے اور یہ اس لیے کہ اس سے

عوامض الحرام والحلال معلوم ہوتے ہیں۔

التَّنْزِيلُ: وَرِثَةُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ: سے ماخوذ ہے اور یہ اس لیے کہ یہ منزل من عند اللہ علی لسان جبریل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ عز اسمہ نے جبریل امین کو بغیر کسی وصف و کیفیت کے جیسے چاہا سنایا اور سمجھایا۔ پھر جبریل امین نے نبی الصادق الوعد الامی الامین صلی اللہ علیہ وسلم پر تدریجاً اور نجماً نجماً اتارا۔ پس اسی طرح انہیں ادا کرایا جیسا کہ خود جبریل امین نے صاحب کلام جل مجدہ سے پڑھا اور سمجھا تھا۔

صاحب مناہل العرفان فرماتے ہیں کہ اول الذکر یعنی القرآن۔ والفرقان، شہر اسماء النظم الکریم ہیں۔ بلکہ بعض مفسرین نے جمیع اسماء القرآن کا مرجع قرار دیا ہے۔ جیسا کہ صفات اللہ اپنی کثرت کے باوجود معنی جلال و جمال میں جمع ہیں۔ باقی اسماء ربانو قلیل الشہرت ہیں یا وہ صفت کے درجہ میں ہیں۔

حُرُوفُ الْقُرْآنِ

س: حروف القرآن کسے کہتے ہیں اور قرآن کریم کے حروف کتنے ہیں؟
ج: حروف قرآن: اب ت ث ج ح: وغیرہ حروف ہجائیہ عربیہ ہیں۔
اور قرآن کریم کے حروف کی تعداد مختلف ہے۔

توضیح الجواب: جاننا چاہیے کہ حروف سے مراد یہاں حروف نحوی نہیں بلکہ
حروف ہجائیہ عربیہ ہیں اور قرآن کریم کے حروف مختلف الاعداد ہیں۔

نیز جاننا چاہیے کہ ہمارے سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے امت مرحومہ
کے سامنے قرآن کریم کا گوشہ گوشہ کھول کر رکھ دیا ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی یہ بھی
ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کے حروف و کلمات، نقط و اعراب، شدت و مدات اور
آیات و سورتوں وغیرہ کے اعداد و شمار بھی بتلا دیئے ہیں۔

سلام ابو محمد حمادی فرماتے ہیں کہ حجاج بن یوسف ثقفی رحمہ اللہ نے قرآن حفظ
اور کتاب کو جمع کیا اور انہیں مامور کر کے فرمایا کہ "أَخْبِرُونِي عَنِ الْقُرْآنِ كُلِّهِ
كَمْ مِنْ حَرْفٍ هُوَ؟" پس ہم نے حروف گن کر حساب کیا اور باہم اجماع ہوا کہ حروف
قرآن تین لاکھ چالیس ہزار سات سو چالیس ہیں (۲۴۰۰۷۳)

اور عبد اللہ بن جبیر عن مجاہد فرماتے ہیں کہ حروف قرآن تین لاکھ اکیس ہزار ہیں۔

(۲۲۱۰۰۰)

اور بقول ابو بکر احمد بن الحسین بن مہران حجاج بن یوسف ثقفی رحمہ کے منتخب
قرآن حروف کی تعداد: ثَلَاثُمِائَةِ أَلْفٍ وَثَلَاثَةَ وَعِشْرُونَ أَلْفًا

وخمسة عشر حروفًا. یعنی تین لاکھ تیس ہزار پندرہ (۳۲۳۰۱۵) تبادلی سے
مصاحفِ عثمانی میں حروف ہجائیہ باعتبار رسم الخط و تقسیم کے ہیں۔ اول
ثابت فی الرسم دوم محذوف عن الرسم۔ اس وجہ سے حروف کے اعداد و شمار میں بین
العدا بین اختلاف واقع ہوا ہے پس اول الذکر یعنی ثابت فی الرسم کے اعداد و شمار بقول
مولانا عبدالعزیز بن عبداللہ جیسا کہ (البستان) فقہ ابوالبیت میں ہیں اتحدہ نقشہ
سے واضح ہیں۔

عَدَدُ الْحُرُوفِ الْهَجَائِيَّةِ فِي الْقُرْآنِ

۶۸۱۳	ق	۱۵۹۰	ن	۲۸۸۴۲	ا
۹۵۲۲	ك	۵۸۹۱	س	۱۱۴۲۸	ب
۳۰۲۳۶	ل	۲۲۵۳	ش	۱۱۹۹	ت
۲۶۵۳۵	م	۲۰۱۲	ص	۱۲۷۶	ث
۲۶۵۶۰	ن	۱۶۰۷	ض	۳۲۷۳	ج
۲۵۵۳۶	و	۱۲۷۴	ط	۲۹۷۳	ح
۱۹۰۷۰	ه	۸۴۲	ظ	۲۴۱۶	خ
۳۲۷۲	ع	۹۲۲۰	ع	۵۶۴۲	د
۲۷۲۰	ر	۲۲۰۸	غ	۲۶۹۷	ذ
۲۵۹۱۹	ي	۸۴۹۹	ف	۱۱۷۹۳	س

وَقَالَ الْإِمَامُ جَلَالُ الدِّينِ السِّيُوطِيُّ

فِي تَقْصِيرِ حُرُوفِ الْقُرْآنِ، ذَكَرَهَا الْإِمَامُ النَّسْفِيُّ
فِي كِتَابِهِ: مَجْمَعُ الْعُلُومِ وَمَطْلَعُ النَّجْمِ

الْأَلِفُ: - ثَمَانِيَةٌ وَأَرْبَعُونَ الْفَاءُ، وَسَبْعُ مِائَةٍ، وَأَرْبَعُونَ (۴۸، ۴۰)

الْبَاءُ: - أَحَدُ عَشَرَ الْفَاءُ، وَأَرْبَعُمِائَةٍ، وَعِشْرُونَ ۱۱۴۲۰

الْتَاءُ: - أَلْفٌ، وَأَرْبَعُمِائَةٍ، وَأَرْبَعَةٌ ۱۴۰۴

الْتَاءُ: - عَشْرَةٌ أَلْفٌ، وَأَرْبَعُمِائَةٍ، وَثَمَانُونَ ۱۰۴۸۰

الْجِيمُ: - ثَلَاثَةٌ أَلْفٌ، وَثَلَاثُمِائَةٍ وَإِثْنَانِ وَعِشْرُونَ (۳۳۲۲)

الْحَاءُ: - أَرْبَعَةٌ أَلْفٌ، وَمِائَةٌ وَثَمَانِيَةٌ وَثَلَاثُونَ (۴۱۳۸)

الْحَاءُ: - أَلْفَانِ، وَخَمْسِمِائَةٍ، وَثَلَاثَةٌ

الدَّالُ: - خَمْسَةٌ أَلْفٌ، وَتِسْعِمِائَةٍ، وَثَمَانِيَةٌ وَتِسْعُونَ (۵۹۹۸)

الدَّالُ: - أَرْبَعَةٌ أَلْفٌ، وَتِسْعِمِائَةٍ، وَأَرْبَعَةٌ وَثَلَاثُونَ (۴۹۳۴)

الرَّاءُ: - أَلْفَانِ، وَمِائَتَانِ، وَسِتَّةٌ (۲۲۰۶)

الزَّايُ: - أَلْفٌ، وَسِتُّ مِائَةٍ، وَثَمَانُونَ (۱۶۸۰)

السِّينُ: - خَمْسَةٌ أَلْفٌ، وَسَبْعُ مِائَةٍ، وَتِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ (۵۴۹۹)

الشِّينُ: - أَلْفَانِ، وَمِائَةٌ، وَخَمْسَةٌ عَشْرٌ (۲۱۱۵)

الصَّادُ: - أَلْفَانِ، وَسَبْعُ مِائَةٍ وَثَمَانُونَ (۲۴۸۰)

الضَّادُ: - أَلْفٌ، وَثَمَانُ مِائَةٍ وَإِثْنَانِ وَثَمَانُونَ (۱۸۸۲)

الطَّاءُ: - أَلْفٌ، وَمِائَتَانِ وَأَرْبَعَةٌ (۱۲۰۴)

الظَّاءُ: - ثَمَانِيَةٌ وَإِثْنَانِ وَأَرْبَعُونَ (۸۴۲)

الْعَيْنُ: - تِسْعَةٌ أَلْفٌ، وَأَرْبَعُ مِائَةٍ، وَثَلَاثَةُ عَشَرَ (۹۸۱۳)

الْغَيْنُ: - أَلْفٌ، وَمِائَتَانِ، وَتِسْعَةٌ وَعِشْرُونَ (۱۲۲۹)

الْفَاءُ: - تِسْعَةٌ أَلْفٌ، وَثَمَانُ مِائَةٍ، وَثَلَاثَةُ عَشَرَ (۹۸۱۳)

الْقَافُ: - ثَمَانِيَةٌ أَلْفٌ، وَتِسْعَةٌ وَتِسْعُونَ (۸۰۹۹)

الْكَافُ: - ثَمَانِيَةٌ أَلْفٌ، وَإِثْنَانِ وَعِشْرُونَ (۸۰۲۲)

اللَّامُ: - ثَلَاثَةٌ وَثَلَاثُونَ أَلْفًا، وَتِسْعِمِائَةٍ، وَإِثْنَانِ

وَعِشْرُونَ. (۳۳۹۲۲)

الْمِيمُ: - ثَمَانِيَةٌ وَعِشْرُونَ أَلْفًا، وَتِسْعِمِائَةٍ، وَإِثْنَانِ

وَعِشْرُونَ (۲۸۹۲۲)

النُّونُ: - سَبْعَةٌ عَشَرَ أَلْفًا (۱۷۰۰۰)

الْوَاوُ: - خَمْسَةٌ وَعِشْرُونَ أَلْفًا، وَخَمْسِمِائَةٍ، وَسِتَّةٌ (۲۵۵۰۶)

الْهَاءُ: - سِتَّةٌ وَعِشْرُونَ أَلْفًا، وَتِسْعِمِائَةٍ، وَخَمْسَةٌ

وَعِشْرُونَ. (۲۶۹۲۵)

الْهَمْزَةُ: - ثَلَاثَةٌ أَلْفٌ، وَمِائَتَانِ، وَإِثْنَانِ وَسَبْعُونَ (۳۲۷۲)

لَامُ أَلْفٍ: - أَرْبَعَةٌ عَشَرَ أَلْفًا، وَسَبْعِمِائَةٍ، وَسَبْعَةٌ (۱۴۷۰۷)

الْيَاءُ: - خَمْسَةٌ وَعِشْرُونَ أَلْفًا، وَسَبْعِمِائَةٍ،

وَسَبْعَةٌ عَشْرٌ. (۲۵۷۱۷)

وَأَمَّا جَمَلَةُ حُرُوفِ الْقُرْآنِ فَهِيَ الْفَاءُ ،
وَسَبْعَةٌ وَعِشْرُونَ الْفَاءُ

(۱۰۲۶۰۰۰)

هَذَا بِإِدْخَالِ حُرُوفِ الْآيَاتِ الْمَنْسُوحَةِ وَنِصْفِهِ
الْأَوَّلُ بِإِعْتِبَارِهَا بِإِنْتِهَى بِالنُّونِ مِنْ قَوْلِهِ فِي
سُورَةِ الْكُحُوفِ "لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا تَكْفُرًا" وَالْكَافُ
أَوَّلُ نِصْفِ الثَّانِي

وَعَدَدُ دَرَجَاتِ الْجَنَّةِ بَعْدَ حُرُوفِ الْقُرْآنِ ،
وَبَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ قَدْرُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لِقَارِئِ
الْقُرْآنِ إِقْرَأْ وَارْقُ فَإِنَّ مَنَزِلَتَكَ عِنْدَ آخِرِ
آيَةٍ تَقْرَأُهَا

کَلِمَاتُ الْقُرْآنِ

س : کلمات کسے کہتے ہیں اور قرآن کریم کتنے کلمات پر مشتمل ہے ؟

ج : کلمات جمع کلمہ کی ہے اور چند حروف سے مرتب مجموعہ کو کلمہ کہتے ہیں اور کلمات

قرآن کی تعداد میں عددِ اربعینِ کرام کے مختلف اقوال ہیں !

تَوْضِيحُ السُّجُوتِ : جاننا چاہئے کہ کلمات القرآن حروفِ ہجائیہ عربیہ سے مرکب

ہیں اور کلمہ دو یا دو سے زیادہ حروف پر مشتمل ہوتا ہے یعنی کلمہ کے اقل حروف دو

ہوتے ہیں۔ خواہ صورت ہوں جیسے : مَا لَآ ذِقٌ وَغَيْرُهُ۔ خواہ معنی ہوں

جیسے : دَاوُدُ نَاءٌ قَسِيمَةٌ اور : ب : جَارُهُ وَغَيْرُهُ عِنْدَ الْكَثْرَةِ خِلَافًا لِلذَّانِ

رَحْمَةُ اللَّهِ

اور کلمہ کے اکثر حروف کتابتہ دس تا گیارہ ہوتے ہیں خواہ تعلیلات کی وجہ سے حرف

واحد ہی رہ جائے جیسے : اِثْرَفْتُمُوهَا۔ اَنْزَلْنَاكُمْ مَرْهًا : الْمُسْتَضْعِفِينَ

لِيَسْتَنْفِثَهُمْ : فَاَسْقَيْنَاكُمْ مَوْءًا : اور جیسے وَقَدِيرًا السِّيَاحُ

امام ابو بکر احمد بن الحسین بن مہران المقرئ فرماتے ہیں کہ حجاب بن یوسف ثقفی

نے قرار بصرہ کو جمع کیا اور ان میں سے حسن البصری۔ ابوالعالینہ : نصر بن عاصم۔ عاصم

المجدری۔ اور مالک بن دینار۔ رحمۃ اللہ علیہم کو منتخب کر کے مامور کیا کہ قرآن کریم کے ترو

وکلمات گن کر بتلا دو کہ وہ کتنے ہیں۔

پس منتخب قرار نے سب فرمان گنا شروع کیا اور چار ماہ کے اندر گن کر بالاتفاق

بتلاویا کہ کلمات القرآن : سَبْعٌ وَسَبْعُونَ أَلْفًا كَلِمَةً وَأَرْبَعِيْنَ وَ

تَسْعَ وَشَلَاثُونَ كَلِمَةً: یعنی ستتر ہزار چار سو انتالیس ہیں (۴۳۹-۴۴۰)

اور فضیل بن شاذان عن عطار بن یسار فرماتے ہیں کہ کلمات کی تعداد ستتر ہزار چار سو انتالیس ہے (۴۴۰-۴۴۱) ہکذانی البربان للذکر کثیری

اور تاریخ القرآن للکردی میں کلمات کی تعداد ستتر ہزار نو سو چونتیس بتلائی گئی ہے۔

(۴۴۲-۴۴۳)

کلمات القرآن باعتبار رسم الخط مصاحف، عثمانیہ میں دو قسم پر مکتوب ہیں بمقتوع الرسم اور موصول الرسم بناءً علیہ تعداد کلمات میں عداوین و حسابین کا اختلاف واقع ہوا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تعداد کلمات میں اختلاف کا سبب یہ ہے کہ بلاشبہ کلمہ کی ایک حقیقت ہوتی ہے اور ایک بجاز، ایک اس کا لفظ مواتا ہے اور ایک رسم، اور اعتبار ہر ایک کا جائز ہے اور علماء میں سے ہر ایک نے کسی ایک جائز کا اعتبار کیا ہے اور عداوین و حسابین نے اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔

آيَاتُ الْقُرْآنِ

س :- آیات، کسے کہتے ہیں اور قرآن کریم کی آیات کی تعداد کیا ہے ؟
ج :- آیات جمع آیتہ کی ہے اور چند حروف، چند کلمات اور چند جملوں
کے مجموعہ کو آیتہ کہتے ہیں۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ :- جاننا چاہیے کہ آیات - آیتہ کی جمع ہے اور
چند حروف چند کلمات اور چند جملے پر مشتمل ہوتی ہے۔

آیتہ : صُحُفِ سَمَوَاتٍ اور کتبِ منزَّلہ میں بھی موجود تھی اور طویل و
قصیر کے اعتبار سے مختلف تھی مگر کئی غیر توفیقی، غیر تعیناتی اور غیر تحدیدی
آیاتِ قرآنیہ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ توفیقی، تعیناتی اور تحدیدی ہیں۔

یعنی سید الملائکہ جبریل امین علیہ السلام نے رسول الصادق الامی الامین
صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دی ہے اور ہر ایک آیت کی ابتداء و انتہاء بتلاوی ہے
کہ فلاں آیت فلاں کلمہ سے شروع ہوتی ہے اور فلاں کلمہ پر منتهی ہوتی ہے۔ یعنی
جبریل علیہ السلام نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بالمشافہ ہر طویل اور قصیر
آیت کو متعین کر کے حد بندی کر دی ہے۔

پس اب آیاتِ قرآنیہ میں دو و بدل اور قطع و برید مطلقاً ناجائز
حرام اور ممنوع ہے۔ فتنہ ایہا الجاہلون۔

نیز جاننا چاہیے کہ آیتہ : لعنت علی من عند العرب ین معنوں میں

مستعمل ہے :-

۱ : بمعنی جماعت (۱) بمعنی عجب (۲) بمعنی علامت جیسا کہ البرہان الیہ ہے۔

۱ : الْآيَةُ : جَمَاعَتُ الْحُرُوفِ

آیت : چند حروف کا مجموعہ

تَقُولُ الْعَرَبُ : خَرَبَةٌ

ہے، اہل عرب کہتے ہیں، قوم اپنی

النَّوْمُ بِأَيْتِهِمْ أَى

آیت کے ساتھ یعنی اپنی جماعت کے

بِجَمَاعَتِهِمْ

ساتھ نکلی۔

۲ : الْآيَةُ : الْعَجَبُ : تَقُولُ

۲ : آیت : عجب ہے، اہل عرب

الْعَرَبُ فَلَانُ آيَةٌ

کہتے ہیں فلاں شخص علم میں اور

فِي الْعِلْمِ وَفِي الْجَمَالِ

جمال میں آیت ہے۔

۳ : الْآيَةُ : الْعَلَامَةُ

۳ : آیت علامت ہے، اہل عرب

تَقُولُ الْعَرَبُ : غَرِبَتْ

کہتے ہیں، فلاں شخص کا گھر برباد

دَارُ فَلَانٍ وَمَا بَقِيَ

ہو گیا اور اس کی آیت یعنی نشانی

فِيهَا آيَةٌ أَى عَلَامَةٌ

تک باقی نہ رہی۔

فَكَانَ كَذَلِكَ آيَةً فِي

پس قرآن میں ہر ایک آیت

الْقُرْآنِ عَلَامَةٌ عَلَى

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی

نُبُوءَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى

علامت اور نشانی ہے۔

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور اصطلاح شریعت میں جیسا کہ علامہ عینی فرماتے ہیں۔

آیت کی تعریف : وہ قرآن ہے

حَدَّ الْآيَةُ : قَوَانٌ مُرَكَّبٌ

جو مرکب ہے چند مخلوٹات الیہ

مِنْ جَمَلٍ وَلَوْ تَقْدِيرًا

ذُو مَبْدَأٍ وَمَقْطَعٍ مُنْدَرَجٍ
فِي سُورَةٍ. وَأَصْلُهَا الْعَلَامَةُ
وَمِنْهُ: إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ:
رِثَتَهَا عَلَامَةٌ لِلْفَضْلِ:
أَوِ الْجَمَاعَةِ: رِثَتَهَا جَمَاعَةٌ
كَلِمَةٌ.

فَالآيَةُ طَائِفَةٌ مِّنَ
الْقُرْآنِ مُنْقَطِعَةٌ عَمَّا قَبْلَهَا
وَمَا بَعْدَهَا لَيْسَ بَيْنَهَا
شِبْهُهُ بِمَا سَوَّاهَا
وَقِيلَ: رِثَتَهَا عَلَامَةٌ
إِنْ قَطَعَ مَا قَبْلَهَا مِنَ الْكَلَامِ
وَإِنْ قَطَعَ بِهَا عَمَّا بَعْدَهَا

حاصل یہ کہ آیت اگرچہ متعدد معنوں میں مستعمل ہے مگر یہاں آیت سے مراد
چند کلمات و جمل کا وہ مجموعہ ہے جو ماقبل و مابعد سے جدا اور ممتاز ہو۔ اور اس کے آخر
پر علامت رُاس آیت مرسوم ہو جو اولاً تین نقطے : ہو کرتے تھے اور اب گول دائرہ
لکھا جاتا ہے۔

○ آیت من حیث الآيات اپنے مشمولات کے اعتبار سے ایک مستقل معجزہ مستقل
فن مستقل حکم مستقل قصر اور مستقل واقعہ ہوتا ہے جو دیگر آیات سے جدا اور ممتاز

ہوں۔ خواہ کسی بھی سورۃ میں مندرج
ہو۔ اور اس کی اصل علامت اور نشانی
ہے اور اسی سے ہے (ان آیتہ ملکہ)
اس لیے کہ یہ فضیلت یا جماعت کی علامت
ہے۔ کیونکہ وہ چند کلمات کا مجموعہ ہے۔

پس آیت قرآن کا ایک قطعہ ہے
جو اپنے ماقبل و مابعد سے جدا اور منقطع
ہوتا ہے۔ اس کے اور اس کے ماسولہ کے
ما بین مشابہت نہیں ہوتی ہے۔
اور کہا گیا ہے کہ آیت کلام کے
ما قبل اور مابعد کے انقطاع کی علامت
ہے۔

ہوتی ہے اور اس کی حدود تو قیفاً متعین ہوتی ہیں۔

آیت اپنی وسعت اور مقدار کلمات و جمل کے اعتبار سے کبھی طویل ہوتی ہے اور کبھی قصیر حتیٰ کہ ایک کلمہ پر مشتمل آیت بھی موجود ہے اور وہ ہے سورۃ رحمن میں۔
مُدْ هَامَّتَانِ :

ابو عمر ودانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں
نہیں جانتا کہ کوئی کلمہ تینہا آیت ہو مگر
اللہ تعالیٰ کا قول مُدْ هَامَّتَانِ : سورۃ
رحمن میں اور ابن منیر فرماتے ہیں کہ قرآن
میں کوئی ایسا کلمہ واحدہ نہیں ہے جو مستقل
آیت ہو بجز: مُدْ هَامَّتَانِ : کے
قَالَ أَبُو عَمْرٍو وَالدَّائِرَةُ
لَا أَعْلَمُ كَلِمَةً هِيَ وَحْدَهَا
آيَةٌ إِلَّا قَوْلَهُ تَعَالَى
مُدْ هَامَّتَانِ فِي سُورَةِ
الرَّحْمَنِ وَقَالَ ابْنُ الْمُنِيرِ
لَيْسَ فِي الْقُرْآنِ كَلِمَةٌ وَاحِدَةٌ
آيَةً إِلَّا: مُدْ هَامَّتَانِ .

علم الآیات: علم توفیقی ہے یعنی یہ توفیق و تعلیم شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام حاصل ہوا ہے جس میں قیاس کو مطلقاً ذیل نہیں جیسا کہ معرفت السور میں قیاس کو دخل نہیں ہے پس آیت حروف قرآن کا وہ مجموعہ ہے جس کے ماقبل و مابعد کا معنوی انقطاع بالنتو قیف ہوا ہے۔

علامہ زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آیات کا علم، علم توفیقی ہے اس میں قیاس کو قطعاً دخل نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ عدوین آیات فواح سور میں مواضع شہ پر ہر جگہ: الم: کو آیت شمار کرتے ہیں اور اسی طرح: المص: کو آیت گنتے ہیں لیکن سورۃ رعد میں: الم: کو اور اسی طرح مواضع خمسہ میں: الم: کو کسی جگہ بھی آیت شمار

نہیں کرتے ہیں۔

طس: کو سورۃ شمر اور سورۃ قصص میں اور اسی طرح: ظہ: یس: کو آیات شمار کرتے ہیں مگر سورۃ نمل میں: طس: کو آیت نہیں گنتے۔۔

حمر: کو مواضع سبعہ میں ہر جگہ آیت شمار کرتے ہیں اور حمر عسقی کو دو آیتیں گنتے ہیں۔ اسی طرح: گہایعص: کو آیت قرار دیتے ہیں مگر: ص. ق. ن: میں کسی کو آیت شمار نہیں کرتے ہیں۔ علامہ رحم فرماتے ہیں کہ یہ مذہب کو نبیون کا ہے۔ باقی مذاہب مدنیہ وغیرہ میں حروف مقطعات میں سے کسی کو بھی آیت شمار نہیں کیا گیا۔ اور ہذا مذہب کو قبیلین بعض کا قول ہے کہ: طس: کو تو آیت قرار نہیں دیا جاتا اس لیے کہ یہ مشابہ ہے: قابیل: کے جو کہ مفرد ہے اور: یس: کو آیت قرار دیا جاتا ہے اس لیے کہ یہ جملہ کے مشابہ ہے کیونکہ اس کے اول میں: بیاء: ہے اور ہماے ہاں کوئی مفرد ایسا نہیں ہے جس کے اول میں: یاء:

اور جیسا کہ آیات کی تحدید یعنی اس کی اول و آخر کی حد بندی اور کلمات و جمل کی تعیین و توثیق توفیقی ہے اسی طرح ان کا مقام و محل بھی توفیقی ہے یعنی سید الملک حضرت جبریل امین علیہ السلام رسول الصادق الامی الامین صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلا دینے لکھے کہ فلاں آیت کو فلاں سورۃ کے فلاں موقع پر رکھیں۔ پھر نبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم حسب ہدایت کا نبین وحی سے موقع و محل پر لکھوا لیتے تھے۔

زمانہ نزول قرآن میں رسول الصادق الوعد الامین صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء آیات منزلہ پر توفیقاً و تعلیماً لراء و س الایہ۔ آیت آیت پر وقف فرمایا کرتے تھے اور بعد ازاں آیات کو ملا کر پڑھا کرتے تھے جس سے حاضرین اور نووارد سامعین سمجھنے لگتے تھے کہ ما قرئی ایک ہی آیت ہے خصوصاً وہ آیات جو لفظی اعتبار سے ایک دوسرے سے متعلق ہوتی تھیں

وہ اسے آیت واحدہ تصور کر لیتے تھے، بناءً علیہ آیات کی تعداد میں اختلاف واقع ہوا۔
جیسا کہ ابراہان میں ہے :-

وَاعْلَمُوا أَنَّ سَبَبَ اخْتِلَافِ
الْعُلَمَاءِ فِي عِدِّ الْآيِ وَالْكَلِمِ
وَالْحُرُوفِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقِفُ
عَلَى رَأْسِ الْآيِ لِلتَّوْقِيفِ
فَإِذَا عَلِمَ مَحَلَّهَا وَصَلَّ لِلتَّيَمِّ
فِيحْسِبُ السَّامِعُ أَنَّهَا لَيْسَتْ
فَاصِلَةً

جان تو کہ آیات و کلمات اور حروف
کے شمار میں علماء کے اختلاف کا سبب
یہ ہے کہ بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر آئے
توقیف رءوس آید پر وقت کیا کرتے
تھے۔ پس جب رأس آیت کا علم ہو جاتا تھا
تو آپ وصل فرمایا کرتے تھے جس سے سامع
خیال کرتا کہ یہ رأس آیت نہیں ہے۔

نیز اختلاف کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ بعض حروف السبع میں یعنی بعض قراءات میں
سورۃ کے ساتھ بسملہ بھی نازل ہوئی ہے۔ پس جو حضرات اس حرف یعنی اس قراءۃ کے
ساتھ پڑھتے ہیں جس میں سورۃ کے ساتھ بسملہ کا نزول ہوا ہے تو وہ اسے آیت شمار
کرتے ہیں اور جو حضرات اس حرف کے ساتھ پڑھتے ہیں جس میں بسملہ کا نزول نہیں
ہوا ہے وہ اسے آیت شمار نہیں کرتے ہیں۔

آیات کی تقسیم کئی اعتبارات سے کی گئی ہے۔ ایک تقسیم باعتبار نزول آیات ہے
یعنی کچھ آیات مکی ہیں جو قبل از ہجرت قیام مکہ اور اس کے مضافات و اسفار میں نازل
ہوئی ہیں۔ کچھ مدنی ہیں جو بعد ہجرت مدینہ اور اس کے مضافات و اسفار میں نازل
ہوئی ہیں۔ کچھ مہلبی ہیں جو رات کو نازل ہوئی ہیں۔ کچھ بہاری ہیں جو دن میں نازل ہوئی

ہیں۔ کچھ حضری ہیں جو حضر میں نازل ہوئی ہیں۔ کچھ سفری ہیں جو سفر میں نازل ہوئی ہیں۔ اسی طرح کچھ صحنی ہیں جو موسم گرما میں نازل ہوئی ہیں اور کچھ شتائی ہیں جو موسم سرما میں نازل ہوئی ہیں۔

ایک اور تقسیم باعتبار قرار بلدان کی گئی ہے یعنی مکہ، مدنی، بصری، شامی، عراقی اور کوفی ہیں تفصیل کیلئے دیکھیے۔ سعادة الدارين في غداي المعجز الثقلين لابن خلف المحمود رحمہ اللہ۔

ایک اور تقسیم باعتبار احکام کی گئی ہے یعنی ادا مروا ہی، وعدہ و عید، حلت و حرمت، قصص و امثال ذکر و تسبیح وغیرہ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

تعداد آیات باعتبار احکام	تعداد آیات باعتبار قرار بلدان
آیات امر	۶۲۱۲
آیات نہی	۶۲۱۴
آیات وعدہ	۶۲۵۰
آیات وعید	۶۲۱۶
آیات قصص	۶۳۱۴
آیات امثال	۶۲۳۶
آیات حلت	۶۶۶۶
آیات حرمت	۶۶۶۶
آیات تسبیح	۶۶۶۶
آیات متفرقہ	۶۶۶۶
جملہ آیات	۶۶۶۶

سُورَةُ الْقُرْآنِ

س : سُوْرَ كَسے کہتے ہیں اور قرآن کریم کتنے سُوْرَ پر مشتمل ہے ؟

ج : سُوْرَ . جمع سُوْرَةُ کی ہے اور مجموعہ آیات متعددہ کو : سُوْرَةُ کہتے ہیں اور سُوْرَ

قرآن ایک سو چودہ ہیں یا ایک سو تیرہ ہیں !

تَوْضِيْحُ الْجَوَابِ : جانا چاہیے کہ سورہ جمع سورۃ کی ہے اور سور کے لغوی معنی

منزل بعد منزل کے ہیں جیسے سُوْرَةُ الْبِنَاءِ اَي الْقِطْعَةُ مِنْهُ .

اور اصطلاح میں جیسا کہ علامہ جعبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں :-

حَدُّ السُّوْرَةِ قُرْآنٌ يَشْتَمِلُ

سُوْرَةٍ كِي تَعْرِيفًا يَهِيَ كِه وَه

قرآن ہے جو مشتمل ہے ایسی آیات پر

عَلَى آيٍ ذَوَاتٍ فَاتِحَةٍ وَخَاتِمَةٍ

جو ذوات الابتداء والانتہاء ہیں اور اس

وَاقْتَرَبَتْ ثَلَاثُ آيَاتٍ

کا اقل تین آیتیں ہیں .

ابن جنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سُوْرَةُ : ارتفاعِ قدر و منزلت کی وجہ سے یہ نام

رکھا گیا ہے اس لیے کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ ہے جس میں معرفۃ المحلل والحرام ہے اور

بعض کا قول ہے کہ یہ نام بوجہ علو نشان سورۃ اور علو نشان قاری کے رکھا گیا ہے .

تقطیع و تقصیل فی السور میں بے شمار حکم و مصالح ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ جس

طرح ایک آیت کیلئے : حَدُّ و مَطْلَعُ : ہوتا ہے اور وہ اگرچہ چھوٹی سی ہو مگر اپنی جگہ

پر ایک معجزہ مستقل فن مستقل خزینہ معانی اور مستقل قرآن ہے .

اسی طرح ہر سورۃ من حیث السورۃ اگرچہ وہ مختصر سی ہے لیکن ایک مستقل معجزہ مستقل

فن مستقل صحیفہ مستقل کتاب اور مستقل قرآن اور کلام اللہ ہے اور آیتہ من آیات اللہ ہے جس میں مختلف احکام از قسم حلال و حرام اور مختلف احوال از قصص الاولین والاخرین اور احوال الجنة والنار میں اور وہ اپنی حدود میں دیگر سورت سے تو قیفاً جدا اور ممتاز ہوتا ہے تفصیل و تقسیم قرآن فی السور میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ تعلیم و تعلم اور تدریج الالطفال من السور انقصار الی السور الطوال میں سہولتیں ہیں جو منزل القرآن حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حفظ قرآن کیلئے ودیعت فرمائی ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ایک پڑھنے والا بچہ ایک سورۃ کو ختم کرنے پر کس قدر خوشی محسوس کرتا ہے اور حافظ قرآن جب ایک سورۃ مضبوطاً حفظ کر لیتا ہے تو وہ مسرور ہوتا ہے کہ کتاب اللہ کا ایک مستقل حصہ اسے حاصل ہو گیا ہے۔ پس وہ حافظہ و ضبط کو عظیم الشان تصور کرتا ہے اور بے پناہ خوشی محسوس کرتا ہے۔ اور کیوں نہ کرے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ الرَّجُلُ إِذَا قَرَأَ الْبَقْرَةَ وَالْإِمْرَانَ جَلَّ فِينَا
وَمِنْ شَمِّ كَانَتْ الْقِرَاءَةُ فِي الصَّلَاةِ بِسُورَةِ أَفْضَلٍ.

قرآن کریم کی ترتیب آیات اور سورتوں کی تقسیم باعتبار نزول نہیں بلکہ باعتبار ترتیب لوح محفوظ اور تلاوت ہے اور یہ ترتیب توقیفی ہے یعنی سید الانبیاء رسول الصادق الامین صلی اللہ علیہ وسلم نے سید الملک حضرت جبریل امین علیہ السلام سے اسی طرح اخذ کر کے کاتبین وحی سے لکھوایا ہے۔ جس کی اتباع فرض۔ لازم اور واجب ہے اور خلاف حرام۔ ممنوع اور ناجائز ہے۔

سورتوں کی ابتداء و انتہاء سید الانبیاء بنی الامی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتوقیف و تعلیم سید الملک

حضرت جبریل ایلین علیہ السلام اُمتِ مرحومہ کو بتلادی ہے اور بین المحدثین مجموع و محصور متعدد آیات کو: سُوْرَةُ کے نام موسوم کر دیا ہے اور ہر ایک سُوْرَةُ کا نام علیحدہ علیحدہ رکھ دیا ہے اور وجہ تسمیہ میں کسی خاص معنی اور مفہوم کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

اکثر سُوْرُو کو ایک ہی نام سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ مگر بعض سُوْرُو کے بڑے نام بھی ہیں جیسے سُوْرَةُ البقرہ کو بوجہ عظیم ہونے کے: قسطاس القرآن بھی کہتے ہیں۔ آل عمران کا نام تورات میں طینہ: بھی ہے جیسا کہ ابو بکر محمد بن الحسن بن محمد بن زیاد المرقی الموصلی النقاش متوفی ۲۵۸ھ نے حکایت کی ہے۔ سُوْرَةُ النحل کو سُوْرَةُ النعم بھی کہتے ہیں اس لیے کہ اس میں منہزل القرآن جل مجدہ نے اپنے بندوں پر انعامات گن گن کر بتلادیئے ہیں۔

سُوْرَةُ: حَسْبُ عَسَقٍ: کو سُوْرَةُ الشُّوْرٰی کہتے ہیں۔ سُوْرَةُ الجاثیہ کو سُوْرَةُ الشَّرِیْفَةُ

بھی کہتے ہیں اور سُوْرَةُ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کو: سُوْرَةُ الْقِتَالِ: بھی کہتے ہیں۔

اور بعض سُوْرُو کے تین تین نام بھی ہیں جیسا کہ سُوْرَةُ الْمَائِدَةِ کو سُوْرَةُ الْعَقُوْدِ اور سُوْرَةُ

الْمُنْقَذَةِ: بھی کہتے ہیں جیسے کہ ابن عبید نے حدیث روایت کی ہے کہ حضور فرماتے ہیں

سُوْرَةُ الْمَائِدَةِ تُدْعٰی فِی مَلَکُوْتِ اللّٰهِ الْمُنْقَذَةُ تُنْقَذُ صَاحِبِہَا مِنْ

اَیْدِی مَلَکِةِ الْعَذَابِ: یعنی سُوْرَةُ مَائِدَةِ اللّٰہِ تَعَالٰی کے ہاں سُوْرَةُ مُنْقَذَةُ کے نام

سے موسوم کی جاتی ہے یہ سُوْرَةُ اپنے صاحب پر پڑھنے والے کو مَلَکِةِ عَذَابِ سے نجات دلائے

گی۔ اور سُوْرَةُ غَاثَةِ کو سُوْرَةُ الطَّلُوْلِ اور سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ: بھی کہتے ہیں۔ اور بعض سُوْرُو کے

کئی کئی نام ہیں جیسے سُوْرَةُ بَرَاءَةِ: وَالنَّبِیَّةِ: وَالْفَاضِلَةِ: وَالْمَحَافِزِ: لَانہَا حَفَّتْ عَنْ

قُلُوْبِ الْمُنَافِقِیْنَ۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ سُوْرَةُ نازل ہو رہی تھی اور ہم سمجھ

رہے تھے کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ رہے گا جس کا ذکر نہ ہو گا حضرت حدیثِ رضی

اللہ عز فرماتے ہیں کہ یہ سورۃ العذاب ہے، ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم اسکو: المثنیٰ کہتے تھے۔

حارث بن یزیدؓ فرماتے ہیں کہ اس کو: المبعثرة کہتے تھے اس لئے کہ یہ اسرار منافقین سے سمجھ کر تھی ہے اور اسے: المسوۃ: اور البحوث: بھی کہتے ہیں۔

سورۃ الفاتحہ کے تقریباً بیس نام اہل علم نے بیان کئے ہیں جیسے: ام القرآن و

ام الكتاب، والسبع المثانی اس لئے کہ یہ ہر نماز میں پکر پڑھی جاتی ہے یا اس لئے کہ یہ

دو مرتبہ نازل ہوئی ہے، والوافیہ، اس لئے کہ اس کی تبیض جائز نہیں ہے اور

اس لئے کہ یہ تمام ان معانی پر مشتمل ہے جو قرآن میں ہیں، والکنز، والشافیہ، والشفاہ،

والکافیہ، والاساس، وغیرہ اسماء کما ذکر فی المصولات۔

سورۃ القرآن کتنے ہیں؟ اس بار میں امت کا اختلاف ہے اس وجہ سے کہ سورۃ

الانفال اور سورۃ براءۃ کے ایک اور دو ہونے میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین مختلف الآراء میں اکثر حضرات ان دونوں کو دو علیحدہ علیحدہ سورتیں مانتے ہیں

اور بعض حضرات دونوں کو ایک ہی سورۃ قرار دیتے ہیں اسی وجہ سے جامع القرآن

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باجماع صحابہ بین السورتین فصل تو ڈال

دیا ہے مگر بسم اللہ کو نہیں لکھا اس لئے کہ سورۃ براءۃ کا نزول باسیف برائے قتال

بالکفار ہے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم غیر منزل ہے لہذا جو حضرات ان کو دو الگ الگ

سورتیں یقین کرتے ہیں ان کے نزدیک تعداد سور ایک سو چودہ ^{۱۱۳} ہیں اور جو حضرات دونوں

کو سورۃ واحدہ قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک ایک سو تیرہ ^{۱۱۳} ہیں۔

سورۃ براءۃ کے شروع میں سقوط بسملہ کے بارہ ہیں مختلف اقوال ہیں کہتے ہیں کہ

زمانہ مجاہدین میں پہلا عرب کی عادت تھی کہ جب ایک قوم دوسری قوم سے عہد پیمان

کیا کرتے تھے اور اس کے توڑنے کا ارادہ رکھتے تھے تو باہم ایک عہد نامہ لکھ لیتے تھے لیکن اس میں بسملہ نہیں لکھتے تھے۔ پس جب بین المسلمین و الکفار نقض عہد پر براءۃ نازل ہوئی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اعلاناً: بَرَاءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدُوا مَعَكُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ: پڑھ کر سنادی تو حسب عادت جہلام عرب: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: نہیں پڑھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ترک بسملہ کے بارہ میں دریافت کیا تو فرمایا:۔

لَاِنَّ الْبِسْمَلَةَ اَمَانٌ وَّ بَرَاءَةٌ نُّزِلَتْ بِالسَّيْفِ لَيْسَ فِيْهَا اَمَانٌ
امام قشیری فرماتے ہیں: وَالصَّحِيْحُ اَنَّ الْبِسْمَلَةَ لَمْ تَكُنْ فِيْهَا لِاَنَّ جِبْرِیْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا نَزَلَ بِهَا فِيْهَا۔

اور بعض کا قول ہے کہ: رَوَاهُ لَمَّا كَتَبُوا الْمَصَاحِفَ فِيْ نَرَمِ عَثْمَانَ رَضِ
اِنْتَلَفُوْا: هَذِهِ هُمَا سُورَتَانِ: اَوِ الْاَنْفَالُ سُورَةٌ: وَبَرَاءَةٌ سُورَةٌ:
تُرِكَتِ الْبِسْمَلَةُ بَيْنَهُمَا؟

لیکن خلیفہ ثالث جامع القرآن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

كَانَتْ الْاَنْفَالُ مِنْ اَوَائِلِ
سورة الانفال ان سور میں سے
مَا نَزَلَ وَبَرَاءَةٌ مِنْ اٰخِرِهِ وَ
ہے جو اول نازل ہوئی ہیں اور سورۃ براءۃ
كَانَتْ قِصَّتُهَا شَبِيْهَةً بِقِصَّتِهَا
ان میں سے ہے جو بعد میں نازل ہوئی ہیں
وَقَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اور فقہہ ایک بقیعہ دیگر شبیہہ مضافاً رسول اللہ
وَلَمْ يُبَيِّنْ لَنَا اَسْمَاءُ مِنْهَا وَظَنَّتَا
سئل اللہ علیہ وسلم انشقاق فرماتے اور میں

أَتَيْنَاهَا مِنْهَا: ثُمَّ فَرَّقَتْ بَيْنَهُمَا
وَلَمْ أَكْتُبْ بَيْنَهُمَا الْبُسْمَلَةَ:

یہ نہیں بتا گئے کہ یہ اس میں سے ہے۔ ہاں
ہم نے یہ یقین کیا کہ یہ اس میں سے ہے۔

پھر ہم نے ان دونوں کے درمیان میں فصل

کر دی اور بسملہ درمیان میں نہیں لکھی ہے

حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سورۃ انفال اور اہل ہجرت میں اور یہ سورۃ
برائۃ اور ہجرت میں نازل ہوئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک یہ تھی کہ جو
آیات قرآنی نازل ہوتیں۔ فرمادینے کہ ان کو فلاں سورت میں فلاں موقع پر رکھو۔ ان آیات کے
متعلق جنہیں اب سورۃ توبہ یا سورۃ برائۃ کہا جاتا ہے۔ آج نے کوئی تفسیر نہیں فرمائی
کہ کس سورۃ میں درج کی جائیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مستقل سورۃ ہے نہ دوسری سورۃ
کا جز نہیں لیکن عام قاعدہ یہ تھا کہ جب نئی سورۃ نازل ہوتی تو پہلی سورۃ سے جدا کرنے کیلئے
بِسْمِ اللّٰهِ: آتی تھی سورہ توبہ شروع میں بسم اللہ نہ آتی تو مشعر ہے کہ یہ جدا گانہ سورۃ نہیں
ان دوہ پر نظر کر کے مصاحف عثمانیہ میں اس کے شروع میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی لیکن
کتابت میں اسے اور انفال کے درمیان فصل کر دیا گیا کہ نہ پوری طرح اس کا استقلال
ظاہر ہو اور نہ دوسری سورۃ کا جز ہو۔ باقی انفال کے بعد متصل رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ انفال
نزل میں مقدم ہے بلاتناہس وجہ کے مؤخر لیوں کی باقی اور دونوں کے مضامین باہم اس قدر
منطقی و متنسق واقع ہوئے ہیں کہ گویا برائۃ کو انفال کا تتمہ اور تکملہ کہا جاسکتا ہے۔

سورۃ القرآن اپنی وسعت و مقدار کے اعتبار سے مختلف ہیں کوئی طویل ہیں اور کوئی
قصیر اور کوئی متوسط ہیں۔ پس جیسا کہ علامہ بیوطی رحمہ اللہ الاتقان میں فرماتے ہیں کہ سورۃ
بقرہ سے سورۃ توبہ تک کی بڑی بڑی سورتوں کو: طَوَالٌ کہتے ہیں ان کے بعد جن سورتوں

کی آیات سو یا سو سے زیادہ ہیں ان کو: **مُتَعَبِّنٌ** : کہتے ہیں اور جن سورتوں کی آیات سو سے کم ہیں ان کو: **مُتَانِي** : کہتے ہیں اور ان کے بعد کی سورتوں کو: **مُفَصَّلٌ** : کہتے ہیں اور آخر کی چھوٹی چھوٹی سورتوں کو: **حِصَارٌ** کہتے ہیں۔

قرآن کریم اگر بغیر تفصیل و تقسیم سور کے مسلسل مثل سورۃ واحد کے نازل کیا جاتا تو نالی قرآن کیلئے انتہائی دشواری ہوتی مگر منزل قرآن جلی مجدہ نے اپنے کلام کو ایک سو چودہ سورتوں میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ قارئین قرآن سورۃ بہ سورۃ پڑھتے جائیں اور اپنے درجات بلند کرتے چلے جائیں۔

زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ کرام اور خیر القرون میں اُمتِ مسلمہ کو قرآن کریم سے بے پناہ محبت تھی اور اس کے فضائل اور فیوض و برکات کے پیش نظر تلاوت قرآن کریم کے بے پناہ شائق اور حرص تھے۔ کثرت تلاوت، حفظ قرآن اور تعبد بتلاوت قرآن شب و روز مسلسل بن چکا تھا اور خورد و کلاں، پیرو جواں سابقون بالخیرات کا مظاہرہ کر رہے تھے اور جہلتے تھے کہ یوماً فیوماً قرآن کریم ختم کر لیا کریں اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتدوم میں قرآن کریم ختم کرنے کی اجازت دے دی بلکہ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے سورتوں کی جماعت بندی کر کے سات منازل مقرر کر دیں تاکہ شائقین اور تابعین قرآن یوم بیوم منزل پڑھ کر ہفتہ وار قرآن کریم ختم کر لیا کریں اور منزل القرآن اور مقسم القرآن فی السور حق سبحانہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر لیا کریں

پھر صلحاء اور علماء اہل بیت مرحوم نے آیات سور کی جماعت بندی کر کے سور کو رکعات میں تقسیم کر دیا تاکہ حفاظ قرآن کریم رکوع بہ رکوع حفظ کرتے جائیں اور منزل مقصود طے کرنے چلے جائیں۔ نیز مصلیان کرام اپنی نمازوں میں رکوع، رکوع پر رکعات کر لیا کریں۔ اور

آئمتہ التراویح رکوع رکوع پڑھ کر پورے رمضان المبارک میں مکمل قرآن کریم ختم کر لیا کریں۔
 بعد ازاں پورے قرآن کریم کو تقریباً مساوی تیس حصوں میں تقسیم کر کے تیس اجزاء
 بنا دیئے گئے تاکہ پڑھنے والے ماہ بہ ماہ قرآن کریم ختم کر لیا کریں۔ پھر ان اجزاء میں سے ہر
 ایک جزء کو مساوی چار حصوں میں تقسیم کر کے اس کا نام ارباع رکھ دیا گیا۔ اسی طرح ہر جزء کو
 برابر کے آٹھ حصوں میں تقسیم کر کے احزاب بنا دیئے گئے پس گویا علمتے امت عامۃ الامتہ
 اور کافۃ المسلمین کیلئے تاقیام قیامت اور تابقار قرآن کریم دستور العمل تیار کر گئے ہیں۔
 فَكُلُّ خَيْرٍ فِي اثْبَاعٍ مَنْ سَلَفَ : وَكُلُّ شَرٍّ فِي ابْتِدَاعٍ مَنْ خَلَفَ

احزاب القرآن

س : احزاب کسے کہتے ہیں اور قرآن کریم کے احزاب کتنے ہیں ؟
ج : احزاب : جمع حزب کی ہے اور قرآن کریم کے احزاب سات ہیں جن کو متازل بھی کہتے ہیں !

توضیح الجواب۔ جانا چاہیے کہ زمانہ نبوی میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور امت مسلمہ کو قرآن کریم سے بے پناہ محبت تھی اور اس کے فضائل اور فیوض و برکات کے پیش نظر تلاوت قرآن کے بے پناہ حریص تھے اس لیے کثرت تلاوت شب و روز کا معمول بن چکا تھا اور خورد و کلاں اور پیرو ہواں سابقوں بالخیرات کا مظاہرہ کر رہے تھے اور چاہتے تھے کہ قرآن کریم یوماً فیوماً ختم کر لیا کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقرأ القرآن فی کل سبع ولا تزد فرما کر یوماً فیوماً ختم کرنے سے منع فرمایا اور قرآن کریم کو سات احزاب میں تقسیم کر کے سات یوم میں ختم کرنے کی اجازت دے دی، صاحب برہان علامہ زرکشی فرماتے ہیں کہ اس بارے میں ایک حدیث ہے جس کو خطاب نے اپنی غریب میں نقل کیا ہے : جس کو عیسیٰ بن یونس نے بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عبد الرحمن بن یعلی الطائفی نے حدیث بیان کی ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے عمر بن عبد اللہ بن اوس بن حذیفہ نے اور اس نے اپنے جد امجد اوس سے حدیث بیان کی ہے کہ بلاشبہ وہ وفد ثقیف میں شامل ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ قرآن کریم کے احزاب بنایا کرتے ہیں اور کہا کہ حزب مفصل سورۃ ق :

سے شروع ہوتی ہے۔

حضرت اوس فرماتے ہیں کہ ہم تقیف کے وفد میں شامل ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے تو احواف مغیرہ بن شعبہ کے ہاں قیام پذیر ہوئے اور نبی مالک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہی دولت کدہ پر ٹھہرایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات شام کا کھانا کھانے کے بعد ہم کو دین کی باتیں سنایا کرتے تھے جب ہم مکہ سے مدینہ کی طرف چل نکلے اور وہاں پہنچے تو جب رات ہونی تو آپ خلافتِ علات وقت مقررہ سے تاخیر کر کے تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا کہ آج کی رات آپ دیر سے تشریف لائے؟ تو آپ نے فرمایا:-

أَنَّهُ طَرَأَ عَلَيَّ حِزْبٌ

بات یہ ہونی کہ بلاشبہ تجھ پر میرے

مِنَ الْقُرْآنِ فَكَرِهْتُ أَنْ

تربہ قرآن پڑھنے کا وقت آگیا اور میں

أَجِيءَ حَتَّى آتَيْتَهُ

نے مکروہ جانا کہ اسے ختم کئے بغیر آجاؤں

اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ

آپ حضرات قرآن کریم کے احزاب

كَيْفَ تَحْزِبُونَ الْقُرْآنَ؟

کیسے بناتے ہیں؟ تو فرماتے تھے تین، اور

فَقَالُوا ثَلَاثٌ. وَخَمْسٌ وَسَبْعٌ

پانچ اور سات، اور نو، اور گیارہ، اور

وَتِسْعٌ وَإِسْدَى عَشْرَةَ. وَثَلَاثٌ

تیرہ اور حزب مفصل ایک ہی ہے۔

عَشْرَةَ وَحِزْبُ الْمُفْصَلِ وَحَدَا

تفصیل اس کی یہ ہے کہ:-

حزب اول: الْبَقْرَةُ: إِلَى عِمْرَانَ: النِّسَاءُ: تین سو پڑ مشتمل ہے۔

حزب دوم: الْمَائِدَةُ: الْأَنْعَامُ: الْأَعْرَافُ: الْأَنْفَالُ: بَرَاءَةُ
پانچ سورت پر مشتمل ہے۔

حزب سوم: يُونُسُ: هُودُ: يُوْسُفُ: الرَّعْدُ: إِبْرَاهِيمُ: الْحِجْرُ: النَّحْلُ
سات سورت پر مشتمل ہے۔

حزب چہارم: سُبْحَانَ: الْكَهْفُ: مَرْيَمُ: طه: الْأَنْبِيَاءُ: الْحَجُّ
المؤمنون: التور: الفرقان: نو سورت پر مشتمل ہے۔

حزب پنجم: الشُّعْرَاءُ: التَّمِيمُ: الْقَصَصُ: الْعَنْكَبُوتُ: الرُّومُ
لُقْمَانَ: اَلْمَسْجِدَةُ: الْأَحْزَابُ: سَبَأُ: فَاطِرُ
یسار: گیارہ سورت پر مشتمل ہے۔

حزب ششم: الصَّفَاتُ: ص: الزُّمَرُ: غَافِرُ: حَمَّ السَّجْدَةِ:
حَوْسِقُ: الزُّخْرُفُ: الدُّخَانُ: الْجَاثِيَةُ: الْأَمْقَامُ
الْقِتَالُ: الْفَتْحُ: الْحُجُرَاتُ: تیرہ سورت پر مشتمل ہے۔

حزب ہفتم: ثُمَّ بَعْدَ ذَلِكَ حِزْبُ الْمُفَصَّلِ وَأَوَّلُهُ سُورَةُ ق:
إِلَى آخِرِ الْقُرْآنِ .

احزابُ وَمَنَائِرُ الْقُرْآنِ

- ۱ : سورة الفاتحة تا سورة النساء ۴
- ۲ : سورة المائدة تا سورة التوبة ۵
- ۳ : سورة يونس تا سورة النحل ۴
- ۴ : سورة بنى اسرائيل تا سورة الفرقان ۹
- ۵ : سورة الشعراء تا سورة يس ۱۱
- ۶ : سورة الصافات تا سورة الحجرت ۱۴
- ۷ : سورة ق تا سورة الناس ۲۵

ء

انصاف القرآن

س : انصاف کسے کہتے ہیں اور قرآن کریم کے انصاف کیا ہیں ؟
 ج : انصاف جمع نصف کی ہے اور قرآن کریم کے انصاف متعدد ہیں !
 تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ سلام ابو محمد الحمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حجّاج
 بن یوسف ثقفی نے جب قرآن اور حفاظ و کتاب کو جمع کیا اور انہیں فرمایا کہ : أَخْبِرُونِي
 عَنِ الْقُرْآنِ كُلِّهِ كَمْ مِنْ حَرْفٍ هُوَ ؟ وہاں یہ بھی فرمایا کہ : أَخْبِرُونِي
 عَنِ نِصْفِ الْقُرْآنِ :

پس جب ہم نے حساب کیا تو سورۃ کہف میں : وَلَيْتَلَطَّفَ کی فہ نصف
 قرآن ثابت ہوا اسی طرح قرآن کو تین حصّوں میں تقسیم کر کے اس کے اثنا عشر بھی تبد
 دینے ہیں چنانچہ ثلث اول سورۃ براءۃ کے سدھ یعنی سوئس آیت کی رائس ہے
 اور ثلث ثانی سورۃ شعراء کی سوئس آیت کی رائس اور ثلث ثالث آخر قرآن ہے
 و علی ہذا قرآن کریم کو سات حصّوں میں تقسیم کر کے اس کے سابع بھی تبد دینے ہیں چنانچہ
 سبع اول سورۃ النساء میں فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ وَمِنْهُمْ مَنْ صَدَّ عَنْهُ
 کی دال ہے اور سبع ثانی سورۃ اعراف میں : حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ : کت ہے
 اور سبع ثالث سورۃ الرعد میں : أَكُلُّهَا ہے اور سبع رابع سورۃ الحج میں : جَعَلْنَا
 مِنْكَ : کال ہے اور سبع خامس سورۃ الاحزاب میں : وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ
 وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ : کی ہار ہے اور سبع سادس سورۃ الفتح میں الظَّالِمِينَ بِإِذْنِ اللَّهِ
 ظَنَّ السُّوءَ : کی واو ہے اور سبع سابع آخر قرآن کہتے ہیں کہ حجّاج بن یوسف ثقفی

رحمہ اللہ چار راتوں میں تمام قرآن ختم کیا کرتے تھے اور ہر رات ایک رُبع پڑھنے تکھے چنانچہ رُبع اول آخر سورۃ النعام تک، رُبع ثانی سورۃ کہف میں؛ ولبتظلف تک، رُبع ثالث آخر سورۃ مؤمن تک اور رُبع رابع آخر قرآن تک ہمیشہ کا معمول رہا ہے۔ بعض قرآن کرام کا قول ہے کہ قرآن کریم کے باعتبار حروف و کلمات اور آیات و سور آٹھ انصاف ہیں چنانچہ باعتبار حروف سورۃ الکہف میں کلمہ نکرًا کا نون ہے پس نون نصف اول سے ہے اور کاف نصف ثانی سے ہے۔

اور باعتبار کلمات سورۃ الحج میں کلمہ: **وَالْجَلُودُ** نصف اول سے ہے اور **وَكُلُّهُ** **مَقَامِعٌ مِّنْ حَدِيدٍ** نصف ثانی سے ہے

اور باعتبار آیات سورۃ الشعراء میں: **يَأْتِيكُونَ** نصف اول سے ہے

فَأَلْقَى السَّحَرَةَ؛ نصف ثانی سے ہے۔

اور باعتبار سور: سورۃ الحديد؛ نصف اول سے ہے اور سورۃ المجادلہ نصف

ثانی سے ہے۔

وَاللَّهُ أَعْلَمُ وَعِلْمُهُ أَتَمُّ

إِعْرَابُ الْقُرْآنِ

س : اعراب کسے کہتے ہیں اور قرآن کریم پر اعراب اولاً کس نے لگاتے ہیں ؟
 ج : اعراب کچھ اصطلاحی رموز و علامات ہیں جو منہ کی حرکات ثلاثہ پر دلالت کرنے
 کیلئے وضع کئے گئے ہیں اور اسکے موجد اول حضرت ابوالاسود الدؤلی ہیں جو تابعی
 ہیں اور اپنے زمانہ کے عظیم المرتبت اور جلیل القدر عالم گذرے ہیں رحمہ اللہ
 تَوْضِيْحُ الْجَوَابِ : جانا چاہیے کہ قرآن کریم جیسا کہ بے نقط و اعراب نازل ہوا تھا
 اسی طرح زمانہ نبوی اور زمانہ خلفائے راشدین میں فقط جو ہر حروف کی صورت
 میں عاری و خالی عن النقط والاعراب مکتوب و مرسوم تھا۔ یعنی صرف نقوش حروف
 کی صورت میں بے نقط و حرکات وغیرہ لکھا ہوا تھا اور اہل عرب اس کو اسی طرح
 پڑھتے پڑھاتے رہے۔

لیکن جب اسلام دور دور تک اطراف عالم میں پھیل گیا اور قرآن کریم اہل عجم کے
 ہاتھوں میں پہنچ گیا تو ان کیلئے بے نقط و اعراب قرآن کا پڑھنا دشوار تھا اور وہ اس
 میں طرح طرح کی غلطیاں کرنے لگے۔ ضرورت پیش آئی کہ قرآن کریم پر ایسے انداز سے
 علامات لگائی جائیں کہ عرب و عجم دونوں اس سے مستفید ہو سکیں۔

حجاج بن یوسف ثقفی رحمہ اللہ نے اپنے زمانہ کے مشہور و معروف جلیل القدر

حافظ قاری اور عظیم الشان عالم حضرت ابوالاسود دؤلی کو مامور کیا کہ کوئی ا
 کر کے مقرر کریں کہ جن کی مدد سے قرآن کریم کا پڑھنا امت کیلئے آسان ہو جو
 ابوالاسود نے علماء کی ایک ایسی جماعت منتخب کی جن کے پاس مکتوبہ

انہیں سامنے بٹھا کر ہدایت کی کہ میں قرآن کریم پڑھنا ہوں اور آپ حضرات میرے منہ کی طرف دیکھتے رہیں اور میرے منہ کی حرکاتِ ثلاثہ پر نظر رکھیں۔ پس میرے منہ کے انفتاح کے وقت حروف کے اوپر علامت لگائیں، انخفاض کے وقت حروف کے نیچے علامت لگائیں اور انضمامِ شفقتین کے وقت حروف کے سامنے علامت لکھیں۔ چنانچہ جلیل القدر اور عظیم المرتبت علماء کی باہم کوشش سے قرآن کریم از اول تا آخر اس طرح مخصوص علامات سے مشکل و معرب کر دیا گیا ہے۔

ابو عمر دانی رحمہ اللہ اپنی کتاب النقط والشکل میں فرماتے ہیں کہ:-

اُخْتُلِفَتْ الرِّوَايَةُ لَدَيْنَا

ہمارے نزدیک اس بارے میں

فِي مَنْ اَبْتَدَأَ بِنُقْطِ الْمَصَاحِفِ

اختلاف ہے کہ تابعین میں سے اولاً ابتدا

بہ نقط المصاحف یعنی بہ اعراب و شکل

مِنَ التَّابِعِينَ

کس نے کی ہے۔

فَرُوِينَا أَنَّ الْمُبْتَدِءَ بِذَلِكَ

پس ہماری طرف روایت کی گئی

كَانَ اَبَا الْاَسْوَدِ الدُّعَلِيِّ

ہے کہ اس کی ابتداء ابو الاسود الدہلی نے کی ہے

وَذَلِكَ اَنَّهُ اَرَادَ اَنْ يَّعْمَلَ

اور یہ اس لیے کہ انہوں نے ارادہ کیا کہ عربی

كِتَابًا فِي الْعَرَبِيَّةِ يُقْرَأُ

میں ایک ایسی کتاب لکھیں جس کی مدد سے

النَّاسَ بِهٖ مَا فَسَدَ مِنْ كَلِمِهِمْ

لوگ ان غلطیوں سے بچیں جو زبانِ عربی میں

اِذْ كَانَ قَدْ نَشَأَ ذَلِكَ فِي

ان کے خاص و عام میں پیدا ہو گئی تھیں۔

خَوَاصِ النَّاسِ وَعَوَامِهِمْ

سو اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں

فَقَالَ اَرَايَ اَنْ اَبْتَدِئَ عَنِّي

بِأَعْرَابِ الْقُرْآنِ أَوْلَا.

کہ سب سے پہلے قرآن کریم پر اعراب
لگا دوں۔

پس اس نے صاحب مصحف

کو حاضری کا حکم دیا اور ساتھ ہی ایسی
رنگ دار سیاہی لانے کو کہا جو مصحف
کی سیاہی سے مختلف ہو۔

اور اس نے صاحب مصحف کو

مامور کیا کہ جب میں اپنا منہ کھولوں تو آپ
حرف کے اوپر ایک نقطہ لکھ دیں۔

اور جب میں اپنا منہ بند کروں

تو آپ حرف کے نیچے ایک نقطہ لکھ دیں۔

اور جب میں اپنا منہ گول کروں

تو آپ حرف کے آگے ایک نقطہ

لگا دیں۔

پس اگر میں ان حرکات کے

ساتھ کچھ غنہ یعنی تنوین ملا دوں تو آپ

اس حرف پر دو نقطے لگا دیں۔ یہ :-

پس اس نے اس اصول پر عمل

فَأَحْضَرَ مَنْ يَمْسِكُ

الْمُصْحَفَ وَأَحْضَرَ صِبْغًا

يُخَالِفُ لَوْنِ الْمَدَادِ .

وَقَالَ لِلَّذِي يَمْسِكُ

الْمُصْحَفَ عَلَيْهِ إِذَا فَتَحْتُ

فَايَ فَاَجْعُدْ نُقْطَةً فَوْقَ

الْحَرْفِ .

وَإِذَا كَسَرْتُ فَايَ فَاَجْعُدْ

نُقْطَةً تَحْتَ الْحَرْفِ .

وَإِذَا ضَمَمْتُ فَايَ فَاَجْعُدْ

نُقْطَةً أَمَامَ الْحَرْفِ

فَإِنْ اتَّبَعَتْ شَيْئًا مِّنْ

هَذِهِ الْحَرَكَاتِ غُنَّةً يَعْنِي

تَنْوِينًا فَاَجْعَلْ نُقْطَتَيْنِ :

فَفَعَلَ ذَلِكَ حَتَّى آتَى

اٰخِرَ الْمَصْحَفِ .

کیا یہاں تک کہ تمام مصحف : قرآن : کو
منقط کر کے مشکل کر دیا .

اس وقت جو علامت وضع کی گئی تھی وہ ایک نقطہ ہی تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ بدت پر
جدت اختیار ہوتی گئی اور آخر کار اسی نقطہ کو پھیلا کر یہ صورت دے دی گئی :-

کے : اور اعراب و حرکات اس طرح
وضع کئے گئے اور جزم کیلئے جیم کا سرا : ۲ : شد کیلئے شین کا سرا : ۳ : مد کیلئے مَطَّہ
س : وضع کیا گیا نیز اس وقت اظہار و ادغام اقلاب و اخفاء . روم و اشمام
اور تسہیل و ابدال وغیرہ کیلئے مخصوص قسم کی علامات وضع کی گئی تھیں مگر بعد میں یہ
علامات متروک ہو گئیں البتہ اقلاب کیلئے وضع کردہ علامت میم صغیرہ : ۴ : باقی رہ
گئی ہے جو آجکل مطبوعہ مصاحف میں پائی جاتی ہے .

علامہ دانیؒ فرماتے ہیں کہ فتح کا مقام فوق الحرف ہے . کسرہ کا مقام
تحت الحرف ہے اور ضمہ کا مقام امام الحرف . جیسا کہ ہم نے ابوالاسود الدلی سے
روایت کی ہے . پس جب تو قولہ تنالی : اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پراعراب لگا کر ضبط کرنا چاہے
تو :-

جَعَلْتَ الْفَتْحَةَ نُقْطَةً	فتح کیلئے نقطہ : حاء کے اوپر سُرخ
بِالْحُمْرَاءِ فَوْقَ الْعَاءِ وَجَعَلْتَ	سے لگائے گا اور ضمہ کیلئے نقطہ : دال :
الضَّمَّةَ نُقْطَةً بِالْحُمْرَاءِ	کے اوپر سُرخ سے لگائے گا اور کسرہ
أَمَامَ الدَّالِ وَجَعَلْتَ الْكُسْرَةَ	کے نیچے نقطہ سُرخ سے
نُقْطَةً بِالْحُمْرَاءِ تَحْتَ	لگائے گا .

اللّٰمِ وَتَحْتَ الْهَاءِ .

محمد طاہر کر دی مکی نے اپنی کتاب تاریخ القرآن میں اس واقعہ کو قدرے تفصیل سے

بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت یعنی قبل از اسلام اعجام و اشکال یعنی نقطے اور حرکت و سکنات وضع نہیں کئے گئے تھے اہل عرب اپنی فطرت و ذہانت کی بوجہ سے عربی زبان صحیح اور ٹھیک ٹھیک پڑھنے تھے پس جب اسلام اطراف عالم میں پھیلا اور عرب و عجم کا آپس میں اختلاط ہوا تو لوگ نہ صرف عربی زبان میں بلکہ قرآن کریم میں بھی غلطیاں کرنے لگے لہذا انہوں نے ضرورت محسوس کی کہ کچھ غلایات ایسی وضع کرنی چاہئیں کہ جن کی مدد سے قرآن کریم صحیح صحیح اور کما انزائی پڑھا جاسکے اور کتاب اللہ طرح طرح کی اغلاط سے بچے اس طرح باہم تجویز سے انہوں نے اعجام و اشکال یعنی نقطہ اور اعراب و سرہات ایجاد کیے۔

تشکیل مصحف کا سبب یہ ہوا کہ والی بصرہ زیاد بن سمیہ نے جب عربوں کی غلطیوں کو دیکھا تو انہوں نے ابوالاسود الدہلی سے مطالبہ کیا کہ وہ قرآن العربیہ کی اصلاح کیلئے کوئی طریقہ ایجاد کر دیں۔ مگر ابوالاسود نے کوئی جواب نہیں دیا: اس لئے کہ مصحف عثمانی میں کسی شئی زائد کا ادخال و اضافہ ایک اہم مسئلہ تھا اور یہ قدم اٹھانا ابتداء آسان کام نہیں تھا۔

زیاد بن سمیہ نے ایک جیلہ سوچا وہ یہ کہ اپنے متبعین میں سے ایک معتمد علیہ شخص کو متبعین کیا اور اس کو سکھلا دیا کہ ابوالاسود کے راستہ میں بیٹھ جا اور قرآن کریم کی کوئی آیت عمداً اور بجان بوجہ کر غلط پڑھ

اس نے ایسا ہی کیا اور اَنَّ اللّٰهَ بَرِيٌّ قَسْنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلِهِ بَرِيٌّ

یعنی وِرْسُوْلِهِ لَامِ كَا كَسْرُهُ پڑھا جس کا معنی تھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ مشرکین اور اپنے رسول و دونوں سے بیزار ہیں۔

ابوالاسود نے جب یہ سنا تو آگ بگولہ ہو گئے اور ان پر یہ بہت شاق اور گراں گذرا اور کہا کہ: عَزَّ وَجَبَّ اللہ تعالیٰ مِنْ اَنْ یَسْبِرَ اَمِنْ رَسُوْلِهِ: کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے کبھی بیزار نہیں ہوتے۔

پس ابوالاسود فی الفور زیاد بن سمیہ کے پاس گئے اور کہا کہ آپ نے جو کچھ فرمایا تمہا میں اس پر عمل کرنا چاہتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ سب پہلے قرآن کریم پر اعراب لگا دوں لہذا آپ مجھے کتاب ہیا کر دیں پس انہوں نے تیس کتاب ہیا کر دیئے جن میں سے ایک کو منتخب کر کے مامور کیا کہ مصحف لاؤ اور کوئی ایسی رنگ دار سیاہی بھی لاؤ جو مصحف کی سیاہی سے مختلف ہو۔ پھر انہیں ہدایت کی کہ اب میں قرآن پڑھتا ہوں اور آپ میرے ہونٹوں کی طرف دیکھیں۔ جب کسی حرف پر میں ہونٹ کھولوں تو آپ حرف کے اوپر ایک نقطہ لکھ دیں۔ اور جب کسی حرف پر میں ہونٹ بند کروں تو آپ حرف کے نیچے ایک نقطہ لکھ دیں اور جب کسی حرف پر میں ہونٹ گول کروں تو آپ حرف کے آگے ایک نقطہ لکھ دیں۔ نیز میں اگر کسی حرف کے ساتھ کچھ غنہ ملا دوں تو آپ حرف پر دو نقطے لکھ دیں۔

حضرت ابوالاسود نے بڑے آرام کے ساتھ پڑھنا شروع کیا اور نہایت تآثری اور تحقیق کے ساتھ پڑھتے رہے اور کتاب حسب ہدایات نقطے لگانا رہا۔ پھر جب پوری سورۃ پر کتاب اعراب لگا دیا تو ابوالاسود اس پر نظر ثانی کرنے اور یہ سلسلہ جاری رہا تا آنکہ پورے مصحف پر اعراب لگا دیئے گئے مگر یہ یاد رہے کہ حرف ساکن کو بغیر علامت کے رکھا گیا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْوَاْقِعَةِ۔

اِعْجَامُ الْقُرْآنِ

س : اعجام القرآن کسے کہتے ہیں اور قرآن کریم کو اولاً کس نے "مُعْجَم" کیا ہے ؟
 ج : اعجام القرآن کے معنی قرآن کریم پر نقطے لگانے کے ہیں اور قرآن کریم پر نقطے لگانے والے حضرت ابوالاسود رحمہ اللہ کے دو ممتاز شاگرد نصر بن عاصم اللبثی اور یحییٰ بن یمر عدوانی رحمہما اللہ ہیں !

تَوْضِيْحُ الْجَوَابِ :- جانا چاہیے کہ جیسا کہ محمد طاہر کر دی الملکی اپنی کتاب تاریخ القرآن میں فرماتے ہیں کہ لوگ مصحف عثمانی میں جو کہ عاری عن النقط والاعراب تھا تقریباً چالیس سال تک پڑھتے پڑھانے رہے ہیں بعد ازاں عراق میں عوام الناس مصاحف لکھنے لگے اور مکتوبہ مصاحف کی کثرت ہو گئی۔ پس زمانہ عبدالملک میں مشہور حافظ حجاج بن یوسف تَقْفِي رحمہ اللہ نے ایک کتاب لکھنے کی ضرورت محسوس کی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں انہوں نے ایک سوال نامہ جاری کیا جس میں علماء وقت سے درخواست کی گئی کہ وہ مشتبہ الرسم اور واحد الصورة حروف میں امتیاز پیدا کرنے کیلئے کوئی نامت وضع کر دیں۔ پس نظر انتخاب ابوالاسود کے دو ممتاز شاگردوں نصر بن عاصم اللبثی اور یحییٰ بن یمر العدوانی رحمہما اللہ پر پڑی اور انہیں اس کام کیلئے دعوت دی گئی۔

اس زمانہ میں عامراً مسلمان مصحف عثمانی میں کسی بھی زیادتی کو اگرچہ وہ برائے اصلاح ہو گوارا نہیں کرتے تھے اسی وجہ سے اکثر حضرات نے ابوالاسود کی تشکیلیں مصحف میں توخت کیا اور ان کی اصلاحی کوشش کو حقیر بلکہ مکروہ جانا بہر حال

بحث و تمحیص اور سوچ بچا کے بعد طے پایا کہ اصلاح ثانی اشد ضروری ہے اور وہ یہ
 کہ نقطہ واحدہ اور نقطہ مکروہ وضع کیا جائے تاکہ مشتمل الحروف اور متفق الصور حروف میں
 جدائی واقع ہو جائے جیسے دال اور ذال کہ اول کو ٹہل رکھا گیا اور ثانی کو معجم کر دیا گیا
 اسی طرح بقیہ حروف کو بھی جس پر اب تک عمل جاری ہے البتہ بین المشارک والمغاربہ
 فا اور قاف میں فقط اتنا اختلاف رہا ہے کہ اہل مشرق فلک کے اوپر ایک نقطہ لکھتے
 ہیں : ف : اور قاف کے اوپر دو نقطے لکھتے ہیں : ق : اور اہل مغرب فلک کے نیچے
 ایک نقطہ لکھتے ہیں اور قاف کے اوپر ایک نقطہ : ف : اور ان کی اس اصطلاح
 میں کوئی قباحت نہیں ہے کہ اس سے بین الحروف التباس و اشتباہ رفع ہو جانا،
 اور اس طرح حروف ہجائیہ عربیہ دو قسموں میں تقسیم ہو گئے حروف ہملہ اور معجمہ
 پھر عامۃ المسلمین نے ان حضرات سے یہ طریقہ اخذ کر لیا اور وہ اسی طرح مصنف
 پر نقطے لگانے لگے اور یہ ایک احسن ایجاد اور عمدہ اختراع ہے جس کا اوخالی فی المصنف
 معیوب نہیں ہے بلکہ ذریعہ سرعت فہم ہے۔

نقطہ اپنے وجود اور صغر حجم کی وجہ سے بڑا کارآمد ثابت ہوا۔ اور اس سے متعدد کام
 کیے گئے اولاً اعراب کیلئے وضع کیا گیا پھر اعجام حروف کیلئے تجویز ہوا۔ احکام تجوید
 کیلئے نقطہ ہی لکھا گیا۔ اختلاف قراءات کیلئے نقطہ ہی استعمال ہوتا رہا اور اس کے لئے
 مختلف رنگ استعمال ہوتے رہے۔

لیکن بایں ہمہ کثرت نقطہ کی وجہ سے قرآن کریم کا بڑھنا ویسا ہی دشوار ہوا جیسا
 کہ قبل از اعراب و اعجام تھا۔ بالآخر جب فن جماعت ایجاد ہوا، اور قرآن کریم زیور
 طبع سے آراستہ ہونے لگا تو انواع و اقسام کے رنگ چھاپنے مشکل ہو گئے لہذا اعجام

حروف کیلئے نقطہ بحال رکھا گیا۔ اعراب کیلئے موجودہ صورت دیدی گئی اور تجوید و قرأت کیلئے مستعمل نقطے ترک کر کے اس کیلئے الگ کتابیں مدون ہونے لگیں۔

اب جبکہ فن طباعت بام عروج پر پہنچ گیا ہے اور مختلف رنگوں کا استعمال نہ صرف ممکن بلکہ انتہائی دیدہ زیب طریقہ برہو سکتا ہے تو انہی پرانے اور قدیم رموز کے ساتھ قرآن کریم کی طباعت انتہائی حسین صورت میں ہو سکتی ہے اور کوئی عجب نہیں کہ کوئی صاحب حیثیت بزرگ اس اہم فریضہ کو انجام دے دیں۔

الْإِعْرَابُ وَالنُّقْطُ

۵۳۲۴۳	— ˊ —	(زبر)	۱ : فتحات
۳۹۵۸۲	— ˋ —	(زیر)	۲ : کسرات
۸۸۰۴	— ۰ —	(پیش)	۳ : ضمات
۱۲۵۳	— ۳ —	(شد)	۴ : شدات
۱۷۷۱	— ۱ —	(مد)	۵ : مدات
۱۰۵۶۸۴	• • • • •	(نقطہ)	۶ : نقط

الجزء الثاني في قراءة القرآن

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

كَيْفَ يَقْرَأُ الْقُرْآنُ

س: قرآن کریم کیسے پڑھا جاتا ہے؟

ج: قرآن کریم باعتبار رفتار چار طریقوں پر پڑھا جاتا ہے۔ جو یہاں
تحت توضیح الجواب مذکور ہیں۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ:۔ جاننا چاہیے کہ قرآن کریم بلحاظ رفتار و رفتار
یعنی باعتبار سرعت و عجلت، بَطْوَاءٌ وَتَانِيًا، مَهْلًا وَرَئِيًا،
اور تَدْبِيرًا وَتَفَكُّرًا چار طریقوں پر پڑھا جاتا ہے۔

یعنی قرآن کریم کا جلدی جلدی، آرام، آرام، آہستہ آہستہ اور
خورد و خوض کے اعتبار سے پڑھنا، چار اقسام پر تقسیم کیا جاتا ہے:-

۱:- قِرَاءَةٌ بِالتَّحْقِيقِ.

۲:- قِرَاءَةٌ بِالْحَدِيدِ.

۳:- قِرَاءَةٌ بِالتَّدْوِيرِ.

۴:- قِرَاءَةٌ بِالتَّرْتِيلِ.

اب ان اقسام اربعہ کو انہی عنوانات کے تحت بالتفصیل بیان کیا
جاتا ہے۔

الْقِرَاءَةُ بِالتَّحْقِيقِ

س: قراءۃ بالتحقیق کسے کہتے ہیں اور وہ کب اور کہاں اختیار کی جاتی ہے؟

ج: عندالاسانذہ یعنی بہ پیش اسانذہ کرام قرآن کریم کو اس حالت کے مطابق کہ جس پر وہ نازل کیا گیا ہے۔ بغیر کسی ادراط و تقریط اور لمی زیادتی کے نہایت عمدگی کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کو: قراءۃ بالتحقیق کہتے ہیں۔

تَوْضِیحُ الْجَوَابِ:- جاننا چاہیے کہ بین یدی الشیوخ والاسانذہ، یعنی عندالشیوخ والاسانذہ شفت بالشفقت، آمنے سامنے بیٹھ کر انتہائی تمہل و ترہل اور لبوؤ و تانی کے ساتھ پڑھنے کا نام: القراءۃ بالتحقیق ہے۔

اہل ادا اس کی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں:-

جان لو کہ تحقیق، سو وہ مصدر ہے

اعْلَمَنَّ التَّحْقِيقَ فَرَسٌ

حقیقت اشیٰ تحقیقا کے محاورہ

مَصْدَرٌ مِنْ حَقَّقْتُ

سے یہ جب کہا جاتا ہے، کہ کسی چیز

الْشَّيْءُ تَحْقِيقًا إِذَا

کی حقیقت تک رسائی ہو جائے

بَلَغَتْ يَقِينَهُ

اور اس پر یقین کامل ہو جائے۔

اور معنی اس کا یہ ہے کہ کسی چیز کو

وَمَعْنَاهُ الْمُبَالَغَةُ

فِي الْوُجُوهِ بِالشَّيْءِ عَلَى
 حَقِّهِ مِنْ غَيْرِ زِيَادَةٍ فِيهِ
 وَلَا نَقْصَانٍ مِنْهُ.
 پوری طرح ظاہر کرنے اور اس کے حق
 کو ادا کرنے میں بغیر کسی کمی زیادتی
 کے مبالغہ کرنا۔

فَهُوَ بُلُوغٌ حَقِيقَةٌ
 الشَّيْءِ وَالْوُقُوفُ عَلَى
 كُنْهِهِ وَالْوُصُولُ إِلَى
 نِهَائِهِ شَأْنُهُ
 دوسرے الفاظ میں پس وہ کسی
 چیز کی حقیقت کو پہنچنا۔ اس کی حقیقت
 کو پوری طرح پانا اور اس کی انتہائی شان
 تک رسائی حاصل کرنا ہے۔

وَفِي إِصْطِلَاحِهِمْ هُوَ
 عِبَارَةٌ عَنْ إِعْطَاءِ كُلِّ
 حَرْفٍ حَقَّهُ
 اور قراء کرام کی اصطلاح میں عبارت
 ہے۔ ہر حرف کو اس کا حق عطا کرنا اور
 اسے کما حقہ ادا کرنا ہے۔

قِرَاءَةٌ لِعَيْنِي تِلَاوَتُ قُرْآنٍ مُجِيدٍ خِرَافَةً بِالطَّرِيقِ هُوَ، نَحْوُهُ بِالرَّوَايَةِ نَحْوَهُ بِالْقِرَاءَةِ حَسَبِ
 اَصُولٍ مُتَّفَرِّقَةٍ اَوْ جَمَلَةٍ قَوَاعِدِ تَجْوِيدٍ بِرِئَاسَةِ خَوْشِ اسْلُوبٍ سَيِّئَةٍ عَمَلٍ كَرِهِيٍّ لِعَيْنِي حُرُوفٍ كَوْنِ
 مَخْرَجٍ سَيِّئَةٍ نَكَلْتُهُ هُوَ صِفَاتٍ لَازِمَةٌ مُمَيِّزَةٌ سَيِّئَةٍ وَصُوفٍ كَرِهِيٍّ عَارِضَةٌ
 مَحْسَنَةٌ اِدَاءِ كَرِهِيٍّ اِفْرَاطٍ وَتَفْرِيطٍ سَيِّئَةٍ. حُرُكَاتٍ كَوَالشَّبَاعِ سَيِّئَةٍ سَكَنَاتٍ كَوَالشَّبَاعِ
 سَيِّئَةٍ تَشْدِيدٍ وَغَنَّةٍ اَوْ مَقْدَارِ غَنَّةٍ قَصْرٍ وَدَوْنِ مَقْدَارِ اِفْرَاطٍ وَتَفْرِيطٍ سَيِّئَةٍ
 هُوَ عَدَاةً اِعْتِدَالٍ اِدَاءِ كَرِهِيٍّ اِسْمِ طَرِيقِ اِظْهَارِ وَاوْغَامٍ. اِقْلَابٍ وَاخْفَاءٍ. تَحْقِيقٍ وَتَسْهِيلٍ
 هَمْزَةٍ. صِلَةٍ وَعَدَمِ صِلَةٍ مَرْدَمٍ وَاشْتَامٍ. اِمَالَةٍ وَتَقْيِيلٍ. نَقْلِ حُرُوكَةٍ وَتَرْكِ نَقْلِ اَوْ سَكَنَاتٍ
 رَاجِبَةٍ كَوَالشَّبَاعِ اِدَاءِ كَرِهِيٍّ. اِيْسَابِيٍّ وَصَلِّ وَقْفٍ اَوْ اِقْسَامٍ وَقْفٍ كَاخْيَالٍ رَكْنَةٍ اَوْ غَيْرِ
 اُولَى بِرِئَاسَةِ دِينِيٍّ سَيِّئَةٍ وَاجْتِنَابِ كَرِهِيٍّ كَوَالشَّبَاعِ تَحْقِيقٍ كَرِهِيٍّ سَيِّئَةٍ مَوْسُومٍ

کرتے ہیں۔ کہا ہوا فی النثر لابن الجوزی ر۔

وَهُوَ الَّذِي يَسْتَحْسِنُ وَيَسْتَحِبُّ الْأَخْذُ بِهِ عَنِ
الشُّيُوخِ عِنْدَ الْكُلِّ مِنَ السَّبْعَةِ وَالْعَشْرَةِ .

پس قراؤۃ بالتحقیق ریاضت السنہ: تقویم حروف اور اقامت قراؤۃ بغایت التصحیح کے لئے اختیار کی جاتی ہے تاکہ اخذ تجوید و قراؤۃ آخذین پر آسان ہو جائے۔

پس جب ریاضت کرتے کرتے حرف بہ حرف کلمہ بہ کلمہ جملہ اور آیت بہ

آیت ملانے کی مہارت نامہ حاصل ہو جائے تو پھر اقسام ثلاثہ آیتہ میں جو رفتار پاسبے

اختیار کی جاتے اور تلاوت خواہ کسی رفتار پر کی جائے تجوید و قراؤۃ کے تمام اصول و

قواعد بروئے کار لاتے ہوئے سحروف قرآنی کا پورا پورا حق ادا کیا جائے کیونکہ قراؤۃ

معانی و مفہوم تجوید حروف اور حق تلاوت پر موقوف ہے اور حق تلاوت ایمان

بالقرآن کا ایک اہم جزو ہے۔ الَّذِينَ اتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ

حَقًّا تَدْوِينَ أُولَئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَئِكَ

هُمُ الْخٰسِرُونَ



الْقِرَاءَةُ بِالتَّرْتِيلِ

س : قراءۃ بالترتیل کسے کہتے ہیں ؟

ج : خوش آوازی اور خوش الحانی کے ساتھ خوب محیر محیر کر پڑھنے کو : قراءۃ بالترتیل : کہتے ہیں ۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : باننا چاہیے کہ : الْقِرَاءَةُ بِالتَّرْتِيلِ : بطووع و تآنی اور تمہیل کے ساتھ انتہائی تملیح و تزیین اور نرمی کے ساتھ پڑھنے کا نام ہے ۔ اہل اداء اس کی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں :

إِعْلَوانَ التَّرْتِيلِ هُوَ مَصْدَرٌ
مِنْ رَتَّلَ فَلَانَ كَلَامَهُ
إِذَا اتَّبَعَ بَعْضُهُ بَعْضًا عَلِيًّا
مُكْتَبًا وَتَفْهِيمًا مِنْ غَيْرِ
عُجْلَةٍ وَهُوَ الَّذِي نَزَلَ
بِهِ الْقُرْآنُ

جہاں تو کہ ترتیل مصدر ہے
رتل فلان کلامہ (کے محاورہ) سے جبکہ
تابع رکھے بعض کو بعض سے سوچ سمجھ کر
آرام و اطمینان سے بغیر عجلت و سرعت
کے اور یہ وہی ہے جس کے ساتھ قرآن نازل
کیا گیا ہے ۔

قَالَ اللهُ تَعَالَى وَرَتَّلْنَاهُ
تَرْتِيلًا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور ہم نے
تھم تھم کر اتارا ہے ۔ قرآن کو تھم تھم کر اتارنا

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے

مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پسند

رُويَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ

رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فرماتے ہیں کہ قرآن اس طرح پڑھا جائے
جس طرح کہ وہ نازل کیا گیا ہے اس کو ابن
خزمیہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا حکم فرما دیا ہے
سو فرمایا ہے کہ خوب بھیر بھیر کر
پڑھو قرآن کو بھیر بھیر کرنا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے قرآن کی
تفسیر میں سے کرتے ہیں اور مجاہد تان
ذیت اور ضحاک فرماتے ہیں انبذہ حرفاً
حرفاً یعنی ہر ایک حرف کو صاف صاف
نکال اس لئے کہ کو یا اللہ تعالیٰ فرماتے
ہیں کہ آپ اپنی قراءۃ میں ثبات
وتمہل اختیار کیجئے اور جدا کیجئے حرف
کو بعد میں آنے والے حرف سے اور حق
بجائے اللہ تعالیٰ نے امر بالفعل پر اکتفا
نہیں فرمایا بلکہ اہتماماً بہ و تعظیماً لسانہ سے
منسدر سے مؤکد بھی فرمایا تاکہ یہ تدبر و
تفہم قرآن پر ممد و معاون ہو اور اسی

قَالَ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ يُقْرَأَ
الْقُرْآنُ كَمَا أَنْزَلَ أَخْرَجَهُ
ابْنُ خَزِيمَةَ فِي صَحِيحِهِ
وَتَدَامَرَ اللَّهُ تَعَالَى
بِهِ نَبِيَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالَ: وَرَتَّلِ
الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً.

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَيْنَهُ
وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَانَ فِيهِ
وَقَالَ الضَّحَّاكُ أَنْبَذَهُ
حَرْفًا حَرْفًا كَمَا أَنَّ اللَّهَ
تَعَالَى يَقُولُ تَثْبُتُ
فِي قِرَاءَتِكَ وَتَمَرُّدُ
فِيهَا وَأَفْصِلِ الْحُرُوفَ
مِنَ الْحُرُوفِ الَّتِي بَعْدَهَا
وَلَمْ يَقْتَصِرْ سُبْحَانَهُ تَعَالَى
عَلَى الْأَمْرِ بِالْفِعْلِ حَتَّى
أَكْدَاهُ بِالْمَصْدَرِ إِهْتِمَامًا
بِهِ وَتَعْظِيمًا لَهُ لِيَكُونَ

ذَلِكَ عَدْنَا عَلَى تَدْبِيرِ
الْقُرْآنِ وَتَفْهِيمِهِ وَكَذَلِكَ
كَانَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقْرَأُ.

طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم
پڑھا کرتے تھے . . .

فِي جَامِعِ التِّرْمِذِيِّ
وغيره عَنْ يَعْلَى بْنِ مَالِكٍ
أَنَّهُ سَأَلَ أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهَا عَنْ قِرَاءَةِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ فَإِذَا هِيَ تَنَعَّتُ أَمْ
نَصِيفُ قِرَاءَةٍ مَفْسَّرَةٌ حَرْفًا
حَرْفًا .

سو جامع ترمذی وغیرہ میں یسعی
بن مالک سے مروی ہے کہ انہوں نے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کے
بارہ میں ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوا
لیا کہ آپ پڑھا کرتے تھے؟ پس وہ آپ
کی قراءت کی تعریف کرنے لگیں یعنی بیان
کرنے لگیں کہ آپ کی قراءت مفسرہ حرفاً
حرفاً ہوتی تھی۔

وَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقْرَأُ السُّورَةَ حَتَّى
تَكُونَ أَطْوَلُ مِنْ أَطْوَلٍ
مِنْهَا .

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ
عنها فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کسی سورۃ کو پڑھتے تھے تو وہ
طویل سورۃ سے بھی طویل معلوم ہوتی
تھی یعنی اس قدر صاف صاف اور
ٹھیک ٹھیک پڑھتے تھے کہ ہر سورۃ دوسری
سورۃ سے طویل ہو جاتی تھی اور اس میں

پڑھتے پڑھتے دیر لگ جاتی تھی۔

حضرت ابی درداء رضی اللہ عنہ

سے مروی ہے کہ بلاشبہ نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم آیت ان تعذبہم الخ کو
لے کھڑے ہوتے یعنی نماز میں کھڑے ہونے
اور اسے ٹھیر ٹھیر کر بار بار پڑھتے رہتے
تھے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی تھی۔

وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ
بِأَيَّةٍ يُرَدُّ دُهَا حَتَّى
أَصْبَحَ، إِنْ تَعَذَّبَهُمْ
فَانْتَبَهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرَ لَهُمْ
فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

قراءة بالتزئيل کی تعریف و توصیف آیات قرآنی اور روایات متعددہ سے ثابت

ہوا کہ خوب ٹھیر ٹھیر کر اور خوب جھک پڑھنے کو قراءۃ بالتزئیل سے موسوم کیا جاتا ہے
اور قراءۃ بالتزئیل تدبر و تفکر فی القرآن، استنباط احکام اور استخراج مسائل کے لئے
اختیار کی جاتی ہے۔ اسی واسطے اکثر علماء و قراء کا قول ہے کہ قراءۃ بالتزئیل ایک قسم
ہے قراءۃ بالتحقیق کی ولا عکس اس لئے کہ قراءۃ بالتحقیق تعلیم و تعلم، ریاضت السنہ
تصحیح و تزئین حروف اور تحسین صوت کے لئے اختیار کی جاتی ہے اور بین بدی ادنیٰ
پڑھی جاتی ہے۔

علماء و قراء کا اس بارہ میں اختلاف ہے کہ آیا تزئیل و تمہیل افضل ہے باوجود قلت

قراءۃ کے یا کہ حد و سرعت افضل ہے باوجود کثرت قراءۃ کے پس بعض حضرات
کا میلان قول ثانی کی طرف ہے تمسکاً بما رواہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ قَالَ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى فَلَهُ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ

بعض امثالہا۔ الحدیث رواہ الترمذی وصحیحہ، ورواہ غیرہ بکل حرف عشر حسنات
ولان عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرأ بالحدرد فی رکعتہما اور انہوں نے قراءۃ بالحد
کے بارہ میں سلف صالحین سے آثار کثیرہ ذکر کئے ہیں۔ کما فی نہایت القول المقید
فی علم التجرید۔

امام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجاہد سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے نماز
میں سورۃ بقرہ پڑھی اور دوسرے نے سورۃ بقرہ اور آل عمران دونوں پڑھیں اور
رکوع و سجود دونوں کا برابر تھا۔ ان میں سے کون افضل ہے؟ فرمایا کہ جس نے
فقط سورۃ بقرہ پڑھی ہے وہ افضل ہے۔

ابن جزری فرماتے ہیں کہ ہمارے بعض ائمہ نے خوب فرمایا ہے کہ بلاشبہ قراءۃ
بالتزیل کا ثواب قدر و منزلت میں اجل و ارفع ہے اگرچہ کثرت قراءۃ یعنی قراءۃ
بالحدرد کا ثواب عدد و گنتی میں زیادہ ہے سوا اول کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے بہت
ہی قیمتی جوہر یعنی ہیرا صدقہ کر دیا ہو۔ یا جیسے کسی نے بڑا قیمتی غلام آزاد کر دیا ہو۔
اور دوسرے کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے دنایر کثیرہ خرچ کئے ہوں یا خیس قیمت
کے متعدد غلام آزاد کر دیئے ہوں۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قراءت بالتزیل مستحب صرف فہم و تدبر قرآن
کے لئے نہیں کیونکہ عجمی اس کے معانی نہیں جانتے۔ بلکہ اس لئے بھی مستحب کہ یہ اقرب
الی التوقیر والاحترام ہے اور اشد شایباً فی القلب من الہذر مة
والاستعجال ہے۔ اس واسطے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
انہوں نے فرمایا ہے کہ:-

شَرُّ السَّبْرِ الْحَقُّقَةُ: أَي السَّفَرُ فِي أَوَّلِ اللَّيْلِ. وَشَرُّ
الْقِرَاءَةِ الْمَهْذُومَةُ: أَي السُّرْعَةُ فِيهَا.

امام مالک رضی اللہ عنہ سے قراءۃ بالحد کے بارہ میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ بعض
لوگ جب حد سے بڑھتے ہیں تو ان پر آسان ہوتا ہے اور جب ترتیل سے بڑھتے ہیں تو
ان پر شاق گذرتا ہے۔ بھول جاتے ہیں اور غلطی کرتے ہیں پس اس بارہ میں لوگوں پر
وہی ہے جو ان پر اخف و اسهل ہو۔ اور اس میں کافی وسعت و گنجائش ہے۔

قاضی ابوالولید طروشہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر شخص کے لئے وہی مستحب ہے
جو اس کی طبیعت کے موافق ہو اور اسے آسان ہو۔ پس بسا اوقات غیر طبعی امر اور
مخالف شئی اس پر شاق گذرتی ہے سو یہ حالت اُسے اکثر قراءتہ سے منقطع کر دیتی
ہے بلکہ مطلق قراءتہ ہی سے محروم کر دیتی ہے اور وہ تلاوتِ قرآن کی فیوض و برکات
سے محروم رہ جاتا ہے۔ ہاں جس کے لئے دونوں حالتیں یکساں ہوں اس کے لئے
قراءتہ بالترتیل ہی اولیٰ و افضل ہے

علامہ حاقانی رحمہ اللہ نے اپنی منظوم میں فضیلتِ ترتیل کی طرف یوں اشارہ

کیا ہے

وَتَرْتِيلُنَا الْقُرْآنَ أَفْضَلُ لِلَّذِي

أُمُورُنَا بِهِ مِنْ لُبْنَانِ فِيهِ وَالْفِكْرُ

اور ہمارے طائفہ قراءتہ کا قرآن کریم کو ترتیل سے بڑھنا نہایت بہتر ہے اس میں غور و

فکر کرنے سے۔ کیونکہ ہم مامور بالترتیل ہیں اور اسی کے ساتھ حکم کئے گئے ہیں

اور یہی ہمارا فرض ہے

وَمَهْمَا حَدَرْنَا دَرَسْنَا فَمَرَّخَصَّ

لَنَا فِيهِ إِذْ دِينُ الْعِبَادِ إِلَى الْيُسْرِ

اور جب ہم اپنا سبق اور آموختہ حد سے پڑھیں تو ہمیں اس کی رخصت اور اجازت ہے اس لئے کہ دین اسلام میں آسانی ہے۔

قراءة بالترتیل میں قاری کو مطبوع سے بچنا چاہیے کیونکہ قراءۃ بمنزلہ بیاض کے ہے اگر کم ہو جائے تو ہو جائے سمرۃ اور اگر زیادہ ہو جائے تو ہو جائے برص اسی واسطے امام المحققین حمزۃ الکوفی رحمہ اللہ نے ان قراء کو جو تحقیق و ترتیل میں مبالغہ کیا کرتے تھے فرمایا:

أَمَّا عَلِمْتُ مَا فَوْقَ الْجُمُودِ فَهُوَ قَطُّ وَمَا فَوْقَ

الْبِيَاضِ فَهُوَ بَرَصٌ وَمَا كَانَ فَوْقَ الْقِرَاءَةِ فَلَيْسَ بِقِرَاءَةٍ

اور علامہ حاقانی رحمہ اللہ نے اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فَذُ وَالْحِذْقِ مُعْطٍ لِلْحُرُوفِ حَقُوقَهَا

إِذَا رَتَّلَ الْقُرْآنَ أَوْ كَانَ ذَا حَدَرٍ

پس حذاق فن حروف کو ان کا حق عطا کرتے ہیں۔ خواہ وہ ترتیل سے

پڑھتے ہوں یا حد سے۔

یہ بھی جان لینا اشد ضروری ہے کہ بین القراء انواع متقدمہ میں سے کسی قراءۃ میں

بھی اختلاف نہیں ہے باوجود اس کے کہ ہر ایک کا مخصوص اور مستقل طریقہ اور مذہب ہے

درشس و حمزہ انتہائی ترتیل کی طرف راغب ہیں اور امام عاصم ان سے کم درجہ

میں۔ قالون، ابن کثیر اور ابو عمرو و حد و سرعت اور سہولت کی طرف مائل ہیں اور

ابن عامر اور علی کسائی تدویر کی طرف اور بایں ہمہ یہ تخصیص مراتب قراءۃ ،

قزاق سبوعہ میں غالب کے درجہ میں ہیں ورنہ ہر قاری ہر ایک کو مراتبِ مذکورہ
کی اجازت دیتے رہے ہیں۔

فَجَزَاهُمْ اللَّهُ عَنَّا أَحْسَنَ الْجَزَاءِ وَعَنْ جَمِيعِ
الْمُقْرِئِينَ وَالْقُرَّاءِ.



الْقِرَاءَةُ بِالتَّدْوِيرِ

۱۔ قراءۃ بالتدویر کسے کہتے ہیں؟

ن : قراءۃ بالتحقیق اور قراءۃ بالحدر کی درمیانی رفتار کو قراءۃ بالتدویر کہتے ہیں! نَوْصِيحُ الْجَوَابِ :- جانا چاہیے کہ : ما بین التحقيق والحدر کو: الْقِرَاءَةُ بِالتَّدْوِيرِ کہتے ہیں۔ اہل اداء اس کی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں۔

إِعْلَمُ أَنَّ التَّدْوِيرَ هُوَ عِبَارَةٌ عَنِ التَّوَسُّطِ بَيْنَ

جان تو کہ تدویر عبارت ہے

توسط بین المقابین سے یعنی تحقیق و حد

کی درمیانی حالت اور وہ تمام قراء کا مذہب

ہے اور جمیع ائمہ سے ثابت ہے اور وہ

اکثر اہل اداء کے نزدیک مختار اور پسندیدہ

ہے۔

ہے۔

ہے۔

ہے۔

ہے۔

ہے۔

ہے۔

ہے۔

ہے۔

ہے۔

ہے۔

ہے۔

ہے۔

پس باعتبار رفتار متوسط درجہ اور درمیانی حالت جس میں اصول قراءۃ بالتحقیق

اور قواعد قراءۃ بالحدر کو پیش نظر رکھتے ہوئے عمل کیا جائے اسے قراءۃ بالتدویر سے

موسوم کرتے ہیں خَيْرُ الْأُمُورِ أَوْسَطُهَا۔ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَا

تَشْرُوهُ يَعْنِي الْقُرْآنَ نَثْرَ الدَّقِيقِ وَلَا تَرْتَدُّوهُ هَذَا الشَّعْرُ: الْحَدِيثُ

قراءۃ بالتدویر بالخصوص امام ابن عامر وغیرہ کا مذہب ہے جو مد مفصل میں توسط کرتے

ہیں اور مد مفصل میں متوسطین کے ہم نوا ہیں۔

الْقِرَاءَةُ بِالْحَدْرِ

س : قراءۃ بالحد رکسے کہتے ہیں؟

ج : تیز رفتاری کے ساتھ جلدی جلدی اور فر فر پڑھنے کو قراءۃ بالحد کہتے ہیں!

توضیح الجواب : جاننا چاہیے کہ: سرعت و عجلت کے ساتھ پڑھنے کو

الْقِرَاءَةُ بِالْحَدْرِ کہتے ہیں۔ اہل ادا اس کی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں

جان تو کہ حد مصدر ہے حد

إِعْلَمَنَّ أَنَّ الْحَدَّ هُوَ

بحد از باب فَعَلَ يَفْعَلُ. یعنی نصر

مَصْدَرٌ مِنْ حَدَرَ يَحْدَرُ

يَنْصُرُ سے: ب جلدی سے سرا انجام ہو

” مِنْ بَابِ فَعَلَ يَفْعَلُ ”

پس یہ اس حد سے ہے جس کے معنی مربوط

إِذَا أَسْرَعَ فَهُوَ مِنَ الْحَدِّ

کے ہیں اور مربوط کیلئے سرعت و عجلت لازم

الَّذِي هُوَ الْهَبُوطُ لَا تَبَّ

ہے بخلاف صعود کے۔

الرُّسْرَاعُ مِنْ لَازِمِهِ بِخِلَافِ

الصُّعُودِ.

اور عند القراءۃ وعند اهل الاداء وہ عبار

وَهُوَ عِنْدَ هُرْعَةٍ

ہے اور ارج اور سرعت قراءۃ سے مراد عجلت

عَنْ إِدْرَاجِ الْقِرَاءَةِ وَسُرْعَتِهَا

احکام تجرید کے۔

مَعَ مُرَاعَاةِ أَحْكَامِ التَّجْوِيدِ

امام ابواری رحمہ اللہ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا ہے کہ قراءۃ بالحد ایک

چلتی ہوئی شیریں اور میٹھی رفتار اور الفاظ کی حسین ادائیگی ہے جس میں قاری طبعاً

عرب العریاء اور طریقہ تکلم الفصحاء کا پابند رہتا ہے خواہ اتم قراءت میں سے کسی

امام کی کوئی روایت یا طریق اختیار کرنے اور احکام تجوید کے ساتھ یعنی اظہار و ادغام
 اقلاب و اخفاء، قصر و مد، تحقیق و تسہیل، حذف و اثبات، تقسیم و ترکیب، سکون،
 و تشدید، امار، تقلیل، اتمام و انتہاس، روم و اشمام، وصل و وقف اور اقسام و وقف،
 بسر پورا پورا عمل کرنا ہے۔ پس اگر احکام مذکورہ میں سے کسی حکم کے خلاف کرے گا تو
 قاری خطاوار و گنہگار کہلائے گا اور عتاب و عقاب مستحق ہوگا۔

قراءة بالحدریں بہ تزیروں ذہاب صوت غنہ اختلاس حرکات اور
 اس قدر تیز رفتار اور سرعت و عجلت سے احتراز و اجتناب کرنا چاہیے جس سے قراءۃ
 صحیح نہ ہو اور نہ وہ تلاوت سے موصوف و موسوم کیا جاسکے۔

قراءة بالحدریں امام ابن کثیر، ابو عمرو بصری، یعقوب وغیرہ کا مذہب ہے
 جو مد منفصل میں قصر کرتے ہیں اور متصل میں توسط ک مقدار اقل اختیار کرتے ہیں۔

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ



الْقِرَاءَةُ بِالْأَمْرِ الْمُبْتَدِعِ الْمَحْرَمِ

س : قراءۃ بہ امور مبتدعہ محرمہ کسے کہتے ہیں ؟

ج : ایسی من گھڑت اشیا اور خود ساختہ اصوات و کیفیات کو قراءۃ قرآن میں داخل کرنا جن کو تجوید و قراءۃ سے کچھ بھی تعلق نہ ہو اسے قراءۃ بہ امور مبتدعہ محرمہ کہتے ہیں ۔

توضیح الجواب : جانا چاہیے کہ زمانہ خیر القرون کے بعد بعض لوگوں نے قرآن کریم کی قراءۃ میں کچھ اس قسم کی اشیا کا اضافہ کیلئے اور رائے و سُر کی آوازیں اس میں داخل کر لی ہیں، جو کہ تجوید و قراءۃ سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ مگر فی زمانہ بعض خورد و خوردین، نام نہاد قراء اور پیشہ ور و اعظا ایسی اصوات و کیفیات کو تلاوت قرآن میں شامل کرتے ہیں کہ الامان والحفیظ۔ کلام اللہ کو موسیقاروں کی طرح موسیقی اور مغنیوں کی طرح سینماؤں کے گلے کی طرز پر پڑھتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ کتاب اللہ کا حق ادا کر رہے ہیں۔

ایسے لوگ عموماً خورد و خورد اور خود ساختہ اور قراءۃ فروش قراء ہوتے ہیں یا وہ مدعی قراءۃ و عظم فروش علماء، جو محافل و مجالس میں پڑھتے ہیں اور بوجہ بازن کے نشہ میں حیرت و ذہنی قرآنی کا حلیہ بگاڑ کر سامعین سے داد لینے کے متمنی ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف و تویسینت کی جائے اور انہیں کسی اچھے لقب و خطاب سے نوازا جائے۔

پھر غنیمت خدا کا یہ کہ کاٹا کر جس قدر بگاڑا جاتے اسے قراءات سبعہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور بلا خوف و خطر کہا جاتا ہے کہ ہم تو سبعہ میں پڑھ رہے تھے۔ العیاذ باللہ۔ گویا ہر عیب و غلطی بے قاعدگی اور ہر نئی چیز کا ادخال فی القرآن کا نام قراءات سبعہ رکھ دیا گیا ہے اور جملہ خود ساختہ خرافات کا مجموعہ قراءات سبعہ تصور کر لیا گیا ہے پس ایسے ہی خود رو اور خود ساختہ قراءت کے متعلق فرمایا گیا:-

رُبَّ قَارِئٍ لِّلْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ يَلْعَنُهُ

اور مجالس و محافل میں ایسے ہی مجتہد قراء کے بارہ میں علامہ رفاعی رحمہ اللہ کا شعر نہایت ہی موزون ہے۔

رُبَّ سَائِلٍ تَلِيَ الْقُرْآنَ مُجْتَهِدًا

بَيْنَ الْخَلْقِ وَالْقُرْآنِ يَلْعَنُهُ

اکثر پڑھنے والے ہیں المحافل مجتہدانہ شان میں بناؤ سنگار سے قرآن پڑھنے پیر۔ اور حال یہ ہے کہ قرآن کا ایک ایک حرف ان پر لعنت کرتا رہتا ہے۔

امور مبتدعہ محرّمہ اگرچہ کثیر التعداد ہیں مگر آج کل ہمارے ہاں جن کا دور دورہ ہے اور جن سے احتراز واجب تھا ہر قاری کے لئے ضروری ہے تمثیلاً مندرجہ ذیل ہیں۔

الْقِرَاءَةُ بِالتَّطْرِيبِ

س : قرأت بالتطریب کسے کہتے ہیں ؟

ج : قرآن کریم کو موسیقاروں کی طرح راگ و سُر کے ساتھ لاپنے اور مغنیوں کی طرح گا کر پڑھنے کو قرأت بالتطریب کہتے ہیں ۔

توضیح الجواب :- جانا چاہیے کہ : القراءۃ بالتطریب : میں چونکہ ادائے

حروف قرآنی کو الحان و انغام موسیقار کے تابع رکھا جاتا ہے اس لئے حسب قواعد فنِ موسیقی بے محل مد کیا جاتا ہے یا مد کو حد اعتدال سے زیادہ کھینچا جاتا ہے یا مد کی جگہ قصر کیا جاتا ہے ۔ ترکات کو اشباع دیا جاتا ہے اور سکناات پر سکتہ کیا جاتا ہے ایسا ہی بے محل غمزہ کیا جاتا ہے یا غمزہ کی مقدار میں اضافہ کیا جاتا ہے تاکہ آواز کے اتراؤ چڑھاؤ سے لحن موزوں اور نغمہ شیریں ہو جائے ۔

ایسے پڑھنے والے عموماً وہ حضرات ہوتے ہیں جو حان اور نغمہ سازی سے سامعین کو مستحضر کرنا چاہتے ہیں ۔

الْقِرَاءَةُ بِالتَّرْقِیصِ

س : قراءۃ بالترقیص کسے کہتے ہیں ؟

ج : حروف قرآنی کو ہلانے ، اتارنے چڑھانے اور اس میں رقص کی سی کیفیت پیدا کرنے کو : قراءۃ بالترقیص : کہتے ہیں ؟

توضیح الجواب :- جانا چاہیے کہ : القراءۃ بالترقیص : میں آواز جیت

انگیز صورت میں دفعتاً ایسے انداز پر اٹھائی گرائی جاتی ہے کہ جس طرح رقاص اور ناچنے والے یرت انگیز صورت میں اپنے جسم اور اعضاء کو، فغزاً اٹھاتے گراتے ہیں جس کی وجہ سے حروف قرآنی میں کچھ اس قسم کی کیفیات اجنبیہ پیدا ہو جاتی ہیں اور وہ ناپسندیدہ حالات کے شکار ہو جاتے ہیں جو کتاب اللہ کی عظمت و شان کے منافی اور تقدس قرآنی میں خلل انداز ہوتے ہیں۔

ایسے پڑھنے والے عموماً وہ لوگ ہوتے ہیں جو سابقہ پیشہ اور عبادات قبیرہ سے مجبور یا فن رقص کے ولداؤں ہوتے ہیں۔

الْقِرَاءَةُ بِالْتَّرْعِيدِ

س: قراءۃ بالترعید کسے کہتے ہیں؟

ج: قرآن کریم پڑھنے وقت آواز میں مختصر مختصر امٹ اور کیلیں جیسی کیفیت پیدا

کرنے کو: قراءۃ بالترعید: کہتے ہیں!

توضیح الجواب: جاننا چاہئے کہ: القراءۃ بالترعید میں پڑھنے والے کی

آواز جیسی کیفیت سے تکلیف کر لینا ہے کہ تو یہ وہ دکھ درد و سخت بردت جان برس ہونے والا ہے۔

ایسے پڑھنے والے عموماً وہ لوگ ہوتے ہیں جو یہ جملہ چاہتے ہیں کہ تو

عظمت اور بدبہ قرآنی سے خائف ہوتے ہوئے جان سپرد بحبان آواز پڑھنے کرنے والے ہیں۔

الْقِرَاءَةُ بِالتَّقْطِيعِ

س : قراءۃ بالتقطیع کسے کہتے ہیں ؟

ج : کلمات قرآنی کو کاٹ کاٹ کر اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے پڑھنے کو قراءۃ بالتقطیع کہتے ہیں !

توضیح الجواب : جاننا چاہیے کہ : القراءۃ بالتقطیع : میں پڑھنے والے

حروف و کلمات پر غیر ”مروی“ سکنہ لڑنے ہونے آواز ایسے انداز میں پڑھتا ہے کہ نصف لہر تعلق ہوتا ہے اور اس کا تعلق ہوتا ہے ”مروی“ سے۔
ایسے پڑھنے والے عموماً وہ لوگ ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ وہ میں ”مروی“ سے
طویل نفسی امور سے فائدہ مند ہوں گے۔

الْقِرَاءَةُ بِالتَّفْرِی

س : قراءۃ بالتفری کسے کہتے ہیں ؟

ج : قرآنی کلام پڑھتے وقت فرار اور بھاگنے کی سی کیفیت اختیار کرنے کو قراءۃ بالتفری کہتے ہیں !

توضیح الجواب : جاننا چاہیے کہ : القراءۃ بالتفری : عموماً وہ لوگ
انداز اختیار کرتے ہیں کہ حروف کو اچک اچک کر پڑھتے ہیں اور ان کو پڑھتے
ہیں طرح بھاگتے ہوئے کوئی چیز اٹھائی جاتی ہے۔

ایسے پڑھنے والے عموماً وہ لوگ ہوتے ہیں جو قرآن کو ہم سرسری طور سے

پڑھتے ہیں اور تکمیلِ حروف کا اہم فریضہ خاطر میں نہیں لاتے ہیں۔

الْقِرَاءَةُ بِالتَّحْرِينِ

س : قراءۃ بالتحرین کسے کہتے ہیں ؟

ج : قرآن کریم کو دروانگیز اور غمناک صدا میں پڑھنے کو : القراءۃ بالتحرین کہتے ہیں !
توضیح الجواب :۔ جانتا چاہیے کہ : القراءۃ بالتحرین : یہ پڑھنے والا شعل
و سورت اس قدر ہلکی ہوتی ہے کہ گویا وہ مارے خروش و خضوع اور خوف و غم
کے رو پڑنے والی ہے ۔

ایسے پڑھنے والے عموماً وہ لوگ ہوتے ہیں جو جلبِ منفعت کے پیش نظر اظہارِ اقوال
چاہتے ہیں اور سامعین پر کلمہ تقدس بٹھا کر وہ تذویر میں لانا چاہتے ہیں ۔

اللَّهُمَّ ارِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَارِنَا قُنَا لِبَاعِدِ الْكَرْبِ
بِاطِلًا بِبِاطِلٍ وَارِنَا قُنَا اجْتِنَا

الْقِرَاءَةُ وَالرِّوَايَةُ

۳ : قراءت کے لہتے ہیں اور روایت کسے ؟

ج : جب الفاظ و وحی کے اختلاف کی نسبت نقلاً عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر امام کی طرف کی جائے اور اس کے جملہ منقرحات کو پڑھ کر مکمل کر لیا جائے تو اسے قراءت کہتے ہیں۔

اور جب الفاظ و وحی کے اختلاف کی نسبت نقلاً عن الامام کسی راوی کی طرف کی جائے اور اس کے جملہ مرویات کو پڑھ کر مکمل کر لیا جائے تو اسے روایت کہتے ہیں۔

ایسا ہی جب الفاظ و وحی کے اختلاف کی نسبت نقلاً عن الراوی کسی طریق کی طرف کی جائے اور اس کے جملہ ماخوذات اور وجوہات کو پڑھ کر پورا کیا جائے تو اسے طریق کہتے ہیں۔

توضیح الجواب : قبائل عرب کے لغات اور اصوات و لہجات میں قدرتی طور پر باہم و گروہ فرق و امتیاز تھا اور یہ قبیلہ کی ادا مختلف تھی اس لیے قرآن کریم کا نزول حسب لغات قبائل عرب اور اصوات و لہجات اوطان عرب کنی لغات و اصوات و لہجات پر ہوا ہے۔ کما قال النبی الہدیٰ صلی اللہ علیہ وسلم انزل القرآن علی سبعة احراف کلہم شاف و کاف فافرع و اما تیسر منہ

پس صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین نے حسب نزول قرآن و الفاظ وحی اپنی اپنی لغات اور اصوات و لہجات کی حفاظت کی جس کی وجہ سے آئمہ قراءاتِ سبعہ وغیرہ کے نام سے موسوم ہو گئے اور اس طرح وہ مدنی، مکی، بصری، شامی اور کوفی مشہور ہو گئے اور ہر ایک امام کی ایک مخصوص اور منفرد قراءتہ شہرت پا گئی۔

پس ہر ایک امام اور قاری جو بلا واسطہ یا بالواسطہ صحابہ کرام اور تابعین وغیرہ سے بسند صحیح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سبعتہ اُخروف کا جو جو حرف اور صوت و اداء نقل کرتا ہے اسے "قراءتہ" کہتے ہیں۔ لہذا امام اور قاری کی جملہ منقولہ مخصوصہ کے تکمیل سے قراءتہ مکمل ہوتی ہے اور راوی کی جملہ مرویاتِ مخصوصہ عن الامام کی تکمیل سے روایت مکمل ہوتی ہے و علیٰ ہذا طریق کے جملہ ماخوذات و جوہاتِ مخصوصہ عن الراوی کی تکمیل سے طریق پوری ہوتی ہے۔ یا بالفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ امام اپنے شیوخ سے جو الفاظ وحی اور اسکی اداء نقل کرتا ہے اس کے مجموعہ کو "قراءتہ" کہتے ہیں اور راوی اپنے امام سے جو الفاظ وحی اور اس کی صوتی اداء نقل کرتا ہے اس کے مجموعہ کو "روایتہ" کہتے ہیں۔ اسی طرح طریق اپنے راوی سے جو مختلف جوہات اور اس کی صوتی اداء نقل کرتا ہے اس کے مجموعہ کو "طریقہ" کہتے ہیں۔



الْخَلَطُ فِي الْقِرَاءَاتِ

س : خلط : فی القراءات : کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب کسی ایک قراءۃ کے پڑھنے کا اہتمام و التزام کر کے دوسری قراءۃ کو اس میں شامل کر لیا جائے تو اسے : خلط فی القراءات : کہتے ہیں ۔

اسی طرح جب کسی مخصوص روایت کے پڑھنے کا اہتمام و التزام کر کے دوسری روایت اس میں شامل کر لی جائے تو اسے : خلط فی الروایات : کہتے ہیں ۔

ایسا ہی جب کسی خاص طریق کے پڑھنے کا اہتمام و التزام کر کے دوسرا طریق اس میں شامل کر لیا جائے تو اسے : خلط فی الطرق : کہتے ہیں !

توضیح الجواب : جاسا چاہیے کہ قراءۃ سبعہ میں سے ہر ایک امام اپنے جہاد علیہ السلام اور دوسرے شیخوں کے ساتھ ایک سے زائد قراءتوں کو بطریق پورا پورا نہایت ہی قراءۃ مکمل ہوتی ہے پس جب کسی امام کی قراءۃ کا التزام کر لیا جائے تو اول سے آخر تک اس کے اصول و فروع اور قواعد و ضوابط پر پوری توجہ دینی کے ساتھ عمل کرنا چاہئے اور کسی دوسرے امام کے اصول و فروع اور قواعد و ضوابط قطعاً نہیں ہونا چاہئے و حتماً اپنا اپنے دورہ اگر دوسرے امام کے اصول و فروع میں سے کوئی کشتی اس میں شامل کر لی تو خلط فی القراءۃ واقع ہو جائے گی جو حرام اور ممنوع ہے ۔

اسی طرح ہر ایک امام کے روایات کے لئے بھی الگ الگ اصول و قواعد مقرر ہیں جن کو پورا کرنے سے ہی روایت پوری ہوتی ہے پس جب کسی راوی کی

روایت پڑھنے کا التزام کر لیا جائے تو اول سے آخر تلاوت تک اسی کے اصول و قواعد پر پابندی کے ساتھ عمل کرنا چاہیے اور کسی دوسرے راوی کے اصول و قواعد سے قطعی طور پر احتراز کرنا چاہیے ورنہ اگر دوسرے راوی کے اصولوں سے کوئی چیز بھی اس میں شامل کر لی گئی تو خلط فی الروایت واقع ہو جائے گی اور یہ بھی حرام و ممنوع ہے۔

دو علی ہذا راوی کے طرق کے بیٹے بھی چیدہ چیدہ اصول اور وجوہ مقرر ہیں جن کو پورا کرنے سے ہی طریق پورا ہوتا ہے سو جب کسی طریق کے طریق پڑھنے کا اہتمام کر لیا جائے تو اول سے آخر تلاوت تک اس کے اصول اور وجوہ پر پابند رہنا چاہیے اور دوسرے طریق کے اصول اور وجوہ سے اجتناب کرنا چاہیے ورنہ اگر دوسرے طریق کے اصول اور وجوہ میں سے کوئی وجہ اس میں شامل کر لی گئی تو خلط فی الطريق واقع ہو جائے گی ہونا جائز اور مکروہ ہے۔

مختلفہ قراءات اور متعدد روایات و طرق کا پڑھنا ماہرین فہم کا کام ہے اور صحیح انداز پر وہی پڑھ سکتے ہیں جو کتب ذہنات پر پوری نظر رکھتے ہوں اور تمام اصول و فروش اور کلیات و جزئیات مستحضر ہوں عامۃ القراء اور عوام الناس کو روایت پر حصص ہی پڑھنا چاہیے اور اسی کے مقررہ مسائل پر عمل کرنا چاہیے اور دیگر طرق و روایات سے اجتناب۔ کیونکہ اکثر مقامات پر ایک قراءۃ دوسری قراءۃ پر ایسا روایت دوسری روایت پر موقوف ہوتی ہے اور عدم واقفیت بلکہ احتیاطی کی وجہ سے نئی کچھ کے کچھ ہی جاتے ہیں اور مفہوم قرآنی میں خلل عظیم واقع ہو جاتا ہے۔

جس طرح فقہی مسائل میں فقہاء اور بعینہ سے کسی ایک امام کی اتباع ضروری اور تقلید واجب و لازم ہے اور اپنی رائے کے مطابق انتخاب مسائل کا حق و اختیار کسی کو نہیں، بالکل اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ائمہ قراءات سبعہ میں سے کسی ایک امام کی اقتدار و اتباع فرض، لازم اور ضروری ہے اور یہ حق و اختیار کسی کو حاصل نہیں کہ وہ مختلف قراءات و روایات میں سے جن جن کو منتخب کر لے اور اسے پڑھنے لگے کیونکہ قراءات مجموعہ منقولات و مرویات ہیں ان میں رائے اور قیاس کو قطعاً دخل نہیں ہے۔ علامہ شاطبی فرماتے ہیں :-

وَمَا لِقِيَاسٍ فِي الْقِرَاءَاتِ مَدْخَلٌ

فَدُونُكَ مَا فِيهِ الرِّضَى مُتَكْفِلًا

قراءات متواترہ بالاتفاق سات ہیں جن کو قراءات سبعہ کہتے ہیں اور قراءات سبعہ کے منتخب یا قلیل بھی سات ہیں جن کو ائمہ سبعہ یا قراء سبعہ کہتے ہیں۔ پس امام روہ ہوتا ہے جو بلا واسطہ یا بالواسطہ صحابہ کرام سے نقل کرتا ہے اور راوی وہ ہوتا ہے جو بلا واسطہ یا بالواسطہ امام سے نقل کرتا ہے اور طریق وہ ہوتا ہے جو بلا واسطہ یا بالواسطہ راوی سے نقل کرتا ہے اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہر امام کے در، دو راوی ہوتے ہیں اور ہر راوی کے دو، دو طریق۔

ائمہ قراءات سبعہ متواترہ معہ روایہ ہیں :-

۱۔ امام شافعی مدنی	راوی	قالون	ورش
۲۔ امام ابن کثیر مکی	راوی	بزی	مفسد
۳۔ امام ابو عمر بصری	راوی	دوری	مفسد

- ۴ : اِمَامِ ابْنِ عَابِدِ شَانِي رَاوِي هِشَامٌ وَّ ابْنُ ذَكْوَانَ
 ۵ : اِمَامِ حَمَزَةَ كُوْنِي رَاوِي خَلْفٌ وَّ خَلَادٌ
 ۶ : اِمَامِ عَلِيٍّ يَسَابِي رَاوِي حَفْصٌ دَوْرِي وَّ ابُو الْعَارِثِ
 ۷ : اِمَامِ عَاصِمِ كُوْنِي رَاوِي شُعْبَةُ وَّ حَفْصُ بْنُ سَيِّمَانَ
 جَزَا اللّٰهُ بِالْخَيْرِ اِنْ عَنَّا اَيْمَةً

لَمَّا نَقَلُوا الْقُرْآنَ عَنِّي بِأَوَّلِ سَلْسَلَةٍ

اللہ تعالیٰ جزاء خیر سے ہماری طرف سے آئمہ قراءات کو جنہوں نے نقل کیا ہے ہمارے لئے قرآن میٹھا و شیرین ہے۔

ہمارے پاکستان و ہندوستان اور افغانستان و ترکستان وغیرہ میں آخر الذکر یعنی امام عاصم کوفی کی قراءت بروایت حفص بن سلیمان بطریق ولی الشاہ^{طبری} پڑھی جاتی ہے، لہذا آئندہ اوراق میں ان ہی کے قواعد و مسائل بیان ہونگے اور حسب ضرورت جا بجا تصریح بھی کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔



اللَّهجة العَرَبِيَّةُ

س : لہجہ عربی کسے کہتے ہیں؟

ج : طبعی طور پر بلا تکلف اور روانگی کے ساتھ پڑھنے کو لہجہ عربی کہتے ہیں
توضیح الجواب : جانشا چاہیے کہ بلا تکلف پڑھنے کا نام لہجہ عربی ہے لیکن
 لحن و لہجہ کا دار و مدار آواز کی خوبیوں پر موقوف ہوتا ہے اور آواز کی خوبیاں آلات
 صوت و تنفس اور حلقوم سے وابستہ ہوتی ہیں۔ یعنی جب خلقی طور پر آلات صوت و
 تنفس صحیح اور تندرست ہوتے ہیں اور حلقوم میں وسعت ہوتی ہے تو حسب
 مراتب آواز میں بھی وسعت و بلندی ہوتی ہے اور لحن و لہجہ شیریں۔
 صوت و آواز خاتق کائنات کا ایک خاص عطر ہے جو ہر فرد بشر کو حسب
 فطرت و خلقت حصہ بقدر جنتہ کے اصول پر کم و بیش عطا کی جاتی ہے اور قدرت
 تقدس چاہتی ہے، احسن الصوت اور جسے چاہتی ہے اگرہاں الصوت بنا دیتی ہے
 وہو احسن الخالقین۔

جس طرح انسان اپنی خلقت کے اعتبار سے شکل و صورت قد و قامت ضعف
 و قوت اور حسن و قبح میں ایک دوسرے سے جدا اور ممتاز ہوتا ہے اسی طرح آواز
 بھی انسانی خلقت کے لحاظ سے ضعف و قوت بستی بلندی اور حسن و قبح میں ایک
 دوسرے سے مختلف ہوتی ہے یعنی جس طرح ایک انسان کے لئے جو جسم
 و صورت موزوں ہوتا ہے قدرت اُسے عطا کرتی ہے اسی طرح اس کیلئے

جس قسم کی صوت و آواز مناسب اور موزوں ہوتی ہے اسے عطا کی جاتی ہے۔

پھر جس طرح جسم انسانی ایک مقررہ وقت تک نشوونما پاتا ہے اور افطارِ ثلاثہ میں بڑھتا ہے، نیز مختلف حالات و اوقات میں ورزش کے ذریعہ بقدرِ تناسب اضافہ اور زیادتی قبول کرتا ہے اور ایک ناقص جسم بہترین جسم بن جاتا ہے اور اس میں مزید حسن و جمال پیدا ہو جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح بذریعہ مشق و تکرار اس کی آواز میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور مشق کرتے کرتے ایک معمولی سی آواز بھی ترقی پا کر بہترین اور احسن ترین آواز بن جاتی ہے اور اس میں حسن و جمال پیدا ہو جاتا ہے۔

جس طرح عربی لسان ام اللسنہ ہے اور فصاحت و بلاغت میں لامثال رہے اور السنہ عالم پر جو فوقیت شرف و عزت اور عظمت و جلالت اسے حاصل ہے اور کسی کو حاصل نہیں ہے اسی طرح عربی لحن ام اللحون ہے اور لطافت و نطافت میں لاطیر لہ ہے اور لحن عالم پر جو فوقیت شرف و عزت اور عظمت و جلالت اسے حاصل ہے کسی اور کو نصیب نہیں ہے۔

یہ لحن عرب کو مدار بنا کر ارشاد فرمایا گیا ہے۔
 اقْرَأِ الْقُرْآنَ بِلُحُونِ الْعَرَبِ وَاصْوَاتِهَا کہ تم قرآن کریم کو لحن عرب سے پڑھو۔ اس میں تخریص بلحون عرب ہے یعنی تم لوگ لحن عرب سے البقت و مشابہت پیدا کرو۔ اور مشق کرتے کرتے عین اس مقام پر پہنچو جو اہل عرب کو طبعی اور جبلی طور پر حاصل ہے۔

اہل عرب جیسا کہ مختلف ملکوں اور متعدد خطوں، نجد و حجاز، شام و

عراق اور مصر و یمن وغیرہ میں قدرتی طور پر منقسم ہیں اسی طرح لحن عرب بھی مختلف قسموں میں منقسم ہیں اور ہر ملک و خطہ کے الحان و لہجات میں باہم فرق و امتیاز ہے نیز جیسا کہ ہر ملک و خطہ کے الحان و لہجات میں نمایاں و تفاوت ہے ایسا ہی ہر فرد کا لحن و لہجہ بھی الگ الگ ہے۔

پس جس خطہ کے لحن اور لب و لہجہ کو تخیل اور تصور میں رکھ کر مشق کی جائے اور اس کے ساتھ مطابقت یا مشابہت پیدا کی جائے وہ اسی خطہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور لہجہ حجازی، مصری، مدنی وغیرہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے ایسا ہی اگر کسی فرد واحد کے لحن و لہجہ سے مطابقت و مشابہت پیدا کی جائے تو وہ اسی طرف منسوب ہو کر حسیبی وغیرہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

لیکن بسا اوقات انتہائی جدوجہد اور مشق کثیر کے باوجود نہ تو کسی خطہ کے لب و لہجہ سے مطابقت و مشابہت پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی کسی فرد کے لحن و لہجہ سے، البتہ مشق کثیر اور کثرت تلاوت کی وجہ سے پڑھنے میں ایک خاص قسم کی روانگی و پختگی پیدا ہو جاتی ہے اور انتہائی طور پر صیقل ہو کر موزون و مزین ہو جاتی ہے اور اسی طرح گو یا مشابہت لحن عرب پیدا ہو جاتی ہے اور فی الجملہ یہی مطنو ہے کیونکہ ارشاد فرمایا گیا ہے: **رَتَّبْنَا الْقُرْآنَ بِاللُّغَةِ الْعَرَبِيَّةِ الْمُنْفُوسَةِ** سے مزین کرو اور یہ بھی فرمایا گیا ہے: **حَسِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ** قرآن کریم کو اپنی آوازوں سے خوش سماعت بناؤ۔ دونوں حدیثوں میں نصوصات کی اضافت مخاطب یعنی اقوام و افراد کی طرف کر دی گئی ہے کہ اے مخاطب اور اے گو گو تم اپنی آوازوں سے قرآن کریم کو مزین اور خوش نما و خوش سماعت بناؤ۔

کیونکہ تم اسی کے مکلف ہو اور یہی تمہارے قبضہ قدرت میں ہے، لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ
 نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا پس دونوں حدیثوں میں شفقت علی اقوام العجم ہے
 حاصل کلام یہ کہ ہر شخص کا ایک مخصوص لحن اور خاص لب و لہجہ ہوتا ہے
 جس میں وہ بلا تکلف پڑھتا ہے اور اپنے انداز میں دوسروں سے ممتاز ہو جاتا ہے
 پس ایسے طبعی انداز اور روانگی اور بچنگلی کو لہجہ عربی یا لحن عربی کہتے ہیں خواہ کسی
 خطہ عرب یا کسی فرد سے مطابقت و مشابہت ہو یا نہ ہو وَاللَّهُ أَعْلَمُ
 بِالصَّوَابِ۔

قرآن کریم کو لب و لہجہ، خوش الحانی اور خوش آوازی سے پڑھنے میں قرآن
 کا اختلاف ہے۔ اکثر حضرات لب و لہجہ کو مسنون اور مستحسن قرار دیتے ہیں۔
 مگر بعض حضرات اسے مکروہ اور غیر مستحسن تصور کرتے ہیں۔
 حدیث میں فرمایا گیا ہے: مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ فَلَيْسَ مِنَّا۔
 جس نے قرآن کو تغنی (یعنی خوش آوازی) سے نہ پڑھا وہ ہم میں سے نہیں
 ہے۔

اب تَغَنَّى بِالْقُرْآنِ سے مراد کیا ہے؟ اس کی اہلیت اور حقیقت
 کیا ہے؟ — اس بارے میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی التہاوی
 نور اللہ مرقدہ و جعل الجنة مسکنہ نے عجیب و غریب اور نہایت لطیف انداز
 میں بیان فرمایا ہے، اور اس کی حقیقت کو خوب واضح کیا ہے۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ آداب القرآن میں فرماتے ہیں:۔
 چونکہ کوئی نامی یہ ہے کہ بعضے نصیح و تجوید کو ضروری سمجھتے ہیں، مگر

کاوش اور بحث ہی تک پہنچ کر رہ جاتے ہیں، جیسا اس وقت کثرت سے لوگ
ض۔ ظ میں الجھنے والے دیکھے جاتے ہیں مگر انشاء اللہ تعالیٰ اداء کے نام
سے بھی واقف نہیں۔ اور بعضے عمل تک پہنچنے کا ارادہ کرنے
ہیں مگر اس کی حقیقت سمجھنے میں غلطی کرتے ہیں۔ یعنی صرف لہجہ کا نام قراءۃ
سمجھ کر اسی کا اہتمام کرتے ہیں۔

پھر بات تو خود کوئی طبعی لہجہ اختراع کرتے ہیں اور یا کسی مشاق کی نقل
اتار لیتے ہیں اور اتار چڑھاؤ اور صحتِ دزن میں اس قدر غلو کرتے ہیں کہ بعض
ضروریات، یا مستحباتِ قراءۃ بھی فوت ہو جاتے ہیں یعنی حروف گھٹا رہا
دیتے جاتے ہیں یا غنہ یا مد حذف کر دیتے ہیں تاکہ وزن ٹھیک رہے۔

سو اس کی نسبت سرکار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

اقراءوا القرآن بلحون	قرآن مجید کو عرب کے طرز اور
العرب واصواتها وایاکم	آواز سے پڑھو اور اہل عشق اور یہود
ولحون اهل العشق واهل	ونصاری کے طرز سے پجو۔ ۱۲
الکتابین	

یعنی ایسے لحن سے منع فرمایا ہے اور اس کو لحن عرب سمجھنا خطیہ عظیم
ہے جیسا شراحِ حدیث نے تصریح کی ہے بلکہ یہ لحن اہل عشق و اہل کتاب میں
داخل ہے جس کو منع فرمایا ہے اور اگر یہ لحن عرب ہوگا۔ تو لحن اہل عشق کون
ہوگا۔ پس خود حدیث کے الفاظ اس زعم کا تخطیہ کر رہے ہیں اور لہجہ کا
اہتمام تجوید میں تفریط ہے۔

اور بعض حقیقت صحیح سمجھتے ہیں مگر خوش لہجگی کے ایسے مخالف ہیں کہ اس کا اہتمام بلیغ کرتے ہیں کہ نحسین صوت نہ ہونے باوے اور کسی کو ذرا نحسین صوت کرتا دیکھتے ہیں تو اس پر گانے کا طعن کرتے ہیں۔ اور یہ تجوید میں افراط ہے مثل تفریط مذکور کے یہ بھی نصوص کے خلاف ہے۔

زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَانِكُمْ ^{وَوَجْوه} (قرآن مجید کو اپنی آوازوں سے زینت دو) حدیث قول۔ اور ابو موسیٰ اشعریؓ کے اس عرض پر کہ۔

لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكَ تَسْمَعُ
لِقِرَاءَتِي لَحَبَرْتُهُ لَكَ
نَجِيرًا — أَوْ نَحْوَهُ.

اگر مجھے خبر ہوتی کہ آپ میری
قراءت کو سن رہے ہیں تو میں
آپ کے لئے خوب بنا سنوار کر

پڑھتا،

پر آپ کا انکار نہ فرمانا حدیث تقریر ہی — اس نحسین صوت بالقصہ کی مشروعیت و مطلوبیت میں نص تصریح ہیں — اور یہی وہ تقنی ہے جس کا امر چند حدیثوں میں مروی ہے۔ اور اس میں اور گانے میں فرق ظاہر ہے — یعنی گانے میں تو لہجہ مقصود اور دوسرے قواعد تابع ہیں۔ اگر لہجہ کے بنانے میں قواعد راہ جاویں تو پرواہ نہیں کی جاتی اور اس نحسین صوت میں قواعد مقصود اور حسن صوت تابع ہے — یعنی اگر قواعد کو محفوظ رکھ کر خوش آوازی ہو سکے تو اس کی رعایت کی جاتی ہے۔ ورنہ اس کی پرواہ نہیں کی جاتی — اور اگر بلا قصد کسی شخص کی قراءت کا کوئی جزوی قاعدہ موسیقی پر بھی طبیعت کے تناسب یا موزونیت کی وجہ سے منطبق ہو جاوے

تب بھی وہ گانے میں داخل نہیں۔ جیسا کہ خود قرآن مجید میں شعریت کی جا بجا نفی کی گئی ہے مگر بعض عبارات یقیناً اور ان شعر یہ پر منطبق ہیں جیسے۔

ثُمَّ أَقْرَدْتُمْ وَأَنْتُمْ تَسْتَهْدُونَ — ثُمَّ أَنْتُمْ هُمْ أَهْلُ
تَقْتُلُونَ : فَأَعْلَانُ فَأَعْلَانُ فَأَعْلَانُ پر منطبق ہے۔ مگر باوجود

اس انطباق کے ہرگز اس کے پڑھنے والے کو شعر کا پڑھنے والا نہ کہا جاوے گا۔ البتہ اگر بقصد تطبیق پڑھے گا شعر پڑھنے والا اور قرآن میں ایسا کرنے سے ناجائز فعل کا ارتکاب کرنے والا کہا جاوے گا۔

بس یہی حالت لہجہ کی بالبقصد تطبیق کی ہے۔ غرض اس جو تختی کو تباہی کی یہ مذکورہ دو جا نہیں ہیں۔ تفریط۔ افراط دونوں سے بچنا۔ یہ وہ ہے جس کو: لُحُونُ الْعَرَبِ وَأَصْوَاتُهُمَا: فرمایا گیا ہے۔

اب ہم تعنی بالقرآن پر کتب معتبرہ سے چند احادیث و اسناد نقل کرتے

ہیں وہی بندہ۔

بَابُ التَّغْنِي بِالْقُرْآنِ

مَاخُودٌ مِنْ الطَّبَقَاتِ الْكُبْرَى لِابْنِ سَعْدٍ

۱ : سعد بن وقاص رضی اللہ

عنه سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جس نے قرآن کو خوش آواز سے نہیں پڑھا، ابن عیینہ نے کہا کہ جس نے اپنے آپ کو مستغنی نہیں جانا، یعنی بتغن کی بجائے

۱ : عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ، قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ يَسْتَغْنِي قَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ النَّاسُ يَقُولُونَ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنِ نَهْيِكٍ

بتغن پڑھا ہے) ابو محمد کہتے ہیں کہ لوگ عبید اللہ بن نہیک کہتے ہیں۔

۲ : طاؤس رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون اچھی آواز سے قرآن پڑھتا ہے اور کس کی

۲ : عَنْ طَاوُسٍ قَالَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ النَّاسِ أَحْسَنُ صَوْتًا لِلْقُرْآنِ وَأَحْسَنُ قِرَاءَةً قَالَ مَنْ إِذَا سَمِعْتَهُ

يَقْرَأُ رِيْتَانَهُ يَخْشَى
اللَّهُ قَالَ طَاوُسٌ وَكَانَ
طَلَقٌ كَذَلِكَ

قرابت، اچھی ہے؟ فرمایا جسے تو
پڑھتا ہوا ہے اور خیال کرے کہ
اللہ سے ڈر رہا ہے، طاء اس کتنا
ہے کہ طاق ایسا ہی تھا۔

۲ : عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ كَانَ يَقُولُ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أذنَ اللَّهُ
لِشَيْءٍ مَا أذنَ لِنَبِيِّ يَتَعَنَّى
بِالْقُرْآنِ قَالَ صَاحِبُ لَه
أَرَادَ يَبْلَسُ بِهِ

۳ : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے
تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی شے کے سننے
کی طرف اتنا در بیان نہیں رکھتے جتنا
کہ نبی کے قرآن پڑھنے کی طرف۔
دیہان رکھتے ہیں جب کہ وہ خوشش
آوازی سے پڑھتا ہو اس کے ایک

ساتھی نے کہا ابو ہریرہ کی مراد سے بلند آواز سے پڑھنا۔

۳ : عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي
أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ
قَالَ مَا أذنَ اللَّهُ لِشَيْءٍ كَمَا
أذنَ لِنَبِيِّ يَتَعَنَّى بِالْقُرْآنِ

۴ : ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے ابو سلمہ
نے خبر دی ہے کہ بے شک ابو ہریرہ
نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کان لکرا کسی
شے کو نہیں سننے جتنا کہ کسی نبی کی
آواز کو کان لکرا کرتے ہیں جب کہ
وہ خوش آواز سے قرآن پڑھتا ہو

۴ : عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي
ابْنُ شَهَابٍ أَنَّ مَرُوءِيًّا قَالَ

أَبُو سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
 أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ
 لِأَبِي مُوسَى وَكَانَ حَسَنُ
 الصَّوْتِ بِالنِّسْبَةِ لِقَدْرِ
 أَوْتِي هَذَا مِنْ مَزَامِيرِ
 دَاوُدَ

نے کہا کہ مجھے ابو سلمہ بن عبد الرحمن نے
 خبر دی ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم ابی موسیٰ اشعریؓ
 کو دیا کرتے تھے اور وہ انتہائی
 خوش آوازی سے قرآن پڑھا کرتے تھے
 کہ یہ شخص بلاشبہ داؤد علیہ السلام کی خوش
 آوازی سے ما مال ہوا ہے مزامیر

مزمار کی جمع ہے، بانسری یا اس
 جیسے آواز کو کہتے ہیں جو مزے سے بجایا
 جاتا ہے۔

۶ : عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي
 أَبُو سَلَمَةَ أَيُّضًا أَنَّ عُمَرَ
 الْخَطَّابَ كَانَ إِذَا رَأَى أَبَا
 مُوسَى قَالَ ذَكَرْنَا رَبَّنَا
 مُوسَى فَيَقْرَأُ عِنْدَهُ

۶ : ابن شہاب فرماتے ہیں کہ ابو سلمہ
 مجھ سے اسی طرح حدیث بیان کی
 ہے کہ بلاشبہ عمر بن الخطابؓ جب ابو
 موسیٰ کو دیکھتے تھے تو فرماتے تھے اے
 ابا موسیٰ ہمارا رب ہمیں یاد دلا رہا ہے

وہ ان کے پاس قرآن پڑھنا شروع کر دیتے تھے۔

۷ : عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لِأَلِثِينِ
 أَحَدِكُمْ يَضَعُ أَحَدِي رِجْلِيهِ
 عَلَى الْأُخْرَى يَتَفَنَّى وَيَبْدَعُ
 أَنْ يَمُرَّ سُورَةُ الْبَقَرَةِ

۷ : عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
 وہ فرماتے ہیں کہ دو چیزوں میں تم
 میں سے کسی ایک کو بھی کہ پاؤں پڑاؤ
 اٹھا کر رکھے اور تکبیرات انداز سے

فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَفِرُّ مِنَ الْبَيْتِ
وَيُفِرُّ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ
وَإِنَّ أَصْفَرَ الْبَيْوتِ
الْجُوفُ يُصْفَرُ مِنْ كِتَابِ
اللَّهِ.

گانا گائے، اور سورۃ البقرہ پڑھنا
چھوڑ دے۔ کیونکہ شیطان اس گھر
سے بھاگتا ہے جس گھر میں سورۃ
البقرہ پڑھی جاتی ہے۔ اور سب
گھروں میں سے خالی گھر۔ وہ

”بیٹ“ ہے جو اللہ کی کتاب سے خالی ہو۔

۸ : قَدِمَ سَالِمُ الْبَيْدَقِ
الْمَدِينَةَ فَقَامَ
يُصَلِّي بِهَا فَقِيلَ
لِسَالِمٍ لَوْ جِئْتَ فَمِعْتَ
قِرَاءَتَهُ فَلَمَّا كَانَ بِبَابِ
الْمَسْجِدِ سَمِعَ قِرَاءَتَهُ
رَجَعَ فَقَالَ غَنَاءٌ غَنَاءٌ
۹ : عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا
مُوسَى كَانَ يَأْتِي عُمَرَ
فَيَقُولُ لَهُ عُمَرُ ذَكِّرْنَا
كَأَيِّ نَافِيَةٍ عِنْدَكَ.

۸ : سالم رضی اللہ عنہ بیدق مدینہ کو
آئے پس ان کو نماز پڑھانے لگے۔
پس ان سے کہا گیا کہ اگر آپ آتے
تو ان کی قرأت سنتے۔ پس جب
وہ مسجد کے دروازے پر پہنچے۔
ان کی قرأت سنی تو وہ پس لوٹے
پس فرمایا کہ گانا ہے گانا۔ (یعنی
انتہائی خوش آوازی ہے)

۹ : ابن سلمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
کہ بلاشبہ ابو موسیٰ جب حضرت
عمر بن الخطاب کے پاس آتے تو آپ فرماتے
ہمارا رب ہمیں یاد دلا پس وہ ان
کو قرآن سناتے تھے۔

۱۰ : عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَدِنَ اللَّهُ لِشَيْءٍ كَاذِبِهِ لِنَبِيِّ يَتَّعِيهِ بِالْقُرْآنِ يَجْهَدُ بِهِ قُرْآنَ يُرْضَاهُ .

۱۰ : ابو ہریرہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کان نہیں رکھنے کسی شے کے سننے کے لیے جتنا کہ کان رکھتے ہیں نبی کیلئے کہ جب کہ وہ خوش آواز ہی ہو۔

۱۱ : عَنْ أَبِي بَرِيدَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَقَدْ أَوْتِي أَبُو مُوسَى مِنْ مَرَارٍ مِنْ مَزَامِيرِ دَاوُدَ .

۱۱ : ابی بریدہ اپنے والد سے ، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ابو موسیٰ ایک مزاراز مزامیر داؤد علیہ السلام عطا کئے گئے ہیں ، یعنی حضرت داؤد جیسے لب لہجہ اور سنزلی آواز دیتے گئے ہیں ۔

۱۲ : عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ قِرَاءَةَ رَجُلٍ فَقَالَ مَنْ هَذَا قِيلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ قَيْسٍ قَالَ لَقَدْ أَوْتِي هَذَا مِنْ مَرَارٍ .

۱۲ : ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو ایک آدمی کی قراءت سنی ، فرمایا یہ کون ہے ؟ عرض کیا گیا یہ عبد اللہ بن قیس ہے ۔ فرمایا یہ تو آل داؤد کے مزامیر ہیں سے

مِنْ مَّزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ

مزار عطا کیا گیا ہے — یعنی بڑا ہی

خوش لہجہ ہے۔

۱۳: عَنِ الْبَرَاءِ عَنِ النَّبِيِّ

۱۳: برآبر بن عازب، بنی کریم صلی اللہ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ

قَالَ زَيْنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ

آپ نے فرمایا کہ قرآن کو اپنی آوازوں

سے زینت دو۔ یعنی اسے خوش الحانی سے پڑھو۔

۱۴: عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ

۱۴: برآبر بن عازب سے مروی ہے

قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ

وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے

يَقُولُ حَسْبِيَ الْقُرْآنُ

سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے قرآن

بِأَصْوَاتِكُمْ كَمَا تَسْرِبُ

کریم کو اپنی آوازوں سے حسین بناؤ

الْحَمْرُ

پس بلاشبہ حسین آواز قرآن کے

حسن کو دوہا لاکر دیتا ہے۔

۱۵: عَنْ عَدِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ

۱۵: عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اباموسے

وَسَلَّمَ

کو سنا اس حال میں کہ قرآن کریم

يَقْرَأُ فَقَالَ لَقَدْ أُرِنِي

پڑھ رہے تھے، پس نے

هَذَا مِنْ مَّزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ

فرمایا بلاشبہ یہ تو آل داؤد کی مزامیر

میں سے مزار دوہا لاکر دیتا ہے۔

وَفِي مَنَارِ الْهُدَى لِلرَّشْمَوِيِّ
رَحِمَهُ اللَّهُ ۹

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
رَأَيْتُ عَلِيًّا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ
اللَّهِ قَرَأَ عَلَيْكَ، وَعَلَيْكَ
أُنزِلَ فَقَالَ إِنِّي أَحِبُّ أَنْ
أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي، فَتَالَ
فَأَفْتَحْتُ سُورَةَ النَّسَاءِ
فَلَمَّا بَلَغْتُ شَهِيدًا، فَقَالَ
لِي: حَسْبُكَ

ثُمَّ قَالَ وَفِي الْحَدِيثِ نَوْعٌ
إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ كَانَ
صَيِّتًا، قَالَ عُمَانُ النَّهْدِيُّ
صَلَّى بِنَا ابْنُ مَسْعُودٍ الْمَغْرِبِ
بِقُلِّ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ فَوَدِدْتُ
أَنَّهُ لَوْ قَرَأَ سُورَةَ الْبَقَرَةِ
مِنْ حُسْنِ صَوْتِهِ وَتَرْتِيلِهِ

علامہ رشموئی رحمہ اللہ منار الہدی میں
فرماتے ہیں۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے،
وہ کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے مامور فرمایا کہ مجھے (قرآن) سنا،
پس میں نے عرض کی یا رسول اللہ
میں آپ کو قرآن سناؤں حالانکہ وہ
آپ پر نازل ہوا ہے۔ پس آپ نے
فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ اُسے
دوسروں سے سناؤں کہتے ہیں کہ میں
سورۃ النساء شروع کی پس جب میں لفظ
شہیداً پر پہنچا تو اپنے فرمایا بس کر کافی ہے
پھر کہا کہ اس حدیث میں ایک قسم
کا اشارہ ہے کہ ابن مسعود انتہائی خوش
آواز تھے۔ عثمان فہدی کہتے ہیں کہ
ابن مسعود نے مغرب کی نماز قیل ہو
اللہ احد کے ساتھ پڑھائی۔ اور
ان کی حسن صوت اور ترتیل کی وجہ
سے ہم چاہتے تھے کہ کاش وہ سورۃ

وَكَانَ أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ
كَذَلِكَ وَرَدَّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ صَوْتَهُ
وَهُوَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَقَالَ:
لَقَدْ آوَيْتَنِي هَذَا مَرْمَرًا مِّنْ
مَّنْ أَمْبِرٍ آلِ دَاوُدَ كَانَ دَاوُدُ
عَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا قَرَأَ الزُّبُورَ
تَدَنُّوْا إِلَيْهِ الْوُحُوشُ
حَتَّى تُوْخَذَ بِأَعْنَاقِهَا
وَالْمُرَادُ بِقَوْلِهِ: وَأَتَا اللَّهُ
الْمَلِكُ هُوَ الصَّوْتُ الْحَسَنُ
قَالَ السَّمِينُ.

البقرہ ہی پڑھ لیتے اور ابو موسیٰ اشعریٰ
ایسا ہی تھے۔ منقول ہے کہ بلاشبہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس کی آواز سنی اور وہ قرآن کریم
پڑھ رہے تھے تو آپ نے فرمایا
یقیناً یہ شخص تو آل داؤد کے مزار
میں سے ایک مزار ہے۔

انتہائی خوش آوازی سے نوازا گیا
داؤد علیہ السلام جب زبور پڑھتے تھے
تو وحوش (صحرائی جانور) ان کے
اس قدر قریب آجاتے تھے کہ آپ
ان کو گردن سے پکڑ لیتے تھے۔ اور

قوله تعالى: وَأَتَاهُ اللَّهُ الْمَلِكُ: (اس کو اللہ نے حکومت عطا کی ہے)
مراد یہی حسن صوت اور خوش آوازی ہے۔ یہ سمین کا قول ہے۔

تثانی روح فرماتے ہیں کہ جملہ مومنین کو
جو شہادت کو یاد کرتے ہیں کہ تو
بالقرآن ہے یعنی اللہ تعالیٰ
جو نص قرآن کو اور اللہ تعالیٰ
کے مخارج کو طریب و ترجیع

قَالَ التَّنَائِي وَمِمَّا يَرَدُّ
الشَّهَادَةَ التَّغْنِي بِالْقُرْآنِ
أَيُّ بِاللَّحَانِ الَّتِي تُفْسِدُ نَصَّ
الْقُرْآنِ وَمَخَارِجَ حُرُوفِهِ
بِالتَّطْرِيْبِ وَتَرْجِيْعِ الصَّوْتِ

مِنْ لَحْنٍ بِالشَّيْدِ
طَرَبَ لَ

یعنی آواز کے انرا اوپر ٹھاؤ سے فاسد
کر دیتی ہیں۔ لَحْنٌ تشدید کے ساتھ
طَرَبَ گانا۔

وَأَمَّا التَّرْنُو بِحُسْنِ
الصَّوْتِ فَهُوَ حَسَنٌ، فَقَدْ
وَرَدَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ صَوْتَ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسِ الْمَكِّيِّ
يَأْتِي مُوسَى الرَّشَعْرِيَّ، وَهُوَ
يَقْرَأُ الْقُرْآنَ، فَقَالَ لَقَدْ
أُوتِيَ هَذَا مِرْمَارًا مِنْ مَّزَامِيرِ

اور لیکن «تَرْنَمٌ»، اچھی آواز سے
وہ مستحسن ہے اس لئے کہ وارو ہے
کہ بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے عبد اللہ بن قیس جن کی کنیت
ابو موسیٰ اشعری ہے، کی آواز سنی
اور وہ قرآن پڑھ رہے تھے پس
فرمایا کہ بے شک یہ شخص آل داود
کی مزامیر میں سے ایک مزارو دیا گیا ہے

لَ طَرَبَ. تَطْرِبًا (طَرَبَ): تَغْنَى ۱۱- ۵ حملہ علی
الطَّرِبِ ۱۱- ۱۱- فِي صَوْتِهِ: رَجَعَهُ وَمَدَّةً وَحَسَنَةً ۱۱- ۱۱- ۱۱-
الطَّرِبِ عَدَل.

لَحْنٌ - تَلْحِينًا لَحْنٌ ه غَطَاءُ ۱۱- ۱۱- فِي الْقِرَاءَةِ: تَرْنَمٌ فِيهَا
وَطَرَبَ ۱۱- ۱۱- أَلْمَنَاشِيدَ: وَضَعُ بِهَا الْحَانَ. تَغْنَى بِهَا الْمَنَجِدُ ۱۱- ۱۱-
طَرَبَ: نَشْرُخُ الْحَانِي سَ آوَارِ بِنْدَ كَرْنَا سَرْ كَالْنَا - لَحْنٌ
فِي الْقِرَاءَةِ: قِرَاءَةٌ بِسَ نَرْمُ كَرْنَا، سَرَّ سَ پُرْهْنَا. الْمَنَجِدُ

اَلِ دَاوُدَ

یعنی یہ شخص حضرت داؤد علیہ السلام
جیسی آواز سے نوازا گیا ہے۔

حضرت عبیدہ ثعلبی نے حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ
اے قرآن والو قرآن شریف سے
بیکرہ لگاؤ یعنی اس کو پس پشت
نہ ڈالو۔ اور اس کی تلاوت شب
وروز ایسی کرو جیسا کہ اس کا حق
ہے کلام پاک کی اشاعت کرواؤ
اس کو اچھی آواز سے پڑھو اور
اس کے معنی میں تدبر کرو تا کہ تم
فلاح کو پہنچو اور اس کا بدلہ دنیائیں
طلب نہ کرو کہ (آخرت میں) اس کے لیے بڑا اجر و بدلہ ہے۔

عَنْ عُبَيْدَةَ الْمَلَكِيِّ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَهْلَ
الْقُرْآنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْآنَ
وَاتْلُوهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ مِنْ أَيْدِ
الْيَلِّ وَالنَّهَارِ وَأَفْشُوهُ وَ
تَغْنُوهُ وَتَدَبَّرُوا مَا فِيهِ
لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ وَلَا تَعْجَلُوا
ثَوَابَهُ فَإِنَّ لَهُ ثَوَابًا.

رواه البيهقي في شعب الایمان

طلب نہ کرو کہ (آخرت میں) اس کے لیے بڑا اجر و بدلہ ہے۔

بَابُ كَرَاهِيَةِ الرَّحَانِ فِي الْقُرْآنِ

حضرت اعمش رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے حضرت انس کے پاس ان الرحان مروجہ میں سے یعنی ان الرحان کے ساتھ جو نص قرآن کو فاسد کر دیتے ہیں اور اس کے حروف کے مخارج کو آواز کے اونچ نیچ سے پراگندہ کر دیتے ہیں، ایک لحن سے پڑھا، تو انس نے اس کو مکروہ

عَنِ الرَّعْمِشِ قَالَ قَرَأَ رَجُلٌ عِنْدَ أَنَسٍ يُلْحِنُ مِنْ هَذِهِ الرَّحَانِ فِكْرَةَ ذَلِكَ أَنَسٍ قَالَ أَبُو مُحَمَّدٍ وَقَالَ غَيْرُهُ قَرَأَ غُورًا كُ بْنُ أَبِي الْحَضْرَمِ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ كَانُوا يَرَوْنَ هَذِهِ الرَّحَانِ فِي الْقُرْآنِ مُحَدَّثَةً.

جانا، یہ قول ابو محمد کا ہے۔ دوسروں کا قول ہے کہ پڑھنے والا غورک بن ابی الحضرم تھا۔ محمد سے منقول ہے کہ علماء ان الرحان کو قرآن میں نئی چیز بدعت قرار دیتے تھے۔

ل: والاشارة بلفظ: هذه الرحان: اي بالارحان التي تقصد نص القرآن ومخارج حروفه بالتطريب وترجيح الصوت

- سنن الدارمی.

الجزء الثالث في تعلم القرآن

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ

س :- تعلم قرآن کا کیا حکم ہے ؟
ج :- تعلم قرآن یعنی قرآن کا سیکھنا اور پڑھنا فرض عین اور واجب ہے اور حفظ قرآن فرض کفایہ ہے۔

توضیح الجواب :- جاننا چاہئے کہ تعلم قرآن افضل العبادات ہے اور احسن الاعمال ہے اور اس قدر سیکھنا کہ جس سے نماز بطریق احسن ادا ہو سکے واجب علی الامتہ ہے۔ یعنی ہر مسلمان مرد و زن پر فرض عین اور واجب ہے۔ اور پورا قرآن پڑھنا اور حفظ کرنا فرض کفایہ ہے۔

علامہ برہان الدین زرکشی رحمہ اللہ: البرہان فی علوم القرآن: میں فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے تعلیم القرآن کو فرض کفایہ — اور اسی طرح حفظ القرآن کو واجب علی الامتہ قرار دیا ہے — اور فرمایا ہے کہ امام جرجانی رحمہ اللہ نے "کتاب الشافی" میں — اور علامہ عبادی رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے — اور وہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ: تعلم القرآن وحفظ القرآن: کا عدو تو اتر منقطع نہ ہو جائے اور تسلسل جاری اور باقی رہے — اور

اس پر تبدیل و تحریف طاری نہ ہو جائے۔

پس اگر کوئی قوم یا ایک جماعت تھی کہ اگر فرد واحد بھی تعلم القرآن و حفظ القرآن کا ذمہ لے لے اور اس میں مشغول رہے، تو باقی قوم سے فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔ ورنہ سب کے سب ہی آثم اور گنہگار ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی قریہ، قصبہ اور بلدہ میں کوئی بھی قرآن پڑھنے والا نہ ہو تو تمام بستی والے آثم اور گنہگار ہوتے ہیں۔

قرآن کریم سیکھنے اور حفظ کرنے کے طریقے ہر شخص کے حالات اور استعداد کے مطابق ہوتے ہیں۔ مگر حضرت ابو معالیہ رضی اللہ عنہ نے ایک احسن اور اسہل طریقہ بیان فرمایا ہے :-

تَلَّمُوا الْقُرْآنَ خَمْسَ

أَيَّاتٍ، خَمْسَ آيَاتٍ، فَاتَّ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كَانَ يَأْخُذُ عَنْ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ

السَّلَامُ خَمْسًا خَمْسًا وَفِي رِوَايَةٍ

مَنْ تَعَلَّمَ خَمْسًا خَمْسًا يَنْبِئُهُ

کہ قرآن کریم پانچ پانچ آیتیں سیکھو،

پس بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

جبریل علیہ السلام سے پانچ پانچ آیتیں

اخذ کرتے اور سیکھتے تھے، اور ایک

روایت میں ہے کہ جس نے قرآن کریم

پانچ پانچ آیتیں پڑھا اور سیکھا وہ اسے

بھولے گا نہیں۔

قرآن کریم کی تعلیم و تعلم ترتیبِ صوری اور تالیفِ معہود پر ہونی چاہئے

اس لیے کہ موجودہ ترتیب و تالیف باجماع صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

تَوْقِيفِي ہے، یعنی من جانب اللہ ہے۔ جس کا خلاف قطعاً جائز نہیں ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وارو ہے کہ آپ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا، جو قرآن کریم الٹا پڑھتا تھا، آپ نے فرمایا وہ معکوس القلب ہے۔ یعنی الٹے دل کا مالک ہے۔

قَدْ وَرَدَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ سِئَلٌ عَنِ
الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَعكُوسًا،
قَالَ ذَلِكَ مَعكُوسُ الْقَلْبِ.

قرآن کریم معکوس اور الٹا پڑھنے کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ اول یہ کہ حرف بہ حرف الٹا پڑھا جائے۔ دوم یہ کہ کلمہ بہ کلمہ الٹا پڑھا جائے۔ سوم یہ کہ آیت بہ آیت الٹا پڑھا جائے۔ چہارم یہ کہ رکوع بہ رکوع الٹا پڑھا جائے۔ پنجم یہ کہ سورت بہ سورت الٹا پڑھا جائے۔ اول الذکر دو صورتیں یعنی حرف بہ حرف اور کلمہ بہ کلمہ معکوس پڑھنا قطعاً جائز نہیں۔ حرام اور ممنوع ہے۔

ثانی الذکر دو صورتیں، یعنی آیت بہ آیت اور رکوع بہ رکوع معکوس پڑھنا، یہ دو صورتیں بطور تکرار و گردان پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ آخر الذکر صورت یعنی سورت بہ سورت معکوس پڑھنا، شیوخ و صبیان اور اہل عجم کو بوجہ صعوبت سورتوں کی رخصت اور اجازت دی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔ منزل القرآن حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے سیکھنے اور سکھانے کو ایک مستقل عبادت قرار دیا ہے اور بزبان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو اس کے فضائل اور برکات بیان فرمائے ہیں وہ غیر متناہی ہیں :-

عَنْ عَثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ
حَضْرَتِ عَثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ
 رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ
 وَعَلَّمَهُ، وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ إِنَّ
 أَفْضَلَكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ
 وَعَلَّمَهُ: (رواه البخاری وغیرہ)

سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے بہتر
 وہ شخص ہے جو قرآن کریم سیکھے اور سکھائے
 اور ایک روایت میں انہی سے منقول ہے
 کہ افضلیت تم میں سے اس شخص کو حاصل
 ہے جو قرآن کریم سیکھے اور سکھائے۔

طا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں وارد ہے کہ مفروضہ عبادت
 کے بعد قرآن پڑھنے سے اوپر کوئی درجہ عبادت نہیں ہے۔ پس قرآن کرام آیات قرآن
 کے بقدر ترقی کریں گے۔

مشائخ نے لکھا ہے کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے درجات آیات
 قرآن کے برابر ہیں۔ لہذا جو شخص جتنی آیات کا ماہر ہوگا اتنے ہی درجے اور اس
 کا مقام ہوگا۔ اور جو شخص تمام قرآن کا ماہر ہوگا وہ سب سے اوپر کے درجہ پر فائز ہوگا
 علامہ دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل فن یعنی عداوین و حسابین کا اس پر اجماع
 ہے کہ قرآن کریم کی آیات چھ ہزار ہیں۔ لیکن اس کے بعد کی تعداد میں اختلاف ہے
 اور انہوں نے اتنے اقوال نقل کئے ہیں :-

چھ ہزار دو سو چار (۶۲۰۴) چھ ہزار چھتیس (۶۰۳۶) چھ ہزار پچیس

(۶۰۲۵) چھ ہزار انیس (۶۰۱۹) چھ ہزار چودہ (۶۰۱۴)

شرح احوار میں لکھا ہے کہ ہر ایک آیت جنت میں ایک درجہ ہے۔

پس قاری قرآن سے کہا جائے گا کہ جنت کے درجات پر بقدر اپنی قرأت چڑھتا

جا۔ جو شخص قرآن پورا کرے گا وہ جنت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچے گا، اور جو شخص کچھ حصہ پڑھا ہوا ہو گا وہ اس کے برابر درجات پر پہنچے گا۔ پس منہا ترقی منہا ترقی قرأت ہوگی۔ (ملخصاً من فضائل القرآن)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھنا جا اور جنت کے درجات پر چڑھنا جا۔ اور ترتیل سے پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ترتیل سے پڑھتا تھا۔ پس تیری منزل وہی ہے جہاں تو آخری آیت پر پہنچے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم سیکھو، پھر اس کو پڑھتے رہا کرو۔ پس بلاشبہ قرآن کریم کی مثال اس شخص کی جس نے سیکھا اور اسے پڑھنا رہا اور اس کے ساتھ قیام ایمل

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لِصَاحِبِ
الْقُرْآنِ، إِقْرَأْ وَأَرِقْ وَرَتِّلْ كَمَا
كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا، فَإِنَّ
مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ إِخْرَآئِهِ تَقْرُؤُهَا

رواہ احمد

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ
فَاقْرَءُوهُ، فَإِنَّ مَثَلَ الْقُرْآنِ
لِمَنْ تَعَلَّمَ فَقْرًا، وَقَامَ بِهِ
كَمَثَلِ جُرَابٍ مَسْمُومٍ سَكَتَفُوحٍ
رِيحُهُ كُلُّ مَكَانٍ، وَمَثَلُ مَنْ

تَعَلَّمَهُ فَرَقَدَّ وَهُوَ فِي جَوْفِهِ
كَمَثَلِ جُرَّابٍ أُوكِيَ عَلَى
مَكِّ

کرتا رہا، اس تھیلی کی سی ہے جو مشک
سے بھری ہوئی ہو کہ اس کی خوشبو تمام
مکان میں پھیلتی ہو۔ اور جس نے سیکھا
اور پھر سو گیا اور اس جا پیکہ وہ اس کو یاد
تھا اس کی مثال اس شخص کے لیے
اس تھیلی کی سی ہے جو مشک سے
بھری ہوئی ہو اور اس کا منہ بند کیا گیا ہو

حضرت معاذ جہنی رضی اللہ تعالیٰ
عنه سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس
شخص نے قرآن کریم پڑھا اور اس پر
عمل کیا، اس کے والدین کو قیامت
کے روز ایک ایسا تاج پہنایا جائے گا
جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے
بھی زیادہ ہوگی اگر وہ ہمارے گھر میں ہو۔
پس کیا گمان ہے تمہارا اس شخص کے
بارے میں جو خود اس کا عامل ہو۔

عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَهَنِي رَضِيَ
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَعَمِلَ
بِمَا فِيهِ الْبِسَ وَالِدَاهُ تَأْجَبُومُ
الْقِيَمَةِ ضَوْئُهُ أَحْسَنُ مِنْ
ضَوْءِ الشَّمْسِ فِي الدُّنْيَا لَوْ كَانَ
فِيكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِي عَمِلَ
بِهَذَا؟

حاکم نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ
ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن کریم پڑھے اور اس پر عمل کرے — ایک

تاج پہنایا جائے گا جو نور سے بنا ہوگا۔ اور اس کے والدین کو دو جوڑے ایسے پہنائے جائیں گے کہ تمام دنیا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ وہ عرض کریں گے کہ یا اللہ یہ جوڑے کس عمل کے صلہ میں ہیں۔ ارشاد ہوگا کہ تیرے بچے کے قرآن پڑھنے کے بوض میں ہیں۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنَّ الذِّمِّيَّ لَيْسَ فِي جَوْفِهِ شَيْءٌ
مِّنَ الْقُرْآنِ كَالْبَيْتِ الْخَرِبِ
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے کہ جس شخص کے قلب میں قرآن
کریم کا کوئی حصہ بھی محفوظ نہیں ہے
وہ بمنزلہ ویران گھر کے ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بیت خرب وہی ہے جس میں تلاوت قرآن نہ ہوتی ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں شب و روز اور صبح و شام قرآن کریم پڑھا جاتا ہو اس کے اہل و عیال کثیر ہو جاتے ہیں اس میں خیر و برکت بڑھ جاتی ہے، اس میں ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں۔

اور جس گھر میں قرآن نہیں پڑھا جاتا اس میں تنگی ہوتی ہے۔ بے برکتی ہوتی ہے، ملائکہ اس گھر سے چلے جاتے ہیں اور شیاطین اس میں گھس آتے ہیں۔
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے بچے کو ناظرہ قرآن کریم سکھلا دے اس کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور جو شخص حفظ کرائے اس کو قیامت میں چودھویں رات کے چاند کے مشابہ اٹھایا جائے گا، اور اس کے بچے سے کہا جاوے گا کہ پڑھ جب بچہ ایک آیت پڑھے گا باپ کا ایک درجہ بلند کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ تمام قرآن کریم پورا ہو اور باپ کے بلندی درجات کی انتہا ہو۔

إِنَّ نَاسًا مَّرْكَبًا مِّنَ الْخَطَايَا وَالنِّسْيَانِ - انسان غلطی کا پتلا ہے اس سے بھول چوک اور لغزشیں ہوتی رہتی ہیں اپنی عظمت و جہالت کی وجہ سے طرح طرح کے گناہوں کا ارتکاب کرتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ بسا اوقات صغائر سے گذر کر کبائر کا مرتکب ہو جاتا ہے اور جہنم کی سزا اس کا مقدر بن جاتی ہے۔ جہنم کے دخول اور اس کی ہولناکی اور سنگین سزا سے محفوظ رہنے کے

لیے حفظ قرآن سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں ہے۔ لہذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ قرآن کریم حفظ کرے، نہیں کر سکتا تو عزیز واقارب کو حفظ کرائے، نہ ہو تو کسی مسلمان بچے کو حافظ بنا دے، نہ متیسر ہو تو ان مدارس کے ساتھ دامنے، درہے سنے تعاون کرے۔ جو حفظ قرآن کے لیے قائم کئے گئے ہیں کہ ان کے طفیل یہ بھی اپنی بد اعمالیوں کی سزا اور دخول جہنم سے محفوظ رہے گا۔

عَنْ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّ الْقُرْآنَ
حَضْرَتِ عَلِيِّ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَأَنَّ يَدَيْهِ مَلَكٌ يَحْفَظُ لَهُ الْقُرْآنَ
أَوْ يَنْقُلُ لَهُ مِنْ سَائِرِ الْقُرْآنِ
أَوْ يَتْلُو لَهُ مِنْ سَائِرِ الْقُرْآنِ
أَوْ يَتْلُو لَهُ الْقُرْآنَ

فَاسْتَهْطَرَهُ فَاحْتَلَّ حِلَّاهُ
 وَحَرَّمَ حَرَامَهُ دَخَلَ اللَّهُ الْبَيْتَ
 وَشَقَّعَهُ فِي عَشْرَةِ أَهْلِ
 بَيْتِهِ كُلِّهِمْ قَدْ وَجِبَتْ
 لَهُ النَّارُ. (رواه احمد والترمذی)

قرآن کریم پڑھا۔ پھر اسے حفظ کیا۔ اور
 اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام
 جانا حق سبحانہ تعالیٰ اس کو (ابتداءً
 ہی) جنت میں داخل فرما دیں گے۔
 اور اس کے گھرانے میں سے ایسے
 دس آدمیوں کے حق میں اس کی شفاعت
 قبول فرما دیں گے جن کے لیے جہنم کی
 سزا بوجہ فسق و فجور واجب ہو چکی ہوگی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے قرآن
 سیکھا اور اسے حفظ کیا اللہ تعالیٰ
 اسے جنت میں داخل فرما دیں گے۔

وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
 وَالسَّلَامُ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ
 وَحَفِظَهُ أَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ
 (رواه ابن ماجہ)

علامہ ولی الشاطبی رحمہ اللہ حامل قرآن کے بارہ میں فرماتے ہیں :-

وَجِبَتْ الْفِتْنَةُ بِرِتَاعِ فِي ظُلْمَاتِهِ
 مِنَ الْقَبْرِ يَلْقَاهُ سَنًا مِنْهُ هِلَلًا

اور جس جگہ جو ان (حامل قرآن) اپنے اعمالِ قبیحہ کی وجہ سے پیدا ہونے
 والے اندھیروں میں گھبرائے گا جو اسے قبر میں پیش آئیں گے تو وہاں پر قرآن
 روشن ہو کر لبیک اور خوش آمدید کہتا ہوا ملے گا۔

هُنَالِكَ بَهْنِيهِ مَقْبَلًا وَرَوْضَةً
وَمِنْ أَجْلِهِ فِي زُورَةِ الْعَزِيْجَتَلَا

وہاں وہ قبر اس کو قبیلہ گاہ اور باغ معلوم ہوگی اور قرآن کریم کی وجہ سے وہ عزت کے بلند مقام میں جھانک جھانک کر دیکھا جائے گا۔

يُنَاشِدُ فِي أَرْضَائِهِ لِجَبِيْبِهِ
وَأَجْدِرِيْهِ سُؤْلًا إِلَيْهِ مُوَصَّلًا

وہ قرآن اپنے حامل دوست کے لیے اللہ تعالیٰ کے راضی کرنے میں مبالغہ کرے گا اور بار بار سوال کرے گا تا آنکہ اسے بخشوا دے گا۔ اور کس قدر عجیب ہے وہ باعتبار سوال کے کہ مسؤل اس کی طرف پہنچا ہوا ہوگا۔

هَنِيئًا مَّرِيْبًا وَإِلْدَاكَ عَلَيْهَا
مَلَابِسُ أَنْوَارٍ مِّنَ النَّجَاحِ وَالْأَحْلَا

خوش و خرم رہ تو اسے قاری اس لئے کہ تیرے والدین پر انوار کے لباس یعنی شرف و کرامت کے تاج اور زیور ہوں گے۔

فَمَا ظَنُّكُمْ بِالنَّجْلِ عِنْدَ جَزَائِهِ
أَوْلَائِكَ أَهْلُ اللَّهِ وَالصَّفْوَةُ الْمَلَا

پس اے مخاطب اور اسے لوگو تمہارا کیا گمان ہے اس بچے کی جزاء خیر کے وقت جس کے والدین کا یہ اعزاز و اکرام ہے (خلاصہ اور مختصر یہ کہ یہ قرآن اہل اللہ پسندیدہ خلائق اور اشراف امت ہیں۔

أُولُو الْبِرِّ وَالْإِحْسَانِ وَالصَّبْرِ وَالْتَّقَى
 حُلَاهُمْ بِهَا جَاءَ الْقُرْآنُ مَفْصَلًا

وہ اصحابِ اطاعت، احسان و متابعت اور صبر و تقویٰ ہیں، یہ ان کی
 صفاتِ حمیدہ ہیں جن کے ساتھ قرآن آیا ہے مفصل و مزین۔

إِنَّ الْقُرْآنَ مَا دَبَّ اللَّهُ فَتَعَلَّمُوا مَا دَبَّتْهُ
 مَا اسْتَطَعْتُمْ

مَسُّ الْقُرْآنِ

س : مس قرآن کا کیا حکم ہے ؟

ج : مس قرآن یعنی قرآن کریم کو چھونا، ہاتھ لگانا اور چومنا طہارت کاملہ کے ساتھ

با وضو ہونا چاہیے بغیر طہارت کاملہ اور بے وضو چومنا، چھونا اور ہاتھ

لگانا ممنوع اور ناجائز ہے۔ البتہ بے وضو تلاوت جائز اور مباح ہے۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ :- جاننا چاہیے کہ قرآن کریم کلام اللہ ہے اور کلام اللہ کو

دیگر کلاموں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ کو مخلوقات پر

اس لئے قرآن کریم کا احترام اور ادب لازم اور ضروری ہے۔

کلام اللہ کا اولین ادب یہ ہے کہ اس کو مس کرتے وقت طہارت کاملہ

یعنی حدیث اکبر اور حدیث اصغر سے پاک ہونا چاہیے اور بے طہارت کاملہ اور

بے وضو چومنا، چھونا اور ہاتھ لگانا ممنوع اور ناجائز ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ فِي كِتَابٍ

مَكْتُوبٍ : لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ

تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝

اس کو وہی چھوتے ہیں جو پاک بنائے

گئے ہیں۔ اتارا ہوا ہے پروردگار عالم

کی طرف سے۔

خفیہ کہتے ہیں کہ "ہمیں مس کرتے

الْحَنِيفَةَ قَالُوا اِرْوَيْسُهُ

اس: قرآن کو مگر پاک لوگ، یعنی جناب
اور حدیث سے یعنی حدیث اکبر اور حدیث
اصغر سے۔

اور کہتے ہیں کہ لفظ آیت خبر
ہے اور معنی اس کا طلب۔

اور کہتے ہیں کہ قرآن سے مراد یہاں
پر مصحف ہے اور دوسرے حضرات
کہتے ہیں کہ نہیں مس کرنے اس قرآن
کو مگر پاک یعنی نہیں مس کرنے اس کو مگر
اللہ کے ہاں پاک فرشتے۔

اور لیکن دنیا میں، پس مس کرنا
ہے اس کو نجس مجوسی اور غلیظ منافق

اور عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد

بن عمرو بن حزم اپنے باپ اپنے دادا

سے نقل کرتے ہیں کہ بلاشبہ نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے اہل مسن کی طرف ایک

مراسلہ بھیجا جس میں مکتوب تھا کہ قرآن

إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ) أَيْ مِنَ الْجَنَابَةِ
وَالْحَدِيثِ أَيْ مِنَ الْحَدِيثِ الْكَبِيرِ
وَالْحَدِيثِ الْأَصْغَرِ:

وَقَالُوا، وَلَفْظُ الْآيَةِ

خَبْرٌ وَمَعْنَاهَا التَّلَبُّ.

وَقَالُوا. وَالْمُرَادُ بِالْقُرْآنِ

هَهُنَا الْمُصْحَفُ: وَقَالَ

آخَرُونَ رَلَا يَمَسُّهُ إِلَّا

الْمُطَهَّرُونَ، أَيْ لَا يَمَسُّهُ

عِنْدَ اللَّهِ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ:

وَأَمَّا فِي الدُّنْيَا فَإِنَّهُ

يَمَسُّهُ الْمَجُوسِيُّ النَّجِسُ وَ

الْمُنَافِقُ الرَّجْسُ

ایک اور حدیث میں وارد ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ

بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ

عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ

إِلَى أَهْلِ الْيَمَنِ كِتَابًا فِيهِ

کو مس کرے مگر پاک۔

لَا يَمَسُّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ

(النسائي، والدارقطني والبيهقي)

ابن عبد البر اس حدیث کے

قَالَ ابْنُ عَبْدِ بَرٍّ فِي هَذَا

بارہ میں فرماتے ہیں کہ جو جسے بالینے لوگوں

الْحَدِيثِ: أَنَّهُ أَشْبَهُ بِالتَّوَاتُرِ

کے قبولیت کے ساتھ یہ حدیث ائبہ

لِتَلْفِي النَّاسِ لَهُ بِالتَّقْبُولِ

بالتواتر ہے۔

اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ

عنہما سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

”قرآن کو مس نہ کرے مگر پاک“ اس کو

لَا يَمَسُّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ ذَكَرَهُ

ہیشمی نے مجمع الزوائد میں ذکر کیا ہے

الرَّيْشِيُّ فِي مَجْمَعِ الزَّوَاِيدِ

اور کہا کہ اس کے رجال موثق ہیں،

وَقَالَ مَرَّجَالُهُ مُوثِقُونَ

پس حدیث اس بات پر دلالت

فَالْحَدِيثُ يُدَلُّ عَلَى أَنَّهُ

کرتی ہے کہ یقیناً مس مصحف یعنی قرآن

لَا يَجُوزُ مَسُّ الْمُصْحَفِ آيِ

جائز نہیں ہے مگر اس شخص کے لئے جو

الْقُرْآنِ إِلَّا لِمَنْ كَانَ طَاهِرًا

طاہر ہو۔

وَلَكِنَّ الرَّطَّاهِرُ لَفْظٌ

لیکن۔ طاہر: ایک لفظ مشترک ہے

مُشْتَرِكٌ يُطْلَقُ عَلَى الطَّاهِرِ

جس کا اطلاق طاہر زحد اکبر و اصغر دونوں

پر کیا جاتا ہے نیز المؤمن اور ہر

مِنَ الْحَدِيثِ الْأَكْبَرِ وَالطَّاهِرِ

اس شخص کو بھی کیا جانتا ہے جس کے بدن
پر نجاست نہ ہو۔

مِنَ الْحَدِيثِ الْأَصْغَرِ، وَيُطْلَقُ
عَلَى الْمُؤْمِنِ. وَعَلَى مَنْ لَيْسَ
عَلَى بَدَنِهِ نَجَاسَةٌ

اور ضروری ہے حمل حدیث کے

وَلَا بُدَّ لِحَمَلِهِ عَلَى

لئے کون مبین قرینہ، پس نص

مُعَيَّنٍ مِّنْ قَرِينَةٍ فَلَا يَكُونُ

میں ہوگی حدیث، اصغر سے حدیث

الْحَدِيثُ نَصًّا فِي مَنْعِ الْمُحَدِّثِ

منع کرنے میں منصف ت

حَدَثًا أَصْغَرَ مِنْ مِّسِّ الْمُصْحَفِ

اور اللہ سبحانہ کا قول ہے: لَا

وَأَمَّا قَوْلُ اللَّهِ سُبْحَانَهُ:

يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ: پس

(لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ) فَالظَّاهِرُ

ظاہر ہے کہ رجوع ضمیر کی کتاب مکتوب

رُجُوعُ الضَّمِيرِ إِلَى الْكِتَابِ الْمَكْتُوبِ

کی طرف ہے اور وہ ہے لوح محفوظ،

وَهُوَ اللَّوْحُ الْمَحْفُوظُ. لِأَنَّهُ الْأَقْرَبُ

اس لئے کہ وہی اقرب ہے اور المطہرون

وَالْمُطَهَّرُونَ الْمَلَائِكَةُ

سے مراد ملائکہ ہیں، پس وہ ایسا ہے جیسا

وَهُوَ كَقَوْلِهِ تَعَالَى: (فِي صُحُفٍ

کہ اللہ تعالیٰ کا قول: (وہ ایسے صحیفوں

مُكْرَمَةٍ، مَرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ

میں ہے جو مکرم ہیں، رفیع المکان ہیں

بِأَيْدِي سَفَرَةٍ، كِرَامٍ بَرَرَةٍ)

مقدس ہیں جو ایسے لکھنے والوں کے

وَلِذَا ذَهَبَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَالشَّعْبِيُّ

ہاتھوں میں ہیں کہ وہ مکرم نیک ہیں،

وَالضَّحَّاكُ وَزَيْدُ بْنُ عَلِيٍّ

اور اسی واسطے ابن عباس اور شعبی

وَالْمُرَيْدُ بِاللَّهِ وَدَاوُدُ وَابْنُ

اور ضحاک اور زید بن علی اور المؤید

حَزْمٌ وَحَمَّادُ بْنُ أَبِي سَلِيمَانَ إِلَى

أَنَّهُ يَجُوزُ لِلْمُحَدِّثِ حَدِيثًا
أَصْفَى مَسْئُومِ الصُّحُفِ

باللہ اور واؤ و اور ابن حزم اور حماد بن
ابن سلیمان اس طرف گئے ہیں کہ بیچک
حدیث اصغر سے محدث کے لئے مسؤ
الصحف جائز ہے۔



الْاِكْتَارُ فِي تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ

س : اکتار فی تلاوة القرآن کا کیا حکم ہے ؟

ج : اکتار فی تلاوة القرآن یعنی کثرت تلاوت قرآن مستحب ہے مستحسن ہے اور باعث

خوشنودی منزل قرآن اور ذریعہ دخول جنت اور بلند می درجات ہے !

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ :- جانا چاہیے کہ تلاوة قرآن کریم افضل الاعمال اور احسن الذکوار ہے اور غذا و قلوب مختلف الافکار سے

ذِكْرُ اِدْلَاهِ لِلْقُلُوبِ قُوَّةٌ : اِذَا اشْفَى فَاِنَّهَا تَمُوتُ

ذکر الہی قلوب کے لئے روحانی قوت ہے : جب یہ غذا نہ ہو تو قلوب مردہ ہوتے ہیں

اکتار یعنی کثرت تلاوة کے بارے میں آیات متعددہ اور احادیث کثیرہ وارد ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

۱ : يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ

وہ پڑھتے ہیں اللہ کی آیتیں راتوں کے وقت

اللَّيْلِ وَهُمْ يُسْجِدُونَ وَنَحْنُ

اور وہ سجدے کرتے ہیں

بلاشبہ فجر کا قرآن پڑھنا اور بروموتا

۲ : اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ

ہے ان فرشتوں کے جو لیل و نہار میں

مَشْهُودًا هُوَ سُرُودٌ

صبح و شام مجتمع ہوتے ہیں

بلاشبہ جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں

۳ : اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتَابَ

اور قائم کرتے ہیں نماز اور خرچ کرتے

اللَّهِ وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ وَ

أَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا
وَعَلَانِيَةً يَسْتَرْجُونَ تَجَارَةً
لَّنْ تَبُورَ ۚ لِيُوقِيَهُمْ أَجُورَهُمْ
وَيَزِيدَ هُمْ مِّنْ فَضْلِهِ إِنَّهُ
غَفُورٌ شَكُورٌ ۝ فَاطِيه

ہیں کچھ ہمارا دیا ہوا خفیہ اور علانیہ
امید والہ ہیں ایک ایسے بیوپار کے جس
میں ٹوٹنا نہ ہو تاکہ پورا دے ان کو ثواب
ان کا اور زیادہ دے اپنے فضل سے
بے شک وہ ہے بخشنے والا قادر دان۔

۴ : اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ
كِتَابًا مَّتَشَابِهًا مَّثَانِيفَ
تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ
يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيدُ
وَهُمْ حَرْدُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ
ذِكْرِ اللَّهِ ذَلِكَ هُدَىٰ اللَّهُ
بِهِدَىٰ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ
يُضِلِّ اللَّهُ فَمَا لَهُ
مِنْ هَادٍ ۝

اللہ نے اناری بہترین کتاب آپس میں
ملتی دوہرائی ہوئی بال کھڑے ہونے
ہیں اس سے کھال پر ان لوگوں کے
جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے پھر نرم
ہوتی ہیں ان کی کھالیں اور ان کے
دل اللہ کی یاد پر یہ ہے راہ دینا اللہ
کا اس طرح راہ دینا ہے جس کو چاہے
اور جس کو راہ بھلائے اللہ اس کو کوئی
نہیں سمجھانے والا۔

اور حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

إِقْرَأُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ
يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعًا
لِّأَصْحَابِهِ (مسند ابی داؤد)

قرآن کریم پڑھا کرو پس بلاشبہ وہ قیامت
کے روز اپنے اصحاب یعنی اپنے پڑھنے
والوں کیلئے شفیع بن کر آئے گا۔

- ۲ : أَفْضَلُ عِبَادَاتِ أُمَّتِي قِرَاءَةُ
الْقُرْآنِ : بیری
- ۳ : يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى مَنْ شَغَلَهُ
قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ عَنْ دُعَائِي
أَعْطَيْتُهُ أَفْضَلَ شَيْءٍ
الشَّاكِرِينَ
- ۴ : إِتْرَأُوا الْقُرْآنَ مَا اسْتَلَفْتُمْ
عَلَيْهِ قُلُوبُكُمْ فَإِذَا اِخْتَلَفْتُمْ
فَقُرُّوا عَنْهُ.
- (بخاری)
- ۵ : أَوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ تَعَالَى
فَإِنَّهُ رَأْسُ كُلِّ شَيْءٍ
وَعَلَيْكُمْ بِالْجِهَادِ فَإِنَّهُ
رَهْبَانِيَّةُ الْإِسْلَامِ وَعَلَيْكُمْ
بِذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى وَتِلَاوَةِ
الْقُرْآنِ فَإِنَّهُ رَوْحُكُمْ
فِي السَّمَاءِ وَذِكْرُكُمْ فِي الْأَرْضِ
- (احمد)

بیری امت کی بہترین عبادت قراءۃ
قرآنی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو قرآن
کریم کی تلاوت نے مشغول رکھا میری دعاً
سے، میں اس شخص کو شکر کرنے والوں سے
زیادہ بہتر دوں گا

قرآن کریم پڑھا کرو، تا وقتیکہ تمہارا دل اس
سے مانوس ہو اور جب دل نہ مانے تو اس
سے اٹھ کھڑے ہو جاؤ یعنی تلاوت
موقوف کرو۔

میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ
کا تقویٰ اختیار کرو۔ پس بے شک وہ ہر چیز
کی بنیاد ہے، اور اپنے اوپر جہاد لازم رکھو
پس بلاشبہ وہ اسلام کی رہبانیت ہے اور
اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا ذکر اور تلاوت قرآن
لازم رکھو۔ پس یقیناً وہ آسمان میں تیرے
لئے راحت ہے اور زمین میں تیرا ذکر
ہے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ اپنی کتاب : الأذکار : میں فرماتے ہیں کہ کثرت تلاوت

باختلاف اشخاص مختلف ہوتی ہے۔ پس مختار یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو فکر و تہمت سے
 لطائف و معارف ظاہر ہوتے ہوں تو اسے چاہیے کہ فقط اس قدر تلاوت کرے
 جس سے: مَاقُورِيْ: کا مفہوم حاصل ہو جائے۔

اسی طرح وہ شخص جو نشرِ علوم و تہمت میں مصروف ہو یا دیگر بہتات دین امور
 مملکت اور مصالح عامہ میں منہمک ہو اور رجاہ عامہ کے کاموں میں مشغول ہو تو وہ
 اقصاء تلاوت کرے تاکہ امور مذکورہ میں خلل واقع نہ ہو۔ ہاں اگر وہ شخص ان مذکورہ
 میں سے نہ ہو تو پھر جس قدر ممکن ہو اکثر فی التلاوة ہی بہتر ہے مگر نہ اس قدر کہ حد
 طول کو پہنچے یا ہذرہ فی القراءۃ واقع ہو جائے کیونکہ اس سے مانعت آتی ہے۔

نَبِيِّ رَسُوْلٍ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْهَدْرَمَةِ
 بِالْقُرْآنِ وَالْهَدْرَمَةِ التَّعْجِيْلُ بِتِلَاوَةِ
 الْقُرْآنِ

إِسْتِمَاعُ الْقُرْآنِ

س :- استماع القرآن کا کیا حکم ہے ؟

ج :- استماع قرآن یعنی قرآن کریم پڑھنا مستحب اور مسنون ہے !

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ :- جاننا چاہیے کہ استماع قرآن یعنی قرآن کریم دوسرے سے پڑھنا اور سننا مستحسن اور مسنون ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے پڑھوا کر قرآن کریم سنا کرتے تھے !

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ

عنه سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول

تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مامور فرمایا کہ

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

مجھے قرآن کریم پڑھکر سناؤ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا کپڑا

إِقْرَأْ عَلَيَّ، قُلْتُ: أَقْرَأُ عَلَيْكَ

پھانکنا توں جانا کھروا، پھر نازل کیا گیا ہے۔

وَعَلَيْكَ أَنْزَلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟

آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ

قَالَ إِنِّي أَشْتَرِي أَنْ أَسْمَعَهُ

اس کو دوسرے سے سنوں۔

مِنْ غَيْرِي.

راوی کہتے ہیں کہ میں نے سورہ نساء

قَالَ: فَقَرَأْتُ النَّسَاءَ

پڑھی، یہاں تک کہ میں جب اس آیت

حَتَّىٰ إِذَا بَلَغْتُ "فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا

پر پہنچا، پس اس وقت بھی کیا حال

مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا

ہو گا جب کہ ہم ہر ہر امت میں سے ایک

بِكَ عَلَيَّ هُوَ لِأَنَّ شَهِيدًا."

ایک گواہ حاضر کریں گے اور آپ کو بھی
ان لوگوں پر گواہی دینے کے لئے حاضر
لاویں گے۔

آپ نے فرمایا کہ خاموش، یا یہ فرمایا
کہ رک جاؤ پس میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں
سے آنسو بہ رہے ہیں۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ
عنه سے مروی ہے کہ بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت ابی ابن کعب کو فرمایا
کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہے کہ میں تجھ کو
سورہ لم ینزل پڑھ کر سنا دوں۔

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ
اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر فرمایا ہے؟
آپ نے فرمایا ہاں نام لے کر ہی فرمایا ہے
راوی کہتے ہیں ابی ابن کعب روویئے۔

ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کو جب یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میرا نام
لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سننے کے
لئے فرمایا ہے تو آپ زار و قطار روئے

قَالَ: كُفْتُ أَوْ أَمْسِكُ
فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْرَسَانِ
(رَوَاهُ الشَّيْخَانُ)

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ لِأَبِي بِنِ كَعْبٍ إِنَّ اللَّهَ
أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ: لَمْ يَكُنِ
الَّذِينَ كَفَرُوا:

قَالَ: وَسَمَّانِي لَكَ؟

قَالَ: نَعَمْ قَالَ فَبَكَى

(رواه مسلم والترمذی)

بَكَى أَبِى بِنِ كَعْبٍ لَمَّا عَلِمَ
أَنَّ اللَّهَ ذَكَرَ اسْمَهُ لِلنَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَفِيهِ
اسْتِجَابَةٌ لِاسْتِمَاعِ الْقُرْآنِ مِنْ

أَهْلِيهِ الْمُتَّقِينَ لَهُ

پس اس میں ماہرین قرآن سے استماع

قرآن کا استحباب معلوم ہوتا ہے۔

اور سامع قرآن پر خشوع و خضوع

اور انصات و سکوت اور اس کے معانی

میں تفکر و تدبیر بلیغ لازم ہے اور جو اس

میں حکم و مواعظ ہیں اور اہم ماہرین کے

حالات و واقعات ہو کر رہے ہیں اور ان

کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کا معاملہ اور پرتاؤ

گذر رہے اس سے عبرت و نصیحت حاصل

کرنا ہے۔ بوجہ قول اللہ تعالیٰ کے "أَوْجِبْ

قُرْآنَ پڑھا جائے تو تم اس کو سنو اور

خاموش رہو تا کہ تم پر رحم ہو"

قرآن کریم کا جیسا کہ پڑھنا افضل الاعمال ہے ایسا ہی اس کا سننا بھی احسن

الاعمال ہے اور مجلس قرآن میں موجود ہونا گویا ایسا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں

موجود ہونا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا اور اس سے مناجات کرنا ہے۔

وَبِالْوَجْهِ الْجَالِسُ فِي مَجْلِسِ الْقُرْآنِ كَأَنَّهُ فِي مَجْلِسِ

اللَّهِ يُحَاكِيهِ وَيُنَاجِيهِ رَسَّالُ اللَّهِ التَّوْفِيقَ وَالْهُدَايَةَ

أَمِينٌ

ختم القرآن

س : ختم القرآن کیسے اور کتنی دیر میں کرنا چاہیے ؟

ج : قرآن کریم ختم کرنے کا طریقہ مشہور و معروف ہے وہ یہ ہے کہ جب قرآن کریم کی

تلاوت پوری ہو جائے تو معوذتین کے بعد یعنی آخری سورت پڑھ کر بلا وقفہ اور متصل

ہی سورت فاتحہ اور باری آیات سورت بقرہ کی ”هُوَ الْمُفْلِحُونَ“ تک پڑھنا

چاہیے۔ یہ طریقہ مسنون اور مستحب ہے اور اس خاص طریقہ کو بہ احوال المرئجل کہتے

ہیں۔ درحقی الامکان کم از کم تین دن یا سات دن میں اور زیادہ سے زیادہ چالیس

دہا میں قرآن ختم کرنا احب اور افضل ہے !

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ ختم قرآن کے وقت معوذتین کے بعد بلا وقفہ

اور متصل سورہ الفاتحہ کا اور سورہ البقرہ کی آیات خمسہ ”هُوَ الْمُفْلِحُونَ“ تک

کا الحاق مسنون اور احب و افضل ہے اس لئے کہ عندا لکوفین : ”السم“ مستقل آیت

ہے اور عند غیر الکوین جزو آیت ہے اور ختم کرنے کے اس طریقہ خاص کو اسنادیث میں

”الْحَالُ الْمُرْتَجِلُ“ نام ہے جو بین القراء والاعلام مشہور و معروف ہے

اور امت کا معمول ہے

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ

تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَا : قَالَ رَجُلٌ :

عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ ایک

يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ

شخص نے سوال کیا کہ بار رسول اللہ کونسا

عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے؟

فرمایا کہ الْحَالُ الْمُرْتَجِلُ

فرمایا کہ: الْحَالُ الْمُرْتَجِلُ

کیا ہے؟

فرمایا کہ وہ شخص جو کہ بیماری سے زیادہ

قرآن سے آخر قرآن تک جب وہ نماز

یہ پورا پورا پڑھتا ہے یعنی اب

بھی قرآن پورا پڑھ لیتا ہے اور اس کا

ہے اول کی تلاوت اور آخر کی تلاوت

تلاوت ہے۔

أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ؟

قَالَ الْحَالُ الْمُرْتَجِلُ!

قَالَ وَمَا الْحَالُ الْمُرْتَجِلُ؟

قَالَ: الَّذِي يَضْرِبُ مِنْ

أَدَاةِ الْقُرْآنِ إِلَى آخِرِهِ كَمَا

حَدَّثَ الرَّحَدُ

ابن اثیر نے اپنی کتاب نہایہ میں اس حدیث کو اس طرح نقل کیا ہے۔

سوال کیا ہے اور رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الْحَالُ

الْمُرْتَجِلُ: سوال کیا کہ وہ کیا ہے؟

فرمایا: تم کرنے والا شروع کرنے

والا اور وہ وہ شخص ہے جو اپنی تلاوت

سے قرآن کریم ختم کرتا ہے پھر اس کے

اول سے تلاوت کی افتتاح کرتا ہے۔

پھر اپنی تلاوت سے قرآن ختم کرتا ہے

سُئِلَ أَلِ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ:

فَقَالَ: الْحَالُ الْمُرْتَجِلُ: قِيلَ:

وَمَا ذَاكَ؟

قَالَ: الْحَالُ الْمُرْتَجِلُ: وَ

هُوَ الَّذِي يَخْتِمُ الْقُرْآنَ بِتِلَاوَتِهِ

ثُمَّ يَفْتَحُ التَّلَاوَةَ مِنْ أَوَّلِهِ

ثُمَّ يَخْتِمُ الْقُرْآنَ بِتِلَاوَتِهِ

پھر اس کے اول سے قراءۃ کا افتتاح کرنا،
تثبیہ و تہنیت کے اس سفر سے جو نزل پر پہنچا ہے اور پھر
سفر کا افتتاح کرتا ہے یعنی سفر کی ابتدا کرتا ہے تو اہم کرتا ہے
اور پھر سفر کا افتتاح راہنما کرتا ہے۔

ثُمَّ يَفْتَتِحُ التَّلَاوَةَ مِنْ أَوَّلِهِ
ثَبَّتَهُ بِالْمُسَافِرِ يَبْلُغُ
الْمَنْزِلَ فَيَجِدُ فِيهِ ثُمَّ يَفْتَتِحُ
سَيْرَهُ أَيْ يَبْتَدِئُهُ

اور اسی طرح قرآن مجید قرآن
کی تلاوت کر کے ختم کرتے تھے تو ابتدا کرتے
تھے اور ارفاق اور پانچ آیات اول سورۃ
بقرہ کی: وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ
تک پڑھنے تھے پھر قراءۃ قطع کرتے تھے
اور اس کے عامل کو اَلْحَالُ الْمُرْتَجِدُ
کے نام سے موسوم کینے تھے یعنی جو شخص
قرآن کو اپنی تلاوت سے ختم کرتا اور ابتدا
اس کے اول سے کرتا اور وقفہ کرتا ان
دونوں میں کسی قدر بھی۔

وَكَذَلِكَ قِرَاءَةُ مَكَّةَ إِذَا
خَتَمُوا الْقُرْآنَ بِالتَّلَاوَةِ. ابْتَدَأُوا
بِقِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ وَخَمْسَ آيَاتٍ
مِنْ تَوَكُّبِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ إِلَى: وَ
وَسَيِّدَهُ هُمُ الْمُفْلِحُونَ. ثُمَّ
يَقْطَعُونَ الْقِرَاءَةَ وَيُسْمُونَ
فَاعِلَ ذَلِكَ: الْحَالُ الْمُرْتَجِدُ:
أَيْ خَتَمَ الْقُرْآنَ بِتِلَاوَتِهِ
وَأَبْتَدَأَ بِأَوَّلِهِ: وَلَمْ يَقْصِدْ
بَيْنَهُمَا بَيْنَمَانٍ.

قرآن کریم کتنی دیر میں ختم کیا جائے؟ سو اس بارے میں اقوال متعدد ہیں

اور مستحب یہ ہے کہ ہر سہفتہ میں ایک

قرآن ختم کیا جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

کہ ہر سات دن میں پورا قرآن پڑھ اور اس کے

وَيَسْتَحِبُّ خَتْمَ الْقُرْآنِ

فِي كُلِّ اسْبُوعٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِقْرَأِ الْقُرْآنَ

فِي كُلِّ سَبْعٍ وَلَا تَزِدْ رِوَاةَ ابْنِ أَبِي

زیادتی ذکر.

اور طبرانی نے بسند حیدر روایت کیا ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے اجزاء کیسے بنا کرتے تھے؟ فرمایا کہ تین اور پانچ یعنی تین یا پانچ یوم میں ختم کیا کرتے تھے

اور سلف صحابہ میں سے اکثر نے تین یوم سے کم یا قرآن کریم کو وہ جانب اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے تین دن سے کم نہیں پڑھا اس نے اسے سمجھا نہیں

وَرَوَى الطَّبْرَانِيُّ بِسَنَدٍ حَيْدَرِ سَعِيدٍ أَخْبَرَنَا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجْزِي الْقُرْآنَ؟ قَالَ كَانَ يُجْزِيهِ ثَلَاثًا وَخَمْسًا:

وَكِرَّةً غَيْرَ وَاحِدٍ مِّنَ السَّلَفِ قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ فِي آقِلٍ مِّنْ ثَلَاثٍ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِي آقِلٍ مِّنْ ثَلَاثٍ لَمْ يَفْقَهُ.

اکثر محققین کا خیال ہے کہ قرآن کریم تین یا پانچ دنوں میں ختم کرنا چاہیے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے، مگر یہ قرآن کے ضعف و قوت اور تندرستی و غفلت پر موقوف ہے کیونکہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بیانیہ و احدیہ میں تمہید کرتے تھے جو ان کے نشاط اور قوت پر دلالت کرتا ہے اور اکثر صحابہ امت سے دن رات میں دو دو تین تین مرتبہ ختم کرنا بھی ثابت ہے۔

نام بالکرم۔ رحمہ اللہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا تو ہر رات قرآن
کریم ختم کیا کرتا تھا فرمایا :-

مَا أَحْسَنَ ذَلِكَ !

یہ کیا ہی خوب ہے اس لئے

إِنَّ الْقُرْآنَ إِمَامٌ كُلِّ خَيْرٍ

کہ قرآن ہر عہدگاری کا امام ہے اور منبع۔

ختم قرآن کریم میں جیسا کہ نخلت مکروہت ایسا ہی تاخیر بھی غیر پسندیدہ ہے۔

کیونکہ چالیس یوم سے زیادہ تاخیر کروہ ہے۔ ان فقہاء ابو الیث ابنی تذب : البتآن

میں فرماتے ہیں کہ تازی کو چاہیے کہ اگر زیادہ پر قدرت نہیں تو کم از کم سال میں دو مرتبہ

ختم کیا کرے اور حسن بن زیاد نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے جس نے

ہر سال میں دو دفعہ قرآن کریم ختم کیا تو اس نے قرآن کہ حق ادا کر دیا۔ اس لئے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال جس میں آپ کا وصال ہوا جبزل ابن علیہ السلام کے

ساتھ دو مرتبہ دور کرنے ختم کیا ہے :-

ختم قرآن میں چالیس یوم سے زیادہ تاخیر عندنا مکروہ ہے اس لئے کہ عبد

بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا :-

فِي كَيْفٍ نَخْتِمُ الْقُرْآنَ ؟

یہ کتنی دور میں ختم کیا کریں فرمایا

قَالَ : فِي أَرْبَعِينَ يَوْمًا (ابوداؤد)

چالیس دنوں میں :-

وَأَخْرَجَ الشَّيْخَانُ عَنْ

عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو قَانَ : قَالَ

لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ : إِقْرَأِ الْقُرْآنَ فِي شَهْرٍ

مجبے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ قرآن ایک ماہ میں پڑھا کر۔

قُلْتُ إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً؟ قَالَ: إِنْ أَقْرَأَ
 فِي عَشْرِ، قُلْتُ إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً؟
 قَالَ: إِنْ أَقْرَأَهُ فِي سَبْعٍ وَلَا تَزِدْ عَلَيَّ
 ذَلِكَ.

میں نے عرض کیا کہ مجھ میں زیادہ قوت ہو تو؟
 فرمایا: اسے دس یوم میں پڑھ؟ میں نے
 عرض کیا کہ اگر مجھ میں زیادہ قوت ہو تو؟
 فرمایا اسے سات یوم میں پڑھ اور اس پر
 زیادتی نہ کر۔

ابو یوسف اباجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم صلی
 اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ وہ سات یا تین یوم میں ختم کیا کریں یہ اس بات کا احتمال رکھتا ہے کہ
 کہ یہ فی الجملہ افضل ہے یا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں افضل ہے۔

ابن المبارک فرماتے ہیں کہ موسم سرما میں: اول اقبل: اور موسم گرما میں اول النہار
 ختم کرنا سنت ہے اور بعض سلف صالحین کا قول ہے کہ جب کوئی شخص: اول النہار
 ختم کرتا ہے تو ملاکہ اس پر دو دو سلام پڑھتے ہیں حتیٰ کہ شام ہو جاتی ہے اور جب اول اقبل
 ختم کرتا ہے تو ملاکہ اس پر دو دو سلام پڑھتے ہیں تا آنکہ صبح ہو جاتی ہے۔

بہر حال ختم قرآن کریم سات یوم میں ہو، خواہ یا پنج یوم میں تین یوم میں ہو، خواہ
 یوماً فیوماً ہو اور شام میں ہو، خواہ صیغ میں، اول النہار ہو، خواہ اول اقبل بعد از
 ختم قرآن خارج عن الصلوٰۃ و عام ضرور مانگنی چاہیے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
 وسلم بعد از ختم قرآن کریم دعا مارا کرتے تھے۔

اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي بِالْقُرْآنِ وَاجْعَلْهُ لِي أَمَانًا وَ إِمَامًا وَ تَوْكِيلاً وَ هُدًى
 وَ رَحْمَةً ۝ اللَّهُمَّ ذَكِّرْني مِنْهُ مَا نَسِيتُ، وَ عَلِّمْنِي مِنْهُ مَا جَهِلْتُ وَ أَوْزِغْني
 بِلَاوَنَتِهِ أَنَاءَ اللَّيْلِ وَ أَنَاءَ النَّهَارِ وَ اجْعَلْهُ لِي حُجَّةً يَتَّوَكَّلُ عَلَيْهَا الْعُلَمَاءُ.

دُعَاءُ خَتَمِ الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ، وَلَا
 عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى
 رَسُولِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ، وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ.
 رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ، وَتَبَّ
 عَلَيْنَا يَا مَوْلَانَا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الرَّحِيمُ، وَاهْدِنَا
 وَوَفِّقْنَا إِلَى طَرِيقِ مَسْتَقِيمٍ بِبَرَكَاتِ الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ
 وَبِحُرْمَةِ مَنْ أَرْسَلَهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ، وَاعْفُ عَنَّا
 يَا كَرِيمُ، وَاعْفُ عَنَّا يَا كَرِيمُ، وَاعْفُ عَنَّا يَا
 رَحِيمُ، وَاعْفُ عَنَّا يَا رَحِيمُ، وَاعْفُ عَنَّا يَا
 الْكَرِيمِينَ.

اللَّهُمَّ زَيْنَا بِرِزْنَةِ الْقُرْآنِ، وَكَرْمَنَا بِكَرَامَةِ
 الْقُرْآنِ، وَشَرَّفَنَا بِشَرَفَةِ الْقُرْآنِ، وَابْسُتْنَا بِحِلْعَةِ
 الْقُرْآنِ. وَأَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ بِشَفَاعَةِ الْقُرْآنِ، وَعَافِنَا
 مِنْ كَدِّ بَلَاءِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْآخِرَةِ بِحُرْمَةِ
 الْقُرْآنِ، وَارْحَمْ جَمِيعَ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ يَا رَحِيمُ يَا رَحِيمُ.
 اللَّهُمَّ اجْعَلِ الْقُرْآنَ لَنَا فِي الدُّنْيَا قَرِيبًا، وَفِي

الْقَبْرِ مُوَسِّئًا، وَفِي الْقِيَمَةِ شَفِيعًا، وَعَلَى الصِّرَاطِ
نُورًا، وَإِلَى الْجَنَّةِ رَفِيقًا، وَمِنَ النَّارِ سِتْرًا وَحِجَابًا،
وَإِلَى الْخَيْرَاتِ كُلِّهَا دَيْلًا وَإِمَامًا بِفَضْلِكَ
وَوَجُودِكَ وَكَرَمِكَ يَا كَرِيمُ.

اللَّهُمَّ اهْدِنَا بِهَدَايَةِ الْقُرْآنِ، وَنَجِّنَا
مِنَ النَّيِّرَانِ بِكَرَامَةِ الْقُرْآنِ، وَارْفَعْ دَرَجَاتِنَا
بِفَضِيلَةِ الْقُرْآنِ، وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا بِتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ
بِأَذَا الْفَضْلِ وَالْإِحْسَانِ، وَالْمَنِّ وَالْإِكْرَامِ.
اللَّهُمَّ طَهِّرْ قُلُوبَنَا، وَاسْتُرْ عَيْبُونَا، وَاشْفِ
مَرْضَانَا، وَاقْضِ دِيُونَنَا، وَبَيِّضْ وُجُوهَنَا، وَارْفَعْ
دَرَجَاتِنَا، وَارْحَمْ آبَاءَنَا، وَاعْفُ رُؤْسَ مَهَاتِنَا، وَأَصْلِحْ
دِينَنَا وَدُنْيَانَا، وَشَتِّتْ شَمْلَ أَعْدَائِنَا، وَأَحْفِظْ
أَهْلَنَا وَأَمْوَالَنَا، وَبِلَادَنَا مِنْ جَمِيعِ الْأَفْئَاتِ
وَالْأَمْرَاضِ وَالْبَلَايَا، وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَالنُّصْرَانَا
عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِينَ بِحُرْمَةِ الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ.

اللَّهُمَّ بَلِّغْ ثَوَابَ مَا قَرَأْنَاهُ وَتُرَّرَ مَا تَلَوْنَاهُ

إِلَى رُوحِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.
وَإِلَى أَرْوَاحِ جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، صَلَوَاتُ
اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ، وَإِلَى أَرْوَاحِ إِلِهِمُ

وَأَوْلَادِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَأَصْحَابِهِمْ وَاتَّبَاعِهِمْ
وَجَمِيعِ ذُرِّيَّتِهِمْ رِضْوَانُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِمْ
الْجَمِيعِينَ .

وَإِلَى أَرْوَاحِ آبَائِنَا وَآجِدَادِنَا، وَأُمَّهَاتِنَا،
وَبَدَائِنَا وَأَعْمَامِنَا وَعَمَّاتِنَا، وَأَخْوَالِنَا وَخَالَاتِنَا،
وَإِخْوَانِنَا وَأَخَوَاتِنَا، وَأَوْلَادِنَا وَأَقْرَبَائِنَا،
وَأَحِبَّائِنَا وَأَصْدِقَائِنَا، وَأُسْتَاذِنَا وَأُسْتَاذَاتِنَا
وَأُسْتَاذِنَا، وَمَشَائِخِنَا، وَلِمَنْ كَانَ لَهُ حَقٌّ عَلَيْنَا،
وَلِجِيرَانِنَا وَلِجَمِيعِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ، الْأَحِبَّاءِ مِنْهُمْ وَالْأَمْرَاتِ
بِقَاضِي الْحَاجَاتِ وَيَا مُجِيبَ الدَّعَوَاتِ، اسْتَجِبْ
دُعَائِنَا بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ .

اللَّهُمَّ خَرِّبْ دِيَارَ حُسَّادِنَا، وَسَتِّتْ شُمُورَ
أَعْدَائِنَا، بِجَلَالَتِكَ الْقُرْآنِ . اللَّهُمَّ نَوِّرْ قُلُوبِنَا بِتِلَاوَةِ
الْقُرْآنِ، وَزَيِّنْ أَخْلَاقِنَا بِحَرَمَةِ الْقُرْآنِ، وَحَسِّنْ
أَعْمَالِنَا بِذِكْرِ الْقُرْآنِ، وَبَيِّضْ وُجُوهَنَا بِبِرْكَةِ
قُرْآنِ، وَنَوِّرْ أَبْدَانِنَا بِنُورِ الْقُرْآنِ، وَنَجِّنَا
مِنَ النَّارِ بِكَرَامَةِ الْقُرْآنِ، وَادْخِلْنَا الْجَنَّةَ
بِشَفَاعَةِ الْقُرْآنِ .

اللَّهُمَّ بِسْرَ أَمُورِنَا بِالْقُرْآنِ الْعَظِيمِ، وَهَوْنِ عَلَيْنَا
 أُمُورَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ بِالْقُرْآنِ الْكَرِيمِ، وَحَصْدِ
 مَقَاصِدِنَا وَاقْضِ جَمِيعَ حَاجَاتِنَا بِالْقُرْآنِ الْعَظِيمِ،
 وَأَشْفِ جَمِيعَ أَمْرَاضِنَا، وَأَسْقِمْنَا بِبِرْكَةِ الْقُرْآنِ،
 وَتَمِّمْ أَجَالَنَا وَأَمَالِنَا بِحُرْمَةِ كَلَامِكَ الْقَدِيمِ،
 اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ
 بِعَدَدِ مَا فِي جَمِيعِ الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ. وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنْ
 الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. آمِينَ، آمِينَ، آمِينَ.
 يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ

نِسْيَانُ الْقُرْآنِ

۱ : نسیانِ قرآن کا کیا حکم ہے ؟

ج : نسیانِ قرآن یعنی قرآن کریم کا بھول جانا گناہ کبیرہ ہے جس پر بہت بڑی وعید آئی ہے !

تَوْضِيحُ الْأَسْرَابِ : جاننا چاہیے کہ قرآن کا پڑھنا اور حفظ کرنا آسان اور حافظہ قرآن ہونا بہت بڑی دولت ہے لیکن حفاظتِ حفظِ قرآن بڑا ہی مشکل کام ہے۔ ہوا قرآن ذرا سی غفلت کی وجہ سے بھول جاتا ہے اور بے خبری کے عالم میں دل و دماغ سے نکل کر نسیاناً نسیاناً ہو جاتا ہے اور حافظہ قرآن ایک نعمتِ عظمیٰ سے محروم رہ جاتا ہے نتیجہً اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے اور وہ راہِ حق سے ہٹتا جااتا ہے۔

فَنِسْيَانُ ذِكْرِ اللَّهِ مَوْتٌ قَلْبِيَّةٌ : وَأَجْسَامُهُمْ قَبْرِ قَبْرٍ

اللہ کے ذکر سے غافل ہونا ان کے دلوں کی موت ہے اور ان کے جسم

زمین والی قبروں سے پہلے ان کے مردہ دلوں کی قبریں ہیں۔

وَأَسْمَاءُ فِي حَشِيَّةٍ مِنْ جَسَدِهِمْ : وَلَيْسَ لَهُمْ حَتَّى النَّشْوَى نَشْوَى

اور ان کی روحیں سخت و خشک ہیں، ان کے جسموں سے نشوونما

کے لئے حشر نہیں پہلے زندگی نہیں ہے۔

نسیانِ قرآن کے اسباب مختلف ہوتے ہیں، کبھی تو کسی عارضہٴ دماغی کی

بہت سے ذمہ بھول جاتا ہے اور کبھی ضعف، و نفاہت کی وجہ سے بتدریج اور
بسیحہ ذمہ اور عدم تکرار و تلاوت اور بہت سے بھول جاتا ہے۔

پس اگر کسی عارضہ کی وجہ سے بھول گیا ہے تو مذکورہ لایکلاف اللہ

نَفْسًا اَوْ سَعَهَا: اور اگر عدم تکرار و تلاوت اور غفلت و بے توجہی سے بھول

گیلے تو کفارِ خبیثہ ہے اور اسی پر برا خذہ ہوگا۔

نسیانِ قرآن کی نسبت اپنی طرف کرنا اور یہ کہنا کہ میں بھول گیا ہوں کلام

اللہ کی ہے اور نہ ہے۔

پس نہیں چاہیے کہ شخص کے

لئے جو قرآن سے بچے بھول گیا ہو کہ وہ یہ

کہے کہ میں یہ اور یہ بھول گیا ہوں یا بھول

بھولنا بلاشبہ ترک کرنا ہے اور یہ بات

بہ قرآن نہیں ہے اور اس لئے کہ اس

بھولنا بہ تقدیر الہی ہے پس وہ بھولنے

کی نسبت اپنی طرف نہ کرے۔

اوپر ہے کہ وہ یہ کہے کہ مجھ سے بھلا

دیا گیا ہے۔

وَلَا يَنْبَغِي اِمْرًا نَسِيَ شَيْئًا

عَنْ اَتَمِّ اِنَّ اَنْ يَقُولَ نَسِيْتُ

اَنْ اَمْرًا كَذَا، فَاِنَّ النِّسْيَانَ هُوَ

النِّسْيَانُ، وَلَا يَأْتِي هَذَا بِالْقُرْآنِ

وَلِوَجْهِ تَقْدِيرِ اللّٰهِ تَعَالٰى

فَلَا يَنْبَغِي لِنَفْسِهِ بَدَلِ الدِّبِ

اَنْ يَقُولَ اَلنِّسْيَانُ كَذَا وَكَذَا.

حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ

عنه سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا کہ یہ بات بہت بری ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ

تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ السَّبِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِئْسَمَا

نسی کہ یہ ایسے کہ وہ یہ کہے کہ میں فلاں
فلاں آیت بھول گیا ہوں بلکہ انہیں
یہ کہنا چاہیے کہ وہ مجھ سے بھلا دی گئی
فرمایا کہ قرآن کریم کو خوب یاد رکھو اور
اس کو پڑھا کرو۔ پس البتہ وہ لوگوں
کے سینوں سے اس زمانے میں بے پناہوں
سے زیادہ تیز اور سریع فرار ہے۔

قرآن کریم بھول جانے کی بارگاہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک
حدیث میں تاکید اور قسیمہ فرمائی ہے :-

ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا قرآن کریم کی نگہداشت
رکھو۔ پس قسم ہے اس ذات اقدس
کی جس قبضہ میں میری جان ہے
البتہ وہ فرار ہونے میں عقل میں باندھے
ہوئے اور ذور سے زیادہ تیز ہے۔

ایسا اور حدیث میں قرآن کریم کے فرار ہونے اور نکل جانے کی مثال دینی

ہوئے فرمایا ہے :-

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ

تَمَّالِي عَنْهُ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيٍّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا تَمَّالَيْتَ
عَمَّا سِوَا اللَّهِ وَالرَّسُولِ وَالْأَنْبِيَاءِ
الرِّبِيلَ الْمُعَقَّلَةَ لَقَدْ عَاهَدَ
عَلَيْهَا أَهْلُ كَهَانَ وَإِنْ أَتَى لَقَدْ
ذَمَّتْ رِوَاةُ أَشْيَبَةَ

نہایت سے زیادہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بلاشبہ صاحب
قرآن کی مثال اس شتر بان کی طرح ہے
کہ جس اونٹنی کو بانہ سے رکھا ہو اگر
وہ اسے بانہ سے رکھے تو وہ رکی رہے
اور اگر وہ اسے چھوڑے تو جہاں چلی جائے

امام نووی رحمہ اللہ نے ابو داؤد کی ایک حدیث نقل کی ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى
عَمَّهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ عَرَضْتُ عَلَى
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَذَنَ لِي
أَعْظُمُ مِنْ سَخُونِ عَيْنِ الْبَشَرِ
أَنَّ أَيْتَةَ أَوْ تَبِيئَةَ مَا جَدُّ شَأْنًا
تَبِيئَهَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما نے
عزت سے مراد یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت
کے گناہ مجھ پر پڑیں گے تو میں ان
اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں دیکھا
کسی عین نے قرآن کریم کی کوئی سورت
یا کوئی آیت زیاد کی ہو پھر اس کو بھرا
گیا ہو۔

ابو داؤد کی ایک اور حدیث ہے جس کو صاحب التاج الجوزی نے نقل کیا ہے۔

کیا ہے۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ
عَمَّا بَرِيٍّ أَمْرِي بِشَيْءٍ أَلْتَمَسْتُ أَنْ
حَفْزَتِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِيَ
اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مِنْ مَرُودِي هِيَ كَرِيمَةٌ

ثُمَّ يَنْسَأُ إِلَّا لِقَى اللَّهَ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ أَجْزَامًا

ہے نہیں ہے کوئی آدمی جس نے قرآن پڑھا
ہو پھرا سے بھول گیا ہر مگر یہ کہ قیامت

کے روز اللہ تعالیٰ کو ملے گا اس حال
میں کہ وہ مجزوم ہوگا۔ یعنی منقطع
ایسا بالمرض الجذام ہوگا

اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

مَنْ جَعَلَهُ خَلَّتْ ظَهْرُهُ
سَاقًا إِلَى النَّارِ
جس نے قرآن کریم کو پس پشت
ڈال دیا وہ اسے جہنم میں کھینچ کر لے
جائے گا۔

پناہ بہ خدا کہ قدر خوفناک منظر ہو گا کہ جب قرآن غافلانہ عن القرآن کو
کی پٹیا ہو جہنم کی رشتے جلائے گا اور دور کرنے والا کوئی نہیں لے گا۔
اللَّهُمَّ احْفَظْنَا عَنْ سَاقِ الْقُرْآنِ إِلَى النَّارِ

اس کے گزرنے کے زمانہ میں بھی جب کہ بڑا امور کی بجائے میں غفلت
اور تساہل بڑا جا رہا ہے اور عامل بالذہن کو ماساثرہ میں کوئی مقام حاصل نہیں
قرآن کریم کا بخیر ہی ہے اللہ کے بعض ایسے خوش نصیب بندے اب بھی نمود
ہیں جو اپنی اولاد کو قرآن کریم نظر کر رہے ہیں اور ان کا عاقبت سنوائے کیلئے
توشہ آخرت تیار کر رہے ہیں۔

لیکن اگر قدر بد قسمتی ہے کہ والدین کی بے پناہ قربانی اور اساتذہ کی

اور اساتذہ کی بے انتہا محنت، اور شب و روز کی بے پناہ جدوجہد سے جو بچے قرآن کریم حفظ کر لیتے ہیں وہ اپنی بے پرواہی کی وجہ سے اس کی قدر نہیں کرتے، وہ جب دوسرے کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں، تو قرآن کریم کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور یاد کیا ہوا قرآن بھول جاتے ہیں۔ اور اس طرح شیطان لعین اپنے دیرینہ منصوبہ میں کامیاب ہو جاتا ہے، جیسا کہ اس نے خداوند قدوس کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ: **فَبِعِزَّتِكَ لَا تُؤَيِّدُهُمْ** **أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادِكَ مِنَ الْمُخْلِصِينَ**۔ پس تیری عزت کی قسم تیرے فرماں بردار بندوں کے سوا سب کو اغواء کر جاؤں گا۔

عامۃ المسلمین کے قلوب میں حفظ قرآن کا شوق روز ازل ہی سے موجزن ہے، ممالک اسلامیہ اور غیر اسلامیہ میں بھی بحمدہ تعالیٰ مدارس مذہبیہ اور مساجد میں، حتیٰ کہ گھروں میں بھی بچوں اور بچیوں کو قرآن کریم حفظ کرایا جا رہا ہے اور سال بہ سال ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں صبراً و استقامتاً قرآن کریم کو اپنے سینوں میں محفوظ کر لیتے ہیں۔

واقم السطور نے بھی یہ بات فرمائی ہے کہ: **مَنْ كَرِهَ حُرَّتَنَا وَلِأَخِيهِ** **أَيُّكُمْ غَفِيرٌ أَوْ جَزْءٌ مِنْهَا أَوْ كَيْفَ كَانَ فَكُلٌّ مِنْهَا لَكُمْ عَذَابٌ مُنْتَقِمٌ**۔ یعنی ایک محتاط اندازے کے مطابق باوجود اس کے کہ یہ ساری باتیں درحقیقت قرآن کریم میں نہ لائی گئی ہیں مگر انیسویس اور صد انیسویس نے بعض حفظ کرنے والوں کو ان امور میں اس قدر متنبہ کیا کہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ انہوں نے حفظ کیا تھا یا نہیں۔ **اللَّهُمَّ اهدنا سبيلهم ان لا يضلوا ولا يقتلوا** **والمسلمون** **بالقرآن العظيم**۔

تلاوت سے بڑی عمدہ
کچھ نہیں۔
علماء اہلسنت کا
آیت پر ایک مضمون
پر احادیث کثیرہ و
اختلاف ہے۔ اہم

محمد کبیر الدین راوی

یعنی امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ اس کی سنیت کے قائل ہیں اور انہی ہر ایک کے کتب فقہ میں موجود ہیں فانظر ہناک

آیات سجدہ میں موجب سجدہ خاص لفظ سجدہ کی قرأت یا سماعت ہوتی ہے پس تالی آیت پر خواہ وہ اپنی آواز سننے یا نہ سننے اور سامع آیت پر خواہ مرید یا ہو یا نہ ہو، وہ داخل فی الصلوٰۃ ہوں یا خارج عن الصلوٰۃ، صلوٰۃ مفروضہ میں ہوں یا غیر مفروضہ میں عند الخفیہ ایک سجدہ منفردہ واجب ہو جاتا ہے جس کو شریعت کی اصطلاح میں «سجدۃ التلاوة» کہتے ہیں اور جس کا ادا کرنا فی الفور لازم ہوتا ہے سجدۃ التلاوة عند الامر مشروع اور عند الخفیہ واجب ہے اس لئے کہ صحیحین میں وارد ہے:-

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ

عنهما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم پڑھا کرتے تھے، پس جب وہ سورۃ پڑھتے تھے جس میں آیت سجدہ ہوتی تھی تو آپ سجدۃ تلاوت فرمایا کرتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ ہی سجدہ کیا کرتے تھے یہاں تک کہ ہمارے بعض کو کثرت ہجوم کی وجہ سے پیشانی رکھنے کے لئے جگہ نہیں ملتی تھی۔

أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى

عَنْهُمَا قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَيَقْرَأُ السُّورَةَ فَيَمَّا سَجَدَةٌ فَيَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَهُ حَتَّى مَا يَجِدُ بَعْضُنَا مَوْضِعًا لِمَكَانِ جَبْتِهِ.

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَلَقَدْ

رَأَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا

(رواه البخاری ومسلم)

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اس

شخص کو دیکھا کہ وہ قتل کیا گیا اس حال

میں کہ وہ کافر تھا۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ :-

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ

وَسَلَّمَ إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السَّجْدَةَ

ارشاد فرمایا کہ جب ابن آدم آیت سجدہ

فَسَجَدَ رَاعَتْهُ الشَّيْطَانُ يَبْتَلِي

پڑھ کر سجدہ کرتے ہوئے شیطان ہنسنے لگتا

يَقُولُ يَا وَيْلَهُ أُمِرَ ابْنُ

ہے اور کہتا ہے، ہائے افسوس میری

آدَمَ بِالسُّجُودِ فَسَجَدَ فَلَهُ

تو ابھی ابن آدم سجدہ کیسے پر مامور ہوا تو

الْجَنَّةُ وَأَمَرَ ابْنُ آدَمَ بِالسُّجُودِ

اس نے سجدہ کیا سو اس کے لئے جنت

فَعَصَيْتُ فَلِيَ النَّارُ

جیسا انعام ہے اور میں سجدہ پر مامور

رواد مسلم

ہوا تو میں نے انکار کیا پس میرے لئے

نار ہو گئی جیسا عذاب ہے۔

شُرُوطُ سَجْدَةِ التَّلَاوَةِ

س : سجدہ تلاوت کی شرطیں کیا ہیں اور اس کے وجوب کی شرطیں کیا ہیں ؟

ج : سجدہ تلاوت کی شرطیں وہی ہیں جو نماز کی شرطیں ہیں یعنی طہارت بدن، طہارت

ثوب، طہارت مکان، سنتر عورت اور رُخ قبلہ باقی تعیین وقت اور تکبیر تحریمہ سجدہ

تلاوت کی شرطیں نہیں ہیں !

اور سجدہ تلاوت کے وجوب کی شرطیں بھی وہی ہیں جو وجوب نماز کی شرطیں ہیں

یعنی اسلام، بلوغ، عقل اور طہارت از حیض و نفاس، پس کافر نابالغ مجنون

پر اور اسی طرح حائضہ و نفساء پر سجدہ تلاوت واجب نہ ہوگا، برابر ہے کہ وہ

تالی آیت ہوں یا سامع آیت .

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جانا چاہیے کہ سجدہ تلاوت کی صحت اور ادا کے لئے پانچ شرطیں

ہیں (۱) طہارت بدن از حدث اصغر و اکبر (۲) طہارت ثوب (۳) طہارت مکان

(۴) سنتر عورت (۵) استقبال قبلہ اور یہی شرط صحت نماز کی بھی ہیں، باقی تکبیر تحریمہ

اور تعیین وقت یہ اگرچہ شرط نماز میں سے ہیں لیکن شرط سجدہ تلاوت نہیں ہیں۔

وجوب سجدہ تلاوت کی شرط مثل نماز کے چار ہیں (۱) اسلام (۲) بلوغ (۳) عقل

(۴) طہارت از حیض و نفاس .

لہذا کافر، صبی، مجنون پر اور اسی طرح حائضہ اور نفساء پر سجدہ تلاوت واجب

نہ ہوگا، برابر ہے کہ وہ تالی آیت ہوں یا سامع آیت .

کافر اور کافر کا نفسا پر خود تو سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ اس کے اہل نہیں ہیں لیکن ان کی تلاوت سے سامع پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے بشرطیکہ وہ ادا یا قضاء و وجوب کے اہل ہوں۔ پس سکران اور جنب پر واجب ہو جاتا ہے اس لئے کہ وہ قضاء و وجوب کے اہل ہیں۔

لیکن اگر قاری یعنی تالی آیت سجدہ مجنون ہے تو اس کی تلاوت کی سماعت سے سجدہ واجب نہ ہو گا اور یہی حکم صبی غیر متمیز کل ہے۔ لِأَنَّ صَعَةَ التَّلَاوَةِ يَشْتَرِطُ لَهَا التَّمْيِيزُ۔

اور اسی طرح جب آیت سجدہ کی سماعت غیر آدمی یعنی غیر ذی عقل یا غیر ذی روح سے حاصل ہوئی ہو جیسا کہ بیغاء یعنی طوطا اور بالآلہ جاکیہ سے جیسے کہ فونوگراف یعنی گراموفون، ٹیب ریکارڈر وغیرہ تو یہ سماع موجب سجدہ نہ ہو گا۔

وَكَذَا إِذَا سَمِعَ آيَةَ السَّجْدَةِ

مِنْ غَيْرِ آدَمِيِّ كَانَ يَسْمَعُهَا مِنْ

الْبُيغَاءِ أَوْ مِنَ الْآلَةِ حَاكِيَةٍ

كَالْفُونُوغَرَفِ وَتَيْبِ

رِيكَارْدَرٍ، وَغَيْرِهَا

لِعَدَمِ صَعَةِ التَّلَاوَةِ بِقَدْرِ التَّمْيِيزِ -

حُكْمُ سَجْدَةِ التَّلَاوَةِ

س : سجدہ تلاوت کا کیا حکم ہے ؟

ج : تلاوت قاری اور سامع دونوں پر واجب ہے۔ پس اگر وہ آیت سجدہ کے

عقب میں سجدہ نہیں کریں گے تو گنہگار ہوں گے !

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ :- جاننا چاہیے کہ سجدہ تلاوت عند الخنفيه قاری اور سامع دونوں

پر واجب ہے برابر ہے کہ قاری یعنی تالی لہنی آواز سے یا نہ سنے اور سامع قصد سماعت

کرے یا نہ کرے ہر حال میں ان پر سجدہ منفرد واجب ہے۔ لہذا اگر وہ عقب آیت پر

سجدہ تلاوت نہیں کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔

وجوب سجدہ کبھی موسع ہوتا ہے جس میں تاخیر سجدہ کی مدت طویل ہوتی ہے اول

کبھی مضیق جس میں تاخیر سجدہ کی مدت قلیل ہوتی ہے۔۔۔ پس اگر موجب سجدہ کا حصول

خارج عن الصلوة ہے تو یہ وجوب موسع ہے اور تاخیر سجدہ جائز۔ اور جیسا کہ کتاب الفقہ

علی المذاہب الاربعہ میں ہے مدۃ العمر تاخیر سجدہ سے گناہ نہ ہو گا اگرچہ ادا کئے بغیر مر جائے

لیکن تاخیر مکروہ تنزیہی ضرور ہے۔

اور اگر موجب سجدہ کا حصول داخل فی الصلوة ہے تو یہ وجوب مضیق ہے اور اس

میں تعجیل سجدہ لازم۔ لہذا اس حالت میں سجدہ فی الفور مطلوب ہے اور فی الفور کی

مدت مقدار ہے کہ آیت سجدہ کی تلاوت اور ادا سجدہ تلاوت میں انقطاع واقع نہ ہونے

پائے یعنی دونوں کے باہم اس قدر وقت نہ گزرے جس میں تین آیتیں پڑھی جاسکیں

پس اگر اس قدر وقت گذر گیا تو یہ فوریت باطل ہو جائے گی اور انقطاع واقع ہو جائے گا۔ آیت سجدہ کبھی وسط سورت میں ہوتی ہے اور کبھی آخر سورت میں۔ پس اگر وسط سورت میں ہے تو مصلیٰ کے لئے افضل یہ ہے کہ عقب آیت پر سجدہ کرے اور پھر قیام کو کے سورت ختم کرے اور رکوع کرے۔ اور اگر مصلیٰ نے یہ سجدہ نہ کیا اور فوریت مذکورہ کے انقطاع سے قبل ہی رکوع کیا اور رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت کر لی تو اس کے لئے جائز اور کافی ہو جائے گا۔ جیسا کہ سجدہ صلوٰۃ میں انقطاع فوری سے قبل کافی ہو جاتا ہے۔

اور اگر سجدہ صلوٰۃ میں سجدہ تلاوت کی نیت نہ کی تو فوریت سابقہ کی انقطاع واقع ہو جائے گی اور سجدہ تلاوت ساقط نہ ہوگا لیکن اب نہ وہ رکوع میں ادا ہو سکے گا اور نہ سجدہ صلوٰۃ میں اور جب تک مصلیٰ داخل فی الصلوٰۃ ہے سجدہ تلاوت کی قضاء سجدہ خاصہ سے واجب ہوگی۔

پس اگر مصلیٰ بغیر سلام کے صلوٰۃ سے خارج ہوا تو اب سجدہ تلاوت کی قضاء بوجہ فوت ہو جانے وقت کے واجب نہیں ہے۔ ہاں اگر خروج عن الصلوٰۃ بالسلام ہوا اور بعد از سلام متافی صلوٰۃ فعل صادر نہ ہوا ہو تو عقب سلام قضاء سجدہ تلاوت میں مضائقہ نہیں ہے۔ ادا ہو جائے گا۔

امام کے لئے صلوٰۃ سری میں آیت سجدہ کی قراۃ عند الخفیہ مکروہ ہے لیکن صلوٰۃ جہری میں جائز و یسجد متی تراہا یعنی وہیں سجدہ کرے جہاں آیت ختم ہو۔ امام بخاری اور مسلم نے ابی رافع سے روایت کی ہے انہوں نے کہا ہے کہ:

صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ
میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صَلَوَاتِ الْعَتَمَةِ أَوْ قَالَ صَلَوَاتِ
الْعِشَاءِ فَقَرَأَ إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ
فَسَجَدَ فِيهَا قُلْتُ يَا أَبَاهُ رِيَّةٌ
مَا هَذِهِ السَّجْدَةُ ؟

کے ساتھ صلواتِ عتمہ یا یہ کہہ کر صلواتِ عشاء
پڑھی تو آپ نے (اذا السماء انشقت) پڑھی
اور اس میں سجدہ کیا، سو میں نے کہا کہ یا
ابا ہریرہ یہ کونسا سجدہ ہے ؟

فَقَالَ سَجَدْتُ فِيهَا خَلْفَ
أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَلَا أَرَأَى أَنْ أَسْجُدَهَا
حَتَّى أَلْقَاهُ

آپ نے فرمایا کہ میں نے ابی القاسم
صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اس میں سجدہ
کیا ہے پس میں ہمیشہ یہ سجدہ کیا کرتا ہوں
جب اس کو پالیتا ہوں (یعنی پڑھ سن لیتا
ہوں

ہوں

سجدۃ التلاوة پوری آیت کی تلاوت سے واجب ہوتا ہے۔ پس اگر صرف لفظ
موجب سجدہ پڑن لفظ کیا گیا تو سجدۃ التلاوة واجب نہ ہوگا۔ اور اگر سجدۃ التلاوة سے احتراز
کے پیش نظر آیت السجدہ ترک کی گئی تو جائز نہ ہوگا اس لئے کہ احتراز عن السجدۃ گویا انکار
عن السجدہ ہے ہاں اگر مجلس میں آیت سجدہ کی آواز خفی کی جائے تو مضائقہ نہیں۔

وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

اَسْبَابُ سُجُودِ التَّلَاوَةِ

س : سجود تلاوت کے اسباب کتنے ہیں ؟

ج : سجود تلاوت کے اسباب تین ہیں

۱، تلاوت آیت سجدہ (۲) سماعت آیت سجدہ (۳)، اقتداء بالامام .

تَوْضِيْحُ الْجَوَابِ :- جانشا چاہیے کہ اسباب سجود و التلاوة عند المنقبض تین امور ہیں .

۱، قِرَاءَةُ آيَةِ السُّجُودِ :- پس تالی آیت سجدہ پر سجدة تلاوت واجب

ہو جاتا ہے اگرچہ وہ اپنی آواز نہ سنے جیسے : اَصْرَمَ بِرَبِّهِ كَمَا كَرِهَ عَنِ الصَّلَاةِ هُوَ

يَا دَاخِلَ فِي الصَّلَاةِ اِمَامٌ هُوَ خَوَاهُ مَنْقُودٌ .

باقی رہا : مَأْمُونٌ . سو اس کی تلاوت سے سجدہ واجب نہیں ہوتا اس لئے وہ

خلف الامام ممنوع القراءۃ ہے پس نہ اس کی تلاوت معتبر ہے اور نہ وہ موجب سجود
التلاوة ہے ۔

خطیب کیلئے جمعہ و عیدین میں برسر منبر آیت سجدہ کی تلاوت کر وہ ہے لیکن

اگر کسی نے برسر منبر آیت سجدہ کی تلاوت کی تو اس پر اور جملہ سامعین پر سجدہ واجب

ہو جاتا ہے لہذا خطیب کو چاہیے کہ وہ منبر سے اتر کر سجدة التلاوة ادا کرے اور سامعین

بھی سجدہ ادا کریں .

امام کیلئے صلوة جمعہ و عیدین میں آیت سجدہ کی قراءۃ کر وہ نہیں بشرطیکہ سجدة التلاوة

رکوع یا سجدة صلوة کے ضمن میں ادا کرے . بخلاف اس کے کہ تنہا سجدة التلاوة ادا

کَرِهَ لِمَنْ فِیْهِ مِنَ التَّنَوُّثِ عَلَی الْمُصَلِّیْنَ

۲ : سَمَاعُ آيَةِ سَجْدَةٍ مِنْ غَيْرِهِ پس آیت سجدہ کی سماعت عن النیر سے سجدۃ التلاوة واجب ہو جاتا ہے۔

یاد رہے کہ سامع کبھی مُصَلِّی ہوتا ہے اور کبھی غیر مُصَلِّی، اسی طرح مُسْمُوعٌ مَنْسُوعٌ

بھی کبھی مُصَلِّی ہوتا ہے اور کبھی غیر مُصَلِّی۔ پس اگر سامع مُصَلِّی ہے خواہ امام ہو یا

منفرد اور تالی آیت سجدہ غیر مُصَلِّی تو سامع پر ادا اور سجدہ خارج عن الصلوٰۃ واجب

ہوگا اور اگر تالی آیت : مَأْمُونٌ ہے تو امام پر ادا اور سجدہ واجب نہیں ہے۔

اس لئے کہ مَأْمُونٌ کی قراءۃ خلف الامام کا عدم ہے اور اگر سامع : مَأْمُونٌ :

ہے اور تالی آیت غیر امام تو اس کا حکم کا سابق ہے یعنی ادا اور سجدہ خارج

عن الصلوٰۃ واجب ہوگا۔ ہاں اگر تالی آیت امام ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں

ایک یہ کہ اگر وہ مدرک للصلوٰۃ ہے تو تبعاً للامام سجدۃ التلاوة اس پر واجب ہے۔

دوم یہ کہ اگر وہ مسبوق ہے اور امام کو قبل ازاں سجدۃ التلاوة پالی ہے تو تبعاً للامام

سجدہ واجب ہے۔ اور اگر امام کو بعد ازاں سجدۃ التلاوة اسی رکعت میں پالی

ہے جس میں آیت سجدہ پڑھی گئی ہے تو بعد از صلوٰۃ سجدۃ التلاوة ادا کرنا

واجب ہوگا۔ لیکن اگر امام کو دوسری رکعت میں پالی ہے فَنَمَّ یَسْجُدُ اَصْدًا

۳ : اِقْتِدَاءُ بِاَرِهٍ مَامٍ۔ پس اگر امام نے آیت السجدة کی تلاوت کی تو مقتدی پر

سجدۃ التلاوة واجب ہو جاتا ہے وَاِنْ لَمْ یَسْمَعْهَا۔

صِفَةُ سَجْدَةِ التَّلَاوَةِ

س : سجدۂ تلاوت کی تعریف اور طریقہ ادا کیا ہے ؟

ج : سجدۂ تلاوت کی تعریف یہ ہے کہ انسان دو تکبیروں کے درمیان ایک سجدہ اس

طرح کرے کہ اللہُ اکْبَرُ : کہتے ہوئے سجدہ میں گرے اور اللہُ اکْبَرُ کہتے ہوئے

سجدہ سے اٹھے۔ پس اس طرح ایک سجدہ کرنے کو سجدۂ التلاوتہ کہتے ہیں۔

تَوْضِيحُ الْجَرَابِ :۔ جاننا چاہیے کہ سجدۂ التلاوتہ کی تعریف و توصیف یہ ہے کہ تالی

و سامع آیت سجدہ مسلمان، عاقل بالغ اور حیض و نفاس سے پاک عورت و دو تکبیروں

کے درمیان ایک سجدہ کرے جس کا طریقہ یہ ہے کہ بغیر تکبیر تحریمہ اور بغیر رفع یدین کے

اللہُ اکْبَرُ : کہتے ہوئے سجدہ میں جلے اور سجدہ میں تین مرتبہ سُبحَانَ رَبِّيَ الْعَلِيِّ :

پڑھے، اور پھر : اللہُ اکْبَرُ کہتے ہوئے سجدہ سے سر اٹھائے نہ نشہد پڑھے، نہ سلام بھیجے

پس اس طرح سجدہ کرنے کو سجدۂ التلاوتہ کہتے ہیں

اور حضرت ابن عمر سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ :-

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُجُّ بِرِ

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمُجُّ بِرِ

قُرْآنِ كَرِيمٍ يُرْهَتُهُ تَحْتَهُ بِسِجْدَةٍ بِيَسْ جَبَّ آيَاتِ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ عَلَيْنَا

سَجْدَةٍ بِرْ كَذَرْتُهُ تَحْتَهُ تَوَكْبِيرٍ كَهْتِهِ أَوْ سَجْدَةٍ

الْقُرْآنَ فَإِذَا قَسَّ بِالسَّجْدَةِ

كَرْتُهُ تَحْتَهُ أَوْ أَسَى طَرَحٍ هَمَّ بَهِي سَجْدَةٍ

كَبْرًا وَسَجْدًا. وَسَجْدًا نَا.

كَرْتُهُ تَحْتَهُ

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالْبَيْهَقِيُّ وَالْحَاكِمِيُّ

اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ :-

وَإِذَا قَرَأْتَ سَجْدَةً فَكَبِّرْ
وَاسْجُدْ وَإِذَا رَأَيْتَ رَأْسَكَ
فَكَبِّرْ.

جب تو آیت سجدہ پڑھ چکے تو
تکبیر کر اور سجدہ کر اور جب سجدہ سے سر
اٹھائے تو تکبیر کرے۔

سجدۃ التلاوة میں: کون کون . فقط ایک ہی ہے اور وہ ہے وَضْعُ الْجَبْهَةِ
عَلَى الْأَرْضِ یعنی زمین پر پیشانی رکھنا یا اس کا قائم مقام . یعنی اشارۃً مریض یا اشارۃً
مسافر علی الدابہ اس لئے کہ سجدۃ تلاوت عند الخفیہ رکوع سجود اور اشارہ کی صورت میں اور اگر
جاتا ہے باقی دو تکبیریں سو وہ مسنون ہیں پس اگر وضع جبہہ علی الارض وقوع میں آگیا اور
تکبیریں رہ گئیں تو سجدہ مع انکراہتہ ادا ہو جائے گا۔

سجدۃ التلاوة اگر بین الصلوٰۃ ہے تو سُبْحَانَ رَبِّيَ الْوَعْلَى : تین بار پڑھنا
سنت ہے اور اگر خارج عن الصلوٰۃ ہے تو جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول
ہے جو چاہے دعا پڑھے لیکن صحیح حدیث وہی ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ
عنها سے منقول ہے وہ فرماتی ہیں کہ۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي سُجُودِ
الْقُرْآنِ سَجْدًا وَجِبْهِي لِلذِّئْبِ
خَلَقَهُ وَشَدَّ سَهْمَهُ وَبَصَرُهُ
يَحْوِلُهُ وَقَوَّيْتَهُ فَنَبَأَكَ
اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ رَوَاهُ
الْحَمَّةُ (ابن ماجه)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدۃ
قرآن میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے ربیری
پیشانی نے اس ذات کیلئے سجدہ کیا ہے
جس نے اس کو پیدا کیا ہے اور اس کے کان
اور آنکھ اپنی حول و قوت سے کھول دیئے
میں سو بڑی برکت والی ہے اللہ کی ذات جو
بہترین خالق ہے۔

اور کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ

میں ہے: یا جو چاہے دعا پڑھے ان دعاؤں

میں سے جو احادیث میں وارد ہیں جیسے

یا اللہ میرے لئے اس سجدہ کا اجر اپنے ہاں

لکھ دے اور اس کا بوجھ مجھ سے ہلکا کر دے

اور اس کو میرے لئے اپنے ہاں ذخیرہ بنا

دے اور میری طرف سے اسے قبول کر لے

جیسا کہ تو نے اپنے بندے داد و علیہ سَلَامٌ

سے قبول کیا تھا،

وَفِي كِتَابِ الْفِقْهِ عَلَيَّ

الْمَذَاهِبِ الْأَرْبَعَةِ رَأَوْ يَقُولُ

مَا يَشَاءُ مِمَّا وَرَدَ نَحْوَ: اللَّهُمَّ

اَكْتُبْ لِي بِهَا عِنْدَكَ أَجْرَكَ

وَضَعْ عَنِّي بِهَا وَزْرًا. وَاجْعَلْهَا

لِي عِنْدَكَ ذُخْرًا وَتَقَبَّلْهَا مِنِّي

كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ

دَاوُدَ. عَلَيْهِ السَّلَامُ.

اگر آیت سجدہ بیٹھ کر پڑھی جائے اور سجدہ التلاوت بیٹھ کر ادا کیا جائے تو کافی

ہو جاتا ہے لیکن مستحب یہ ہے کھڑے ہو کر سجدہ میں گرے اور سجدہ سے اٹھ کر کھڑا ہو

جائے۔ اِذَا تَشَلَّى عَلَيْهِمْ آيَةُ الرَّحْمَنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا

تَدَاخُلُ السُّجْدَاتِ

س : تداخل سجدات کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے ؟
 ج : جب ایک مجلس میں ایک ہی آیت سجدہ بار بار پڑھی جائے اور اس طرح سجدہ
 التلاوة کے کئی سجدے واجب ہو جائیں تو جائز ہے کہ یہ سجدے ایک ہی سجدہ
 کے ضمن میں ادا کئے جائیں، پس جب اس طرح کئی سجدے ایک ہی سجدہ کی
 صورت میں ادا کئے جائیں تو اسے دَدَاخُلِ السُّجْدَاتِ کہتے ہیں !

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ چند اشیاء کو باہم دگر ملا کر شئی واحد کی صورت
 دے دی جائے تو اسے تداخل کہتے ہیں، پس اس ضابطہ کے تحت جب متعدد سجدات
 تلاوت باہم دگر ملا کر سجدہ واحد کی صورت میں ادا کئے جائیں تو اسے دَدَاخُلِ
 السُّجْدَاتِ کہتے ہیں۔

مختلف آیات سجدات کے لئے علیحدہ علیحدہ ایک ایک سجدہ التلاوة ادا کرنا
 واجب ہوتا ہے اور اس میں تداخل جائز نہیں ہوتا۔۔۔ ہاں اگر ایک مجلس میں ایک
 ہی آیت سجدہ مرتبہ بعد مرتبہ پڑھی جائے تو اس صورت میں تداخل سجدات جائز ہے
 اور سجدہ واحد ہی کافی ہو جاتا ہے۔۔۔ لیکن اگر مجلس بدلتی گئی تو پھر مجلس کیلئے
 ایک ایک سجدہ التلاوة ادا کرنا لازم ہوگا اور تداخل جائز نہ ہوگا۔

مجلس سے مراد ایک مقام و محل ہے لہذا ایک مسجد یا ایک مکان ایک ہی مقام
 تصور کیا جاتا ہے خواہ وہ کتنا ہی وسیع ہو جیسے حرم شریف، مسجد نبوی، بادشاہی مسجد

لاہور، جامع مسجد وہلی اور مسجد مہابت خان پشاور۔

پس ایک مقام میں چلتے پھرتے ایک ہی آیت سجدہ کر کے بعد کر کے پڑھی جائے
تو اس صورت میں ایک ہی سجدہ التلاوة تداخل کی صورت میں کافی ہو جاتا ہے۔

تداخل عند الحفیظہ ہر حال میں ہو جاتا ہے خواہ اولاً سجدہ کیا جائے یا آخراً لیکن عند
غیر الحفیظہ تداخل تب جائز ہوتا ہے جب کہ آخراً سجدہ کیا جائے لہذا سبب
اگر مجلس بدل گئی یا ایک ہی مجلس میں قطع تلاوت وقوع میں آگیا اور پھر تلاوت
شروع کر کے وہی آیت سجدہ پڑھی گئی تو سجدہ التلاوة واجب ہو جائے گا اور سجدہ
منفردہ ادا کرنا لازم ہوگا۔

آیت سجدہ کی کتابت سے سجدہ التلاوت واجب نہیں ہوتا، البتہ اگر کتابت وقت

مقطع کیا جائے مگر خواہ چہ او علانیہ تو سجدہ التلاوت واجب ہو جائے۔

مَوَاضِعُ السُّجُودِ فِي الْقُرْآنِ

س : قرآن کریم میں مواضع سجود کتنے اور کونسے ہیں ؟

ج : قرآن کریم میں مواضع سجود کل پندرہ ہیں لیکن آئمہ ثلاثہ یعنی امام اعظم ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک چودہ ہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک گیارہ ہیں !

توضیح الجواب :- جاننا چاہیے کہ قرآن میں مواضع سجود یعنی وہ آیات جن میں لفظ سجده کسی نہ کسی صیغہ سے وارد ہے اور اس کے تالی اور سامع سے سجده التلاوة مطلوب ہے۔ پندرہ ہیں مگر بین الفقہاء بعض آیات کے آیت سجده ہونے میں اختلاف ہے۔

نہایت ثلاثہ یعنی حنفیہ، شافعیہ، حنبلیہ میں آیات سجده چودہ ہیں کیونکہ عند الحنفیہ والمالکیہ سورۃ الحج کے آخر میں آیت سجده ان مواضع میں شمار نہیں کی جاتی جن میں سجده التلاوة مطلوب ہے اور عند الشافعیہ والحنابلہ شمار کی جاتی ہے، عند الشافعیہ سورۃ ص میں آیت سجده ان مواضع میں شمار نہیں کی جاتی جن میں سجده التلاوة مطلوب ہے اور عند الحنفیہ والمالکیہ شمار کی جاتی ہے۔ اسی طرح عند المالکیہ آیات سورۃ ثلاثہ یعنی آیت البقرۃ، آیت الانشقاق، آیت العلق آیات سجده میں شمار نہیں کی جاتی۔

وَعِنْدَهُمُ الذَّلِيلُ عَلَيَّ مَدَّ هَيْبِهِمْ

الآيَاتُ الَّتِي فِيهَا سَجْدَةٌ التِّلَاوَةِ

- ۱ : إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ
وَيَسْجُدُونَ لَهُ يَسْجُدُونَ ○ (۲۰۶ - الأعراف)
- ۲ : وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا
وَظِلًا لَهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْأَصَالِ ○ (۱۵ - الرعد)
- ۳ : وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةِ
وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ○ يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ قَوْفِهِمْ
وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ○ (۵۰ - النحل)
- ۴ : قَدْ آمَنُوا بِهِ أُولَاؤُا تَوَمَّنُوا إِنْ لَنِ الَّذِينَ أُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ
قَبْلِهِ إِذَا يُتْلَى عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا ○ وَيَقُولُونَ
سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا ○ وَيَخِرُّونَ
لِلْأَذْقَانِ يَسْجُدُونَ وَبِزَيْدٍ هُمْ خَشُوعًا ○ (۱۰۹ - الإسراء)
- ۵ : إِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَنِ خَرُّوا سُجَّدًا أَوْ بُكِيًّا ○
(۵۸ - مريم)

۶ : أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ
وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالْدَّوَابُّ
وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ ۗ وَكَثِيرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۗ وَمَنْ

يَهْدِي اللَّهُ فَمَالَهُ مِنْ مُكْرِمٍ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ○

(۱۸- الْحَجُّ)

۷ : يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ

وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ عند الشافعية.

والحنابلة (۷- الْحَجُّ)

۸ : وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَنُ

أَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا ○ (۶۰- الْفُرْقَانُ)

۹ : أَلَا يَسْجُدُ لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْغَبَّ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ○ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ○ (۲۶- التَّوْبَةُ)

۱۰ : إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِرُوا بِهَا خَسِرُوا

سُجْدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ○

(۱۵- السَّجْدَةُ)

۱۱ : وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَ

أَنَابَ ○ (۲۲- ص)

۱۲ : وَمِنَ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا

لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ

إِنسَاءً تَعْبُدُونَ ○ (۳۷- فَصَّلَتْ)

۱۳ : فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ○ (۶۲- النَّجْمُ)

۱۴ : وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ (۲۱- الْوُثُقَاءُ)

۱۵ : وَأَسْجُدُ وَقْتَرِبُ (۱۹- الْعَلَقُ)

وَالسُّجُودُ يَكُونُ عِنْدَ الْخُرُكِ أَيْ مِنْ آيَاتِهَا الْمُنْقَدِّمَةِ
بِالرُّتْفَاقِ، أَيْ عِنْدَ الْحَنَفِيَّةِ فِي بَعْضِ الْمَوَاضِعِ فَعِنْدَهُمْ
الرُّوْلَى أَنْ يَسْجُدَ فِي سُورَةِ صَ عِنْدَ قَوْلِهِ وَحُسْنُ مَا بَ
وَفِي سُورَةِ فَصَّلَتْ عِنْدَ قَوْلِهِ تَعَالَى «وَهُمْ لَا يَسْتَمُونَ»

مُوجِبَاتُ سَجْدَةِ التَّلَاوَةِ

٤	٥	٣	٢	١
مَوْضِعُ السَّجْدَةِ	مَوْضِعُ السَّجْدَةِ	مَوْضِعُ السَّجْدَةِ	السُّورَةُ	الْعَلَدُ
٢٠٦	يَسْجُدُونَ	يَسْجُدُونَ	٢٢	الْأَعْرَافُ
١٥	وَالْأَصْحَابِ	وَاللَّهُ يَسْجُدُ	٢	الرَّعْدُ
٥٠	مَا يُؤْمَرُونَ	وَاللَّهُ يَسْجُدُ	٤	التَّحَلُّفُ
١٠٩	وَيَزِيدُهُمْ خُشُوعًا	لِيَذُوقُوا سَجْدًا	١٢	الرِّسَالَةُ
٥٨	وَبُكْيًا	خَرُّوا سُجَّدًا	٣	مَرْيَمَ
١٨	مَا يَشَاءُ	يَسْجُدُ لَهُ	٢	النَّجْمُ
٤٤	تُفْلِحُونَ	وَأَسْجُدُوا	١٠	الْحَجُّ الشَّافِعِيُّ عِنْدَ
٦٠	نُفُورًا	أَسْجُدُوا	٥	الْفُرْقَانُ
٦٦	رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ	أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ	٢	النَّمْلُ
١٥	لَا يَسْتَكْبِرُونَ	خَرُّوا سُجَّدًا	٢	السَّجْدَةُ فَصِيحَةٌ
٢٢	وَحُسْنَ مَآبٍ	وَخَرُّوا كِرَامًا	٢	ص
٣٨	لَا يَسْتَمُونَ	وَأَسْجُدُوا لِلَّهِ	٥	حَمَّ السَّجْدَةِ
٦٢	وَأَعْبُدُوا	فَأَسْجُدُوا	٣	النَّجْمُ

۶	۵	۴	۳	۲	۱
مَوْجِبُ السَّجْدَةِ	مَوْضِعُ السَّجْدَةِ	مَوْجِبُ السَّجْدَةِ	مَوْجِبُ السَّجْدَةِ	السُّورَةُ	مَوْجِبُ السَّجْدَةِ
۲۱	يَسْجُدُونَ	يَسْجُدُونَ	۱	الرَّشِقَاقُ	۱۳
۱۹	وَاقْتَرِبُ	وَاسْجُدْ	۱	الْعَلَقُ	۱۵

فَضَائِلُ الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ

س : فضائل قرآن کریم کیا ہیں ؟

ج : فضائل قرآن کریم تو بے شمار ہیں اور اس بارے میں جو احادیث و آثار وارد ہیں وہ بھی لاتعداد اور لامتناہی ہیں — مگر یہ ایک حدیث جو فضیلت قرآن کی پوری حقیقت واضح کرتی ہے — اسے ہر وقت

پیش نظر اور یاد رکھنا چاہیے :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے قرآن کریم کا ایک حرف پڑھا، تو اس کے لیے اس کے عوض ایک نیکی ملتی ہے اور ایک نیکی کا اجر دس نیکیوں کے برابر ملتا ہے اور بطور وضاحت فرمایا کہ یہ نہیں کہتا یعنی میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ : اَلَمْ : ایک ہی حرف

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللَّهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ، وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا — لَا أَقُولُ : اَلْحَاءُ حَرْفٌ، بَدَّ اَلِفٌ حَرْفٌ، وَلَا مٌ حَرْفٌ، وَمِيمٌ حَرْفٌ.

رواہ الترمذی والدارمی

ہے۔ بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے، اور میم ایک حرف ہی، سو اس طرح، اَلَمْ : پڑھنے پر تیس نیکیاں ملتی ہیں۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ: جانا چاہیے کہ: فَضَائِلُ الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ: لا تعداد اور
 لامتناہی ہیں اور تالی قرآن کے حق میں جو احادیث نبویہ وارد ہیں وہ بھی
 کثیر التعداد ہیں — اللہ تعالیٰ ہماری جماعتِ قرآن، حفاظ اور عامۃ المسلمین
 و المسلمات کو قرآن کریم پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماتے، اور تلاوت قرآن کریم پر جو ثمرات مرتب ہوں ہم سب کو اس سے
 مالا مال فرمائے آمین ثم آمین. يَارَبِّ الْعَالَمِينَ.

ذکورۃ الصدر حدیث میں سید الاولین و الآخِرین امام الانبیاء و المرسلین
 شفیح المذنبین رحمۃ للعالمین، رسول الصادق الامین صلی اللہ علیہ وسلم نے
 خاصۃ الاممہ اور عامۃ الناس کو خوش خبر دی ہے کہ جو بندہ اخلاص نیت کے
 ساتھ جملہ آداب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے قرآن کریم کی تلاوت کرے گا
 نو حروف تمہیحی کے ہر حرف کے پڑھنے سے اسے ایک ”حسنہ“ یعنی ایک نیکی
 ملے گی اور ایک ”حسنہ“ دس نیکیوں کے برابر ہوگی۔

قرآن کریم کا پڑھنا اگر معنی اور مفہوم سمجھ کر ہو تو ”نور علی نور“ ہے
 لیکن تالی قرآن کریم اگر معنی نہ جانتا ہو اور وہ بے سمجھے پڑھتا ہو تو عند اللہ
 اجر و ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی — کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے: اَلَمْ: ”جس کے معنی مخفی عن الناس ہیں“ کو خاص طور پر
 ذکر فرما کر واضح کر دیا ہے کہ قرآنت قرآن کا اجر و ثواب موقوف علی فہم
 المعنی نہیں ہے — اس لئے کہ: اَلَمْ: اور دیگر حروف مقطعات ہیں
 اللہ و بین الرسول راز کی باتیں ہیں جو باتفاق علماء امت: کو معلوم نہیں

ہے اور حروف مقطعات کی قرأت اور تلاوت بغیر مفہوم سمجھے ہی کی جاتی ہے۔ اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بصراحت بتلادیا کہ ان حروف کی تلاوت کرنے والوں کو ہر حرف پر دس نیکیوں کا اجر و ثواب ملتا ہے۔

اس حدیث کی بہت سی روایتیں ہیں کہ آپ نے فرمایا میں یہ نہیں کہتا کہ: بِسْمِ: ایک حرف ہے، بلکہ: ب: ایک حرف ہے: س: ایک حرف ہے۔ اور: م: ایک حرف ہے۔

:بِسْمِ: کا مسند الیہ غیر مذکور ہو تو جہاں محروم کر بھی مفید معنی نہیں ہوتا اور اس کا مفہوم سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ نے اس کی مثال دیکر بھی واضح فرمادیا کہ تلاوت قرآن کا اجر و ثواب مؤثر و مفید معنی نہیں ہے۔ — پس: بِسْمِ اللّٰهِ: میں: بِسْمِ: پڑھنے پر بھی نیکیاں ملتی ہیں، جیسا کہ: اَلَمْ تَرَ كَيْفَ: میں: اَلَمْ: پڑھنے پر علی حسب الکتابت نیکیاں ملتی ہیں۔

اَلَمْ: علی حسب الکتابت تین حروف پر مشتمل ہے، پس جب ہر حرف کے عوض دس نیکیاں ملتی ہیں تو اس کے پڑھنے پر تیس نیکیاں ملنے کا حتمی وعدہ ہے۔ لیکن یہ بلحاظ مکتوب و مرسوم ہیں۔ اور بلحاظ ملفوظ بہ نو حروف پر مشتمل ہے کیونکہ یہاں مُسَمَّی نہیں بلکہ اسم پڑھا جاتا ہے اور اسم میں نو حروف ہیں، اس طرح کہ: اَلِفُ: میں تین حرف ہیں: لام: میں تین حرف ہیں اور: میم: میں تین حرف — تو کل نو حرف ہوئے، لہذا: اَلَمْ: پڑھنے والے

کو تو سے نیکیاں ملتی ہیں۔ اِحیاء العلوم

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ کو
خواب میں کئی بار اللہ تعالیٰ جل شانہ
کی زیارت ہوئی، پس آپ نے
فرمایا کہ اللہ کی قسم اب کی بار اگر
میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو
دیکھا، تو اس سے ضرور دریافت
کر دوں گا کہ کونسی چیز ہے جس سے
بندہ اپنے رب کے قریب ہوتا ہے۔
پس جب آپ کو زیارت ہوئی، تو
آپ نے عرض کیا: اسے پروردگار
کس چیز سے بندہ نیراقرب حاصل
کیا کرے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
اسے احمد میری کلام کی تلاوت سے

حُكِيَ عَنِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ
رَأَى رَبَّهُ فِي الْمَنَامِ عِدَّةً
مَرَّاتٍ، فَقَالَ: وَاللَّهِ إِنْ
رَأَيْتُهُ مَرَّةً أُخْرَى لَأَسْأَلَهُ
أَيُّ شَيْءٍ يَتَّقِرِبُ الْعَبْدَ
إِلَى رَبِّهِ — فَرَأَى
رَبَّهُ جَلَّ شَانُهُ، فَقَالَ:
يَا رَبِّ يَا أَيُّ شَيْءٍ يَتَّقِرِبُ
الْعَبْدَ إِلَيْكَ، قَالَ:
بِتِلَاوَةِ كَلَامِي يَا
أَحْمَدُ، قَالَ: فَيُحْمَدُ
أَوْ لَوْ يَفْهَمُ يَا رَبِّ؟ قَالَ:
فِيهِمَ الْمَعْنَى أَوْ لَوْ يَفْهَمُ

آپ نے کہا: اسے پروردگار معنی سمجھنا ہوتا ہے۔ یا نہ سمجھنا ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا: کہ معنی سمجھنا ہوتا ہے، یا نہ سمجھنا ہوتا ہے؟ موجب تقرب ہے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ کا یہ کریمانہ اور فیاضانہ قانون کہ ایک نیکی کرنے والے
کو دس نیکیوں کے برابر ثواب ملتا ہے، اور ایک برائی کا بدلہ اس کے برابر

ہی دینا ہے۔ قرآن کریم کی سورہ انعام میں ارشاد ہے۔
 مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ
 عَشْرٌ مِّثْلُهَا وَمَن جَاءَ
 بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى
 إِلَّا مِثْلُهَا۔
 کہ جو بندہ ایک نیکی لے کر آئے گا اس
 کو اس جیسی دس نیکیوں کا ثواب
 دیا جائے گا۔ اور جو بندہ ایک بدی
 لے کر آئے گا اسے اسی قدر بدلہ
 دیا جائے گا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، کہ
 تلاوت قرآن کی روح یہ ہے کہ شوق و محبت اور انتہائی تعظیم و تکریم اور
 اجلال کے ساتھ حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف منوجہ ہو کر قرآن کریم کی تلاوت
 کی جائے اور اس کے مواعظ و نصائح میں غور و خوض اور ان سے اثر لینے کی
 کوشش بلیغ کی جائے۔ اور اس کے احکام و ہدایات کی تعمیل اور پیروی
 کی عزم کے ساتھ تلاوت کی جائے۔ پس جب تلاوت ایسی ہوگی تو
 اس کے ثمرات بھی ایسے ہی مرتب ہونگے۔ — حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِي سَبِيلِ
 اللَّهِ كُتِبَ مَعَهُ الصِّدِّيقِينَ
 وَالشُّهَدَاءَ وَالصَّالِحِينَ
 وَخَسَنَ أَوْلَئِكَ رَفِيقًا۔ رواہ
 جس شخص نے قرآن کریم خالص بوجہ اللہ
 پڑھا، وہ صدیقین، شہداء اور صالحین
 کے زمرہ میں رکھا جائے گا اور یہ
 حضرات بہت ہی اچھے رفیق ہیں۔

فضائل القرآن: کے بارے میں جو احادیث و آثار وارد ہیں، ان میں
 بعض علی الاطلاق فضیلت قرآن بردلالت کرتی ہیں اور بعض سورت

سورت کی فضیلت بتلاتی ہیں — جن کو حضرات مفسرین ترغیباً و
تحریباً علی المحفظ والتلاوة ابتداء سورہیں ذکر کرتے ہیں، خلافاً للزمخشریؒ
وہ فرماتے ہیں کہ فضائل سورہ بمنزلہ صفات کے ہیں اور صفات کا تقاضا یہ
ہے کہ وہ موصوف کے بعد ہی تذکور ہوں۔

فضائل القرآن: کے متعلق احادیث و آثار واردہ خواہ وہ علی الاطلاق
ہوں خواہ مخصوص بالسورہوں، وہ بے شمار ہیں اور ان کا احصاء مشکل
ہم تَبَيَّنَّا وَتَحَنَّنَّا عَلَي تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ: چند احادیث نقل کرنے
ہیں: تفصیل مطلوب ہو تو فضائل القرآن بشیخ ذکر یا مطالعہ کیجئے:

۱: عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ
لِلَّهِ أَهْلِينَ مِنَ النَّاسِ،
قَالُوا مَنْ هُمْ يَا رَسُولَ
اللَّهِ، قَالَ أَهْلُ الْقُرْآنِ
هُمُ أَهْلُ اللَّهِ وَخَاصَّتُهُ
رواہ احمد

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کیلئے
لوگوں میں سے بعض لوگ خاص گھر
کے لوگ ہیں، صحابہؓ نے عرض کیا
یا رسول اللہ وہ لوگ کون ہیں؟
فرمایا وہ قرآن کریم پڑھنے والے
ہیں۔ کہ وہ اللہ کے اہل اور خاص
گھر کے بندے ہیں۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ
عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذِهِ
الْقُلُوبُ تَصْدَأُ كَمَا
يَصْدَأُ الْحَدِيدُ إِذَا أَصَابَهُ
الْمَاءُ، قِيلَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ مَا جِئْتَهُمْ؟ قَالَ
ذِكْرُ الْمَوْتِ، وَتِلَاوَةُ
الْقُرْآنِ (رواه البيهقي)

۳
عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ
الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ
الْقُرْآنَ مِثْلَ الرَّجُلِ
رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا
طَيِّبٌ وَمِثْلُ الْمُؤْمِنِ
الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ
مِثْلُ الثَّمَرَةِ لَا رِيحَ لَهَا
لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَے فرمایا: بنی آدم
کے دلوں پر اسی طرح زنگ چڑھ
جاتا ہے، جس طرح پانی لکڑی کے
سے لوسے پر زنگ آجاتا ہے۔ عرض
کیا گیا یا رسول اللہ اس زنگ کے
دور کرنے کا ذریعہ کیا ہے؟ آپ نے
فرمایا موت کو کثرت سے یاد کرنا
اور قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔

ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو مسلمان
قرآن کریم پڑھتا ہے اس کی مثال
ترنج کی سی ہے کہ اس کی خوشبو
عمدہ اور مزہ لذیذ ہوتا ہے،
اور جو مسلمان قرآن کریم نہیں پڑھتا
اس کی مثال کھجور کی سی ہے کہ
خوشبو زردار د مگر اس کا مزہ
شیریں ہوتا ہے۔

اور جو منافق قرآن کریم پڑھنا ہے اس کی مثال کُل ریحان کی سی ہے کہ خوشبو عدہ اور مزہ تلخ ہوتا ہے اور جو منافق قرآن کریم نہیں پڑھنا اس کی مثال حنظل (نہبہ) کی سی ہے کہ خوشبوزہ دارد اور مزہ اس کا انتہائی تلخ ہوتا ہے۔

حضرت عبد اللہ عمر و رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صاحب قرآن کو کہا جائے کہ قرآن پڑھ اور درجات پر چڑھ، اور نرسیل سے چڑھ، جیسا کہ تو دنیا میں نرسیل سے پڑھتا تھا، پس بلاشبہ تیرا مقام اس آیت کے آخر پر ہے جسے تو پڑھے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ صاحب قرآن

وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مِثْلَ الرَّيْحَانَةِ رِيحًا طَيِّبًا وَطَعْمًا مُرًّا، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمِثْلِ الْحَنْظَلَةِ لَيْسَ لَهَا رِيحٌ وَطَعْمًا مُرًّا

۴ : عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْآنِ، اقْرَأْ وَارْقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا، فَإِنَّ مَنَزِلَتَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَأُهَا. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

۵ : عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ يُجِيبُنِي صَاحِبُ
 الْقُرْآنِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يَقُولُ
 الْقُرْآنُ يَا رَبِّ حَلِّهِ
 فَيُلْبِسُ تَاجَ الْكِرَامَةِ
 يَقُولُ يَا رَبِّ زِدْهُ
 فَيُلْبِسُ حُلَّةَ الْكِرَامَةِ
 ثُمَّ يَقُولُ يَا رَبِّ ارْضِ
 عَنْهُ فَيَرْضَى عَنْهُ
 وَيُقَالُ لَهُ : اقْرَأْ وَارْقُ
 وَيَزِدْهُ بِكُلِّ آيَةٍ
 حَسَنَةً . (حاكم)

۶ : قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
 أَشْرَافُ أُمَّتِي حَمَلَةُ
 الْقُرْآنِ، وَأَصْحَابُ
 الْبَيْتِ، وَقَدَّمَ النَّبِيُّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فِي قَبْرِ أَحَدٍ فِي الْقَبْرِ
 أَكْثَرَهُمْ قُرْآنًا .

کریم قیامت کے دن لایا جائے گا۔ پس
 قرآن کہے گا کہ اے پروردگار اسے
 زیور پہنادے۔ پس اسے شرف
 و کرامت کا تاج پہنادیا جائے گا۔
 پھر کہے گا کہ اے پروردگار زیادہ
 دے اسے، پس شرف کرامت کا
 لباس پہنادیا جائے گا۔ پھر کہے گا
 اے پروردگار اس سے راضی ہو
 جا۔ پس اللہ تعالیٰ اس سے راضی
 ہو جائے گا۔ اور اس کو کہا جائے گا کہ
 قرآن پڑھ اور درجات پر چڑھ اور
 زیادہ کریگا اسکو ہر آیت کے عوض ایک
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 میری امت کے اشرف حاملین قرآن
 اور رات کو قیام کرنے والے ہیں اور نبی
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء اور
 اہل بیت سے قبر میں مقدم اس کو رکھا
 جو زیادہ قرآن پڑھتا تھا۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى
مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ عَنْ
ذِكْرِي وَمَسْئَلَتِي أَعْطَيْتُهُ
أَفْضَلَ مَا أُعْطِيَ السَّائِلِينَ
وَفَضْلُ كَلَامِ اللَّهِ عَلَى
سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ
اللَّهِ عَلَى خَلْقِهِ

(رواة الترمذی وغیرہ)

۸ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَا أَبَاهُ رِبْرَةَ
تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ
النَّاسَ وَلَا تَرَالُ كَذَلِكَ
حَتَّى يَأْتِيكَ الْمَوْتُ
فَإِنَّهُ إِنْ أَتَاكَ الْمَوْتُ
وَأَنْتَ كَذَلِكَ حَجَّجْتِ
الْمَلَائِكَةَ إِلَى قَبْرِكَ كَمَا

ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ انشاد
منقول ہے کہ حق سبحانہ و تقدس کا یہ
فرمان ہے کہ جس شخص کو قرآن کریم کی
مشغولی کی وجہ سے ذکر کرنے اور دعائیں
مانگنے کی فرصت نہیں ملتی ہیں اس کو
سب دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ
عطا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ شانہ کی
کلام کو سب کلام پر ایسی ہی فضیلت
ہے جیسی کہ خود حق تعالیٰ شانہ کو تمام
تمام مخلوق پر۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا اے ابو ہریرہ قرآن سیکھو
اور اسے لوگوں کو سکھاؤ۔ اور ہمیشہ
ایسے ہی رہو یہاں تک تجھے موت
آجائے۔ پس اگر تجھے موت آگئی
اور تو اس طرح رہا تو ملائکہ نبی
قبر کی اس طرح حج کریں گے
جس طرح مومن بیت اللہ شریف

کا حج کرتے ہیں۔

يُحْجِجُ الْمُؤْمِنُونَ إِلَى بَيْتِ اللَّهِ
الْحَرَامِ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ کوئی قوم اللہ
کے گھروں میں سے کسی گھر میں مجتمع
ہو کر تلاوتِ قرآن کریم اور اس کا دور
اور آپس میں درس و تدریس نہیں کرتی
مگر ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور
رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے
اور ملائکہ ان کو گھیر لیتے ہیں۔ اور
اللہ تعالیٰ جل مجدہ ان کا ذکر ملائکہ کی
مجلس میں فرماتے ہیں۔

۹ : عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ
مِنْ بَيْوتِ اللَّهِ يَتْلُونَ
كِتَابَ اللَّهِ وَيَتَدَارَسُونَ
بَيْنَهُمْ إِلَّا نَزَلَتْ
عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ غَشِيَتْهُمُ
الرَّحْمَةُ، وَخَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ
وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِي يَمِينِ
عِنْدَهُ . (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے کہ وہ گھر جس میں قرآن کریم
پڑھا جا رہا ہو اہل آسمان کو ایسے
ہی دکھائی دیتا ہے جس طرح کہ اہل

۱۰ : عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ الْبَيْتَ الَّذِي يُقْرَأُ
فِيهِ الْقُرْآنُ يَتَرَاءَى عِلْمُ رَاهِلٍ

آسمان کو ایسے ہی دکھاتی دیتا ہے جس طرح اہل زمین کو ستارے دکھاتی دیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں ہے کوئی مسلمان کہ جب وہ اپنے خواب گاہ پر پہنچتا ہے۔ پھر پڑھتا ہے کوئی سورت کتاب اللہ کی۔ مگر اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک فرشتے کو نگران بنا دیتے ہیں کہ اس کی حفاظت کرے، پس کوئی چیز اذیت دہنی والی اس کے قریب نہیں جاتی یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے خواہ کسی بھی وقت بیدار ہو۔

اور فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے کہ جاہلین قرآن شریف جنت ہوں گے۔

اور فرمایا جاہلین قرآن کریم اللہ تعالیٰ کے سایہ تلے ہونگے جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا۔ مگر فقط اسی کا سایہ ہوگا۔

السَّمَاءِ كَمَا تَرَءَى النُّجُومَ
لِأَهْلِ الْأَرْضِ (بیدہقی)

۱۱ : قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَأْخُذُ مَضْجِعَهُ
فَيَقْرَأُ سُورَةً مِنْ كِتَابِ اللَّهِ
تَعَالَى إِلَّا وَكَّلَ اللَّهُ بِهِ
مَلَكًا يَحْفَظُهُ تَأْوِيلًا
يَقْرَأُ بِهِ شَيْءًا يُؤَدِّيهِ
حَتَّى يَهْبَّتْ مَتَى هَبَّتْ

(رواہ احمد و الترمذی)

۱۲ : وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
حَمَلَةُ الْقُرْآنِ عَرَفَاءُ
أَهْلِ الْجَنَّةِ (طبرانی)

۱۳ : وَقَالَ حَمَلَةُ الْقُرْآنِ فِي
ظِلِّ اللَّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا
ظِلُّهُ (حاکم)

۱۳ : عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَقُولُ اقْرَأُوا الْقُرْآنَ

فَإِنَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعًا

لِرِصَّعَائِهِ

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روا

ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ

فرماتے تھے کہ: قرآن کریم پڑھا کرو تو

وہ قیامت کے روز اپنے پڑھنے والوں

کے لئے شفیع بن کر آئے گا۔

۱۵ : وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

الصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ

لِلْعَبْدِ رَحِمًا

اور آپ نے فرمایا ہے کہ روزہ اور

قرآن کریم اپنے پڑھنے والے بندہ کے

کے لئے شفاعت کریں گے۔

۱۶ : عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ

يَقْرَأُ بِهِ أِنَاءَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

بِحِلِّ حَلَالَةٍ وَيَحْرِمُ حَرَامًا

حَرَّمَ اللَّهُ لَحْمَهُ وَدَمَهُ

عَلَى النَّارِ وَجَعَلَهُ مَعَ السَّفَرَةِ

الْكِرَامِ الْبَرَّةِ حَتَّى إِذَا

كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَانَ

الْقُرْآنُ حِجَّةً لَهُ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل

کرتے ہیں کہ جس شخص نے قرآن شریف

پڑھا اور رات دن نمازوں میں پڑھنا

رہا، اس کے حلال کو حلال جانا اور

حرام کو حرام سمجھا۔ اللہ تعالیٰ اس

کے گوشت اور خون کو آگ پر حرام

کر دیں گے اور اس کو ان ملائکہ کے

ساتھ کر دیں گے جو عالم ملکوت میں

قرآن کریم پڑھنے میں یہاں تک کہ جب قیامت ہوگی قرآن اس کیلئے حجت ہوگی

حضرت وائلہ بن اسفیع رضی اللہ تعالیٰ
عنه سے منقول ہے کہ ایک شخص نے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے
درد و حلقوم کی شکایت کی آپ نے
فرمایا کہ قرأت قرآن کریم اپنے اوپر
لازم کر۔ یعنی قرآن کریم کی تلاوت اس
کا علاج ہے

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے کہ بہترین دوا قرآن ہے۔ یعنی
قرآنہ قرآن۔ اور آپ نے فرمایا ہے
کہ اپنے اوپر دو شفا لازم رکھو۔ شہد
اور قرآن کریم۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنه سے روایت ہے کہ تین آدمی
ایسے ہیں جن کو قیامت کا خوف
دامنگیر نہ ہوگا، نہ ان کو حساب دینا
پڑے گا، وہ مشک کے ٹیلوں پر تفریح
کریں گے، اس وقت تک کہ مخلوق
اپنے حساب کتاب سے فارغ ہو۔

۱۷ : عَنْ وَائِلَةَ ابْنِ اسْفَعٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا
شَكَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعَ خَلْفِهِ
قَالَ عَلَيْكَ بِقِرَاءَةِ
الْقُرْآنِ (بيهقي)

۱۸ : وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
خَيْرُ الدَّوَاءِ الْقُرْآنُ وَقَالَ
عَلَيْكُمْ بِالشِّفَاءِ عَيْنِ
الْعَسَلِ وَالْقُرْآنِ. (ابن ماجہ)

۱۹ : عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ : فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَهْتَمُّ
الْفَرْعُ الرَّكْبُ وَلَا يَنَالُهُمُ
الْحِسَابُ، هُمْ عَلَى كَيْفِ
مَنْ مَسَّكَ حَتَّى يَفْرَغَ
مِنْ حِسَابِ الْحَلَايِقِ .

رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْآنَ ابْتِغَاءً
وَجَدِ اللَّهَ وَآمَّ بِهِ تَوْمًا
وَهُمْ بِهِ رَاضُونَ.

الحدیث رواہ الطبرانی

۲۰: عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ
اللَّهِ أَوْصِنِي قَالَ عَلَيْكَ
بِتَقْوَى اللَّهِ فَإِنَّهُ رَأْسُ
الْأَمْرِ كُلِّهِ قُلْتُ يَا
رَسُولَ اللَّهِ زِدْنِي قَالَ
عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ
فَإِنَّهُ نُورٌ لَكَ فِي الْأَرْضِ
وَزَخْرُوكَ فِي السَّمَاءِ.

ر رواہ ابن حبان

۲۱: وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ سَبْعٌ يُجْرِي
لِلْعَبْدِ أَجْرُهُنَّ بَعْدَ مَوْتِهِ
وَهُرْفِي قَبْرِهِ مَنْ عَلَّمَ
عِلْمًا، أَوْ أَجْرِي نَهْرًا،

ایک وہ شخص جس نے اللہ کے لئے
قرآن کریم پڑھا اور امامت کی اس
طرح پر کہ مقتدی اس سے راضی
ہوں۔

ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے
ہیں کہ میں نے درخواست کی کہ یا
رسول اللہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں
آپ نے فرمایا کہ تقویٰ کا اہتمام کرو،
کہ یہ تمام امور کی جڑ ہے۔ میں نے عرض
کیا یا رسول اللہ کچھ اور بھی فرمائیں
تو آپ نے فرمایا کہ تلاوت قرآن کا اہتمام
کرو کہ دنیا میں یہ نور ہے اور آخرت
میں زخیرہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے کہ سات چیزیں ایسی ہیں جن کا اجر
آدمی کے مرنے کے بعد بھی جاری رہتا
ہے۔ اس حال میں کہ وہ قبر میں
مدفون ہو۔ ۱: وہ جس نے علم دین

أَوْ حَفْرٍ بَشْرًا، أَوْ غَرَسَ نَخْلًا
 أَوْ بَنَى مَسْجِدًا. أَوْ شَرَكَ
 وَلَدًا يَسْتَغْفِرُ لَهُ مِنْ بَعْدِ
 مَوْتِهِ، أَوْ وَرَثَ مُصْحَفًا
 رواه ابن ماجه

سکھلایا (۲) وہ جس نے تہر جاری کی
 (۳) وہ جس نے کنواں کھودا (۴)
 وہ جس نے درخت لگایا رہا وہ
 جس نے مسجد بنائی (۵) وہ جس نے
 کوئی ولد چھوڑا کہ مرنے کے بعد وہ
 اس کے لیے دعائے مغفرت کرتا
 رہے (۶) وہ جس نے کسی کو پڑھنے
 کے لیے مصحف یعنی قرآن کریم دیدیا ہو
 حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے
 روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر چیز کیلئے کوئی
 شرافت و افتخار ہوا کرتا ہے جس سے
 وہ تفاخر کیا کرتا ہے۔ میری اہمیت کی
 رونق اور افتخار قرآن کریم ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت
 ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا کہ قرآن کریم پڑھ پڑھ کر اس قدر
 مہارت حاصل کر لی ہو، کہ اس کو حفظ
 یا ناظرہ بے تکلف اور بطریقہ احسن

۲۲: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
 عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ
 لِكُلِّ شَيْءٍ شَرَفًا يَتَّبَاهُونَ
 بِهِ، وَإِنَّ بَهَاءَ أُمَّتِي وَ
 شَرَفَهَا الْقُرْآنُ

۲۳: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
 عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 الْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ
 الْكِرَامِ الْبَرَّةِ، وَالَّذِي

يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعَنُّ فِيهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ

پڑھتا ہو، یعنی پڑھنے میں خوب ماہر ہو، ان ملائکہ کے ساتھ ہے جو میری منشی اور نیک کار ہیں دیہیت بلند درجہ ہے جو ماہر قرآن کیلئے مخصوص ہے، اور

رواہ البخاری و مسلم

جو شخص قرآن کریم اکتا ہو پڑھتا ہے اور اس میں دقت اور مشقت اٹھاتا ہے اس کو دہرا اجر ہے۔ ایک اجر اس کے پڑھنے کا اور ایک اجر اس کے تَتَتَعَنُّ یعنی اس کے مشقت اٹھانے کا۔

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرًا مِثْلَهَا وَمَنْ جَاءَ
بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يَجْزِي إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ

الجزء الرابع في حقيقة التجويد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

و و و
التجويد

س : تجويد کسے کہتے ہیں ؟

ج : ہر حرف کو اس کے مخرج سے نکالنے اور اس کی جمیع صفات کو ادا کرنے کو تجويد کہتے ہیں۔

توضیح الجواب : جانا چاہیے کہ : تجويد مصدر ہے "جَوَّدَ" تجوّد سے اس کا اسم
الجوّدۃ یعنی ضدّ الرداءة آتا ہے جیسا کہ اہل لسان حسن کارکردگی کے موقع
پر کہتے ہیں : جَوَّدَ فُلَانٌ فِي كَذَا اِيس تجويد کے لغوی معنی اَلرِّثْيَانُ
بِالْجَيِّدِ، یعنی از روئے لغت پر کہنے اور کھرا کرنے کو تجويد کہتے ہیں۔
اور اصطلاح مجودین میں عبارت ہے : اَلرِّثْيَانُ بِالْقِرَاءَةِ مَجَوَّدَةً
اَلْاَلْفَاظِ بِبَيِّنَةٍ مِّنَ الرِّدَاءَةِ فِي النُّطْقِ یعنی ایسے مجود الفاظ سے قراءت کرنا
کہ وہ نقص و رذالت سے عاری ہو یعنی تصحیح و اتقان حروف میں انتہائی درجہ تک
رسانی حاصل کرنے اور تجسین صوت اور ترتیب حروف میں درجہ کمال کو پہنچنے کا نام
تجويد ہے۔ پس ہر حرف کو اس کے صحیح مخرج سے نکالنے اور اس کی جملہ صفات و کیفیات
بطریق احسن ادا کرنے کو تجويد کہتے ہیں۔

اور جو حروف صحیح مخرج سے نکلے اور جمیع صفات کے ساتھ بطریق اکمل ادا
ادا ہو، نیز رذالت سے پاک اور نقص و زیادت سے عاری اس طرح ادا ہو جس حالت میں
تجويد و قراءت نے نہ ت النبویۃ الاصحیۃ العربیۃ سے مستفصل حاصل کیے
تو اسے تجويد کہتے ہیں۔ علیٰ ذلک القیاس جو صحیح مخرب و قرات کے طریق پر طعنات اور اس کی نہ
بلکہ اسی حضرت النبویۃ الاصحیۃ العربیۃ سے مستفصل ہے تو اسے تجويد کہتے ہیں۔

تجوید کی اصطلاحی تعریف کتب معتبرہ میں علماء تجوید و قرأت نے کم و بیش اور مختلف الفاظ سے کی ہے۔ طلباء تجوید کی بصیرت اور معلومات میں اضافہ کے پیش نظر بعض اقوال کا نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے چنانچہ حضرت قاری ضیاء الدین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۷۲ بیان فی تجوید القرآن میں فرماتے ہیں :-

وَالتَّجْوِیدُ عِبَادَةٌ عَنْ
 آدَائِهِ كَمَا أَنْزَلَ مِنْ آدَاءِ
 الْحُرُوفِ بِمَخَارِجِهَا وَإِعْطَاءِ
 كُلِّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ وَمُسْتَحَقَّهُ
 اور تجوید عبارت ہے حروف کی آداء
 اس طرح پر جس طرح ان کی ادا منزل ہے
 یعنی ادا کرنا حروف کو ان کے مخارج سے
 اور عطا کرنا ہر ذی حق کو اس کا حق اور
 مستحق۔

اور حضرت الشیخ محمد بن علی بن خلف الحسینی الشہیر بالحداد فسخ المجید فی علم التجوید
 میں تحریر فرماتے ہیں :-

حَدُّ التَّجْوِیدِ : تِلَاوَةُ الْقُرْآنِ
 الْكَرِيمِ عَلَى حَسَبِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ
 تَعَالَى عَلَى نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَخْرَاجِ كُلِّ حَرْفٍ
 مِنْ مَخْرَجِهِ وَإِعْطَاءِ حَقِّهِ مِنَ
 الصِّفَاتِ مُكْتَبَةً مِنْ غَيْرِ تَكْلُفٍ
 وَلَا تَعَسُّفٍ وَلَا إِفْرَاطٍ وَلَا تَقْرِيطٍ
 وَلَا إِزْتِكَابٍ مَا يُخْرِجُهُ مِنَ
 الْقُرْآنِ نَيْتًا
 تجوید کی تعریف: قرآن کریم کی تلاوت اس
 انداز پر کرنا جس انداز پر اللہ تعالیٰ نے
 اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا
 ہے ساتھ نکالنے ہر حرف کے اس کے مخرج
 سے اور ساتھ دینے ہر حرف کے اس کا
 حق صفات (لازمہ وغیرہ) سے درآں
 حایکہ وہ مکمل کرنے والا ہو بغیر تکلف و
 تعسف اور بغیر افراط و تقریط کے اور بغیر
 ایسے ارتکاب کے کہ جس سے حرف قرآنیہ
 سے نکل جائے۔

اور علامہ شیخ محمد علی نصر نہایتہ القول المفید میں تحریر فرماتے ہیں :-
 وَأَمَّا حَقِيقَتُهُ : فَأِعْطَاءُ
 اور اس کی حقیقت: پس عطا کرنا ہے

ہر حرف کو اس کا حق یعنی ہر وہ صفت
جو اس کے لئے ثابت ہو آنے وان
صفات میں سے اور اس کا مستحق بہ فتح
حاء جو پیدا ہوتی ہے ان ہی صفات (لازم)
سے جیسے باریک کرنا حروف مستفعلہ کا
اور پُر کرنا حروف مستعلیہ وغیرہ کا۔ باری
ہمہ تحسین و اتقان حروف میں درجہ انتہا
کو پہنچنا۔ نقص و زیادت سے عاری رکھنا
اور بولنے میں روائت سے محفوظ رکھنا
اور مخارج و صفات کے ادا کرنے میں ہمیشہ
پختگی اور مضبوطی سے کام لینا اس طرح پر
کہ یہ خوبیاں قاری کی عادت و طبیعت
میں جاتے۔

برابر ہے کہ یہ حروف اصیلہ ہوں
یا فرعیہ مرکبہ ہوں یا مفردہ۔

كُلِّ حَرْفٍ حَقُّهُ أَمٌّ مِنْ كُلِّ
صِفَةٍ ثَابِتَةٍ لَهُ مِنَ الصِّفَاتِ
الَّتِي تَبَعَتْهُ بِفَتْحِ الْحَاءِ
مَا يَنْشَأُ عَنْ تِلْكَ الصِّفَاتِ
كَتَرْقِيْقِ الْمُسْتَفْعِلِ وَتَفْخِيْمِ
الْمُسْتَعْلِيِّ وَنَحْوِهِمَا. مَعَ بُلُوغِ
الْعَايَةِ وَالنِّسَابَةِ فِي اتِّقَانِ
الْحُرُوفِ وَتَحْسِينِهَا وَخُلُوقِهَا
مِنَ الزِّيَادَةِ وَالنَّقْصِ. وَبَوَاءَتِهَا
مِنَ الرَّدِّ آءَةً فِي النَّطْقِ. وَالِإِدْمَانِ
فِي تَحْرِيرِ مَخَارِجِهَا وَبَيَانِ
صِفَاتِهَا. بِحَيْثُ يَصِيرُ ذَلِكَ
لِلْقَارِي سَجِيَّةً وَطَبِيعَةً
سَوَاءً كَانَتْ تِلْكَ الْحُرُوفُ
أَصْلِيَّةً أَوْ فَرَعِيَّةً. مُرَكَّبَةً
أَوْ مُفْرَدَةً:

اور علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ انشرفی القراءات لعشر میں تحریر فرماتے ہیں:-

فَالْتَجْوِيْدُ: هُوَ حِلْيَةُ التَّلَاوَةِ
وَزِينَةُ الْقِرَاءَةِ. وَهُوَ إِعْطَاءُ
الْحُرُوفِ حُقُوقَهَا، وَتَرْتِيْبُهَا
مَرَاتِبَهَا. وَرَدُّ الْحُرُوفِ إِلَى
مَخْرَجِهِ وَأَصْلِهِ وَالْعَاثِمِ
بِنَظِيرِهِ وَتَصْحِيْحِ لَفْظِهِ: وَ

پس تجوید تلاوت کا زیور اور قراءت
کی زینت ہے اور وہ دینا ہے حروف کو
ان کا حق اور ترتیب ان کے مراتب کی اور
لوگ ان کے حروف کو اس کے مخارج و اصل کی
طرف اور بلانا ہے اس کو اس کی نظیر سے
اور تصحیح اس کے لفظ کی اور ایسے لطیف

تَلَطِيفِ النَّطْقِ بِهِ عَلَى حَالِ
صِيغَتِهِ وَكَمَالِ هَيَأْتِيهِ
مِنْ غَيْرِ اسْرَافٍ وَلَا تَعَسُّفٍ
وَلَا افْرَاطٍ وَلَا تَكْلُفٍ

انداز پر پڑھنا جیسا کہ اس کا صیغہ ہے اور
عمدہ ہیئت ہے، بغیر اسراف اور بغیر
تسلف کے اور بغیر افراط و تکلف کے

پھر مقدمۃ البحر یہ ہیں ان الفاظ کو یوں منظوم کرتے ہیں اور شیخ خالد زہری متوفی
۹۰۵ھ ان اشعار کی تشریح اس طرح کرتے ہیں :-

وَهُوَ أَيْضًا حِلِيَّةُ التَّلَاوَةِ : وَزِينَةُ الْإِدَاءِ وَالْقِرَاءَةِ
اور وہ تجوید نیز تلاوت کا زیور ہے : اور اداء و قراءت کی زینت ہے،
أَخْبَرَنَا التَّجْوِيدُ حِلِيَّةُ
انا ظم رحمہ اللہ نے) تجویدی ہے کہ بلاشبہ تجوید
التَّلَاوَةِ وَزِينَةُ لَهَا وَصِفَةٌ
تلاوت کا زیور و زینت ہے اور ایک صفت
مُسْتَحْسَنَةٌ مَّا خُوذَتْ مِنْ تَحْلِ
سختنہ ہے جو ماخوذ ہے تَحْلِ الْعُرُوسِ وَ
الْعُرُوسِ وَتَرْتِيْبِنَهَا. وَالْحَاصِلُ
تَرْتِيْبِنَهَا سے اور حاصل یہ کہ تجوید تینوں میں
أَنَّ التَّجْوِيدَ حِلِيَّةٌ وَزِينَةٌ
سے ہر ایک کیلئے زیب و زینت ہے اور
تِيكُلُّ مِنَ الثَّلَاثَةِ وَالْفَرْقُ
فرق ان میں یہ ہے کہ تلاوت تو قِرَاءَةُ
بَيْنَهُمَا أَنَّ التَّلَاوَةَ قِرَاءَةُ
مُتَابِعًا كَالْوَرَادِ
متتابع ہے مثل اوراد و اسباع وغیرہ
وَالْأَسْبَاعِ وَنَحْوِ ذَلِكَ.

وَالْوَرَادُ هُوَ الْإِخْنُ عَنِ الْفَوَاهِ
اور اداء مشائخ سے بالمشافہ حاصل کرنے
الْمَشَايِخِ وَالْقِرَاءَةُ أَعْمٌ
کا نام ہے، اور قراءت دونوں سے عام
مِنْهَا

وَهُوَ إِعْطَاءُ الْحُرُوفِ حَقَّهَا : مِنْ صِفَةِ لَهَا وَمُسْتَحَقَّهَا
اور وہ تجوید دینا ہے حروف کو ان کا حق
يَعْنِي أَنَّ التَّجْوِيدَ هُوَ
یعنی ہر صفت جو ان کیلئے لازم ہے اور ان کا مستحق
یعنی بلاشبہ تجوید عطاء کرنا ہے

إِعْطَاءِ الْحُرُوفِ حَقَّهَا مِنْ صِفَاتِ
الْأَزِمَةِ لَهَا كَهَمْسٍ وَشِدَّةٍ
وَنَحْوِهَا. وَإِعْطَاءِهَا مُسْتَحَقَّهَا
أَيُّ مَا ثَبَتَ لَهَا عِنْدَ تَرْكِيبِهَا
كَتَرْقِيْقِ الْمُسْتَفِيْلِ وَتَفْخِيْمِ
الْمُسْتَعْلِيِّ وَنَحْوِ ذَلِكَ .

حروف کو ان کا حق مثل ہمس شدت وغیرہ
کے صفات لازم میں سے اور عطا کرنا ہے
حروف کو ان کا مستحق یعنی جو ترتیب حروف
پیدا ہو کر ثابت ہوں جیسے ہا ایک کرنا حرکات
مستقلہ کا اور پُر کرنا حروف مستعلیہ وغیرہ
کا (اسی طرح دیگر صفات عارضہ مثل مدود
وغیرہ)

- - -

وَرَدُّ كُلِّ وَاحِدٍ لِأَصْلِهِ

وَاللَّفْظُ فِي نَظِيرِهِ كَمَثَلِهِ

اور لوٹانا ہے ہر حرف کو اس کی اصل سے

اور لفظ اپنی شبیہ میں اپنی مثل کی طرح ہے

يَعْنِي أَنَّ التَّجْوِيْدَ أَيْضًا

یعنی بلاشبہ تجوید نیز لوٹانا اور نکالنا

رَدُّ كُلِّ وَاحِدٍ مِنَ الْحُرُوفِ

ہے ہر حرف کو اس کی اصل میں اس کے

لِأَصْلِهِ أَيْ لِمَخْرَجِهِ وَحِيْرَهُ وَأَنَّ

مخرج و حیر سے .

تَلَفَّظَ فِي نَظِيرِ الْحُرُوفِ كَلَفَظَكَ

اور اگر تو نے کسی حرف پر اولاً حسن و

بِذَلِكَ النَّظِيرِ مِنْ غَيْرِ زِيَادَةٍ

خوبی سے تلفظ کیا ہے تو اس کے مثل و نظیر پر

وَلَا نَقْصٍ: كَلَّمَا إِذَا لَفَظْتَ

بھی اسی حسن و خوبی سے بغیر نقص و زیادت

بِحَرْفٍ مُفَخِّمٍ أَوْ مُرَقِّقٍ أَوْ

کے تلفظ کر جیسے مثلاً تو نے تلفظ کیا کسی حرف

مُشَدِّدٍ وَجَاءَ لَهُ نَظِيرٌ فَفَخِّمِ

مفخم پر یا مرقق پر یا مشد پر اور آجائے اس

الثَّانِي كَتَفَخِّمِ الْأَوَّلِ وَتَسْ عَلَى

کا مثل و نظیر تو مفخم کر ثانی کو مثل تفخیم اول

ذَلِكَ .

کے اور اسی پر قیاس کر باقی حروف پر

مُكَبَّلًا مِنْ غَيْرِ مَا تَكَلَّمْتَ

بِاللُّطْفِ فِي النَّطْقِ بِلَا تَعَسَفَ

اس حال میں کہ لفظ مکمل کرنے والا

ساتھ لطافت سے بولنے میں بغیر

ہو ماسبق کو بغیر تلفظ کے

تعسف کے .

يَعْنِي إِذَا نَطَقْتَ بِشَيْءٍ مِّنْ

یعنی جب تو تلفظ کرے سناتے ہو

یہیں سے کسی شے پر تو تجھ پر لازم ہے کہ خوب
مکمل کرے ان صفات مذکورہ کو بغیر تعسف
و تکلف کے اور حاصل ناظم کے کلام کا یہ ہے
کہ بے شک تجوید عطاء کرنا اور دینا ہے حروف
کو ان کے حقوق اور ترتیب میں مراتب
اور اداء کرنا ہے حروف کو ان کے مخارج
سے اور اصل سے۔

❖

اور ملانا ہے حروف کو ان کے نظائر سے
اور اتباع لفظ باللفظ سے اور عمدہ تلفظ
ان کے صفت اور ہیئت حال کے مناسب
بغیر اسراف و تعسف اور بغیر افراط و
تکلف کے۔

ذَلِكَ فَحَقُّكَ أَنْ تَأْتِيَ بِهِ
مُكْمَلًا لِلصِّفَاتِ الْمَذْكُورَةِ
مِنْ غَيْرِ تَعَسُّفٍ وَلَا تَكْلُفٍ .
وَحَاصِلُ كَلَامِهِ أَنَّ التَّجْوِيدَ
هُوَ إِعْطَاءُ الْحُرُوفِ حُقُوقَهَا
وَتَرْتِيبَهَا فِي مَرَاتِبِهَا
وَرَدُّ الْحُرُوفِ إِلَى مَخَارِجِهَا
وَأَصْلِهَا .

وَالْعَاقِبَةُ بِنَظَائِرِهَا
وَأَتْبَاعِ لَفْظِهَا وَتَلْطِيفُ
النُّطْقِ بِهَا عَلَى حَالَةِ صِفَتِهَا
وَهَيْئَاتِهَا مِنْ غَيْرِ إِسْرَافٍ
وَلَا تَعَسُّفٍ : وَلَا إِفْرَاطٍ وَلَا
تَكْلُفٍ .

خلاصہ یہ کہ تجوید کلمات ماسبق کا مجموعہ ہے۔ یعنی نکالنا ہر حرف کو اس کے مخزج و حیز
سے اور عطاء کرنا اور موصوف کرنا ہر حرف کو اس کی صفات لازمہ اور ناشی عن الصفات
لازمہ سے جیسے تفخیم حروف مستعلیہ کی ناشی ہوتی ہے صفت استعلاء سے اور ترتیب
حروف مستقلہ کی ناشی ہوتی ہے صفت استفال سے۔ ایسا ہی جو ناشی ہو ترتیب
و ترکیب حروف و کلمات سے جیسے تفخیم لام ناشی ہوتی ہے مخصوص حالت سے اور
ترقیق ناشی ہوتی ہے مخصوص حالت سے۔ نیز الحاق حروف بنظیر حروف اور نطق
لطیف علی حال صفت و کمال ہیأت حروف بغیر اسراف و تعسف اور بغیر افراط
و تکلف کے حتیٰ کہ حروف اداء ہوں اس نہج پر جس نہج پر وہ من جانب اللہ نبی لاملی
صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ وسلم پر نازل کئے گئے ہیں۔

حُكْمُ عِلْمِ التَّجْوِيدِ

س : علم تجوید کا کیا حکم ہے اور عمل بالتجوید کا کیا ؟

ج : علم تجوید باتفاقِ علماء، فرض کفایہ اور واجبِ شرعی ہے اور عمل بالتجوید ہر

مسلمان عاقل بالغ مرد و عورت تالیٰ قرآن پر فرضِ عین ہے !

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ۔ جاننا چاہیے کہ تجوید کی فرضیت کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع امت سے بتواتر ثابت ہے۔ کتاب اللہ: قَالَ اللَّهُ

تَعَالَى وَرَتَّلْنَاكَ تَرْتِيلًا؛ اے جو دناہ تجویداً، یعنی ہم نے اس کتاب قرآن

کریم کو مجود و مرتل کر کے اتارا ہے۔ پھر نصح العرب العرباء، اقرأ القرآن، اجدوا الجود

نبی الکریم الصادق الایمن صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرماتے ہیں وَرَتَّلِ الْقُرْآنَ

تَرْتِيلًا اے جو وہ تجویداً یعنی اے نبی الفصح الایمن قرآن کریم کو مجود و مرتل پڑھو۔

پھر صرف امر بالفعل پر اکتفا و اقتصار نہیں فرمایا بلکہ اہتماماً بتعظیم الشانہ و ترغیباً فی ثواب

اسے مصدر سے مؤکد فرمادیا تاکہ معاون علی بدبر و تفہم القرآن ہو۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابُ يَتْلُونَهُ

حَقًّا تِلَاوَتِهِ أُولَئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ.

یعنی جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ اسے پڑھتے ہیں جیسا کہ اس کے

پڑھنے کا حق ہے یہی لوگ اس پر ایمان لانے والے ہیں۔

سوال کیا جا سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجود اکل اور مرتل اعظم تھے

اور قرآن کریم کما نزل پڑھتے تھے تو آپ کو خطاب کیوں کیا گیا۔ نہایتہ القول المفید

میں ہے کہ خطاب آپ کو ہے اور مراد غیر ہیں یعنی امت مسلمہ جیسے کہ فاستنقم کما امرت اور ولاتکونن من الجاہلین وغیرہ آیات میں خطاب آپ کو اور مراد غیر ہیں کمالا یحفظی علی ذی بصیرة۔

وَالسُّنَّةُ النَّبَوِيَّةُ :- پس اس سلسلہ میں احادیث کثیرہ منقول ہیں۔ مشہور حدیث ہے جسے شیخ محمد بن علی بن خلف الحمینی نے القول السدید فی بیان حکم التخرید میں نقل کیا ہے۔

اِقْرَأُوا الْقُرْآنَ بِلُحُونِ
الْحَرَبِ، وَأَصْوَاتِهَا وَإِيَّكُمْ
وَلُحُونِ أَهْلِ الْفِسْقِ وَالْكَبَائِرِ
فَإِنَّهُ سَيَجِيءُ أَقْوَامٌ مِّنْ بَعْدِي
يَرْجِعُونَ الْقُرْآنَ تَرْجِيعَ الْغِنَاءِ
وَالرَّهْبَانِيَّةِ وَالنَّوْجِ لَا يُجَادِرُ
حَنَاجِرَهُمْ مَفْتُونَةٌ قُلُوبِهِمْ
وَقُلُوبٌ مِّنْ يَّعْجِبُ رُشْدَانَهُمْ

قرآن مجید کو لہون عرب اور ان کے
اصوات سے پڑھو۔ اور اپنے آپ کو
لہون اہل فسق و فجور سے بچاؤ۔ سو بلاشبہ
عنقریب میرے بعد ایسے لوگ آئیں گے
جو قرآن کو مغنیوں اور راہبوں کی طرح
اور نوحہ کی صورت پر پڑھیں گے۔ وہ
ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اترے گا۔
ان کے قلوب مستزن ہوں گے۔ اور ان
لوگوں کے قلوب بھی جو ان کو عجیب الشان
سمجھیں گے۔

محرر فن علامہ جزری رحمہ اللہ النشرینی فرماتے ہیں :-

وَرَوَيْنَا عَنْ زَيْدِ ابْنِ
ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
أَوْرَثَهُمْ نَزِيدَ بَنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ سَعْدِيٌّ رَوَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ يُقْرَأَ الْقُرْآنُ كَمَا أُنزِلَ: اخرجہ ابن حزمیة فی صحیحہ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں کہ قرآن اس طرح پڑھا جائے جیسا کہ وہ نازل کیا گیا ہے۔

پھر ایک طویل سند کے ساتھ نقل فرماتے ہیں :-

عَنْ جُوَيْرِ عَنِ الضَّحَّاكِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ جَوْدًا وَالْقُرْآنَ وَزَيْنُوهُ بِأَحْسَنِ الْأَصْوَاتِ وَأَعْرَبُوهُ فَإِنَّهُ عَرَبِيٌّ وَاللَّهُ يُحِبُّ أَنْ يُعْرَبَ بِهِ

حضرت جویر نے ضحاک سے روایت کی ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ قرآن کو مجود کرو اور اُسے عمدہ آوازوں سے زینت دو اور اُسے واضح پڑھو پس بد شہد وہ واضح ہے اور اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں کہ اسے واضح پڑھا جائے۔

واجماع الامم: پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ مبارک سے اس زمانہ تک جملہ تابعین تبع تابعین مفسرین محدثین، مجتہدین، فقہاء، قراء، مجودین اور علماء کافضیت اور وجوب تجوید پر اتفاق و اتحاد ہے۔ چنانچہ نہایت القول المفید میں ہے :-

فَقَدْ اجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ الْمَعْصُومَةُ عَنِ الْخَطَا عَلَى وَجُوبِ التَّجْوِيدِ مِنْ زَمَنِ

پس یقیناً زمانہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر ہمارے زمانہ تک امت معصومہ کا وجوب تجوید پر اجماع ہے۔

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِلَى زَمَانِنَا وَلَمْ يَخْتَلِفْ فِيهِ
أَحَدٌ مِّنْهُمْ وَهَذَا مِنْ أَقْوَى
الْحُجَجِ

اور کسی ایک نے بھی اس میں اختلاف
نہیں کیا اور یہ مضبوط دلائل میں سے
ایک اقویٰ دلیل ہے۔

ایشیخ سعید بن سعد بن نہمان الحضرمی تحفۃ الولید میں فرماتے ہیں :-
حُكْمُهُ: أَنَّهُ فَرَضُ
كِفَايَةِ وَالْعَمْدُ بِهِ فَرَضُ
عَيْنٍ عَلَى كُلِّ مُكَلَّفٍ .
اور اس پر عمل فرض عین ہے ہر مکلف
پر ۔

ایشیخ محمد بن علی بن خلف الحسینی الشہیر با لحداد القول السدید میں فرماتے
ہیں :-

وَحُكْمُهُ: الْوَجُوبُ الْعَيْنِيُّ
عَلَى كُلِّ قَارِئٍ مِنْ مُسْلِمٍ
وَمُسْلِمَةٍ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: وَ
رَتَّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا: أَيِ اتَّ
بِهِ عَلَى تَوَدُّدٍ وَطَمَإِينَةٍ
وَتَدَبُّرٍ وَرِيَاضَةِ اللِّسَانِ
عَلَى الْقِرَاءَةِ بِتَفْخِيمٍ مَا
يَفْخَمُ وَتَرْقِيقٍ مَا يُرْفِقُ
وَمَدٍّ مَا يَمُدُّ وَقَصْرٍ مَا

اور اس کا حکم: وجوب عینی ہے: ہر قاری
مسلمان اور قاریہ مسلمہ پر بنا بر قول اللہ
تعالیٰ کہ قرآن کو ٹھیک ٹھیک کر پڑھ۔ یعنی
اُسے خوب آرام آرام اور اطمینان و تدبیر
سے پڑھ۔ اور خوب ریاضتِ لسان کر
اُس حروف کی تفخیم کے ساتھ جس کی تفخیم
کی جاتی ہے اور ترقیق کے ساتھ جس
کی ترقیق کی جاتی ہے اور مد کے ساتھ
جس کی مد کی جاتی ہے اور قصر کے ساتھ

جس کی تصریح جاتی ہے اور اونگام کے
ساتھ جس کا اونگام کیا جاتا ہے اور انہما
کے ساتھ جس کا انہما کیا جاتا ہے اور
انگام کے ساتھ جس کا انگام کیا جاتا
ہے وغیر ذلک .

يُقْصِرُ وَإِدْغَامٍ مَا يُدْغَمُ
وَإِظْهَارٍ مَا يُظْهَرُ وَ
إِخْفَاءٍ مَا يُخْفَى إِلَى
غَيْرِ ذَلِكَ

ولقوله عليه الصلوة والسلام :-

اور بہ سبب حدیث رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کہ قرآن ایسا پڑھو، جیسا کہ
تم اس کو جانتے ہو اور بہ سبب اجماع
امت۔ اور بہ سبب نزول قرآن
بالتجوید کے .

اقْرءُوا الْقُرْآنَ كَمَا
عَلَّمْتُمُوهُ وَإِجْمَاعِ الْأُمَّةِ
بِهِ وَنَزُولِ الْقُرْآنِ بِهِ

صاحب نہایتہ القول المفید الشیخ ابوالعز القلاسی کے چند اشعار نقل کرتے

ہیں :-

يَأْسَأُ لَاتَجْوِيدَ ذَا الْقُرْآنِ : فَخُذْ هَدْيَتُ عَنْ أُولَى الْإِنْقَانِ

اس قرآن کے تجوید کے بارے میں سوال : پس حاصل کر میری ہدایت جو پختہ کار
کرنے والے . لوگوں سے منقول ہے .

تَجْوِيدُهُ فَرَضٌ كَمَا الصَّلَاةُ : جَاءَتْ بِهِ الْأَخْبَارُ وَالْآيَاتُ
تجوید اس قرآن کی نماز کی طرح فرض ہے : جس پر آیات و احادیث بکثرت
وارد ہیں .

وَجَاحِدُ التَّجْوِيدِ فَهُوَ كَافِرٌ ۖ فَدَعُ هَوَاهُ إِنَّهُ لَخَاسِرٌ
اور منکر تجوید، سو وہ کافر ہے ۖ پس اس کی ہوا وہوس کو چھوڑ اس لئے
کہ وہ خاسر ہے۔

وَعَبْرُ جَاحِدِ الْوُجُوبِ حُكْمُهُ ۖ مَعْدَبٌ وَبَعْدَ ذَلِكَ آتَتْهُ
اور غیر منکر وجوب کا حکم ”یہ ہے کہ“ ۖ وہ معذب ہوگا اور بعد اس کے وہ بیشک
یُوْتَىٰ بِهِ لِرَوْضَةِ الْجَنَّاتِ ۖ كَغَيْرِهِ مِنْ سَائِرِ الْعَصَاةِ
لایا جائے گا جنات کے باغوں میں ۖ جیسے دیگر تمام گناہ گار لائے جائیں گے
إِذِ الصَّلَاةُ مِنْهُمْ لَا تَقْبَلُ ۖ وَلَعْنَةُ الْمَوْلَىٰ عَلَيْهِمْ تُنَزَّلُ
اس لئے کہ نماز ان سے قبول نہیں کی جائے گی ۖ اور لعنت اللہ ان پر نازل کی جائے گی
لَا تَهْوُ كِتَابَ رَبِّي حَرَفُوا ۖ وَعَنْ طَرِيقِ الْحَقِّ زَاغُوا فَاذْهَبُوا
اس لئے کہ انہوں نے میرے رب کی کتاب کو محرف کیا۔ ۖ اور طریق حق سے بھٹک گئے سو رک
جاد اور باز آ جاؤ۔

وَفِيهِ: وَقَالَ الشَّمْسُ
ابْنُ الْجَزَرِيِّ فِي نَشْرِهِ: فَالتَّجْوِيدُ
فَرَضٌ عَلَىٰ كُلِّ مُكَلَّفٍ: ثُمَّ
قَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَىٰ وَإِنَّمَا
قُلْتُ: التَّجْوِيدُ فَرَضٌ لِأَنَّهُ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ بَيْنَ الْأَيْمَّةِ
بِخِلَافِ الْوَاجِبِ فَإِنَّهُ

اور اس میں ہے اور فرمایا ہے شمس
ابن الجزری نے اپنی کتاب نشر میں
پس تجوید فرض ہے ہر مکلف پر
پھر فرمایا رحمہ اللہ نے کہ بلاشبہ میں
نے کہا ہے کہ تجوید فرض ہے اس لئے
کہ وہ بین الائمہ متفق علیہ ہے بخلاف
واجب کے کہ وہ مختلف فیہ ہے۔

مُخْتَلَفٌ فِيهِ

مقدمۃ الجزری میں فرماتے ہیں :-

وَالْأَخْذُ بِالتَّجْوِيدِ حَتْمٌ لَّا زِمٌ ۖ مَنْ لَّمَّ يُجَوِّدِ الْقُرْآنَ أَشْمٌ
 اور حاصل کرنا تجوید کا فرض اور لازم ہے ۖ جس نے قرآن مجود نہیں کیا وہ گناہ گار ہے
 لِأَنَّهُ بِهِ الْإِلَهُ أَنْزَلَا ۖ وَهَكَذَا مِنْهُ الْيُنَا وَصَلَا
 اس لئے شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ۖ اور اسی طرح تجوید کے ساتھ اس سے
 اُسے تجوید سے نازل کیا ہے ۖ ہم تک پہنچا ہے .

ابن ناظم رحمۃ اللہ علیہ ان اشعار کی شرح میں لکھتے ہیں :-

فَأَخْبَرَ أَنَّ مُدَاعَاتِ
 پس خبر دی ہے کہ مرآعات قواعد
 قَوَاعِدِ التَّجْوِيدِ وَالْأَخْذُ
 تجوید اور ان کا اخذ یعنی ان پر عمل کرنا
 بِذَلِكَ أَى الْعَمَلُ بِهِ فَرَضٌ
 فرض عین ہے . لازم ہے ہر قاری پر
 عَيْنٍ . لَّا زِمٌ لِكُلِّ قَارِئٍ
 جو قرآن پڑھے پھر خبر دی ہے کہ جس نے
 مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ ۖ ثُمَّ أَخْبَرَ
 قرآن کو صحیح نہیں کیا وہ گناہ گار ہے .
 أَنَّ مَنْ لَّمَّ يُصَحِّحِ الْقُرْآنَ
 یعنی جس نے اپنی قرأت قرآن میں
 أَشْمٌ أَى مَنْ لَّمَّ يُرَاعِ قَوَاعِدَ
 قواعد تجوید کی رعایت نہیں کی وہ
 التَّجْوِيدِ فِي قِرَاءَتِهِ عَاصٍ
 عاصی ہے گناہ گار ہے اپنے گناہوں سے
 أَشْمٌ بِعِضْيَانِهِ وَالْأَشْمُ
 اور گناہ گار معاقب ہے .
 مُعَاقِبٌ ۖ نَعْلِمُ أَنَّ تَرْكَ
 پس معلوم ہوا کہ ترک تجوید حرام
 التَّجْوِيدِ حَرَامٌ لِأَنَّ الْعَرَامَ
 ہے . اس لئے کہ حرام وہ ہے جس کے کرنے

هُوَ الَّذِي يُعَاقِبُ عَلَىٰ فِعْلِهِ
 وَيُثَابُ عَلَىٰ تَوَكُّهِ: ثُمَّ
 عَلَّلَ كَوْنُ الْقَارِئِ إِشْمًا
 بِتَرْكِ تَصْحِيحِ الْقُرْآنِ
 فَقَالَ لِأَنَّهُ بِهِ إِدْلَاهُ
 أَنْزَلَ: أَيْ الشَّانُ إِنَّ اللَّهَ
 تَعَالَىٰ أَنْزَلَ الْقُرْآنَ بِالتَّجْوِيدِ
 قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَرَتَّلْنَاكَ
 تَرْتِيلًا: أَيْ أَنْزَلْنَاكَ بِالتَّرْتِيلِ
 أَيْ التَّجْوِيدِ فَإِنَّهُ أَنْزَلَهُ
 بِإِفْصَاحِ اللُّغَاتِ وَهُوَ لُغَةُ
 الْعَرَبِ الْعَرَبَاءِ فَإِذَا كَانَ
 الْقُرْآنُ عَرَبِيًّا يَنْبَغِي أَنْ
 يُرَاعَى فِيهِ قَوَاعِدَ لُغَةِ
 الْعَرَبِ مِنْ تَرْقِيقِ الْمُرْتَقِقِ
 وَتَفْخِيمِ الْمُفَخِّمِ وَإِدْغَامِ
 الْمُدْغَمِ وَإِظْهَارِ الْمُظْهِرِ
 وَإِخْفَاءِ الْمُخْفِي وَمَدِّ الْمُدَوِّدِ
 وَقَصْرِ الْمُقْصُورِ وَغَيْرِ

پر عذاب ہو اور اس کے ترک پر
 ثواب، پھر تصحیح قرآن کے ترک کرنے
 پر قاری کے گناہ گار ہونے پر علت
 بیان کی اور کہا۔ لانه بالالہ انزلا
 یعنی تحقیق شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
 نے قرآن کو تجوید سے نازل فرمایا ہے
 فرماتے ہیں ورتلناہ ترتیلا
 یعنی ہم نے قرآن کو ترتیل یعنی
 تجوید سے اتارا ہے۔ سو بلاشبہ
 اس نے افصح لغات سے نازل کیا
 ہے اور وہ لغت عرب العرباء
 ہے۔ پس جبکہ قرآن عربی ہے تو
 چاہیے کہ اس میں لغت عرب
 کے قواعد کی رعایت کی جائے یعنی
 مرتق کی ترقیق، مفخم کی تفخیم، مدغم
 کا ادغام، منظر کا اظہار، مخفی کا اخفاء
 مددو کا مد اور مقصور کا قصر کیا
 جائے وغیر ذلک ان قواعد میں سے
 جو ان کے کلام میں لازم ہے اور ان کا

طبعی سلیقہ ہے جو اس کے غیر کو پسند اور برداشت نہیں کرتے ہیں پس جب ان احکام کی رعایت نہ کی گئی تو گویا اس نے قرآن بغیر لغت عرب کے پڑھا، حالانکہ قرآن ایسا نہیں، پس وہ قاری ہے لیکن حقیقت میں قاری نہیں بلکہ ہادم ہے اور اس کا نہ پڑھنا بہتر ہے پڑھنے سے اور وہ اس کی وجہ سے ان لوگوں میں سے ہوا جن کی تمام کوششیں دنیا میں غارت گیتیں اور وہ اس گمان میں ہیں کہ انہوں نے کچھ اچھے کارنامے انجام دیئے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے تحت میں داخل ہوئے کہ بعض قاری قرآن پڑھتے ہیں اور حال یہ ہے کہ قرآن ان پر لعنت بھیجتا رہتا ہے۔

ذَلِكَ مِمَّا هُوَ لَازِمٌ فِي كَلَامِهِمُ الَّذِي هُوَ سَلِيْقَةٌ لَهُمْ لَا يُحْسِنُونَ غَيْرَهُ. فَاِذَا لَمْ يُرَاجِ ذَلِكَ فَكَانَتْ قَرَأَ الْقُرْآنَ بِغَيْرِ لُغَةِ الْعَرَبِ وَالْقُرْآنُ لَيْسَ كَذَلِكَ فَهُوَ قَارِئٌ وَ لَيْسَ بِقَارِئٍ بَلْ هَادِمٌ وَعَدَمٌ قِرَاءَتِهِ اَوْلَى مِنْ قِرَاءَتِهِ وَهُوَ بِهَا مِنَ الَّذِيْنَ ضَلَّ سَعِيْرُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُوَ يُحْسِبُوْنَ اَنْهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا: وَمِنَ الدَّاخِلِيْنَ فِي قَوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَبِّ قَارِئٍ لِلْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ يَلْعَنُهُ.

نہایتہ القول المفید میں ہے کہ ابنِ فازی نے شرح جزری میں لکھا ہے کہ

فرضیت تجوید پر ابن جزری منفرد نہیں ہیں بلکہ ابی عبد اللہ نصر بن الشیرازی مصنف
الموضح، فخر الرازی اور ان کے شیوخ کی ایک بہت بڑی جماعت سے بھی
بہی منقول ہے اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اتقان میں، حافظ احمد قسطلانی
نے لطائف الماشارات میں اور علامہ نویری نے شرح طیبہ میں فرضیت تجوید
پر اتفاق کیا ہے اور ان سے پیشتر مکی بن ابی طالب اور علامہ وانی جیسے جلیل القدر
مشاہخ جو تحقیق و تدقیق قراءات کے عالم ہیں اور جن کی سندیں نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم سے قریب اور متصل ہیں تجوید اور عمل بالتجوید پر متفق ہیں اور اس کی
فرضیت کے قائل ہیں۔

اگر کہا جائے کہ کیسے معلوم ہوا کہ علم تجوید اور قواعد تجوید از قسم ادغام و اخفا
اور مد و وغیرہ منجانب اللہ ہیں حالانکہ یہ سب مجوزہ قواعد ہیں اور اصطلاحات
مجددین و قرآنہیں تو اس کا ثبوت منجانب اللہ ہونے کا یہ ہے کہ قرآن کریم کا نزول
عربی زبان میں ہوا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَبُ

وَهَذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُبِينٌ ۝ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَإِنَّهُ لَلتَّزْوِيلُ

رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ عَلَى قَلْبِكَ

لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ ۝ اور لسان عربی کے

اصول و قواعد ہی اصول تجوید و ادا میں ہیں اسی لئے علامہ جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں لانه به

الاد انزلنا، و هكذا من اللينا و صلا، علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ الاتقان فی

علوم القرآن میں فرماتے ہیں کہ تمام آئمہ اصول مثل قاضی ابی بکر وغیرہ نے اس کے منجانب اللہ ہونے پر نص کی اور یہی صواب ہے اس لئے کہ جب تو اتر لفظ ثابت ہے تو ہیئت ادا بھی ثابت ہے کیونکہ لفظ قائم نہیں رہتا مگر اپنی ادا اور ہیئت سے اور صحیح نہیں ہوتا مگر اپنے وجود سے، لہذا ثابت ہوا کہ تجرید اور عمل بالتجريد منجانب اللہ اور منزل من عند اللہ ہیں اور تو اتر سے ثابت ہے اور قواعد عربیہ اور اصطلاحات مجتہدین اس کے لئے مبین و شرح ہیں۔

سو چنا چاہتے کہ تجرید کو کیسے غیر ضروری قرار دیا جاسکتا ہے اور عمل بالتجريد کو کیسے ترک کیا جاسکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اپنا کلام اپنے نبی کی فصیح زبان میں اتار کر ساتھ ہی ترتیل و تجرید کا حکم بھی دیتے ہیں حالانکہ وہ افسح العربیہ ہیں اور وہ اپنی زبان کے قواعد و اصول اور فصاحت سے خوب واقف ہیں نیز امت ابتدائیہ اور مخاطب اول اپنی زبان کی خوبیوں کو کیا حقہ، جانتے ہیں۔

لسان العرب أم الالسنہ، اول الالسنہ اور افسح الالسنہ ہے لسان العرب اپنے اندر فصاحت و بلاغت، ترتیلین حروف و کلمات اور تحسین صوت کی ایک ایسی ممتاز اور واحد شان رکھتی ہے جو دیگر السنہ میں قطعاً مفقود ہے۔ ان لامثال و لازوال خوبیوں کی وجہ سے اہل عرب اپنی لسان کے ناقص اور غلط تلفظ کو ایسا ہی مکروہ و معیوب تصور کرتے ہیں جس طرح اہل عجم اپنی زبان کے غلط تلفظ کو معیوب سمجھتے ہیں۔ مثلاً ہم نکیچا، گنجا اور سنگ و پلنگ وغیرہ الفاظ میں اخفام نون سے تلفظ کرتے ہیں اور اسے خوبی اور فصاحت زبان تصور کرتے ہیں اور اگر اس قسم کے الفاظ میں اظہار نون سے تلفظ کیا جائے تو کس قدر

کو بہہ اور معیوب معلوم ہوتے ہیں؟ بالکل اس کا شرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اہل عرب
 اپنی لسان میں غلط تلفظ کو مکروہ و معیوب تصور کرتے ہیں اور ایسی اداء کا مذاق
 اڑاتے ہیں۔ پھر کلام اللہ میں ترک تجرید سے جو نقائص پیدا ہوتے ہیں صاحب کلام سے
 کب پسند فرماتے ہیں: فَاَقْرَءُوا الْقُرْآنَ بِالتَّجْوِیْدِ وَلَا تَكُونُوا مِنَ
 الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ
 أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا.

مَوْضُوعُ التَّجْوِيدِ

س : تجوید کا موضوع کیا ہے ؟

ج : تجوید کا موضوع کلماتِ قرآنی ہیں اور بعض کے نزدیک کلماتِ حدیث بھی

تجوید کا موضوع ہیں !

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ تجوید کا موضوع کتاب اللہ اور کلمات القرآن

ہیں اور اہل ادا کا اس پر اتفاق ہے اس لئے کہ قرآن کریم من اولہ الی آخرہ

اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور منزل من اللہ ہے اور اس کا نزول بالتجوید خود قرآن سے

ثابت ہے جیسا کہ وَرَتَّلْنَاهَا تَوْتِيْلًا. گذر چکا ہے۔ اسی وجہ سے یہ متفق علیہ

ہے اور اس بارہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

بعض علما نے تجوید کا موضوع کلماتِ حدیث کو بھی قرار دیا ہے چنانچہ احادیث

قدسیہ تو ظاہر ہی ہیں کہ وہ من جانب اللہ ہیں اور دیگر احادیثِ نبوی میں بھی

کلام کی گنجائش نہیں کیونکہ :-

گَفْتَهُ اَوْ كَفْتَهُ اللّٰهُ بُوَدُ : گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

اس لئے حدیث کے الفاظ مجہود و منزل پڑھنا بھی ضروریاتِ دین میں سے

ہے ورنہ مفہوم حدیث شارع علیہ السلام کے مقصود کے خلاف ہو جائے گا۔

فَمَنْ جَهَّدَ وَجَدَ الْمَطْلُوبَ

غَايَةُ التَّجْوِيدِ

س : تجوید کی غرض و غایت کیا ہے ؟

ج : تجوید کی غرض و غایت لفظِ قرآنی کے اداء کرنے میں حدِ انتہا تک پہنچنا اور اس کو اعلیٰ و ارفع مرتبہ میں ادا کرنا ہے۔

توضیحُ الجواب : جانا چاہیے کہ تجوید کی غرض و غایت ہے : بُلُوغُ النِّهَايَةِ

فِي اتِّقَانِ لَفْظِ الْقُرْآنِ عَلَى مَا تَلَقَى مِنْ حَضْرَةِ النَّبِيِّ

الرَّافِضِيَّةِ یعنی قرآنِ کریم کے الفاظ کی صحت و سچائی میں اس درجہ تک رسائی

حاصل کرتا ہے جس درجہ پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امینؑ سے بالمشافہ

حاصل کیا ہے۔ نیز قرآنِ کریم کی اتقان چار امور کی معرفت پر موقوف ہے اور ان

امور میں کمال حاصل کرنے کے بعد ہی اتقانِ حروف کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور

غرض و غایت تجوید کا حقیقہ پوری ہوتی ہے۔ وہ امور اربعہ یہ ہیں :

۱ : معرفتِ مخارجِ الحروف (۲) معرفتِ صفاتِ الحروف

۳ : معرفتِ مآیتِ جَدِّدٍ مِنْ تَرْكِيْبِ الْحُرُوفِ

۴ : رِيَاضَةُ اللِّسَانِ وَكَثْرَتُ التَّكْرَارِ بِأُمُورِ الثَّلَاثَةِ السَّابِقَةِ

لیکن امور اربعہ اور تجوید میں کمال حاصل کرنے کے ساتھ ارکانِ قرآن کا جاننا

بھی ضروری ہے کیونکہ ارکانِ قرآن پر ہی صحت اور تواترِ قرآنہ کا دار و مدار ہے

اور ارکانِ قرآن تین ہیں

دکنِ اول : صِحَّةُ السَّنَدِ ہے یعنی قاری قرآن پر یہ لازم ہے کہ کسی

شیخ سے شرفِ تلمذ حاصل کرے جو مشاق، حاذق و متفق ہو اور نین تجوید و قرآنہ میں مہارتِ تامہ رکھتا ہو اور جس کی سند بلدِ تدلیس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل ہو۔

رکن ثانی: مَعْرِفَةُ السِّمِ الْعُثْمَانِي: ہے یعنی قاری قرآن کے لئے لازم ہے کہ وہ علمِ رسمِ الخطِ العثماني حاصل کرے اگرچہ رسمِ اخطائی ہو تاکہ مقطوع و موصول، ثابت و محذوف، مقصور و ممدود اور مدقودہ و مطولہ وغیرہ میں تمیز کر سکے اور وقف و ابتداء علی حالِ مرسومِ الخطِ کر سکے۔

رکن ثالث: مَعْرِفَةُ الْوُقُوفِ: ہے یعنی قاری قرآن کیلئے لازم ہے کہ وہ علمِ الوقف و الابتداء حاصل کرے تاکہ وقفِ ابتداء کے لئے محل کا انتخاب کر سکے اور وقف حسبِ اصولِ وقف اور کیفیتِ وقف کر سکے۔ اور احکام و اقسامِ وقف جان لے تاکہ وقفِ حرام و قبیح سے احتراز و اجتناب کر سکے۔

رکن رابع: أَنْ تَوَافَقَ الْقِرَاءَةُ وَجِهًا مِنْ أَوْجِهِ النَّحْوِ: ہے یعنی قاری قرآن پر فرض اور واجب ہے کہ وہ قرأت کو جوہِ نحو میں سے کسی ایک وجہ کے موافق و مطابق رکھے اگرچہ وجہ ضعیف ہی ہو۔ نیز اس پر لازم ہے کہ انتخابِ قرآنہ اور تخصیصِ روایت میں محتاط رہے اور خلط فی القراءات اور ایسا ہی خلط فی الروایات اور اشتراک فی الوجوہ سے اجتناب کرے۔

پس غایتِ تجوید میں اعلیٰ مقام حاصل کرنے کے لئے مندرجہ بالا امور اربعہ میں مہارتِ تامہ حاصل کرنا اور ارکانِ اربعہ پر مضبوطی سے کار بند رہنا لازم اور ضروری ہے ورنہ اگر ارکانِ اربعہ میں سے کوئی رکن ترک کر دیا گیا تو قرآنہ غیر معتبر اور نشاذہ ہوگی۔

وَلَا يَجُوزُ التَّلَامُوهُ بِنِيَّةِ الْقُرْآنِيَّةِ بِالْقِرَاءَةِ الشَّاذَّةِ.

شَرَّةُ التَّجْوِيدِ: تجوید کا اثر ہے۔ صَوْنُ اللِّسَانِ عَنِ الْغَطَا فِي كَلِمَاتِ الْقُرْآنِ وَقِتِّ تِلَاوَتِهِ مِنَ الزِّيَادَةِ وَالنَّقْصَانِ؛ یعنی حسب استطاعت بوقت تلاوت کلمات قرآن میں زبان کو غلطی سے بچانا اور کمی زیادتی سے محفوظ رکھنا ہے۔

فَضْلُ التَّجْوِيدِ: شَرَفُهُ عَلَى غَيْرِهِ مِنَ الْعُلُومِ لِتَعَلُّقِهِ

بِأَشْرَفِ الْكَلَامِ: یعنی تجوید کی شرف و فضیلت دیگر علوم (دینیہ) پر اس

لئے زیادہ ہے کہ وہ متعلق بہ اشرف الکلام ہے۔

نِسْبَةُ التَّجْوِيدِ: لِغَيْرِهِ مِنَ الْعُلُومِ: التَّبَايُنُ؛ یعنی تجوید کی نسبت

دیگر علوم (قرآنیہ) سے تباہن و تمایز ہے۔

وَأَضِغُ التَّجْوِيدِ: اِيْمَةُ الْقِرَاءَةِ یعنی علم تجوید وضع کرنے والے

ائمہ قراءات ہیں۔ اس حیثیت سے کہ انہوں نے اس کے قواعد و ضوابط کو ایک

دوسرے سے مرتب اور منسلک کر کے چند قضایا اور کلیات کی صورت میں

پیش کر دیا ہے۔ فَجَزَاهُمْ اللَّهُ عَنَّا أَحْسَنَ الْجَزَاءِ.

إِسْمُ التَّجْوِيدِ: عِلْمُ التَّجْوِيدِ: عِلْمُ التَّحْسِينِ: عِلْمُ

التَّزْيِينِ: یعنی تینوں ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔ پس تجوید ایک ایسا لطیف

علم ہے جس میں حروف ہجائیہ قرآنیہ کے مخارج و صفات سے بحث کی جاتی ہے

اور مَا يَتَّبَعُ مِنْ تَرْكِيْبِ الْحُرُوفِ، کلیات اصول و قواعد اور قواعد

و قضایا بیان کئے جاتے ہیں، نیز تزیین حروف و تحسین صوت کے رموز

بتلائے جلتے ہیں۔

مَسَائِلُ التَّجْوِيدِ، قَضَايَا الَّتِي يَتَوَصَّلُ بِهَا إِلَى
 مَعْرِفَةِ أَحْكَامِ جُزْءِ يَأْتِيهَا بِعِنَى مَسَائِلِ تَجْوِيدِ جَدِيدٍ لَيْسَ قَضَايَا أَوْ رُكُلِيَّاتٍ هِيَ جِن
 كَةِ ذَرْبِهِ سَعِ أَحْكَامِ جُزْءِيَّاتٍ كِي طَرَفِ رَاهِ نَمَائِي كِي جَائِي هِيَ أَوْ رَسَائِي حَاصِلِ هَوْتِي هِيَ
 مَثَلًا حُرُوفِ هَجَا مَكِ اسْمَاءِ فِي غُورِ كِيَا جَائِي تُو دُو چيزِ هِيَ بِعِنَى دُو قَاعِدِ سَعِ سَامِنِ
 آجَلْتِي هِيَ اِيكِ اِظْهَارِ كَا أَوْ دُو سَرَا دِغَامِ كَا أَوْ رِي دُو نُونِ قَاعِدِ سَعِ پُورِ اِنْتِيَسِ
 حُرُوفِ فِي مَنَشَرِ هِيَ. قَرَأَ كَرَامِ نِي حُرُوفِ هَجَا رُكُودِ قِسْمُونِ «قَمْرِي وَشَمْسِي»
 فِي تَقْسِيمِ كَرِ كِي دُو مُخْتَلَفِ قِضِيَّةِ أَوْ قَاعِدِ اِي سِي بِنَادِيَّةِ جِن كِي ذَرْبِهِ سَعِ حُرُوفِ
 هَجَا مَكِ اسْمَاءِ فِي اِظْهَارِ يَا دِغَامِ مَتَعِينِ هُو جَائِي هِيَ جِي سِي كِنْتِي هِيَ كِه اَلْفِ لَامِ
 تَعْرِيفِ كَا حُرُوفِ قَمْرِي فِي اِظْهَارِ هُو تَا هِيَ أَوْ حُرُوفِ شَمْسِي فِي اِدْغَامِ. تُو
 اِيكِ قِضِيَّةِ يَا قَاعِدِ اِظْهَارِ كَا هُو أَوْ اِظْهَارِ اِدْغَامِ كَا لَيْسَ اِن قَاعِدُونِ كِي وَسَا طَتِ
 سَعِ پُورِ حُرُوفِ هَجَا مَكِ اسْمَاءِ فِي جُزْوِي طُورِ پَرِ نِيَّةِ چِلْتَا هِيَ كِه اِظْهَارِ كِهَا
 كِيَا جَائِي هِيَ أَوْ اِدْغَامِ كِهَا. پَهْرَانِ هِيَ دُو قَاعِدُونِ كِي ذَرْبِهِ سَعِ پُورِ كَلَامِ اللّٰهِ
 فِي اَلْفِ لَامِ تَعْرِيفِ كِي اِظْهَارِ وَا دِغَامِ كَا مَسْئَلِ حَلِ هُو جَائِي هِيَ. فَافْهَمِ.
فَاعِدَةُ التَّجْوِيدِ: اَلْفُوزُ بِسَعَادَةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ. بِعِنَى تَجْوِيدِ
 كَا فَا نِدِه دُنْيَا وَا آخِرَتِ كِي كَامِيَانِي. بَلَنْدِي دَرَجَاتِ أَوْ رِي دَارِ خِدَا وَا نِدِ قَدُّوسِ هِيَ أَوْ رِي
 مَعْنِي هِيَ كِسِي كِي قَوْلِ كِي. مَنْ يُحْسِنِ التَّجْوِيدَ يَظْفُرُ بِالرَّشَدِ:

اَخْذُ التَّجْوِیدِ

س : تجوید کس سے اور کیسے اخذ کیا جاتا ہے؟

ج : تجوید و قرآنہ انوارہ مشائخ العارفین سے بالمشافہ اخذ کی جاتی ہے اور وہ بہ توقیف مشائخ الماہرین پایہ تکمیل کو پہنچتی ہے اور حصول کا ذریعہ فقط ایک ہی ہے اور وہ ہے سمع و اسماع یعنی سنا سنانا جو زمانہ نبویؐ سے نقلاً بعد نقل اسی طرح چلا آرہا ہے۔

توضیح الجواب : جاننا چاہیے کہ تجوید و قرآنہ کے اخذ کرنے کے اہل فن نے تین طریقے بتلائے ہیں ایک یہ کہ شیخ پڑھیں اور تلمیذ سنیں دوم یہ کہ تلمیذ پڑھیں اور شیخ سنیں سوم ان دونوں کا مجموعہ ہے وہ یہ کہ اولاً شیخ پڑھیں اور تلمیذ سنیں پھر تلمیذ پڑھیں اور شیخ سنیں۔

پس جب طالب تجوید و قرآنہ کو شیخ کامل مشاق و حاذق اور محسن و مشفق ماہر بہ علوم تجوید و قرآنہ میسر آجائے تو آداب قرآن اور آداب شیخ بجالاتے ہوئے شیخ کے روبرو بیٹھیں اور شیخ اپنے تلمیذ کو اپنی طرف متوجہ کر کے حروف ہجاء کی تعلیم حرفاً حرفاً شروع کرائے اور ہر حرف کو ساکن کر کے بوساطت ہمزہ متحرک تلفظ بتلاتا جائے تلفظ کرتے وقت مخارج حروف کی نشاندہی کرتا جائے۔

اور حرف ساکن و مشدد میں فرق بتلاتے ہوئے احتیاس صوت فی المخرج کی کیفیت سمجھاتا جائے نیز صفات لازمہ اور جو کچھ صفات لازمہ سے متفرع ہوں اس کی طرز

راہ نمائی کرتا جائے .

تلمیذِ خلوص نیت سے شیخ کے منہ کی طرف دیکھتا رہے اور شیخ کے تلفظ وادامہ کے مطابق تلفظ کرتا رہے اور بتلاتے ہوئے مخارج سے حروف ادا کرنے کی کوشش بلتے کرتا رہے . نیز صفات لازمہ اور مایتفرع من الصفات الارزاقہ پر شیخ کی ہدایات کے مطابق عمل کرتا رہے تا وقتیکہ حروف ہجاء سکون خالص اور تشدید کامل کے ساتھ ادا کرنے میں مہارت تامہ حاصل کرے اور شیخ تصحیح حروف مخارج اور تکمیل صفات پر اطمینان ظاہر کر دے .

بعد ازاں شیخ حرکات ثلاثہ کے ساتھ حروف ہجاء کی اصوات حرفاً بتلاتا جائے اور منہ کی کیفیات ثلاثہ یعنی انفجاح فم و صوت . انخفاض فم و صوت اور انضمام شفتین و اقامت صوت کی طرف توجہ دلاتا رہے . نیز حرکت معروف و مجهول اور حرکت مشعرہ و غیر مشعرہ میں فرق بتلاتا جائے . اسی طرح تقحیم و ترقیق حروف کی مشق کراتا جائے تا وقتیکہ مفردات کے تمام مراحل مکمل ہو جائیں .

تلمیذ نہایت مستعدی کے ساتھ شیخ کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے انتہائی استقلال کے ساتھ مشق کرتا رہے تا وقتیکہ حروف مفردہ متحرکہ کی اصوات پورے معیار پر آجائیں اور شیخ بہ طیب خاطر حرکات ثلاثہ کے صحیح ہونے کی تصدیق کرے . مفردات کا مرحلہ طے ہو جانے اور حروف و حرکات کا نزل صحیح ہو جانے کے بعد اب شیخ مرکبات یعنی کلمات و جمل کی تعلیم شروع کرائے اور پڑھ پڑھ کر سناتا جائے . . . اور تلمیذ رشید بگوش ہوش سنتا جائے اور شیخ کی ادائے حروف و صفات لازمہ اور تقحیم و ترقیق کا اندازہ لگاتا رہے اور مایتجدد من ترکیب الحروف

یعنی جو احکام و مسائل اور صفاتِ عارضہ ترکیبِ حروف و کلمات پیدا ہو کر ظہور میں آئیں ان میں شیخ کی ادا اور ذہن نشین کرتا رہے اور دیکھتا رہے کہ اظہار و اداء میں انقلاب و اخفا کرتے وقت شیخ کا اندازِ ادا اور کیفیتِ ادا کیا ہے۔ اسی طرح مدود اور اقسامِ مدود میں مقادیرِ مدود کا جائزہ لیتا رہے۔ و علیٰ ہذا، تحقیق و تسبیل ہمزہ۔
روم و اشتام۔ محلِ وقف۔ کیفیتِ وقف اور قسمِ وقف کو پورے طور پر دل و دماغ میں محفوظ کرتا جلتے اور شیخ کے کمالاتِ فن اور عربی لب و لہجہ کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہے۔

شیخِ مشفق کے اسماع اور سنانے کے بعد اب تلمیذ پڑھ کر سنائے اور شیخ غوغو سے سنے اور اشاروں کنایوں سے مندرجہ بالا امور و احکام کی طرف توجہ دلانا جائے اور نقائص پر تیبہ کرتا رہے۔ نہ سمجھیں تو زبان سے بتلاتے۔ اور یہ سلسلہ تعلیم و تعلم اور اخذِ قرآنہ عن فمِ شیخ وقتاً فوقتاً عرصہ دراز تک جاری رہے اور تلمیذ انفرادی طور پر خلوت و جلوت میں انتہائی جدوجہد سے مشق و تکرار کرتا رہے حتیٰ کہ تلمیذ کی ادا۔ من کل الوجوه شیخ کی ادا کے عین مطابق ہو جائے اور شیخ بغیر لیت و لعل کے اُس کے ماخوذ کی صحت کی تصدیق کر دے۔ علامہ جزری رحمہ اللہ النشر میں تخریر فرماتے ہیں:

قراءة قرآن مضبوط کرنے والے	أَوَّلُ مَا يَجِبُ عَلَى
پراولاً یہ واجب ہے کہ وہ مخارج	مُرِيدَاتُ قِرَاءَةِ
صحيح کرے اور ہر حرف کو اس کے	الْقُرْآنِ تَصْحِيحُ إِخْرَاجِ
مخصوص مخرج سے اس طرح نکلے کہ	كُلِّ حَرْفٍ مِّنْ مَّخْرَجِهِ

جس سے وہ اپنے مقارب سے الگ
ہو جاتے

اور ہر حرف کو اس کی صفت
معروفہ عطا کرتے ہوئے اس طرح
موصوف کرے کہ وہ اپنے مجانس سے
جدا اور ممتاز ہو جائے

اپنے فم و لسان کو کام میں لاتے اور
اس قدر ریاضت کرے کہ حروف کو
مخارج سے نکالنا اور صفات سے موصوف
کرنا اس کی طبیعتِ ثانیہ اور سلیقہِ آتمہ
ہی جاتے .

پس ہر وہ حرف جو مخرج میں
دوسرے حرف سے مشترک ہوتا ہے
وہ اس سے جدا نہیں ہوتا مگر فقط صفات
سے .

اور ہر وہ حرف جو صفات میں
دوسرے حرف سے مشترک ہوتا ہے
ممتاز نہیں ہوتا مگر فقط مخرج سے .
اور فرماتے ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ کہ

وَوَدَّ الْمُخْتَصِّ بِهِ تَصْصِيحًا يَّمْتَّازُ
بِهِ عَنِ مُقَارِبِهِ .

وَتَوْفِيَّةٌ كُلِّ حَرْفٍ
صِفَتُهُ الْمَعْرُوفَةُ بِهِ
تَوْفِيَّةٌ تُخْرِجُهُ عَنِ مَجَانِسِهِ .

يَعْمَلُ لِسَانُهُ وَفَمُهُ
بِالرِّيَاضَةِ فِي ذَلِكَ أَعْمَالًا
يَصِيرُ ذَلِكَ لَهُ طَبَعًا وَسَلِيْقَةً

فَكُلُّ حَرْفٍ شَارِكٍ غَيْرُهُ
فِي مَخْرَجٍ فَإِنَّهُ لَا يَمْتَّازُ عَنْ
مُشَارِكِهِ إِلَّا بِالصِّفَاتِ .

وَكُلُّ حَرْفٍ شَارِكٍ غَيْرُهُ
فِي صِفَاتِهِ فَإِنَّهُ لَا يَمْتَّازُ عَنْهُ
إِلَّا بِالمَخْرَجِ .

وَقَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى .

فَإِذَا أَحْكَمَ الْقَارِئُ النَّطْقَ
بِكُلِّ حَرْفٍ عَلَى حِدَاتِهِ
مُؤَوِّفٍ حَقَّهُ فَلْيَعْمَلْ بِنَفْسِهِ
بِأَحْكَامِهِ حَالَةَ التَّرْكِيبِ
لِأَنَّهُ يَنْشَأُ عَنِ التَّرْكِيبِ
مَا لَمْ يَكُنْ حَالَةَ الْإِفْرَادِ
وَذَلِكَ ظَاهِرٌ

فَكَمْ مِمَّنْ يَحْسِنُ الْحُرُوفَ
مُفْرَدَةً: وَرَأَى حَسْنَهَا مُرَكَّبَةً
بِحَسْبِ مَا يُجَاوِرُهُمَا مِنْ
مُجَانِسٍ وَمُقَارِبٍ وَقَوِيٍّ
وَضَعِيفٍ وَمُفْخَمٍ وَمُرْفِقٍ
فَيَجْذِبُ الْقَوِيُّ الضَّعِيفَ
وَيَغْلِبُ الْمُفْخَمُ الْمُرْفِقَ
فَيَصْعَبُ عَلَى اللِّسَانِ
النُّطْقُ بِذَلِكَ عَلَى حَقِّهِ إِلَّا
بِالْوِيَاضَةِ الشَّدِيدَةِ حَالَتِ
التَّرْكِيبِ

پس جب قاری ہر حرف پر علیحدہ علیحدہ
نطق مضبوط کرے اور ہر حرف کو
اس کا حق ادا کر دے تو چاہیے کہ وہ
حالت ترکیب کے احکام کی طرف متوجہ
ہو جائے اس لئے کہ حالت ترکیب سے
ایسے احکام پیدا ہو جاتے ہیں جو حالت
افراد میں نہیں ہوتے ہیں اور یہ ایک
بدیہی بات ہے۔

پس کتنے قاری ہیں جو مفرد حروف
کو تو عمدہ ادا کر لیتے ہیں مگر مرکب کو عمدہ
ادا نہیں کر سکتے ہیں۔ خاص کر جب دو
حرف مجاور ہوں یعنی مجانس و منقار
قوی و ضعیف، مفخم و مرفق تو قوی ضعیف
کو جذب کر لیتا ہے اور مفخم مرفق پر غالب
آجاتا ہے

پس اس حالت میں لسان پر نطق
دشوار ہوتا ہے اور حرف مجاور کا
حق ادا نہیں ہوتا، بجز ریاضت شدیدہ
کے حالت ترکیب میں۔

پس جس نے حالت ترکیب میں
صحیح لفظ مضبوط کر لیا اس نے حقیقت
تجوید اتقان و تدریب سے حاصل
کر لیا۔

ابو عمرو دانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے
ہیں کہ قاری کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو
ان حروف کے تلفظ کی طرف منوجہ
کرے جن میں حقیقت لفظ کی طرف
رسائی حاصل نہیں ہوتی مگر ریاضت
شدیدہ اور تلاوتِ کثیرہ کے ساتھ مع
علم بحقائق حروف اور معرفت بنازل
حروف کے ساتھ۔

پس قاری عطا کرے ہر حرف
کو اس کو حق یعنی مد اگر وہ مد ہے
تمکن اگر وہ متمکن ہے، ہمزة اگر وہ مہموز
ہے، او غام اگر وہ مدغم ہے، اظہار
اگر وہ منظر ہے، اخفام اگر وہ مخفی ہے

فَمَنْ أَحْكَمَ صِحَّةَ
الْلَفْظِ حَالَةَ التَّرْكِيبِ
حَصَلَ حَقِيقَةُ التَّجْوِيدِ
بِالِاتِّقَانِ وَالتَّدْرِيبِ

نہایتہ القول المفید میں ہے :-

قَالَ أَبُو عَمْرٍوَنِ الدَّانِيُ
رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى: يَنْبَغِي
لِلْقَارِئِ أَنْ يَتَّعِدَ نَفْسَهُ
عَلَى تَفْقُدِ الْحُرُوفِ الَّتِي
لَا يُوَصِّلُ إِلَى حَقِيقَةِ اللَّفْظِ
بِهَا. إِلَّا بِالرِّيَاضَةِ الشَّدِيدَةِ
وَالتَّلَاوَةِ الْكَثِيرَةِ مَعَ
الْعِلْمِ بِحَقَائِقِهَا وَالْمَعْرِفَةِ
بِمَنَازِلِهَا:

فَيُعْطَى كُلَّ حَرْفٍ مِّنْهَا
حَقَّهُ مِنَ الْمَدِّ إِنْ كَانَ مَمْدُودًا
وَمِنَ الْمُتَمَكِّنِ إِنْ كَانَ مُتَمَكِّنًا
وَمِنَ الْمَهْمُوزِ إِنْ كَانَ مَهْمُوزًا
وَمِنَ الْاِظْهَارِ إِنْ كَانَ

حرکت اگر وہ متحرک ہے۔ سکون اگر وہ ساکن ہے

مُدْعَمًا وَمِنْ اِلْظَهَارِ اِنْ
كَانَ مُظْهِرًا وَمِنْ اِلْخَفَاءِ
اِنْ كَانَ مَخْفِيًا وَمِنْ الْعُرْكَ
اِنْ كَانَ مُحَرِّكًَا وَمِنْ
السُّكُونِ اِنْ كَانَ سَاكِنًا.

اور یہ سب کچھ اس کے مطابق
ہوں جو اس نے پایا اور حاصل کیا ہے
ان مشایخ کے افواہ سے جو کیفیت
اداءِ قرآۃ سے بخوبی واقف ہیں بالکل
اسی طرح جیسا کہ ان کو ان کے مشایخ
سے پہونچا ہے اور ان کو حضرت نبویہ
افصحیہ سے ملا ہے نہ فقط اقتصار نقل
کتب مدونہ سے یا اکتفاء عقل مختلف
الافکار سے۔

وَيَكُونُ ذَلِكَ عَلَى حَسَبِ
مَا يَتَلَقَّاهُ مِنْ اَفْوَاهِ الْمَشَايِخِ
الْعَارِفِينَ بِكَيْفِيَّةِ اَدَاءِ الْقِرَاءَةِ
حَسَبَ مَا وَصَلَ السِّرُّهُ
مِنْ مَشَايِخِهِمْ مِنَ الْعَضْرَةِ
النَّبَوِيَّةِ اِلْاَفْصَحِيَّةِ لَا
بِمَجْرَدِ اِقْتِصَارٍ عَلَى النَّقْلِ
مِنَ الْكُتُبِ الْمُدَوَّنَةِ اَوْ
اِكْتِفَاءِ بِالْمَقْلِ الْمُخْتَلَفِ
الْاَفْكَارِ.

اور اللہ ہی کے لئے خوبی ہے حفظ
ابن جزری رح کی جب کہ فرمایا اور ہیں
اتقان و تجوید حروف کے اعلیٰ مقام
پر پہونچنے کے لئے اور انتہا پر تصحیح و تسدید

وَاللَّهِ دَرُّ الْعَافِظِ ابْنِ
الْجَزْرِيِّ حَيْثُ قَالَ: وَلَا
أَعْلَمُ سَبَبًا لِبُلُوغِ النِّهَائِيَّةِ
الِاتِّقَانِ وَالتَّجْوِيدِ وَوُصُولِ

حروف میں رسائی کے لئے کوئی سبب
 نہیں جانتا مثل ریاضتِ الہیہ کے
 اور ہم محسن سے پائے ہوئے لفظ
 پر کثرتِ تکرار سے اور تو تو دیکھتا ہے
 تجویدِ حروفِ کتابت کو کہ کس طرح
 کاتبِ ریاضتِ قلم، بار بار لکھنے اور
 استاذ کے بتلانے سے کتابت کے
 اعلیٰ مقام پر پہنچ جاتا ہے اور وہ خوشنویس
 ہو جاتا ہے۔

غَايَةَ التَّصْحِيحِ وَالتَّسْدِيدِ
 مِثْلَ رِيَاضَةِ الْأَلْسِنِ
 وَالتَّكْرَارِ عَلَى اللَّفْظِ الْمُتَنَفِي
 مِنْ فِعْلِ الْمُحْسِنِ وَأَنْتَ
 تَرَى تَجْوِيدَ حُرُوفِ الْكِتَابَةِ
 كَيْفَ يَبْلُغُهَا الْكَاتِبُ
 بِالرِّيَاضَةِ أَوِ التَّكْرَارِ
 وَتَوْقِيفِ الْأُسْتَاذِ.

گر تو می خواہی کہ ہاشمی خوشنویس : می نویس می نویس می نویس
 وَ لِلّٰهِ دَرُّ الْعَافِظِ أَبِي عَمْرٍو
 فِي الدَّائِي رَحِمَهُ اللهُ حَيْثُ
 يَقُولُ بَيْنَ التَّجْوِيدِ
 وَتَرْكِهِ إِلَّا رِيَاضَةً لِّمَنْ
 شَدَّ بَرِّيْفِكِهِ فَلَقَدْ صَدَّقَ
 وَبَصَرَ وَأَوْجَزَ فِي الْقَوْلِ وَمَا
 قَصَرَ .

اور اللہ ہی کیلئے خوبی ہے۔ حافظ
 ابی عمرو دانی رحمہ اللہ کی جب کہ فرماتے
 ہیں : نہیں ہے درمیان تجوید اور ترکِ
 تجوید کے کچھ فرق مگر ریاضتِ اس کی
 جس نے سوچ سمجھ کر اپنے جبرٹوں سے
 کام لیا پس قائل نے خوب اور بصیرت
 سے کہا اور مختصر و نشاندار کلام کیا ہے۔

رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمُ أَجْمَعِينَ

اخذ التَّجْوِيدِ عَنِ اقْوَامِ الْمَشَائِخِ

س :- اخذ تجوید از افواہ مشایخ کا سلسلہ کب اور کہاں سے شروع ہوا ہے؟

ج :- اخذ تجوید از افواہ مشایخ کا یہ سلسلہ قرب مکنت المکرّمہ میں جبل نور پر غار حرا میں سن ولادت نبوی کے چالیس سال بعد رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں شروع ہوا اور تا حال بین الامة اللانذہ والتلامذہ بدستور چلا آ رہا ہے۔ اور تا بقا قرآن مجید جاری رہے گا۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ :- جانا چاہیے کہ جب رب العالمین نے رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ پر تنزیل قرآن ارادہ فرمایا۔ اور سید الملئکہ جبریل امین علیہ السلام کو واسطہ بنا کر بھیجا۔ اور وہ اولاد وحی الہی لے کر آئے اور نبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتداء بذریعہ وحی غار حرا میں آیات قرآنی اتارنے لگے۔ توحصو سے مخاطب ہوئے اور کہا :-

اقْرَأْ مَا أَوْحَى
إِلَيْكَ، أَمْيُّ أَنْتَ مَا أَوْحَى
إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ يَا مُحَمَّدُ

اے محمد پڑھیے۔ جو کچھ آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے، یعنی جو کچھ کتاب میں سے آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے اُسے پڑھیے۔

قَالَ مُحَمَّدٌ: مَا أَنَا مُحَمَّدٌ نَزَعْتُ فَرِيَا فِي تَوْبِيهَا هَوَا

بِقَارِيءٍ. نہیں ہوں۔

جبریل امین نے آپ کو سینہ سے لگا کر بھینچا، دیا یا اور چھوڑ کر کہا
اقْرَأِ الْقُرْآنَ يَا مُحَمَّدُ، اے محمد پڑھیے۔ قرآن، اگرچہ

وَإِنْ كُنْتَ أُمِّيًّا، آپ امی ہیں۔

قَالَ مُحَمَّدٌ: مَا أَنَا مُحَمَّدٌ نَزَعْتُ فَرِيَا فِي تَوْبِيهَا هَوَا

بِقَارِيءٍ. نہیں ہوں، پڑھنا نہیں جانتا

جبریل امین نے پھر آپ کو سینہ سے لگا کر بھینچا، دیا یا اور چھوڑ

کر کہا:-

اقْرَأِ كَمَا أَنَا اقْرَأِ اے محمد پڑھیے۔ جیسا کہ میں

عَلَيْكَ الْقُرْآنَ، وَأَسْمِعْ لَكَ يَا مُحَمَّدُ۔ آپ پر قرآن پڑھنا ہوں اور آپ

کو پڑھ کر سنانا ہوں۔

قَالَ مُحَمَّدٌ: مَا أَنَا مُحَمَّدٌ نَزَعْتُ فَرِيَا فِي تَوْبِيهَا هَوَا

بِقَارِيءٍ۔ ہوں اور نہ ہی کچھ پڑھنا جانتا

ہوں۔

جبریل امین نے آپ کو سینہ سے لگا کر خوب دیا یا۔ بھینچا اور چھوڑ

کر کہا:-

اقْرَأِ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ① خَلَقَ الْإِنْسَانَ

مِنْ عَلَقٍ ② اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ③ الَّذِي عَلَّمَ

بِالْقَلَمِ ۴ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۵

الہی الامی صلی اللہ علیہ وسلم نے الفاظ وحی پر تلفظ شروع فرمایا اور آیات قرآنی
فم جبزیل امین سے اخذ کرنے لگے۔

اخذ تجوید و قرآۃ عن فم الشيخ کا یہ پہلا واقعہ تھا جو سن ولادت کے چالیس سال
بعد قرب مکہ میں جبل نور پر غار حرام کے اندر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں
وقوع پذیر ہوا۔

تسزیل قرآن کا یہ سلسلہ وقتاً فوقتاً جاری رہا اور حسب حالات بقدر ضرورت
جبزیل امین نجماً نجماً اور ٹھوڑا ٹھوڑا بذریعہ وحی اتارتے رہے اور نبی الامی صلی
اللہ علیہ وسلم نزول وحی کے وقت آیات قرآنی تجوید و قرآۃ کے اصول کے مطابق
فم جبزیل سے اخذ کرتے رہے اور اس خیال کے پیش نظر کہ حقوق تجوید
و قرآۃ بہ پیش جبزیل امین مکمل ہوں جلدی جلدی تلفظ فرماتے رہے اور سرعت
و عجلت سے زبان مبارک کو حرکت دیتے رہے۔ فرمایا گیا ہے نبی الامی صلی اللہ علیہ
وسلم یہ۔

لَا تُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَكَ
لِتَعْمَدَ بِهِ ۝

آپ قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے
ناکہ آپ اس کو جلدی جلدی لیں۔

إِنَّا عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ ۝
فَإِذَا قُرِئَتْ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۝
ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۝

ہمارے ذمہ ہے اس کا جمع کر دینا اور
پڑھو ادینا پس تو جب ہم اس کو پڑھنے لگیں
تو آپ اس کے تابع ہو جا یا کیجئے۔

شُرَّانًا عَلَيْنَا بَيَانَهُ

پھر اس کا بیان کرادینا ہمارے ذمہ ہے

یعنی اے نبی الامی: آپ وحی کے نزول کے وقت جیسا کہ اب تک آپ کی عادت ہے اس قدر مشقت کہ سنتے بھی ہیں پڑھتے بھی ہیں دھیان بھی رکھتے ہیں محض اس احتمال سے کیوں برداشت کرتے ہیں کہ شاید کچھ مضمون میرے ذہن سے نکل جائے کیونکہ جب ہم نے آپ کو نبی بنایا اور آپ سے تبلیغ کا کام لینا ہے تو یہاں مقتضاء حکمت بھی ہوگا کہ وہ مضامین آپ کے ذہن میں حاضر رکھے جائیں اور ہمارا محض ہونا تو ظاہر ہی ہے اس لئے آپ یہ مشقت برداشت نہ کیا کیجئے اور جب وحی نازل ہوا کرے تو آپ قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے تاکہ آپ اس کو جلدی جلدی لیں۔ کیونکہ ہمارے ذمہ ہے آپ کے قلب میں اس کا جمع کر دینا اور آپ کی زبان سے اس کا پڑھو ادینا۔ جب یہ ہمارے ذمہ ہے تو جب ہم اس کو پڑھنے لگا کرے یعنی ہمارا فرشتہ پڑھنے لگا کرے۔ تو آپ اپنے ذہن سے اور فکر سے ہمہ تن اس کے تابع ہو جایا کیجئے یعنی ادھر ہی منوجہ ہو جایا کیجئے اور اس کے دہرانے میں مشغول نہ ہوا کیجئے پھر آپ کی زبان سے لوگوں کے سامنے اس کا بیان کرادینا بھی ہمارے ذمہ ہے یعنی آپ کو یاد کرادینا اور آپ کی زبان پر جاری کرادینا پھر تبلیغ کے وقت بھی اس کا یاد رکھوانا اور لوگوں کے سامنے پڑھو ادینا یہ سب ہمارے ذمہ ہے۔ بیان القرآن۔

لیکن بوجہ اُمِّیَّتٍ وَبِقِضَائِهِ اِقْرَأْ اور بقول حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بندہ بشر ہے شاید مجھول گئے، پھر نزول وحی کے وقت جبریل امین کے ساتھ ساتھ پڑھتے رہتے تھے اس لئے پھر تقییداً فرمایا گیا۔

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ
اور آپ قرآن میں قبل اس

مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَىٰ إِلَيْكَ
وَحْيُهُ وَقَدْ رَدَدْنِي عَلَهَا

کے کہ آپ پر اس کی وحی پوری نازل
ہو چکی عجلت نہ کیا کیجئے۔
اور آپ یہ دعا کیا کیجئے کہ اے میرے
رب میرا علم بڑھا دے۔

قرآن کریم کا نزول نجماً نجماً ہوتا رہا اور اخذِ تجوید و قرآئۃ کا سلسلہ بدستور
جاری رہا۔ پھر جس قدر قرآن سال بھر میں نازل ہو جاتا اور جمع ہو جاتا تھا۔
اختتامِ سال پر رمضان المبارک میں جب ربیع الاول ایمن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ از سر نو دور کرتے رہے، اور ایک دوسرے کو سنتے رہے جس سے
اخذِ تجوید و قرآئۃ کا سلسلہ سال بہ سال تازہ ہوتا رہا حتیٰ کہ بائیس سال گزر گئے
اور بائیس مرتبہ دور وقوع پذیر ہوا اور تیسویں سال جدیداً اختتام و انصراف
کے ساتھ دو مرتبہ دور کرایا گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں زید
بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی شمولیت کا شرف حاصل ہوا۔ اور اخذِ تجوید
و قرآئۃ عن فہم جبریل علیہ السلام کا موقع ملا اور کیفیتِ تعلیم و تعلم اور اخذ عن الشیخ
کا طریقہ ملاحظہ کیا۔

عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ
عَنْ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهَا. قَالَتْ أَسْرَأَ إِلَى النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَّ جَبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے مروی ہے وہ حضرت عائشہ سے
وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
سے روایت کرتی ہیں۔ فرماتی ہیں کہ نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چپکے سے

فرمایا کہ جب زیل علیہ السلام میرے ساتھ
 ہر سال ایک دفعہ دور کیا کرتے تھے یعنی
 مجھے درس دیا کرتے تھے۔ قرآن کریم کا
 پس اس سال مجھے دو مرتبہ دور کرایا اور
 درس دیا اس لئے میں محسوس کرتا ہوں
 کہ میرا وقت وصال قریب تر آ رہا ہے۔

كَانَ يُعَارِضُنِي « أَيْ
 يُدَارِسُنِي » بِالْقُرْآنِ فِي
 كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً فَعَارِضُنِي
 الْعَامَّ مَرَّتَيْنِ وَلَا أَسَا إِلَّا
 حَضَرَ آجَلِي.

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب زیل علیہ السلام کا دور کرانا صراحت
 سے بیان فرما دیا اور بتلادیا کہ وہ مجھے قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے۔ کس قدر
 مقامِ عبرت ہے کہ اُدھر سے عظیم الشان قوتِ نافذہ اور ادھر سے لامتناہی قوت
 آخذہ کے باوجود یہ اہتمام ہے کہ جب زیل امین ما نزل وما جمع کا سال بہ سال دور کرایا ہے
 ہیں درس دے رہے ہیں اور اخذ تجوید و قرأتہ کی یاد تازہ کر رہے ہیں یہاں تک
 کہ سالِ آخر میں دو مرتبہ دور کرایا گیا تاکہ امت میں قارئینِ قرآن اور آخذین
 تجوید و قرأت کیلئے سنتِ جاریہ اور آخذینِ فن کے لئے حجتِ دائمہ باقی
 رہے۔

کہا گیا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
 قرآن کریم جب زیل امین کے پاس لیا کرتے
 تھے اور اول سے آخر تک تجوید لفظ
 اور تصحیحِ مخارجِ حروف کے ساتھ
 سنا دیا کرتے تھے تاکہ امت میں

قِيلَ كَانَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ
 الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يُعْرِضُ
 جِبْرِيْلَ الْقُرْآنَ مِنْ أَوَّلِهِ
 إِلَى آخِرِهِ بِتَجْوِيدِ اللَّفْظِ وَ
 تَصْحِيحِ إِخْرَاجِ الْحُرُوفِ

ایک سنت جاری ہو جائے
پس اتباعاً بالسنۃ ثلاثہ اپنی قراءات
شیوخ پر پیش کیا کریں اور ان کو
سناتے رہا کریں۔

اور بخاری نے حضرت انس بن
مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
نقل کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی
کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے حکم فرماتے ہیں کہ
میں آپ پر قرآن پڑھوں یعنی آپ کو
قرآن سکھلا دوں۔ حضرت ابی نے
عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام
لے کر فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اللہ
تعالیٰ نے آپ کا نام لیا ہے۔ پس حضرت
ابی روپڑے اور نہایتہ القول المفید
میں ہے: اور مراد آپ کی قراءت حضرت
ابی پر آپ کو تعلیم دینا اور پڑھانا ہے
اور وہ قرآن صحابہ کے اول ہیں اور نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے فم مبارک سے تلقف

مِنْ مَّخَارِجِهَا لِيَكُونَ
سُنَّةً فِي الْأُمَّةِ فَتَعْرِضُ
التَّلَاوِذَ قِرَاءَ اتِهِمْ
عَلَى الشُّوْخِ :
وَ أَخْرَجَ الْبُخَارِيُّ عَنْ
الْأَنْسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي إِنْ
اللَّهُ يَا مُرْفِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ
الْقُرْآنَ أَنِّي أَعْلَمُكَ الْقِرَاءَةَ
قَالَ أَجَى اللَّهُ سَمَانِي لَكَ
قَالَ: اللَّهُ سَمَّاكَ فَجَعَلَ
الْجَسَّ يَبْكِي. وَ فِي نَهَايَةِ
الْقَوْلِ الْمَفِيدِ: وَالْمُرَادُ مِنْ
قِرَاءَتِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
عَلَى أَبِي تَمْلِيمُهُ وَإِرْشَادُهُ
وَهُوَ أَوْلُ قُرَاءِ الصَّحَابَةِ
وَأَشَدُّهُمْ اسْتِعْدَادًا
لِتَلْقُفِ الْقُرْآنِ مِنْهُ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَلَفُفِيهِ
عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
مِنْ أَمِيرِ الْوَحْيِ فَبِذَلِكَ
نُحِصَ بِذَلِكَ

قرآن کے بارہ میں بہت زیادہ استعداد
رکھنے والے ہیں جس طرح خود نبی کریم
علیہ الصلوة والسلام امین وحی سے تلقف
قرآن میں اشد استعداد رکھنے والے
ہیں، پس اسی لئے حضرت ابی اس کے
لئے منتخب ہوئے۔

وَيُقَالُ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى

أَمَرَ رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لِيُعَلِّمَ أَبِيًّا أَحْكَامَ
التَّجْوِيدِ مِنَ الْمَخَارِجِ وَ
الصِّفَاتِ وَأَحْكَامَ الْقِرَاءَاتِ
الْمُتَوَاتِرَاتِ كَمَا أَخَذَهُ نَبِيُّ
اللَّهِ عَنْ جِبْرِيدَ عَلَيْهِمَا
السَّلَامُ وَالسَّلَامُ ثُمَّ بَدَلَ
جَهْدَهُ وَسَعَى سَعِيًّا بَلِيغًا
فِي حِفْظِ الْقُرْآنِ وَمَا يَنْبَغِي
لَهُ حَتَّى بَلَغَ مِنَ إِمَامَةِ
فِي هَذَا الشَّانِ الْفَائِيَّةَ
الْعُظْمَى

اور کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا
کہ وہ حضرت ابی اس کو احکام تجوید یعنی
مخارج و صفات حروف اور احکام
قراءات متواترات اس طرح سکھائیں جس
طرح خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
جبریل علیہ السلام سے اخذ کیا ہے پھر
حضرت ابی رضی اللہ عنہما نے اس
قرآن و ما ینبغی لہ یعنی تجوید و قراءات میں
خوب جد و جہد کی اور سعی بلیغ فرمائی حتی
کہ انتہاء درجہ کے عظیم الشان امام القراءات
قرار پائے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کس اہتمام سے پڑھایا اور انہوں نے تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کس ذوق و شوق سے پڑھا اور کس حد تک اخذ کیا اس کا اندازہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔ فرماتے ہیں ”اَقْرَأُكُمْ ابْنًا“ کہ تم میں زیادہ بہتر قرآنہ ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے یعنی بہت بڑے قاری حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جب حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابی کے متعلق خود اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مامور فرماتے ہیں کہ ان کو تجوید و قرآنہ پڑھائیں اور سکھلائیں تو ظاہر ہے کہ اخذ تجوید قرآنہ عن افواہ المشائخ کا اہم فریضہ اور عظیم الشان وسیلہ بتلانا مقصود اور رفیع المرتبت ذریعہ جاری رکھنا مطلوب ہے اور یہی وجہ ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجل صحابہ کرام اور کمل تابعین عظام نے اخذ کیا ہے۔

القول الشہ فی بیان حکم التجوید میں علامہ الشیخ محمد بن علی بن خلف حسینی

الشہیر بالحد و تخریر فرماتے ہیں :-

پھر تجوید و قرآنہ اسی مسنون

ثُمَّ أَخَذَ عَلَيَّ هَذَا

دبیرہ اور نمط و طریقہ پر اول سے آخر

النَّمَطِ الْآخِرِ عَنِ الْأَوَّلِ

اور سلف سے خلف نے اخذ کیا ہے۔

وَالْخَلْفُ عَنِ السَّلَفِ -

اور حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ

وَقَدْ أَخَذَ عَنِ ابْنِ

عنہ سے صحابہ اور تابعین کے ایک جم غفیر

بَشَرٌ كَثِيرُونَ مِنَ الصَّحَابَةِ

اور جماعت کثیرہ نے اخذ کیا ہے۔

وَالتَّابِعِينَ.

پس صحابہ میں ابو ہریرہ ابن عباد

فَمِنَ الصَّحَابَةِ

اور عبد اللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ
عنہم نے اخذ کیا ہے۔

اور تابعین میں سے عبد اللہ بن عباس
ابن ابی ربیعہ عبد اللہ بن حبیب ابو عبد الرحمن
الاسلمی اور ابو العالیہ الرباحی نے اور
اور ان کے علاوہ بے شمار حضرات نے
ان سے اخذ کیا ہے پھر اسی طرح ان سے
اور ان کے بعد آنے والوں نے اخذ کیا ہے
پس اس میں اسی قرآنہ علیٰ شیخ کا راز
پوشیدہ رہا ہے۔ یہاں تک امت
میں یہی اخذ تجوید عن شیخ کی مہر اب تک
چلی آ رہی ہے۔

أَبُو هُرَيْرَةَ وَأَبْنُ عَبَّاسٍ
وَعَبْدُ اللَّهِ ابْنُ السَّائِبِ
وَمِنَ التَّابِعِينَ عَبْدُ
اللَّهِ ابْنُ عَبَّاسٍ ابْنِ أَبِي رَبِيعَةَ
وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ حَبِيبٍ أَبُو
عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيُّ
وَأَبُو الْعَالِيَةِ الرَّبَّاحِيُّ
وَكَثِيرُونَ غَيْرُهُمْ ثُمَّ
عَنْهُمْ مَنْ بَعْدَهُمْ هَكَذَا
فَسَرَى فِيهِ سِرُّ تِلْكَ
الْقِرَاءَةِ عَلَيْهِ حَتَّى سَرَى
سِرُّهُ فِي الْأُمَّةِ إِلَى السَّاعَةِ.

اور یہی وجہ ہے کہ اقراء القراء صحابہ حضرت الامام ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
ذات اقدس پر آئمۃ القراءات العشرۃ المتواترۃ میں سے آئمۃ ذنافعہ و ابو ہریرہ
مدنی، ابن کثیر مکی، ابو عمر و، و یعقوب بن یسری اور غاصم بن عبد کسان کی کوئی کی سند
مغنیہ ہوتی ہے اسی طرح دو امام محمد بن یحییٰ اور یزید بن جوفراؤ اور ابو مابعد العتبات
میں سے ہیں ان کی سند آپ کی ذات اقدس پر مغنیہ ہوتی ہے۔ فقول اسعدیہ
میں ہے۔

اور فرمایا ہے علیہ الصلاۃ والسلام

وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

نے کہ جو یہ پسند کرتا ہے کہ وہ قرآن کریم ہو بہو اسی طرح پڑھے جس طرح وہ اتانا گیا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ابن اُمّ عبد یعنی عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرآن پڑھے اور تھے وہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلاشبہ تجوید قرآن اور تحقیق تجوید میں حصہ وافر اور عظیم عطا کئے گئے تھے بالکل اسی طرح جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے نازل فرما دیا ہے اور تیرے لئے تو وہ شخص کافی ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے قرآن سنا پسند فرمانے ہیں اور جب انہوں نے پڑھ کر سنایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رو لادیا جیسا کہ صحیحین میں ثابت ہے۔

اور ابی عثمان النہدی سے منقول ہے فرمایا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم کو مغرب کی نماز قیل ہو اللہ احد سے پڑھائی اللہ کی

مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْقُرَ الْقُرْآنَ
غَضًّا كَمَا نُزِلَ فَلْيَقْرَأْ قِرَاءَةَ
ابْنِ أُمِّ عَبْدِ يَعْنِي عَبْدَ اللَّهِ
ابْنَ مَسْعُودٍ وَكَانَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ قَدْ أُعْطِيَ حَظًّا عَظِيمًا
فِي تَجْوِيدِ الْقُرْآنِ وَتَجْقِيقِهِ
كَمَا أَنْزَلَهُ اللَّهُ تَعَالَى وَ
نَاهِيكَ بِرَجُلٍ أَحَبَّ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ أَنْ يَسْمَعَ الْقُرْآنَ مِنْهُ
وَلَمْ يَقْرَأْ أَبُكَ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَمَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيحَيْنِ

وَعَنْ أَبِي عَثْمَانَ
النَّهْدِيِّ قَالَ صَلَّى بِنَا ابْنِ
مَسْعُودٍ الْمَغْرِبَ بِقُلُوبِ
هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَاللَّهُ لَوَدِدْتُ

قسم ان کی حسنِ صوت و ترتیل کی وجہ سے
میں نے چاہا کہ کاشش سورۃ بقرہ ہی
پڑھ لیتے۔

اور یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ایک
سنت جاریہ ہے ان لوگوں میں جو قرآن
کریم مجود و صحیح کما انزل پڑھتے ہیں۔ اس کی
تلاوت سے اسماع مثلذ ہوتے ہیں
اور قرآنۃ سے قلوب متخشع یہاں تک
کہ قریب کے عقول مسلوب ہو جائیں
اور ماخوذ و مفقود ہو جائیں البتہ
یہ اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ایک سر
ہے جسے چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے
و دبیعت فرمادیتے ہیں

اور جب یہ جان چکے کہ بلاشبہ تجوید
واجب ہے اور اس کی حقیقت سے
آشنا ہو گئے تو یہ بھی جان گئے ہونگے کہ
بے شک کیفیت ادا کی معرفت
اور نطق بالقرآن اس صفت پر جس پر
کہ وہ نازل کیا گیا ہے تلقی بالسماع اور اخذ

أَنَّهُ تَرَأْسُورَةَ الْبَقْرَةِ
مِنْ حُسْنِ صَوْتِهِ وَتَرْتِيلِهِ.

وَهَذِهِ سُنَّةُ اللَّهِ تَبَارَكَ
وَتَعَالَى فِي مَنْ يَفْرَأُ الْقُرْآنَ
مَجُودًا مُصَحَّحًا كَمَا أَنْزَلَ
تَلْتَدُّ الْأَسْمَاعُ بِتِلَاوَتِهِ
وَتَخْشَعُ الْقُلُوبُ عِنْدَ
قِرَاءَتِهِ حَتَّى يَكَادُ أَنْ يَسْلُبَ
الْعُقُولُ وَيَأْخُذَ بِالْأَلْبَابِ
سِرًّا مِّنْ أَسْرَارِ اللَّهِ تَعَالَى
يُودِعُهُ مَنُ يَشَاءُ مِنْ خَلْقِهِ

وَإِذَا قَدْ عَلِمْتَ أَنَّ
التَّجْوِيدَ وَاجِبٌ وَعَرَفْتَ
حَقِيقَتَهُ عَلِمْتَ أَنَّ مَعْرِفَةَ
كَيْفِيَّةِ الْأَدَاءِ وَالنُّطْقِ
بِالْقُرْآنِ عَلَى الصِّفَةِ
الَّتِي نَزَلَ بِهَا مُتَوَقِّفَةٌ عَلَى

التَّلَقَّى وَالْأَخْذَ بِالسَّمَاعِ
مِنْ أَقْوَاهِ الْمَشَايِخِ الْأَخْذِينَ
لَهَا كَذَلِكَ الْمُتَّصِلُ سَنَدُهُمْ
بِالْحَضْرَةِ النَّبَوِيَّةِ -

من اقواه المشايخ پر موقوف ہے جو اسی
طرح آخذین باسماع ہیں اور جن کی
سندیں حضرت نبوی سے متصل ہیں۔

إِنَّ الْقَارِيَّ لَا يُمْكِنُهُ
مَعْرِفَةُ كَيْفِيَّةِ الرُّدْغَامِ
وَالْإِخْفَاءِ وَالتَّفْخِيمِ
وَالرُّقِيقِ وَالرِّمَالَةِ الْمُحْضَةِ
أَوِ الْمُتَوَسِّطَةِ وَالتَّحْقِيقِ
وَالتَّسْهِيلِ وَالرُّومِ وَالْإِشْمَامِ
وَنَحْوَهَا إِلَّا بِالسَّمَاعِ
وَالِإِسْمَاعِ حَتَّى يُمَكِّنَهُ
أَنْ يَحْتَرِنَا عَنِ اللَّحْنِ وَالْخَطَا
وَتَقَعُ الْقِرَاءَةُ عَلَى الصِّفَةِ
الْمُعْتَبَرَةِ شَرْعًا -

اس لئے کہ قاری کے لئے کیفیت
اداء ادغام و اخفاء تفخیم و ترقیق۔ امالہ
محضہ یا متوسطہ۔ تحقیق و تسہیل روم
واشمام وغیرہ کی معرفت اور پہچان
مکن نہیں ہے بجز سمع و اسماع یعنی سننے
سنانے کے یہاں تک کہ قاری کے
لئے مکن ہو جائے کہ وہ لحن و خطا سے احتراز
کر سکے اور قراۃ شرعاً صفت معتبرہ
کے مطابق ہو جائے۔

إِذَا عَلِمْتَ ذَلِكَ تَبَيَّنَ
لَكَ أَنَّ التَّلَقَّى الْمَذْكُورَ
وَاجِبٌ كَمَا هُوَ مَعْلُومٌ -

اور جب آپ یہ جان گئے تو آپ پر ظاہر
ہو گیا کہ تلقی مذکور واجب جیسا کہ وہ معلوم
ہے۔

اور اس لئے کہ صحتِ سند

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن روح

القدس عن اللہ عزوجل صفتِ

متواترہ کے مطابق ایک امر ضروری

ہے کتاب عزیر کے لئے جس میں غیر

واقعی بات نہ اس کے آگے کی طرف سے

آسکتی ہے اور نہ اس کے پیچھے کی طرف

سے یہ خدائے حکیم و حسید کی طرف

سے نازل کیا گیا ہے۔

تاکہ اس کے سامعہ اللہ تعالیٰ کے

دوام کا وہ وعدہ متحقق ہو جلتے جس

میں فرمایا گیا ہے کہ بے شک ہم نے

اس قرآن کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی

حفاظت کرنے والے ہیں۔

وَلَا نَّصِحْتَ السَّنَدِ عَنِ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ

سَلَّمَ عَنْ رُوحِ الْقُدُسِ

عَنِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ بِالصِّفَةِ

الْمُتَوَاتِرَةِ أَمْرٌ ضَرُورِيٌّ

لِلْكِتَابِ الْعَزِيزِ الَّذِي

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ

بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ

تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ.

لِيَتَحَقَّقَ بِذَلِكَ دَوَامُ

مَا وَعَدَ بِهِ تَعَالَى فِي قَوْلِهِ

جَلَّ ذِكْرُهُ: إِنَّا نَحْنُ

نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ

لَحَافِظُونَ.

صحتِ سند یعنی تلقی اور اخذِ تجوید و قرآۃ عن افواه المشائخ العارفين

بعلوم التجوید و القراءات ایک امر واجب لازم اور ضروری ہے اس لئے کہ جبریل

علیہ السلام نے حسب ہدایاتِ خداوند قدوس رسول الصادق الامین صلی اللہ علیہ

وسلم کو قرآن کریم مطابق باحکام التجوید پڑھا با اور سکھایا ہے اور آپ نے بالمشافہ فرم

جبریل علیہ السلام سے سیکھا اور اخذ کیا ہے۔ پھر رسول الصادق الامین صلی اللہ علیہ

و سلم نے صحابہ کرام کو اسی طرح پڑھایا اور سکھایا ہے اور انہوں نے آپ سے بالمشافہ پڑھا اور اخذ کیا ہے تو اب ظاہر ہے کہ محض مکتوبہ مصاحف اور مدونہ کتبت اللت جدیدہ سے بدون توقیف موقوف اور بغیر تعلیم معلم کے قرآن بالتجوید پڑھنا اور قرآنہ حاصل کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ ہر حرف کی مفرداً اور مرکباً ایک خاص کمیت و کیفیت ایک خاص مقدار اور ایک خاص انداز ادا ہوتا ہے جو بغیر توقیف موقوف اور بغیر تعلیم معلم کے معلوم و مفہوم ہو ہی نہیں سکتا اسی وجہ سے صحت سند یعنی تلقی اور پالینا عن انواہ المشائخ العارفین اور اخذ عن لسان الماہرین ایک ایسی شرط قرار دی گئی ہے جس کی بدولت آج سے تڑھا خوردہ سو سال گزر جانے کے بعد بھی قرآن اپنی اصلی حالت میں اسی شان کے ساتھ ہمارے پاس موجود ہے اور اس میں بال برابر کمی زیادتی واقع نہیں ہوتی ورنہ اگر یہ شرط نہ ہوتی اور فقط مصاحف مکتوبہ اور کتب مدونہ پر اکتفا کیا جاتا تو دیگر کتب سماویہ کی طرح کتاب اللہ جو خاتم الکتب ہے اس میں طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہو جاتیں جس کی وجہ سے قرآن کریم اصلی حالت میں ہم تک نہ پہنچتا چنانچہ انقول السدید میں ہے:-

وَجِيئَ عِيْدٌ فَاخْذُ الْقُرْآنِ
 مِنَ الْمَصْحَفِ بِدُونِ مَوْقِفٍ
 كَفَى بَلَّ لَا يَجُوزُ وَلَوْ
 كَانَ مَوْقِفٌ مَضْبُوطًا
 اور اب پس بدون موقوف اخذ
 قرآن من المصحف کافی نہیں ہے بلکہ جائز
 ہی نہیں ہے اگرچہ مصحف مضبوط ہو۔
 یعنی اگرچہ مصحف بلحاظ حروف و شخط
 ہو اور باعتبار حرکات و سکات وغیرہ
 محکم اور مضبوط ہو۔

امام سیوطی رح فرماتے ہیں کہ جس طرح امت فہم معانی قرآن اور اس کے احکام کی معرفت سے قرب الہی حاصل کرتی تھی بالکل اسی طرح صفتِ ملتقاہ کے مطابق ان ائمہ قرآنیہ سے جن کی سندیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل ہیں، تصحیح الفاظ اور اقامت حروف سے قرب الہی حاصل کرتی تھی۔

پس علامہ سیوطی کا قول "و علی الصفة الملتقاہ من الائمة" اس بارہ میں بالکل صریح ہے کہ اخذ من المصاحف بدون تلقی من افواہ المشایخ المتقین کے کافی نہیں ہے۔

اور ولالت کرتی ہے اس پر وہ حدیث جس کو سعد بن منصور نے اپنی سنن میں اور طبرانی نے اپنی کبیر میں سند معتبر کے ساتھ نقل کیا ہے اور جس کے رجال ثقہ ہیں مسعود بن زید کنندی سے روایت

قَالَ الْإِمَامُ السُّيُوطِيُّ رَح
وَالْأُمَّةُ كَمَا هُوَ مُتَعَبِّدُونَ
بِفَهْمِ مَعَانِي الْقُرْآنِ وَ
أَحْكَامِهِ مُتَعَبِّدُونَ بِتَصْحِيحِ
الْفَاطِظِ وَإِقَامَةِ حُرُوفِهِ
عَلَى الصِّفَةِ الْمُلْتَقَاةِ مِنْ
الْأَيْمَّةِ الْقُرَّاءِ الْمُتَّصِلَةِ
بِالْحَضْرَةِ النَّبَوِيَّةِ: الخ
فَقَوْلُهُ عَلَى الصِّفَةِ الْمُلْتَقَاةِ
مِنَ الْأَيْمَّةِ آه "صَرِيحٌ"
فِي أَنَّهُ لَا يَكْفِي الْأَخْذُ
مِنَ الْمَصَاحِفِ بَدُونِ
تَلْقَى مِنْ أَفْوَاهِ الْمُشَافِيخِ
الْمُتَّقِينَ۔

وَيَدُلُّ لَهُ مَا أَخْرَجَهُ
سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ فِي سُنَنِهِ
وَالطَّبْرَانِيُّ فِي كَبِيرِهِ بِسَنَدٍ
مُعْتَبَرٍ رَجَالُهُ ثِقَاتٌ عَنْ
مَسْعُودِ بْنِ زَيْدِ الْكُنْدِيِّ

فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ
عنه ایک شخص کو قرآن پڑھا رہے تھے تو
اس شخص نے پڑھا، انما الصدقات
للفقراء، یعنی بغیر مکے پڑھا، تو ابن
مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نہیں
پڑھایا ہے۔

کہا کہ اے ابابعد الرحمن آپ کو
کیسے پڑھایا ہے۔

فرمایا کہ مجھے پڑھایا ہے:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ
فَمَدَّ الْفُقَرَاءَ، یعنی فقراء
پر مد کیا، اور حالانکہ مد عند القراء حرکت
معلومہ سے مقدر کیا جاتا ہے جو معلوم کی
ترتیب کے بغیر سمجھ میں نہیں آسکتا ہے

اور اگر اخذ من المصاحف

کافی ہوتا تو البتہ مقتضی رسم
عثمانی قراءۃ میں ہر جگہ صحیح ہوتا اور

قَالَ: كَانَ ابْنُ مَسُودٍ يَقْرَأُ
رَجُلًا فَقَرَأَ الرَّجُلُ، إِنَّمَا
الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ، مُوسِلَةً
أَيِ بَغَيْرِ مَدٍّ، فَقَالَ ابْنُ مَسُودٍ
مَا هَكَذَا أَقْرَأَ نَبِيَهَا رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ:

فَقَالَ كَيْفَ أَقْرَأَكُمَا
يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ: قَالَ
أَقْرَأَ نَبِيَهَا:

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ
لِلْفُقَرَاءِ، فَمَدَّ الْفُقَرَاءَ
وَالْمَدُّ مُقَدَّرٌ بِحَرَكَاتٍ
مَعْلُومَةٍ عِنْدَ الْقُرَّاءِ
لَا يُعْرَفُ إِلَّا بِتَوْقِيفِ
الْمُعَلِّمِينَ

وَلَوْ كَانَ الْأَخْذُ مِنَ

الْمَصَاحِفِ كَافِيًا لَكَانَ
مُقْتَضَى الرَّسْمِ الْعُثْمَانِيَّ

صَحِيحًا فِي كُلِّ مَوْضِعٍ
وَلَيْسَ كَذَلِكَ .

حالا کہ ایسا نہیں ہے .

بَلْ يَخِلُّ بِهَا فِي
مَوَاضِعَ خَالَفَ فِيهَا نَحْطُ
الْمُصْحَفِ أُصُولَ الرَّسْمِ
الْعَرَبِيِّ إِخْلًا لَا بَيِّنًا .

بلکہ کئی مقامات میں زیادہ تھل انداز میں
اور کئی جگہ نخط مصحف اصول رسم عربی
کے مخالف ہوتا ہے .

یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ اشکال حروف قرآنیہ اور کلمات کی ہیئات

کذاتیہ، مخارج حروف و صفات لافانیہ وغیرہ احکام تجوید یہ اور قراءات
منزلہ متواترہ کل کے کل منزل من اللہ اور توفیقی ہیں یعنی جبریل امین نے حسب ہدایت
خداوند قدوس، نبی الامی صلی علیہ وسلم کو تعلیم و تلقین فرمائی ہے اور خبر دی ہے
کہ فلاں حرف اور فلاں فلاں کلمہ کا رسم النخط اس طرح ہے اور تلفظ اس طرح
اس لئے قرآن کریم کا صحیح پڑھنا اور تجوید و قرآنہ حاصل کرنا محض مصاحف اور فقط
کتب مدونہ سے انتہائی مشکل اور متعسر ہے اور بغیر سیکھے ناممکن۔ چنانچہ القول السدید
میں ہے :-

وَالْحَاصِلُ أَنَّ تَحْرِيرَ
رَسْمِ الْحُرُوفِ وَالْكَلِمَاتِ
وَمَخَارِجِ الْحُرُوفِ وَالصِّفَاتِ
وَتَرْتِيبِ السُّورِ وَالْآيَاتِ
وَالْقِرَاءَاتِ الْمُتَوَاتِرَاتِ

اور حاصل یہ کہ تحریر رسم حروف
وکلمات، مخارج حروف و صفات
سور و آیات اور قراءات متواترات
یہ سب توفیقی ہیں اس لئے کہ جبریل علیہ
السلام نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام

کو عرضہ اخیرہ میں ان تمام احکام کی خبر
دی ہے اور تعلیم فرمادی ہے تاکہ امت
میں عرضہ قرآن علی الشیوخ اتباعاً علیہ
الصلاة والسلام باقی رہے۔

تَوْقِيفِي لِأَنَّ جَبْرِيْلَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ أَخْبَرَ وَعَلَّمَ النَّبِيَّ
عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
كُلَّ هَذِهِ الْأَحْكَامِ فِي
الْمَرْضَةِ الْأَخْبِرَةَ لِتَبْقَى
الْعَرْضَةُ عَلَى الشُّيُوخِ
فِي الْأُمَّةِ اتِّبَاعًا لَهُ
عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
وَلِيَأْخُذُوا الْقُرْآنَ بِكَمَالِ
الْأَخْذِ عَنْ أَفْوَاهِ الْمَشَائِخِ ،
الْمُتَّصِلُ سَنَدُهُمْ إِلَى
الْحَضْرَةِ النَّبَوِيَّةِ .

اور تاکہ وہ قرآن کامل اخذ کے ساتھ
اخذ کریں ان مشائخ کے افواہ سے جلی
سندیں حضرت نبوی صلی اللہ علیہ و
سلم سے متصل ہیں۔

وَلِيَصِلَ إِلَيْهِمُ الْفَيْضُ
الَّذِي لَهُمُ وَالْأَسْرَارُ الْقُرْآنِيَّةُ
وَالْبَرَكَاتُ الْفُرْقَانِيَّةُ
فَائْتِهَآ لَا تَحْصِي إِلَّا
بِتَعَلُّمِهِمُ الْقُرْآنَ مِنْ أَفْوَاهِ
الْمَشَائِخِ الْمُسَلَّسَةِ .

اور تاکہ ان کو فیض الہی اور اسرار قرآنیہ
اور برکات فرقانیہ پہنچے۔ پس
بے شک یہ چیزیں حاصل نہیں ہوتیں
مگر ان کے تسلّم قرآن من افواہ المشائخ
المسلّسہ سے۔

وَلِيَكُونَ كَمَالَ الثَّوَابِ

اور تاکہ ان کو کامل ثواب ہو ان

بِعَرْضِهِمُ الْقُرْآنَ عَلَى
 الْمَشَائِخِ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى
 لَا يَكْتُبُ الثَّوَابَ لِقَارِئِ
 الْقُرْآنِ بِغَيْرِ التَّعْلِيمِ بَلْ
 يُعَذِّبُهُ .

کے قرآن پیش کرنے کا مشایخ پر ۔
 پس بلاشبہ اللہ تعالیٰ قاری قرآن کے
 لئے بغیر تعلیم کے ثواب نہیں لکھے گا بلکہ اسے
 عذاب دے گا۔

كَمَا فِي الْحَدِيثِ
 رَبِّ قَارِئِ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ
 يَلْعَنُهُ .
 وَلِذَا قَالَ ابْنُ الْجَزَرِيِّ
 شِعْرًا :-

جیسا کہ حدیث میں ہے کہ بہت
 سے قاری قرآن پڑھتے ہیں اور حال یہ ہے
 کہ قرآن ان پر لعنت کرتا رہتا ہے ۔
 اور اسی واسطے ابن جزری رح
 فرماتے ہیں،

وَالْأَخْذُ بِالتَّجْوِيدِ حَتْمٌ لَّا زِمُّ
 مَنْ لَّمْ يُجَوِّدِ الْقُرْآنَ أَشْمٌ

اور حاصل کرنا تجوید کا (افواہ مشایخ سے)
 فرض اور لازم ہے جس نے (نقلًا عن المشایخ)
 قرآن مجتہد نہیں کیا وہ گنہگار ہے ۔

اور وجہ یہ ہے کہ انسان کے قبضہ قدرت ہی میں نہیں ہے کہ وہ منقول کو بغیر تعلیم معلّم
 اور بدون توقیف موقف کے اخذ کر سکے کیونکہ منقولات نقلًا بعد نقل افواہ ناقلین ہی سے
 نقل ہوتے چلے آ رہے ہیں اور آخر عن الاول اور خلف عن السلف اخذ کرتے چلے آ رہے
 ہیں۔

اس لئے ہم پر واجب لازم اور فرض ہے کہ قرآن مع ما یفنی لہ بالمشاؤ مشایخ سے اخذ
 کریں، افواہ مشایخ العارفين اور لسان اساتذۃ الماہرین سے بالمشاؤ پائیں۔ حاصل

کریں بسنیں اور سنائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور طریقہ پر عمل پیرا ہونے
ہوتے قرآن کریم کا نزل صحیح کریں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں اور اپنے
آپ کو فذاب الہی سے بچائیں۔

جو عجلت پسند حضرات کتبِ مدونہ اور مؤلفاتِ متعلقہ کے مطالعہ سے ایٹا
معدودہ میں قاری بن جانے کے خواہش مند ہوتے ہیں یا وہ طبقہٴ جہلاء جو دیگر السنہ پر قیام
کرتے ہوتے بغیر کسی موقوف و معلم کے آنا فانا قرآن سیکھنا اور پڑھنا چاہتے ہیں یا وہ
بزرگ جو کسی صاحبِ فن کے روبرو زانوئے تلمذ طے کرنے کو عار تصور فرماتے ہیں
انہیں مندرجہ ذیل عبارات سے عبرت حاصل کرنا چاہیے۔ القول السدید میں
ہے۔۔۔

پس بلا مشبہ انسان کتبِ مدونہ	فَإِنَّ الْإِنْسَانَ يَعْجِزُ
سے مخارج و صفاتِ حروف معلوم	عَنْ آدَاءِ الْحُرُوفِ بِمَجْرَدِ
کرنے اور بباد کرنے کے باوجود اداءِ حروف	مَعْرِفَةِ مَخَارِجِهَا وَ
سے عاجز ہوتا ہے جب تک کہ اسے فہم شیخ	صِفَاتِهَا مِنَ الْمُؤَلَّفَاتِ
سے نہ سن لے۔۔۔	مَا لَمْ يَسْمَعَهُ مِنْ فِيمَ الشَّيْخِ
پس کس طرح ہم اپنی کثرتِ جہالت	فَكَيْفَ لَا نَتَعَلَّمُ الْقُرْآنَ
اور عدم فصاحت و بلاغت کے باوجود	مَعَ كَثْرَةِ جَهْلِنَا وَعَدَمِ
مشایخِ المساہرین فی فن التجوید سے قرآن	فَصَاحَتِنَا وَبَلَاغَتِنَا مِنَ
نہ اخذ کریں اور نہ سیکھیں، حالانکہ	الْمَشَايِخِ الْمَاهِرِينَ فِي
دیکھیے، ۔۔۔	عِلْمِ التَّجْوِيدِ۔

فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ كَمَالِ
فَصَاحَتِهِ وَنِيهَايَةِ
بَلَاغَتِهِ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ
عَنْ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
فِي جَمْعٍ مِّنَ السِّنِينَ خُصُوصًا
فِي السَّنَةِ الْأَخْيَرَةِ الَّتِي تُوُفِّيَ
فِيهَا وَمَعَ أَفْضَلِيَّتِهِ عَلَى
جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کمال فصاحت اور انتہائی بلاغت کے
باوجود اور نیز جبریل علیہ السلام پر زری
اور فضیلت کے باوجود جبریل علیہ السلام
سے کئی سال میں قرآن کو تم پایا۔ اخذ کیا
اور سیکھا ہے خصوصاً اس آخر سال
میں جس میں آپ کا وصال ہوا ہے اور
جس میں دو مرتبہ دور کرایا گیا اور حفظ
قرآن و ماہینہ نہ کو مکمل کیا ہے یعنی بخوید و
قراءة کے تمام احکام کو پایہ تکمیل کو پہنچایا
صلی اللہ علیہ وسلم،

اور فرمایا پس حاصل کلام یہ کہ

بلاشبہ تلقی من افواه المشایخ الضابطین
المتقین شد ضروری ہے جیسا کہ
اوپر گزر چکا ہے اور اخذ من المصاحف
کا بدون معلم کے اصلاً کوئی اعتبار نہیں
اور نہ اس کا کوئی قائل ہے

اور اس کے مرکب کے لئے بوجہ

وَقَالَ: فَالْحَايِدُ أَنَّهُ

لَا بُدَّ مِنَ التَّلَقِّيِّ مِنْ أَفْوَاهِ
الْمَشَائِخِ الضَّابِطِينَ
الْمُتَّقِينَ عَلَى مَا تَقَدَّمَ
وَلَا يَعْتَدُ بِالْأَخْذِ مِنْ
الْمَصَاحِفِ بِدُونِ مُعَلِّمٍ
أَصْلًا وَلَا قَائِدٍ بِذَلِكَ.
وَمُرْتَكِبُهُ لَأَحْظَ لَهُ

فِي الدِّينِ لِتَرْكِهِ الْوَاجِبَ
 وَارْتِكَابِهِ الْمُحَرَّمَ .
 ترک واجب اور ارتکابِ حرام کے دین
 میں کوئی حصہ نہیں ہے ۔

وَقَدْ قِيدَ فِي حَقِيرِهِ
 الَّذِينَ يَأْخُذُونَ الْعِلْمَ
 عَنِ الْمَصَاحِفِ بِدُونِ
 الْمَعْلَمِ وَالْمَوْقِفِ .
 اور کہا گیا ہے ان لوگوں کے حق میں
 جو بدون معلم و موقف کے فقط مصحف
 سے علم لیتے اور اخذ کرتے ہیں " اور قاری
 و عالم بنتے ہیں "

مَنْ يَأْخُذُ الْعِلْمَ عَنْ شَيْخٍ مُشَافِهَةٍ

يَكُنُّ عَنِ الزَّيْغِ وَالتَّصْحِيفِ فِي حَرَامٍ

جو شخص کہ شیخ سے بالمشاذ علم لیتا اور اخذ کرتا ہے

وہ کجی اور غلطی سے محفوظ و مامون رہتا ہے

وَمَنْ يَكُنُّ آخِذًا لِلْعِلْمِ مِنْ صُحُفٍ

فَعِلْمُهُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ كَالْعَدَامِ

اور جو شخص لینے اور اخذ کرنے والا ہو علم کو مصاحف و کتب سے

سو اس کا علم اہل علم کے نزدیک نیست کے حکم میں ہے

وَقِيلَ: مَنْ كَانَ شَيْخَهُ الْكِتَابَ، فَعَلَطَهُ أَكْثَرُ مِنَ الشَّوَابِ

قرآن کریم دیگر کتب ساوید کی طرح دفعتاً اور مکتوب فی الصحف نازل نہیں کیا

گیا ہے۔ بلکہ بجماً بجماً اور آیتہ قایتہ بتدریج نازل کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ قرآۃ بالتلفی

مطلوب تھی جو تدریج و تراخی کو مقتضی تھی اور قرآۃ بالتلفی اس لئے مطلوب تھی کہ قرآن

و قرآۃ تاقیامت باقی رکھنا مقصود تھا۔

اور لاتعداد اسرار میں سے ایک سترائیں یہ ہے کہ حروف عربیہ قرآنیہ کی مختلف حالات میں مخصوص و ممتاز شئون اور مختلف اصوات ہوتے ہیں جو مخارج و صفات کی صحیح ادائیگی سے معرض وجود میں آتے ہیں اور جنہیں ماہرین اصوات عربیہ اور حاذقین فن تجوید ہی سمجھتے اور سمجھاتے ہیں۔

پھر حرکات و سکنات حروف کی مختلف حالات میں مختلف انداز اور معین

مقدار ہوتے ہیں جنہیں ناقدین فن ہی جانتے اور بتلاتے ہیں۔ اسی طرح اتصال حروف بالحرکات اور وصل کلمہ بالکلمہ کی جداگانہ شئون و احکام ہوتے ہیں جنہیں ماہرین قراءت ہی بتلایا کرتے ہیں۔ پس ان ہی اسرار کی بنا پر تعلق عن لشیخ کو ضروری قرار دیا گیا ہے اس لئے کہ بغیر تعلق کے حصول تجوید و قراءۃ ممکن ہی نہیں ہے۔

یہ ما حاصل ہے اس کا جو اس موضوع

هَذَا مَحْصَدُ مَا

بمربڑے بڑے ائمہ نے لکھا ہے جن کے قول

كُتِبَ فِي هَذَا الْمَوْضُوعِ

پر وثوق کیا جاتا ہے اور امت کے جلیل

مِنْ فُطَا حِ الْأَيْمَةِ مَنْ

اقدار علمائے لکھا ہے جن کی رائے سے

يُوثَقُ بِقَوْلِهِمْ وَمِنْ

تسک کیا جاتا ہے، معقول ہیں ان کی طرف

جِهَابِذَةِ الْأُمَّةِ مَنْ

رجوع کیا جاتا ہے اور منقول ہیں ان پر

يُؤْخَذُ بِرَأْيِهِمْ فِي

اعتماد کیا جاتا ہے۔ اور وہ یہ نیک بینیں

الْمَعْقُولِ يُرْجَعُ إِلَيْهِمْ وَفِي

ہیں :-

الْمَنْقُولِ يُعْتَدُ عَلَيْهِمْ وَهُمْ

وَالْمَنْقُولُ لَهُمْ :-

شَيْخُ الْإِسْلَامِ الشَّيْخُ مُحَمَّدُ الْأَنْبَانِيُّ الشَّافِعِيُّ

وَشَيْخُ الْقُرَّاءِ وَالْمَقَارِي خَاتِمَةُ الْمُحَقِّقِينَ الشَّيْخُ مُحَمَّدُ
 نِ الْمَتَوَلِيُّ الشَّافِعِيُّ وَوَارِثُ عِلْمِهِ وَفَضْلِهِ الشَّيْخُ حَسَنُ بْنُ خَلْفِ
 الْحُسَيْنِيِّ الْمَالِكِيُّ وَالْعَلَّامَةُ الشَّيْخُ عَبْدُ الْهَادِي نَبَا الرِّيَّانِيُّ
 وَالْعَلَّامَةُ الشَّيْخُ مُحَمَّدُ الْإِسْبَانِيُّ الْمَالِكِيُّ وَالْعَلَّامَةُ الشَّيْخُ
 مُصْطَفَى الْقَلْنَارِيُّ الْمَالِكِيُّ. وَالْأَسْتَاذُ الْبَیْرُ الشَّيْخُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ
 الْبَحْرَاوِيُّ الْحَنْفِيُّ وَالْعَلَّامَةُ الشَّيْخُ أَحْمَدُ شَرَفُ الدِّينِ الْمُرْصَفِيُّ
 الشَّافِعِيُّ وَالْعَلَّامَةُ الشَّيْخُ أَحْمَدُ الْمَنْصُورِيُّ الْمَالِكِيُّ وَالْعَلَّامَةُ
 الشَّيْخُ عَبْدُ الْمُعْطَى الْخَلِيلِيُّ الْحَنْفِيُّ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى
 عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ.

قرآن کے معنی "ما یفسر" کے ہیں یعنی پڑھے جانے کی چیز: اور پڑھے
 جانے کی چیز: ظاہر ہے کہ الفاظ ہی ہیں اور الفاظ کے قاری اول خود صاحب کلام
 جل مجدہ ہیں چنانچہ "فَإِذَا قَرَأْتَ آيَةً" جب ہم قراءت کرنے لگیں، فرما کر اپنے
 آپ کو قاری ظاہر فرما دیا ہے اور "نَتْلُو عَلَيْكَ" ہم تم پر اے نبی الامی
 تلاوت کرتے ہیں، فرما کر اپنے آپ کو تالی اور تلاوت کنندہ بتلا دیا ہے اور واضح فرما دیا
 ہے کہ عند اللہ اولاً مطلوب قراءت حروف اور فصیح اصوات ہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے جبریل امین کو نیا بتہ و واسطہ رسول بنا کر بھیجا اور جبریل
 امین نے قرآن حکیم کیساتھ تقول کیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھ کر سنایا اور
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین علیہ السلام سے بالمشافہ اخذ کیا اور
 قراءت لفظ فرمایا، تو واضح فرما دیا کہ شیخ اول صاحب کلام جل مجدہ بواسطہ جبریل

ابن علیہ السلام ہیں اور تلمیذ اول نبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

جب صاحب کلام جل و علی نے خلاصۃ الانبیاء فصیح العرب العرباء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تعلیم و تدریس قرآن حکیم کے لئے جبزبل ابن علیہ السلام کو مخبر و معلم بنا کر بھیجا ہے اور نبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارفع و افضل ہونے کے باوجود نم جبزبل ابن سے اخذ کیا اور سب کچھ ہے تو گویا بتلاویا ہے کہ افضلیت و عدم افضلیت اور چھوٹے بڑے کے تصور سے بالاتر ہو کر تجوید و قرآنہ بالتلقی عن افواہ المشایخ العارفین اخذ کرنا چاہیے اگرچہ تلمیذ کسی وجہ سے شیخ پر فوقیت رکھتا ہو۔

پس جب یہ اظہر من الشمس ہے کہ تجوید و قرآنہ بدون تلقی من افواہ المشایخ العارفین اور بغیر اخذ من لسان الماہرین عند العلماء المحققین کالعدم اور نیست کے حکم میں ہے تو پھر کفایت ما تفرق جو بھی اور جہاں بھی شیخ متقن اور ماہر بالتجوید و القراءت میسر آجاتے خواہ وہ عمر و مرتبہ میں کم درجہ ہی کیوں نہ ہو اس کے سامنے زانویہ تلمذ طے کرتے ہوئے اخذ کرنا چاہیے اور قرآن کریم کما نزل صحیح کرنا چاہیے۔ القول السدید فی حکم التجوید میں ہے :-

وَالْعَجَبُ مِنْ بَعْضِ عُلَمَاءِ
زَمَانِنَا فَإِنَّهُ إِذَا وَجَدَ
أَهْلَ الْأَدَاءِ فِي أَعْلَى الْمَرَاتِبِ
تَعَلَّمَ مِنْهُ وَفِي أَدْنَى
الْمَرَاتِبِ لَا يَتَعَلَّمُ مِنْهُ
إِسْتِثْبَارًا عَنِ الرَّجُوعِ إِلَى

ہمارے زمانہ کے بعض علماء پر تعجب
ہے کہ جب وہ اہل اداء کو اعلیٰ مراتب
میں پاتے ہیں تو ان سے پڑھتے اور سیکھتے
ہیں اور جب انہیں ادنیٰ مراتب میں
دیکھتے ہیں تو استتباراً ان کی طرف رجوع
نہیں کرتے اور نہ ان سے پڑھتے ہیں۔

جیسا کہ صاحب تہذیب القرآن
نے فرمایا ہے کہ ہم نے بعض ایسے حضرات
کو دیکھا ہے کہ قراءتِ قرآن پر اتنا بھی قدر
نہیں رکھتے جس سے نماز صحیح ہو سکے۔

اور وہ ماشاء اللہ، حصولِ تقویٰ
کے درپے اور مدعی ہیں اور حالانکہ تقویٰ
بیخ و بن سے مہندم کر چکے ہیں۔

و نیز شبہات سے محترز رہتے
ہیں اور حالانکہ روزانہ پنج نمازیں فاسد
اور غارت کرتے رہتے ہیں۔

اور مزید برآں یہ کہ آیات و سوز کی
ورد و طائف کرتے رہتے ہیں اور یہ لوگ
چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت
سیئات سے کرتے رہیں۔

پھر بھی وہ لوگوں سے شرماتے ہیں
اور یہ خیال کرتے ہیں کہ بڑی بگڑی اور عالماً
باس پینے ہوتے کسی معلم کے سامنے کیسے
بیٹھیں اور کیونکر پڑھیں۔ سو یہ طریق کار

كَمَا قَالَ صَاحِبُ
تَهْذِيبِ الْقُرْآنِ قَدْ
رَأَيْنَا بَعْضَ مَنْ لَا يَقْدِرُ
عَلَى قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ قَدَرَ
مَا تَجُوزُ بِهِ الصَّلَاةُ.

وَهُوَ قَدْ يَتَصَدَّقُ
لِلتَّقْوَى وَقَدْ هَدِمَ لِلتَّقْوَى
مِنْ أَسَاسِهَا.

وَيَتَوَرَّعُ عَنِ الشُّبُهَاتِ
وَيُفْسِدُ الصَّلَاةَ كُلَّ يَوْمٍ
خَمْسَ مَرَّاتٍ.

وَيَتَّخِذُ وَرْدًا مِنَ الْقُرْآنِ
يُرِيدُ أَنْ يَعْبُدَ اللَّهَ تَعَالَى
بِالسَّيِّئَاتِ

ثُمَّ أَنَّهُ يَسْتَحْيِي مِنَ
النَّاسِ أَنْ يَقْعُدَ بِالْعِمَامَةِ
الْكُبْرَى وَرِدَاءِ الْعُلَمَاءِ
بَيْنَ يَدَيْ مُعَلِّمٍ مِنْ أَهْلِ

ہے مبتدئین کا (جو اپنے آپ کو مثل ماہرین کے
نیست تصور کرتے ہیں، اور حالانکہ وہ «سوء»
اتفاق سے فاضل بنکر مدرس بھی بن بیٹھے
ہیں (لاحول ولا قوۃ)

اور بعض نے فرمایا ہے کہ ہمارے زمانہ
کے اکثر علماء علوم غیر نافعہ میں مشغول رہتے
ہیں اور جوان کے لئے اہم والزم سے
اسے ترک کر دیتے ہیں۔ بالکل انہیں
لوگوں کی طرح جو علوم اہلہ کے اشتغال
و اہتمام میں مہنک رہتے ہیں بلکہ اپنی عموں
اس میں فنا کر دیتے ہیں، پھر اسکی وجہ سے
وہ فخر و تکبر کرتے ہیں اور اپنی ذوقیت
جتلاتے ہیں اور وہ بوجہ جہالت کے
اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے
ہیں۔

پس کیا گمان رکھتے ہیں آپ اس علم
کے بارے میں جس کا ثمرہ اور نتیجہ
عجب و تکبر ہو اور فخر و غرور۔

الَادَاءِ - فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ وَطَائِفِ
الْمُبْتَدِئِينَ وَهُوَ قَدْ صَارَ
مِنَ الْمُدَرِّسِينَ الْفَضْلَاءِ .

وَقَالَ. بَعْضُهُمْ إِنَّ
أَكْثَرَ عُلَمَاءِ زَمَانِنَا يَشْتَغِلُونَ
بِعُلُومٍ غَيْرِ نَافِعَةٍ وَيَتْرَكُونَ
الْأَهْمَّ وَالْأَلْزَمَ لَهُمْ
كَالَّذِينَ يَهْتَمُّونَ بِالشَّغَالِ
بِالْعُلُومِ الْأَلْيَةِ مُدَّةً
حَيَاتِيَةً بَلْ يَفْنُونَ
أَعْمَارَهُمْ فِيهَا شُمًّا
يَفْتَخِرُونَ وَيَتَكَبَّرُونَ
بِسَبَبِهَا وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ
يُحْسِنُونَ صُنْعًا.

فَمَا ظَنُّكَ فِي حَقِّ
الْمِسْمِ الَّذِي تَكُونُ
شِمْرَتُهُ وَنَتِيجَتُهُ
عُجْبًا وَكِبْرًا.

وَقَالَ بَعْضُ الْمُشَايِخِ
 مَنِ اتَّخَذَ وَرْدًا مِنَ الْقُرْآنِ
 أَوْ الْأَسْمَاءِ فَعَلَيْهِ أَوْلَاةٌ
 أَنْ يُصَحِّحَ مَخَارِجَ الْحُرُوفِ
 وَالصِّفَاتِ فَإِنَّهُ لَا يَجِدُ
 تَأْثِيرًا مِنْ قِرَاءَتِهِ وَلَا
 يَحْصِلُ إِلَى مَطْلُوبِهِ مَا لَمْ
 يُصَحِّحِ الْمَخَارِجَ وَالصِّفَاتِ
 لِأَنَّ الْخَصَائِصَ وَالْأَسْرَارَ
 لَا تَحْصِلُ إِلَّا بِصِحَّةِ
 الْمَعَانِي وَالْمَعَانِي لَا تَحْصِلُ
 إِلَّا بِصِحَّةِ الْكَلِمَاتِ
 وَالْكَلِمَاتُ لَا تَحْصِلُ
 إِلَّا بِصِحَّةِ الْمَخَارِجِ
 وَالصِّفَاتِ

وَكَلِمَاتُ تَغَيَّرَتْ بِالصِّفَةِ
 الْأَزْمَةُ لِلْحُرُوفِ تَغَيَّرَتْ
 اللُّغَةُ وَكَلِمَاتُ تَغَيَّرَتْ

اور بعض مشائخ نے کہا ہے کہ جو شخص
 قرآن کریم اور اسماء الہی میں سے ورد و وظا
 کے لئے کچھ لیتا اور منتخب کرتا ہے تو
 اولاً اس پر واجب ہے کہ وہ (کم از کم
 اس مخصوص حصہ کے) مخارج و صفات
 صحیح کر لے۔ پس بلاشبہ وہ اپنی قراءت
 اور ورد و وظائف کی تاثیر و ثمرہ
 نہیں پائے گا اور نہ ہی وہ اپنے مطلوب
 تک پہنچے گا تا وقتیکہ مخارج و صفات
 صحیح نہ کر لے۔ اس لئے کہ ورد و وظائف
 کے خصائص و اسرار حاصل نہیں ہوتے
 مگر صحت معانی سے اور معانی حاصل نہیں
 ہوتے مگر صحت کلمات سے اور کلمات
 حاصل نہیں ہوتے مگر صحت حروف
 سے اور حروف حاصل نہیں ہوتے مگر
 صحت مخارج و صفات سے۔

اور جب کبھی حروف کی صفت
 لازمہ متغیر ہو جاتی ہے تو لغت بھی متغیر
 ہو جاتی ہے۔ اور جب لغت متغیر

اللُّغَةُ تَغَيَّرَتْ الْمَعَارِي
وَالْأَسْرَارُ.

ہو جاتی ہے تو اسرار و معانی بھی منتعیر ہو
جاتے ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ وظائف
کی تاثیر کیسے حاصل ہوگی اور عالی منزل
مقصود تک کیسے پہنچے گا۔

اور ابن حجر نے کہا ہے کہ جن امور
کے معتبر اور ضروری ہونے پر قراء کرام
نے اجماع کیلئے یعنی مخرج و صفت
لازمہ اور صفت عارضہ مثل مد، ادغام
اخفاء اور اظہار وغیرہ ان کا تعلم واجب
ہے اور مخالفت حرام۔ ملا علی قاری نے
اس طرح ذکر کیا ہے۔

اور ظہیر الدین مرغینانی سے منقول
ہے کہ جس نے ہمارے زمانہ کے کسی قاری
کو احسن کہا اور شاہ اش دی وہ کافر ہو
لیا اور اس کی تحسین کو کفر قرار دینے کی
وجہ یہ ہے کہ بلاشبہ اس زمانہ میں بہت
کتابیں ایسے ہیں جو مجالس و محافل
میں اپنی قراءت کو تعنی للناس سے خالی
و محفوظ رکھتے ہیں اور تعنی للناس بالاجماع

وَقَالَ ابْنُ حَجْرٍ اَعْلَمُ
أَنَّ كُلَّ مَا أَجْمَعَ الْقُرَّاءُ
عَلَى اِعْتِبَارِهِ مِنْ مَشْرَجٍ وَ
مِدٍّ وَ اِدْغَامٍ وَ اِخْفَاءٍ وَ
اِظْهَارٍ وَ غَيْرِهَا وَ حَبَّ
تَعَلُّمُهُ وَ حَرَمَ مُخَالَفَتَهُ
كَذَا ذَكَرَهُ عَلِيُّ الْقَارِي.

وَحِكَى عَنْ ظَهْرِ الدِّينِ
الْمُرْغِينَانِي أَنَّ مَنْ قَالَ
لِقَارِي زَمَانِنَا عِنْدَ قِرَاءَتِهِ
أَحْسَنُ يَكْفُرُ وَ وَجِبَهُ
جَمْعُ التَّحْسِينِ كُفْرًا
أَنَّ هَذَا الزَّمَانُ قَلَّمَا
تَخَلُّوا قِرَاءَتَهُمْ فِي
الْمَجَالِسِ وَالْمَحَافِلِ عَنِ

قطعاً حرام ہے اور ممنوع اور صاحب
 نہ خیرہ اور ایسا ہی صاحب ہدایہ نے
 اس کو اسی طرح کافر سے مستثنیٰ کیا ہے جب
 کہ فرمایا ہے کہ جو تفسیر للناس کا مرتکب ہو
 اس کی شہادت قبول نہ کی جائے اس لئے
 کہ وہ لوگوں کو ارتکابِ کبیرہ پر جمع کرتا
 ہے۔

التَّغْنِي لِلنَّاسِ وَهُوَ حَرَامٌ
 قَطْعًا بِإِجْمَاعٍ وَبِذَلِكَ
 سَمَّاهُ صَاحِبُ الزَّخِيرَةِ
 وَكَذَا صَاحِبُ الْهِدَايَةِ
 حَيْثُ قَالَ فِيهَا وَلَا تُقْبَلُ
 شَهَادَاتُ مَنْ يُغْنِي لِلنَّاسِ
 لِأَنَّهُ يَجْمَعُهُمْ عَلَى

ارْتِكَابِ كَبِيرَةٍ. اهـ

وَكَمَا قَالَ الرَّفَاعِيُّ رَحِمَهُ

رُبَّ تَالٍ تَلِ الْقُرْآنَ مُجْتَهِدًا

بَيْنَ الْخَلَوِثِ وَالْقُرْآنِ يَلْعَنُهُ

بہت سے پڑھنے والے مجالس میں مجتہدانہ شان میں بناؤ سنگار سے قرآن پڑھتے

ہیں۔ اور حال یہ ہے کہ قرآن کا ہر حرف ان پر لعنت کرتا رہتا ہے

اور حاصل یہ کہ بلاشبہ قرآن

وَالْعَاصِلُ أَنَّ الْقُرْآنَ

اسماءِ اللہ اور اذان توفیقی ہیں جو زہادتی

وَأَسْمَاءُ اللَّهِ تَعَالَى

و نقصان اور تغیر کو قبول نہیں کرتے اور

وَالْأَذَانَ تَوْفِيقِيَّةٌ لَا تَقْبَلُ

نہ اس کے منحل ہیں۔ لہذا واجب ہے

الزِّيَادَةَ وَلَا النُّقْصَانَ

سامع پر نکیر اور تالی پر تغیر۔

وَلَا التَّغْيِيرَ وَأَنَّهُ يَجِبُ

عَلَى السَّامِعِ الشُّكْرُ وَعَلَى

التَّالِي التَّغْيِيرُ .

فَنَسَأُ اللّٰهَ تَعَالَى لِيُ وَّلَكُمْ أَنْ يَجْعَلَنَا مِنَ الَّذِينَ
يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ .

خاصہ کلام یہ کہ جب اخذ تجوید و قراءۃ بلا تلقی اور عن غیر المشایخ منقسم اور غیر ممکن ہے اور حصول عن المصاحف والکتب والآلات الجدیدة عند العلماء غیر معتبر غیر مقبول بلکہ منکر و مردود ہے۔ تو اے مخاطب اور طالب تجوید اپنی ہمت کو ابھارا اور اپنے ارادوں کو حرکت میں لا۔ تیار ہو جا اور حاصل کر۔ اخذ کر جو کچھ تجھ پر پڑھا جاتا ہے اور قبول کر جو تجھے بتلایا جاتا ہے کیونکہ قرآن پڑھنے والے تین قسموں میں منقسم ہیں :-

(۱) محسن و ماجور (۲) مسی و آثم (۳) معذور

اب تو دیکھ اور سوچ کہ تو کس قسم میں شامل ہے۔ اگر تو محسن و ماجور ہے اور قرآن کریم کم نزل پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالا۔ اور اگر تو مستثنیٰ بنفہ ہے اور اپنے آپ کو کامل و پامہ تصور کرتا ہے اور جو کچھ تو پڑھتا ہے اور تیرے دل و مانع میں سما چکا ہے اسی پر تکیہ کئے بیٹھا ہے اور کسی ماہر معلم و موقفت کی طرف رجوع کرنا عار اور کسر شان سمجھتا ہے تو جان لے کہ بلاشبہ تو مقصر و معذور مسی و آثم اور غیر معذور ہے۔ اور اگر تو ان میں سے ہے جن میں اخذ کرنے کا مادہ ہی نہیں زبان چلتی نہیں پڑھنے پر قدرت نہیں اور حاصل کرنے سے قطعاً عاجز ہے۔ یا شیخ کامل میسر نہیں تو جان لے کہ لَا يَكْلِفُ اللّٰهُ نَفْسًا وَّسْمًا لِّكُنْ بَارِئًا مِّنْهُمْ مَّعْطَلٌ مَّيِّتٌ رَّهْنٌ أَوْ مَيَّوْسٌ هُوْنٌ مِّنْ فَائِدَةٍ هُنَّ بَلْ كَلِمَةٌ مِّنْ قَدْرٍ

حاصل کرنے اور تلاشِ شیخ میں جدوجہد اور جستجو لازم اور واجب ہے۔
 لَمَّا لَمْ يَحْدِثْ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا لَانَ الْعَمَلُ بِالتَّجْوِيدِ فَرَضُ
 عَيْنٍ. لَزِمَ لِكُلِّ مَنْ يَتَقَرَّ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ لَا سِيَّمَا فِي الصَّلَاةِ
 لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَنْزَلَهُ بِالتَّجْوِيدِ وَالْأَخْذُ بِالتَّجْوِيدِ مَوْجُودٌ
 عَنْ أَفْوَاهِ الْمُشَافِحِ الْعَارِفِينَ الْمُتَقِينَ الَّذِينَ الْمُتَّصِلُ سَنَدُهُمْ
 بِالنَّبِيِّ الْعَرَبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.



اللَّحْنُ

س :- لحن کسے کہتے ہیں؟

ج :- اسمول تجوید کے علماء اور بے قاعدہ پڑھنے کو لحن کہتے ہیں!

تَوْضِيْحُ الْجَوَابِ :- جاننا چاہیے کہ اللہ ترے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو تجوید کے ساتھ نازل کیا ہے جیسا کہ فرماتے ہیں:

وَدَرَّسْنَا لَهُ تَرْتِيْلًا ۚ اَمْ اَنْزَلْنَاهُ بِالْتَرْتِيْلِ ۚ وَهُوَ

التَّجْوِيْدُ۔ اور تجوید کی فرضیت کتاب و سنت اور اجماع اُمت سے ثابت ہو چکی ہے جیسا کہ اوراق سابقہ میں مذکور ہے۔

لحن قرآن کریم میں حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عَوَجٍ۔ کہ وہ عربی قرآن ہے جس میں ذرا بھی کجی نہیں۔ لہذا قاری کے لئے ضروری ہے کہ وہ لحن کی معرفت حاصل کرے تاکہ اس سے اجتناب کر سکے علامہ حاقانی فرماتے ہیں ۷

فَاَوْقُلْ عَلَيَّ الَّذِي كَرِهْتُمْ اَنْ يَحْفَظَهُ

وَمَعْرِفَةٌ بِاللَّحْنِ مِنْ فَيْكٍ اَذِي جُرِي

پس اول علم قرآن ہے کہ حفظ لفظی اس کا مضبوط ہو۔ اور دوم یہ کہ معرفت لحن ہو اس لئے کہ وہ تیرے منہ سے واقع ہوتا ہے۔

فَكُنْ عَارِفًا بِاللَّحْنِ كَيْمَا نَزِيلُهُ
وَمَا لِلذِّي لَا يَعْرِفُ اللَّحْنَ مِنْ عُدْرِي

سو ہو جا تو عارف بہ لحن کہ وہ کیسے اور کہاں واقع ہوتا ہے۔
اور نہیں ہے کسی شخص کے لئے یہ عذر معتبر کہ وہ لحن جانتا نہیں ہے۔
پس جب قاری ان اوصاف سے متصف ہو جائے یعنی اتقانِ حفظ
لفظ اور حقیقتِ لحن سے متعارف ہو جائے تو وہ اولیٰ الاتقان میں شمار کیا
جاتا ہے اور ماہرینِ قرآن سے منسلک ہو جاتا ہے۔

اب جانا چاہیے کہ لحن لغتِ عرب میں دو معنوں میں استعمال ہے۔
ایک معنی تحسین و تزیینِ صوت جو مستحب و مستحسن ہے اور موجبِ ثواب
دوم معنی خطا و غلطی جو مبعوب و ممنوع اور موجبِ عتاب و عذاب۔ یہاں
لحن سے مراد ثانی الذکر ہے اور وہ ایک ایسا نقص و خلل ہے جو حروف و الفاظ
پر طاری ہو کر اسے درجہ فصاحت سے گرا دیتا ہے اور اس میں سقم پیدا کر کے
حد تجوید سے خارج کر دیتا ہے اسی واسطے اصولِ تجوید کے خلاف اور بے قاعدہ
پڑھنے کو لحن کہتے ہیں اور یہ دو قسم پر ہوتا ہے۔ لحن جلی و لحن خفی۔

اللَّحْنُ الْجَلِيُّ

س : لحنِ جلی کسے کہتے ہیں ؟

ج : ظاہر اور کھلی ہوئی غلطی کو لحنِ جلی کہتے ہیں !

تَوْضِيْحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ لحنِ جلی ایک ایسے نقصِ خلل اور ایسی کھلی

ہوئی غلطی کو کہتے ہیں جو الفاظ پر طاری ہو کر عرفِ قرآن میں کلمہ کو مخلل کر دیتا ہے۔
برابر ہے کہ مخلل معنی ہویا نہ ہو مگر عموماً لحنِ جلی سے قرآنِ کریم کے حروف و الفاظ بدل کر

معانی اور مفہوم قرآن بھی بدل جاتے ہیں اور مقصودِ خداوندی کے خلاف ہو جاتے ہیں

اسی واسطے پڑھنے والا خطاوار اور گناہ گار ہو کر لعنت و عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے
جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے :-

رُبَّ قَارِئٍ لِلْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ يَلْعَنُهُ ۚ یعنی اکثر قرآن پڑھنے والے

قرآن پڑھتے ہیں اور حال یہ ہے کہ قرآن ان پر لعنت کرتا رہتا ہے ۔

لحنِ جلی چونکہ ایک ظاہر اور کھلی ہوئی غلطی ہوتی ہے اس لئے اسے مجہودین

و قراء اور علماء وغیرہ سب ہی جانتے ہیں اور اس کے نتائج سے باخبر ہوتے ہیں

اور جانتے ہیں کہ لحنِ جلی واقع ہونے سے معنی و مفہوم قرآن میں کیا کچھ تغیر واقع ہوتا

ہے — لحنِ جلی کا وقوع کئی قسم پر ہوتا ہے :-

۱ : یہ کہ حرفِ عربی کی جگہ حرفِ مخترع اور غیر عربی پڑھ لیا جائے جیسے قُلْ

کی جگہ قُلْ۔ جب ان کی جگہ کِبَال اور حَق کی جگہ حَلْ۔ وغیرہ۔

۲ : یہ کہ مخارج میں غلطی کی جائے اور ایک حرف کو دوسرے حرف سے

بدل دیا جائے جیسے اَلْحَمْدُ کی جگہ اَلْهَمْدُ، قَلْبٌ کی جگہ كَلْبٌ،
 قُلُّ کی جگہ کُلُّ، قَالَ کی جگہ کَالٌ، حَالَ کی جگہ خَالَ اور خَابَ کی جگہ
 حَابٌ وغیرہ۔

۳: یہ کہ صفاتِ لازمہ میں غلطی کی جلتے اور کسی حرف کو غیر متعلقہ صفت
 سے موصوف کیا جلتے جیسے ص کو س سے ط کو ت سے ظ کو ذ سے
 ض کو ظ۔ د سے بدل کر عَضَى کی جگہ عَسَى، صِرَاطٌ کی جگہ صِرَاتٌ
 مَحْظُورًا کی جگہ مَحْذُورًا، الْمَغْضُوبِ کی جگہ الْمَغْظُوبِ
 وَلَا الضَّالِّينَ کی جگہ وَلَا الظَّالِّينَ یا وَلَا الدَّالِّينَ پڑھ دیا
 جائے۔

۴: یہ کہ حرکات میں غلطی کی جائے اور ایک حرکت کو دوسری کی جگہ پڑھ دیا جائے
 جیسے اَنْعَمْتَ کو اَنْعَمْتَ اِيَّاكَ کو اِيَّاكَ اور اِهْدِنَا
 کو اِهْدِنَا وغیرہ پڑھ دیا جائے۔

۵: یہ کہ حرکت و سکون میں غلطی کی جائے اور متحرک کو ساکن اور ساکن کو متحرک
 کر دیا جائے جیسے قَتَلَ کو قَتَلَ، جَعَلْنَا کو جَعَلْنَا،
 اَنْعَمْتَ کو اَنْعَمْتَ، اَكَلَهَا کو اَكَلَهَا،
 رَفُتَ کو رَفُتَ وغیرہ پڑھ دیا جائے۔

۶: یہ کہ شدید و تخفیف میں غلطی کی جائے اور شد کو مخفف یا مخفف
 کو شد کر دیا جائے جیسے فَعَالٌ کو فَعَالٌ، مُسْتَقَرٌّ کو
 مُسْتَقَرٌّ اِيَّاكَ کو اِيَّاكَ، هَمَّازٌ مَشَاءً کو هَمَّازٌ مَشَاءً۔

قَدَّارَ كَوْ قَدَّارَ. وغیرہ پڑھ دیا جائے۔

۷ : یہ کہ مفرد کو تثنیہ اور تثنیہ کو مفرد کر دیا جائے جیسے قَالَ كَوْ قَالَا. قَتَلَ كَوْ قَتَلَا. جَعَلَ كَوْ جَعَلَا. بَلَغَا كَوْ بَلَغَا. نَسِيَا كَوْ نَسِيَا جَاوَزَا كَوْ جَاوَزَا وغیرہ پڑھ دیا جائے۔

۸ : یہ کہ بے جا حذف و اضافہ کیا جائے یا حرکت مشبوعہ کو غیر مشبوعہ پڑھ دیا جائے جیسے يُقِيمُونَ كَوْ يُقِيمُونَ. يَفْعَلُونَ كَوْ يَفْعَلُونَ: الْحَمْدُ كَوْ الْحَمْدُ. اِيَّاكَ كَوْ اِيَّاكَ. لَمْ يُولَدْ كَوْ لَمْ يُولَدْ عَسَى كَوْ عَسَى. وَقَضَى كَوْ وَقَضَى وغیرہ پڑھ دیا جائے۔

۹ : یہ کہ جب ایک قراءۃ دوسری قراءۃ پر موقوف ہو اس میں مطابقت نہ کی جائے جیسے ایک قراءۃ فَتَلَّقَىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ ہے اور دوسری فَتَلَّقَىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ ہے اس کے رفع کے ساتھ کلمت لفظاً مجرور ہے اور آدَمُ کی نصب کے ساتھ کلمت مرفوع ہے اس میں خلط کرنا جیسے فَتَلَّقَىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ يَفْتَلِقُ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ پڑھنا یا مثلاً سورۃ حجرات میں لفظ ۛ فَتَبَيَّنُوا قراءۃ عاصم رح ہے اور اسی لفظ میں دوسری قراءۃ امام حمزہ کی فَتَتَبَيَّنُوا ہے سو جب عاصم رح کی قراءۃ کا التزام کیا جائے تو حمزہ کی قراءۃ پڑھنا۔ چونکہ یہ خلط فی القراءات ہے اس لئے حرام اور ممنوع ہے۔

۱۰ : یہ کہ تخصیص روایت کا خیال نہ رکھا جائے اور ایک روایت میں دوسری

روایت داخل کر دی جائے یا ایک طریق کو دوسرے طریق میں شامل کر دیا جائے
اس حالت میں چونکہ خلط فی الروایہ یا خلط فی الطریق واقع ہوتا ہے اس لئے عند القراء
ممنوع اور ناجائز ہے: تکت عشرۃ کاملہ .

خاصہ کلام یہ کہ مخارج، صفات لازمہ اعراب، حرکات و سکنات، تخفیف
و تشدید، مفرد و تثنیہ، حذف و اضافہ اور گٹاؤں بڑھاؤ وغیرہ کی غلطی کو محسن جلی کہتے
ہیں جو حرام و ممنوع اور موجب عذاب و عقاب اور بسا اوقات مفسدِ صلوٰۃ ہے۔



اللَّحْنُ الْخَفِيُّ

س : لحنِ خفی کسے کہتے ہیں؟

ج : پوشیدہ اور ہلکی قسم کی غلطی کو لحنِ خفی کہتے ہیں!

توضیح الجواب : جاننا چاہیے کہ لحنِ خفی ایک ہلکی قسم کی غلطی ہرگز ہے جو الفاظ پر طاری ہو کر عرفِ قراء میں حرف، و کلمہ کو تو مختل کر دیتا ہے مگر محلی معنی نہیں ہوتا یعنی یہ خفی ہونے کے باوجود الفاظ پر اثر انداز ہو کر اس کی حسن و خوبی کو فناء و معدوم یا ناقص و معیوب کر دیتا ہے۔ اسی واسطے اہل فن کے نزدیک نہایت ہی معیوب اور کرمید تصور کیا جاتا ہے، اور یہ اگرچہ مبتدئ معنی و مفہوم نہیں اور نہ ہی پڑھنے والا گناہ گار کہلاتا ہے مگر چونکہ الفاظِ قرآن کے حسن و جہاں میں کمی کا باعث ہوتا ہے اس لئے اس کا مرتکب ملامت اور تہدید و عقاب کا مستوجب ہے۔ ضرور ہوگا۔

لحنِ خفی اپنی خفیت اور خفی ہونے کی وجہ سے دو قسم پڑتا ہے۔ پہلے ایک وہ کہ جسے علماء قراءت ہی جانتے ہیں جیسے ترک اظہار و ادغام، انقلاب و اخفاء اور غنہ وغیرہ اور جیسے تزیینِ مخم اور تخفیفِ مرقق، بد مقصور اور قسہ ممد و تشدید مخفف اور تخفیفِ مشدود، یا جیسا کہ وقف بالحرکات الکوال۔

دوم وہ کہ جسے مہرۃ القراء ہی جانتے ہیں، جیسے تکریرِ آراءات، تطہینِ نونات، تغلیظِ لامات، تشویرۃ الحروف، بالغنہ، تزعیدِ صوت بالمد و والغنائت، تزیین

راءات في محل التثنييم اور تفخيم آراءات في محل الترقيق .

نہایت القول المفید میں علامہ ناصر الدین رحمہ اللہ کا ایک طویل فتویٰ منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سوال کیا گیا ہے کہ کیا واجب ہے؟ اوغام کرنا نون ساکن اور تنوین کا عند حروف الاوغام اور اظہار کرنا عند حروف الاظہار، اخفاء کرنا عند حروف الاخفاء، انقلاب کرنا عند حروف القلب اور کیا یہی حکم ہے مد لازم اور متصل کا بھی، اگر جواب ان سب کا وجوب ہے تو کیا یہ وجوب شرعی ہے جس کے فاعل کو ثواب اور تارک گناہ گار ہو اور ترک اس کا لحن؟ اور اگر یہ وجوب صناعتی ہے کہ نہ فاعل کو ثواب نہ گناہ اور نہ ترک اس کا لحن، اور اگر کوئی شخص اس کے وجوب کا انکار کرے تو کیا وہ مصیب ہوگا یا مخطیٰ اور کیا مترتب ہوگا، اس پر انکار کی صورت میں؟

بعد حمد و صلوة کے جواب دیا گیا ہے کہ ہم احکام نون ساکن و تنوین اور مد لازم و متصل کے وجوب شرعی کے قائل ہیں اور اس بارہ میں ہم نے ائمہ میں سے کسی کو خلاف نہیں پایا۔ . . . آگے چل کر لکھتے ہیں کہ علماء اصول اور فقہاء کا اجماع ہے کہ قراءۃ نشاذہ کی تلاوت جائز نہیں باوجود اس کے کہ وہ فی الجملہ وارد بھی ہے پس کیا خیال ہے اس قراءۃ کے بارہ میں جو اصلاً وارد ہی نہ ہو، اور فرماتے ہیں کہ فقہاء نے نقصاً تصریح کی ہے کہ اگر کسی نے شد کو ترک کر دیا مثلاً سورۃ فاتحہ، الرحمن، کی لام کو جزم و اظہار کے ساتھ پڑھا تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی، اور عدم صحت سے تحریم لازم آئے گی اس لئے کہ ہر وہ چیز جو نماز کو باطل کرے اس کی تعاطی حرام ہوتی ہے، یعنی جو شے مفسدِ صلوة ہو اسے دیدہ دبیری سے اختیار کرنا شرعاً حرام اور ممنوع ہے، علامہ جزری اپنی کتاب 'نہید' میں

فرماتے ہیں کہ جو کلمہ پڑھا جائے اور وہ منواتر ہو تو اس کا پڑھنا جائز ہے اگرچہ اس کا لفظ مختلف ہو اور وہ جو سزا ہو سو اس کی تعاطی حرام اور اس کا اعتقاد رکھنے والا کافر ہوگا۔ پس جب یہ ثابت ہو گیا تو احکام ماذکر کا ترک کرنا شرعاً ممنوع اور حرام ہے اور اس میں قیاس کو کوئی دخل نہیں بلکہ فقط اتباع ہی اتباع ہے۔ علامہ جزری فرماتے ہیں سے

وَالْأَخْذُ بِالتَّجْوِيدِ حَتْمٌ لَّازِمٌ

مَنْ لَمْ يُجَوِّدِ الْقُرْآنَ لَمْ يَكُنْ

اور اخذ کرنا تجوید کا واجب و لازم ہے جس نے تجوید حاصل نہ کی قرآن کو مجود نہ کیا

وہ گناہ گار ہے۔

لہذا واجب ہے ہر عاقل پر جو کسی قدر بھی دیانت رکھتا ہو کہ وہ ان احکام کو قبول کرے اور ائمہ کا ملین سے سیکھے اور حاصل کرے اور کیفیت اداء کے لئے ان کی طرف رجوع کرے اس لئے کہ ہر فن اس کے اہل سے ہی سیکھا جاتا ہے سو اس نصیحت پر اعتماد رکھو اور خود بخود نہ تو ظن و اٹکل سے سیکھنے کی کوشش کرو اور نہ ہی غیر اہل سے نقل کرو۔ پس خلاصہ کلام یہ کہ صفاتِ محسنہ مجلیہ میں غلطی واقع ہونے کو لحنِ خفی کہتے ہیں جو کہ ناجائز اور مکروہ ہے اور یہ اگرچہ مفسدِ صلوة نہیں مگر احتراز و اجتناب اس سے بھی ضروری ہے۔



الجزء الخامس في حروف الهجاء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حُرُوفُ الْهَجَاءِ

س: حروف ہجاء کسے کہتے ہیں اور وہ کتنے ہیں ؟
 ج: جو حروف الگ الگ، علیحدہ علیحدہ اور جدا جدا لکھے جاتے ہیں انہیں حروف "ہجاء" اور حروف "مفردہ" کہتے ہیں۔
 اور وہ کل اُتیس ہیں۔
 تَوْضِیْحُ الْجَوَابِ:۔ جاننا چاہیے کہ لسانِ عربی میں حروف ہجاء کل اُتیس ہیں۔ اور قرآنِ کریم، و نیز لسانِ عربی میں جملہ کلمات انہیں حروف "ہجاء" سے مرتب اور مرکب ہیں۔
 حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابو البشر سیدنا حضرت آدم علیہ السلام پر سب سے پہلے جو صحیفہ آسمانی نازل ہوا تھا وہ انہیں حروف "ہجاء" پر مشتمل تھا۔
 سیدنا و ابونا حضرت آدم علیہ السلام، حروف "ہجاء"۔

کو ایک دوسرے سے ملا کر ترتیب دیتے تھے اور کلمات واضح کیا کرتے تھے اور حسب تعلیم خداوندِ قدوس موجودات عالم کے لیے اسماء متعین فرماتے تھے: وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا۔

حروف ”ہجاء“ کے تہہ میں بڑے بڑے اسرار ہیں، اسی واسطے اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے قرآن کریم میں حروفِ مقطعات سے سید المرسلین خاتم النبیین جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر امتیازی شان عطا فرمائی ہے۔

اہل عرب حروف ”ہجاء“ کو دو ترتیبوں سے لکھتے ہیں، ایک ترتیب آسمانی اور نزولی کے مطابق — دوم ترتیب ابجدی کے مطابق جو کہ اہل عرب کا ایجاد کردہ ہے — طلباء کے معلومات میں اضافہ کے پیش نظر حروف ”ہجاء“ کو تحت القاعدۃ ترتیب نزولی کے مطابق — اور تحت الامثلہ ترتیب ابجدی کے مطابق قلم بند کئے گئے ہیں۔ نیز حروف ابجد کے عدد بھی بتلائے گئے ہیں۔

الْقَاعِدَةُ

ا ب ت ث ج ح خ د ذ ر ز
س ش ص ض ط ظ ع غ ف
ق ك ل م ن و ه ی

وَالْأَمْثَلَةُ

ابجد ، هوز ، حطى ، كل من ،
س ع ف ص ، قرشت ، ث خ ذ ،
ض ظ غ

ابجد ، هوز ، حطى
۲ ۳ ۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹ ۱۰

کل من ، س ع ف ص ، قرشت
۲۰ ۳۰ ۴۰ ۵۰ ۶۰ ۷۰ ۸۰ ۹۰ ۱۰۰ ۱۱۰ ۱۲۰ ۱۳۰ ۱۴۰ ۱۵۰

ثخذ ، ضظغ
۵۰۰ ۶۰۰ ۷۰۰ ۸۰۰ ۹۰۰ ۱۰۰۰

ابج ، دهز ، حطى ، کل من
نصیح ، فضیق ، رست ، ثخذ
وظغش

الحروف المهملة والمعجمة

س: حروفِ مہملہ کسے کہتے ہیں اور معجمہ کسے؟

ج: بے نقطہ حروف کو ”حروفِ مہملہ“ کہتے ہیں۔ اور بانقطہ یعنی نقطہ دار حروف کو ”حروفِ معجمہ“ کہتے ہیں۔

توضیح الجواب: جاننا چاہیے کہ حروفِ مفردہ منبرکہ میں اکثر حروفِ بصورۃ و واحدۃ یعنی ہم شکل و صورت نازل ہوتے ہیں اس لئے ان میں ایک دوسرے سے امتیاز اور جدائی مشکل تھی۔ ضرورت تھی اس بات کی کہ کوئی ایسی علامت وضع کی جائے کہ جس سے یہ حروف تشخیص اور الگ الگ ہوں۔ واضح نے نقطہ وضع کر کے ہم شکل و صورت حروف میں فرق و امتیاز پیدا کر دیا ہے۔ دیکھئے تحت العنوان اعجام القرآن۔

اب جاننا چاہیے کہ یہ بین القوسین () نقطہ ہے، یہ نقطہ کبھی حرف کے اوپر ہوتا ہے (ـ) اور کبھی نیچے (ـ) پھر کسی حرف کا ایک نقطہ ہوتا ہے (ـ) کسی کے دو نقطے ہوتے ہیں (ـ) اور کسی کے تین نقطے (ـ) اور تین سے زیادہ نقطے کسی حرف کے نہیں ہوتے ہیں۔

واضح النقط نے متماثل الرسم اور مشتبہ الصورۃ اور ہم شکل حروف

کو اپنی نقطوں کے ذریعہ ایک دوسرے سے الگ کر کے دو حصوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ پس جو حروف نقطوں سے عاری اور خالی رکھے گئے ہیں وہ حروف ”مُحَلَّةٌ وَغَيْرُ مَنقُوطَةٌ“ کہلاتے ہیں۔ اور جن حروف پر نقطے لگائے گئے وہ ”مُتَّجِرَةٌ وَمَنقُوطَةٌ“ کے نام سے موسوم ہو گئے۔

ناظرین کے استفادہ کے پیش نظر تحت القاعدہ حروف ”مُحَلَّةٌ وَغَيْرُ مَنقُوطَةٌ“ علیحدہ علیحدہ لکھے گئے ہیں اور تحت الامثلہ حروف بہ ترتیب خارج قلم بند کئے گئے ہیں۔

الْقَاعِدَةُ

ا ح د م س ص ط ع ك ل م و ه ء

ب ج ی ، ت ق ، ث ش ، خ ذ ن
ض ظ غ ف ن ،

وَالْأَمْثَلَةُ

أ هـ — ع ح — غ خ — ق ك — ج ش ی —
ض — ل ن م — ط د ت — ظ ذ ث —
ص ز یس — ف م ، پ ، و

جَوَاهِرُ الْحُرُوفِ

س : جواہر حروف کسے کہتے ہیں ؟

ج : ترتیب حروف اور وضع کلمات کے وقت جو حصہ حروف لکھنے میں آجاتا ہے اُسے : جَوَاهِرُ حُرُوفٍ کہتے ہیں ۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ جب حروف ہجائیہ مفردہ کو ایک دوسرے سے ملا کر باہم ترتیب دیتے ہیں اور کلمات وضع کرتے ہیں تو قطع و برید کر کے ان کی شکل و صورت کسی قدر بدل جاتی ہے، پس جو جو حصہ لکھنے میں آجاتا ہے، انہیں : جَوَاهِرُ الْحُرُوفِ : اور : رء و س الحُرُوفِ : کہتے ہیں ۔

نیز جاننا چاہیے کہ حروف مفردہ ہجائیہ میں سے ہر حرف کے لئے ایک مخصوص شکل و صورت متعین اور مقرر ہے — لیکن ”ہمزہ“ کے لئے کوئی شکل و صورت مقرر نہیں ہے — ہمزہ کبھی تو اپنی حرکت کے مطابق اور کبھی ماقبل کے حرکت کے مطابق حروف سے لکھا جاتا ہے — اور کبھی وہ محذوف الرسم ہوتا ہے ۔

تحت القاعدہ رء و س الحروف یا جواہر الحروف کو کثیر الاستعمال اشکال و صورتوں میں تحریر کیا گیا ہے — اور تحت الامثلہ رء و س و جواہر الحروف کو واضح کیا گیا ہے — فَانظروا فرہم

الْقَاعِدَةُ

ا، ب، پ، ت، ث، ج، ح، خ، د، ذ، ر، ز، س، ش، ص، ض، ط، ظ، ع، ف، غ، ق، ك، ل، م، ن، ه، و، هـ، ه، لا، ا، ك، و، ا، ع، ي، ر،

وَالْأَمْثَلَةُ

بدا، تد، يرو، نزا، يو : ثم، نم، فر، قر، امم
 بج، بيج، تيج، ييج، نبح : نبح، فبح، تبح، يبح، ببح
 بج، نع، تبع، جبع : عبع، غبع، قبع، صبع، ضبع
 لا، الا، الا : بلا، فلا، شلا
 طغى، دنى، على : قلى، نهى، فهى
 غفور، شكور، عزيز : حريص، حميد، مجيد
 يعملون، يفعلون : تعقلون، يفقهون
 يجحدون، يضربون : ينظرون، يقولون
 يستطيعون، منكرون : قسيسين، مستكبرين
 فسيفيكهوالله : وهو السميع العليم

ب س م ، ال ل ا ه ، ال رح مران ، ال رح ی م ،

ال ح مرد ، ل ل ل ا ه ، ر ب ب ، ال ع ال م ی ن ،
 ال رح مران ، ال رح ی م ، م ال ک ، ی و م ، ال
 د ی ن ، ای ی اک ، ن ع ب د ، و ای ی اک
 ن س ت ع ی ن ، ا ه د ن ا ، ال ص ر ا ی ط ،
 ال م س ت ق ی م ، ص ر ا ی ط ، ال ل ذ ی
 ن ، ان ع م ت ، ع ل ی ه م ، ی ر ، ال
 م غ ض و ب ، ع ل ی ه م ، و ل ا ، ال ض ا
 ل ل ی ن ————— ا م ی ن

سبحان ربك رب العزة عما يصفون
 وسلم على المرسلين : والحمد لله رب العالمين

الْفَتْحَةُ وَالْمَفْتُوحُ

س :- فتحہ کسے کہتے ہیں — اور مفتوح کسے کہتے ہیں ؟
ج :- زبر کو فتحہ کہتے ہیں — اور زبر والے حرف کو مفتوح کہتے ہیں ۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ :- جاننا چاہیے کہ یہ بین القوسین خط مستقیم کے اوپر (—) فتحہ ہے ، فارسی والے اسے ” زبر ” کہتے ہیں فتحہ ہمیشہ حرف کے اوپر لکھا جاتا ہے — اور جس حرف پر فتحہ ہوتا ہے اسے مفتوح کہتے ہیں ۔

بیز جاننا چاہیے کہ ” فتحہ ” کے لغوی معنی : الْفِتْحَانِحُ ؛ یعنی کھولنے کے ہیں — واضح نے فتحہ کو الْفِتْحَانِحِ فَمِ وَصَوْتِ بِرَدَالَتِ كَرْنِ كِ لَنْ وَضِعَ كِيَا هِے ۔ پس جب کسی حرف پر فتحہ ہو — تو اسے ادا کرتے وقت کسی قدر مزہ کھولنا چاہیے تاکہ فتحہ کی آواز بلند ہو کر نکلے — لیکن ساتھ ہی یہ خیال رکھنا چاہیے کہ آواز میں امتداد اور درازی نہ ہونے پائے تاکہ حرف کی آواز اپنی حد پر قائم رہے — بیز یہ خیال رکھنا چاہیے کہ فتحہ کی ادائیگی میں حرف کے ساتھ ہمزہ ، ہانہ ملنے پاتے ۔

مذکورۃ الذیل قاعدہ میں بغور دیکھا جائے تو ہر حرف کے اوپر فتحہ ہے اس لئے حسب اصطلاح اہل عرب ہر حرف کو ” مفتوح ” کہنا چاہیے

الْقَاعِدَةُ

أَب ت ث ش ج ح خ د ذ ر ز س ش ص ض
ظ ط ع غ ف ق ك ل م ن وه ء ي يه :

وَالْأَمْثَلَةُ

بَدَأَ، خَلَقَ، خَرَجَ : قَتَلَ، صَرَفَ، فَعَلَ
ضَرَبَ، غَلَبَ، جَمَلَ : مَنَعَ، سَلَّمَ، صَدَّقَ
دَخَلَ، وَجَدَ، نَصَرَ : جَرَبَ، فَصَلَ، كَتَبَ
صَبَرَ، سَجَدَ، ظَلَمَ : كَفَرَ، قَدَّرَ، ذَهَبَ
عَرَضَ، مَرَضَ، جَمَعَ : سَقَطَ، خَتَمَ، شَكَرَ
فَتَحَ، كَتَمَ، بَلَغَ : قَلَبَ، جَلَسَ، ذَكَرَ

الْكَسْرَةُ وَالْمَكْسُورُ

س: کسرہ کسے کہتے ہیں — اور مکسور کسے کہتے ہیں؟
 ج: زیر کو: کسرہ: کہتے — اور زیر و ابے حرف کو: مکسور: کہتے ہیں۔
 تَوْضِيحُ الْجَوَابِ: جاننا چاہیے کہ یہ بین القوسین خطِ مستقیم کے نیچے (—) کسرہ ہے، فارسی والے اسے زیر کہتے ہیں — کسرہ ہمیشہ حرف کے نیچے لکھا جاتا ہے — اور جس حرف کا کسرہ ہوتا ہے اسے مکسور کہتے ہیں۔

بیزجاننا چاہیے کہ ”کسرہ“ کے لغوی معنی: انْخِفَاضٌ وَاِنْكَسَارٌ: یعنی پست کرنے اور سمیٹنے کے ہیں — واضح نے کسرہ کو انخفاضِ فم و صوت پر دلالت کرنے کے لیے وضع کیا ہے — پس جب کسی حرف کا کسرہ ہو، اسے ادا کرنے وقت کسی قدر مزہ پست کر کے سمیٹنا چاہیے تاکہ کسرہ کی آواز پست ہو کر نکلے — لیکن ساتھ ہی یہ خیال رکھنا چاہیے کہ آواز میں اُمْتِدَاد اور درازی نہ ہونے پاتے تاکہ حرف کی آواز اپنی حد پر قائم رہے — بیز یہ خیال رکھنا چاہیے کہ کسرہ کی ادائیگی میں حرف کے ساتھ ہمزہ، ہا، زہلنے پاتے۔

مذکورۃ الذیل قاعدہ میں بغور دیکھا جائے تو ہر حرف کے نیچے کسرہ ہے اس لیے حسب اصطلاح اہل عرب ہر حرف کو: مَكْسُورٌ کہنا چاہیے

الْقَاعِدَةُ

اِب ت ث ج ح خ د ذ ر ز س ش
ص ض ط ظ ع غ ف ق ك ل م ن
و ه ء ي ب

وَالْأَمْثَلَةُ

حَسِبَ	،	حَبِطَ	،	خَسِرَ	؛	سَمِعَ	،	بَرِقَ	،	شَرِبَ
يَبِي	،	وَسِعَ	،	يَلِيحُ	؛	قَرِحَ	،	عَلِمَ	،	غَضِبَ
نَفِيحٌ	،	شَهِيَ	،	وَلَمَّ	؛	نَشِيَ	،	نَسِيَ	،	وَهَى
مَوِي	،	أَفْوَى	،	فَهَى	؛	عَمَى	،	سَخِرَ	،	عَمِلَ
يَهَى	،	لَيْثًا	،	لَطِبًا	؛	فَعِلَ	،	وَرِثَ	،	رَجِمَ

الضَّمَّةُ وَالْمُضْمُومُ

س : ضمّہ کسے کہتے ہیں — اور مضموم کسے کہتے ہیں ؟
ج : پیش کو : ضمّہ کہتے ہیں اور پیش والے حرف کو : مضموم :
کہتے ہیں :-

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ :- جاننا چاہیے کہ یہ بین القوسین خطّ مستقیم کے
اوپر (۹) ضمّہ ہے فارسی والے اسے پیش کہتے ہیں —
ضمّہ ہمیشہ حرف کے اوپر لکھا جاتا ہے — اور جس حرف پر ضمّہ
ہوتا ہے اسے مضموم کہتے ہیں ۔

نیز جاننا چاہیے کہ ” ضمّہ “ کے لغوی معنی انضمام : یعنی مدد اور
اور گول کرنے کے ہیں — واضح نے اسے انضمام شقیّین پر
دالالت کرنے کے لئے وضع کیا ہے — پس جب کسی حرف پر ضمّہ
ہو، تو اسے ادا کرنے وقت دونوں ہونٹوں کو مدد اور غنچہ کی طرح
گول کرنا چاہیے تاکہ ضمّہ کی آواز سامنے کی طرف ہو کر نکلے — لیکن
ساتھ ہی یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ضمّہ کی آواز میں امتداد اور درازی
نہ ہونے پائے تاکہ حرف کی آواز اپنی حد پر قائم رہے — نیز
یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ضمّہ کی ادائیگی میں حرف کے ساتھ ہمزہ :-
۴، ۵، ۶ ح :- کا الحاق نہ ہو جائے ۔

مذکورۃ الذیل قاعدہ میں بغور دیکھا جائے تو ہر حرف کے اوپر پر ضمہ ہے — اس لئے ہر حرف کو حسب اصطلاح اہل عرب "مضموم" کہنا چاہیے۔

الْقَاعِدَةُ

أَبُ ثُ ثُ جُ حُ حُ دُ ذُ رُ زُ سُ شُ
صُ ضُ طُ ظُ عُ غُ فُ قُ كُ لُ مُ
نُ وُ هُ ءُ وُ يُ

وَالْأَمْثَلَةُ

فُعِلَ	،	بُعِدَ	،	مُنِعَ	؛	حُمِلَ	،	وُجِدَ	،	قُتِلَ
مُخِلَى	،	فُتِحَ	،	دُخِلَ	؛	سُقِطَ	،	سُعِدَ	،	قُدِيَ
مُضْرِبٍ	،	نُضِيَ	،	كُرِفَ	؛	حُشِرَ	،	عُلِمَ	،	عُلِبَ
مُظْلَمٍ	،	كُتِبَ	،	عُرِضَ	؛	شُرِبَ	،	نُسِبَ	،	نُرِيَ
وَلِدٍ	،	هُدِيَ	،	قُضِيَ	؛	خُلِقَ	،	صُلِبَ	،	قُرِيَ

الْحَرَكَهٗ وَالْمُتَحَرِّكُ

س : حرکت کسے کہتے ہیں اور متحرک کسے کہتے ہیں ؟
ج : زبر، زیر اور پیش کو حرکت کہتے ہیں۔ اور حرکت والے حرف کو متحرک کہتے ہیں۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ : فتح، کسرہ، ضمہ : کو حرکت کہتے ہیں — اور حرکت والے حرف کو متحرک کہتے ہیں۔
بیز جاننا چاہیے کہ حرکت کے لغوی معنی مرکز اور جگہ سے ہلنے کے ہیں۔
واضع نے ان حرکاتِ ثلاثہ کو نہ کی حرکاتِ ثلاثہ پر دلالت کرنے کے لئے واضح کئے ہیں۔

وَأَضِعُ الْحَرَكَاتُ نِي : الْفَتْحَةُ : کو انفتاحِ فم اور ارتفاعِ صوت پر دلالت کرنے کے لئے واضح کیا ہے۔ پس، ”الْفَتْحَةُ“ کو کامل انفتاحِ فم کے ساتھ ادا کرنا چاہیے تاکہ صَوْتُ الْفَتْحِ بلند ہو کر نکلے۔

وَأَضِعُ الْحَرَكَاتُ نِي : الْكُسْرَةُ : کو انخفاضِ فم اور انکسارِ صوت پر دلالت کرنے کے لیے وضع کیا ہے۔ پس : الْكُسْرَةُ : کو کامل انخفاضِ فم کے ساتھ ادا کرنا چاہیے تاکہ صَوْتُ الْكُسْرِ منکسر اور پست ہو کر نکلے۔

وَأَضِعُ الْحَرَكَاتُ نَ: الضَّمَّةُ : کو انضمامِ شفتین

اور امامتِ صوت پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا ہے۔ پس
: الضَّمَّةُ : کو کامل انضمامِ شفتین کے ساتھ ادا کرنا چاہیے تاکہ
صَوْتُ الضَّمَّةِ أَمَامَ الفَمِّ یعنی ما بین الفتحہ والکسرة بالکل
سامنے کی طرف ہو کر نکلے۔

الْفَتْحَةُ :- کو ادا کرتے وقت یہ خیال رکھنا چاہیے کہ اس کی
ادائیگی میں انخفاضِ فم و صوت نہ ہونے پائے تاکہ فتحہ مشابہ کسره کے
نہ ہو جائے۔ ایسا ہی اس کی ادائیگی میں انضمامِ شفتین سے احتراز
کرنا چاہیے تاکہ فتحہ مشابہ ضمہ کے نہ ہو جائے۔

الْكَسْرَةُ :- کو ادا کرتے وقت یہ خیال رکھنا چاہیے کہ اسکی ادائیگی میں
انفتاحِ فم و صوت نہ ہونے پائے تاکہ کسره مشابہ فتحہ کے نہ ہو جائے
ایسا ہی اس کی ادائیگی میں انضمامِ شفتین سے اجتناب کرنا چاہیے تاکہ کسره
مشابہ ضمہ کے نہ ہو جائے۔

الضَّمَّةُ :- کو ادا کرتے وقت یہ خیال رکھنا چاہیے کہ اس کی
ادائیگی میں انفتاحِ فم و صوت نہ ہونے پائے تاکہ ضمہ مشابہ فتحہ کے نہ ہو
جائے۔ ایسا ہی اس کی ادائیگی میں انخفاضِ فم و صوت سے احتراز
واجتناب کرنا چاہیے تاکہ ضمہ مشابہ کسره کے نہ ہو جائے۔

پس مذکورۃ الذیل قاعدہ میں فتحہ کو انفتاحِ فم اور ارتفاعِ صوت
سے کسره کو انخفاضِ فم اور انکسارِ صوت سے اور ضمہ کو انضمامِ شفتین

اور امامت و تقدیم صوت سے ادا کرنا چاہیے۔

الْفَاعِلَاتُ

أَبَجٌ، دَهْوٌ، زَجْطٌ، يَكِيلٌ، مَمِينٌ،
عَرَفٌ، قَرِشٌ، تَثِخٌ، ذَضْطَعٌ

وَالْأَمْثَلَةُ

مُكْتَبٌ، قُضِيَ، هُدِيَ	نُرِيَ، مَنَعٌ، فُعِلَ
مُنَجَّحٌ، وَضِعَ، جُمِعَ	مُغْرَضٌ، وُلِدَ، جُعِلَ
مُظْرَبٌ، صُرِفَ، نُرِيَ	مُخْشِرٌ، سُعِلَ، قُرِيَ
مُجِدٌّ، سُقِطَ، قُدِيَ	مُخْلَقٌ، قُتِلَ، فُتِحَ
مُظَلِّمٌ، ظَلِمَ، شُرِبَ	مُغْرَضٌ، صُلِبَ، لُعِنَ

السُّكُونُ وَالسَّاكِنُ

س: سکون کسے کہتے ہیں۔ اور ساکن کسے کہتے ہیں؟
ج: عدم حرکت یعنی حرکت نہ ہونے کو سکون کہتے ہیں۔ اور سکون
والے حرف کو ساکن کہتے ہیں۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ: جاننا چاہیے کہ یہ بین القوسین خط مستقیم کے
اوپر () سکون ہے، اسے جزمہ اور جزم بھی کہتے ہیں۔
سکون و جزم ہمیشہ حرف کے اوپر لکھا جاتا ہے۔ اور جس حرف
پر سکون و جزم ہوتا ہے، اُسے ساکن اور مجزوم کہتے ہیں۔

نیز جاننا چاہیے کہ: السُّكُونُ: کے لغوی معنوی مرکز اور جگہ پر
قائم رہنے کے ہیں اور یہ حرکت کی ضد ہے۔ واضح نے اُسے
عدم حرکت پر دلالت کرنے کے لیے وضع کیا ہے۔

واضح السکون نے سکون کو عدم حرکت پر دلالت کرنے کے لئے
وضع کیا ہے۔ یعنی جب کوئی حرف حرکت سے عاری
اور خالی ہوتا ہے اور اُسے ادا کرنے وقت منہ کو کسی قسم کی حرکت
نہ کرنی پڑے تو اُس پر علامت () ”سکون“ لکھ دینے
ہیں تاکہ پڑھنے والا حرف ساکن کو جہاد کے ساتھ ادا کرے۔
حرف ساکن چونکہ حرکت سے عاری اور خالی ہوتا ہے۔

اور اُس پر تلفظ و شوار۔۔۔ اس لئے اُسے ماقبل حرف متحرک سے ملا
 دینا چاہیے۔۔۔ اور حرف ساکن پر تلفظ کرتے وقت مزہ کو حرکات ثلاثہ
 (انفتاح، انخفاض، انضمام) سے محفوظ رکھنا چاہیے تاکہ حرف ساکن
 کامل سکون اور جماد سے ادا ہو جائے۔۔۔ ورنہ اگر ذرہ برابر بھی مزہ
 کو حرکت ہو گئی تو سکون۔۔۔ حرکت کے مشابہ ہو جائے گا اور حرف
 ساکن کما حقہ ساکن نہ رہے گا۔

مذکورۃ الذیل قاعدہ میں حرف ساکن کو ماقبل ہمزہ متحرک سے اور
 امثلہ میں ماقبل حرف متحرک سے ملا کر سکونِخالص کے ساتھ خوب
 جماد سے ادا کرنا چاہیے۔۔۔ اور حسبِ اصطلاح اہل ادا سے
 حرف ساکن سے موسوم کرنا چاہیے۔

الْقَاعِدَةُ

أَبُ، أَتُ، أَثُ، أَجُ، أَحُ، أَخُ، آدُ، آذُ
 إِسُ، إِزُ، إِسُ، إِشُ، إِضُ، إِطُ، إِظُ، إِعُ
 أُغُ، أُفُ، أُقُ، أُكُ، أُلُ، أُمُ، أُنُ، أُوُ، أُهُ
 أُءُ، أُيُ

وَالْأَمْثَلَةُ

فَدُّ، مَنَّ، عَنَّ، هَدُّ، دَعُّ، بَلُّ

ذُقْ ، خُذْ ، كُنْ ۝ فِتْمٌ ، قُتِلَ ، عُدَّ
 إِذْهَبْ ، اِدْفَعْ ، اِشْرَحْ ۝ اِجْعَلْ ، اِضْرِبْ ، اِعْلَمْ
 اِفْعَلْ ، اِنْحَرْ ، اِصْرِفْ ۝ اَسْأَلْ ، اِفْتَحْ ، اِقْرَأْ
 اُنْظُرْ ، اُدْخُلْ ، اُنْصِرْ ۝ اُقْتُلْ ، اُسْتَدِدْ ، اُخْرِجْ
 اُرْكَضْ ، اُضْمَمْ ، اُضْطَرِّ ۝ اُسْكُنْ ، اُسْلِكْ ، اُكْفِرْ
 اَنْظِرْنِي ، اَدْخِلْنِي ۝ اَمِهْلِهِمْ ، اَدْخِلْهُمْ

الشَّدُّ وَالْمَشْدُ

س :- شد کسے کہتے ہیں — اور مشد کسے کہتے ہیں ؟
 ح :- تشدید کو شد کہتے ہیں — اور شد والے حرف کو مشد کہتے ہیں ۔
 تَوْضِيحُ الْجَوَابِ :- جاننا چاہیے کہ یہ بین القوسین خط مستقیم کے
 اوپر (س) شد ہے ، اسے تشدید بھی کہتے ہیں — شد و تشدید
 ہمیشہ حرف کے اوپر لکھا جاتا ہے — اور جس حرف پر شد ہو، اسے
 مُشَدَّدٌ کہتے ہیں ۔

بیز جاننا چاہیے کہ : الشَّدُّ : کے لغوی معنی باندھنے ، سخت
 کرنے اور باہم ملانے کے ہیں ۔

واضح الشَّدُّ : نے اسے دو حرفوں کو باہم ملانے ، باندھنے اور
 سخت کرنے پر دلالت کرنے کے لیے وضع کیا ہے — یعنی جب
 کسی حرف کو دوسرے حرف میں ملاتے ہیں تو دوسرے حرف پر شد
 لکھ دیتے ہیں تاکہ وہ دال علی الحرفین ہو ۔

دو حرفوں کو باہم باندھنا اور ملانا باعتبار محل اور وقوع دو قسم
 پر ہوتا ہے ۔

۱ :- یہ کہ جب ایک ہی کلمہ میں مثلین یعنی ایک طرح کے دو حرف جمع
 ہوں اور پہلا ساکن دوسرا متحرک ہو — تو اہل الرسم ایک

یہی حرف لکھ کر اُس پر شد لکھ دیتے ہیں تاکہ اُسے دو حرفوں کے ہم وزن پڑھا جائے۔ یعنی اُسے ادا کر کے وقت اتنی دیر لگانی جائے جتنی کہ دو حرفوں کے ادا کرنے پر لگانی جاتی ہے۔ اہل ادا آرا ایسے ملے ہوئے دو حرفوں کو: حَرْفِ مُشَدَّدٍ کہتے ہیں۔

۲: یہ کہ جب دو کلموں میں دو حرف متجانسین — یا متقاربین جمع ہوں اور ان میں سے پہلا ساکن دوسرا متحرک ہو — تو پہلے حرف کو دوسرے میں فقط ملانے کے پیش نظر — دوسرے حرف پر ”شد“ لکھ دیتے ہیں تاکہ اُسے دو حرفوں کے ہم وزن پڑھا جائے۔ اہل ادا آرا اور قرآں قسم اول کو ”حَرْفِ مُشَدَّدٍ“ کے نام سے — اور قسم دوم کو ”ادغام“ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

مذکورۃ الذیل قاعدہ، و امثلہ میں حرف ساکن کو حرف متحرک میں ملا کر اُسے خوب سختی سے ادا کرنا چاہیے — اور حسب اصطلاح اہل ادا آرا سے حرف ”مُشَدَّدٍ“ کہنا چاہیے۔

الْقَاعِدَةُ

أَب بَّ — أَتُ تَّ — أَثُ ثَّ — أَجُ جَّ — أَحُ حَّ
أخُ خَّ — أذُ ذَّ — أذُ ذَّ — أَرُ رَّ — أَرُ رَّ

اُسُّسْ — اُسُّسْ — اَصُّصْ — اَضُّضْ — اَطُّطْ
 اَطُّطْ — اَعُّعْ — اَعُّعْ — اَفُّفْ — اَقُّقْ
 اَلُّلْ — اَلُّلْ — اَمُّمَّ — اَنُّنْ — اَوُّوْ
 اَهُّهَّ — اَيُّيَّ

وَالْاُمُّثَلَةُ

اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ
اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ
اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ
اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ
اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ
اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ	اَمُّثَلَةُ

التَّنْوِينُ وَالْمُنُونُ

س : تنوین کسے کہتے ہیں — اور منون کسے

ج : دوزیر — دوزیر — اور دوپیش کو : تنوین کہتے ہیں

— اور ”تنوین“ والے حرف کو : منون کہتے ہیں .

توضیح الجواب : جاننا چاہیے کہ یہ بین القوسین خط مستقیم کے اوپر

(—) دوزیر ہیں — یہ نیچے (—) دوزیر ہیں — اور

یہ اوپر (—) دوپیش ہیں — اہل اداء اس قسم کی دوسری

اور حرکت مکررہ کو : التَّنْوِينُ کہتے ہیں — اور جس حرف

پر دوسری حرکت ہو اسے : الْمُنُونُ کہتے ہیں .

وَاضِحُ التَّنْوِينِ نے دوسری اور حرکت مکررہ کو تون ساکن

غیر موسوم پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا ہے — یعنی جب کسی کلمہ

کے آخر میں تون ساکن غیر موسوم ہوتا ہے تو اس پر حرکت دوسری

اور مکرر لکھ دینے ہیں تاکہ پڑھنے والا پہلی حرکت کے بعد تون ساکن

پر تلفظ کرے — پس حرکت اولیٰ اس حرف کی ہوتی ہے

— اور حرکت ثانیہ تون تنوین کی علامت ہوتی ہے .

التَّنْوِينُ : کامل کلمہ اسم غیر معرف باللام کا آخر حرف ہوتا ہے

اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ غیر اسم پر داخل نہیں ہوتا —

اور نہ ہی الف لام تعریف کے ساتھ جمع ہوتا ہے — یعنی جب کسی کلمہ
اسم پر الف لام تعریف داخل ہو — تو اس کے آخر میں نون تنوین
لاحق نہیں ہوتا — اس کا مفصل حال اپنے موقع پر معلوم ہو گا۔
انشاء اللہ۔

مذکورہ الذیل فاعدہ میں نون تنوین کو مفرد حروف پر لکھا گیا ہے
اور امثلہ میں اسمائے بیخبر حروف باللام کے آخر حروف پر تنوین مرسوم
ہے — پس حسب اصطلاح اہل اداب ہر کلمہ کو ”مُنَوَّن“ کہنا چاہیے۔

الْفَاعِدَةُ

اَ، اُ، اُ — نَا، نِ، نٌ — شَا، شِ، شٌ —
جَا، جِ، جٌ — حَا، حِ، حٌ — خَا، خِ، خٌ —
دَا، دِ، دٌ — ذَا، ذِ، ذٌ — سَا، سِ، سٌ —
زَا، زِ، زٌ — سَا، سِ، سٌ — شَا، شِ، شٌ —
صَا، صِ، صٌ — ضَا، ضِ، ضٌ — طَا، طِ، طٌ —
ظَا، ظِ، ظٌ — عَا، عِ، عٌ — غَا، غِ، غٌ —
فَا، فِ، فٌ — قَا، قِ، قٌ — كَا، كِ، كٌ —
لَا، لِ، لٌ — مَا، مِ، مٌ — نَا، نِ، نٌ —
وَا، وِ، وٌ — هَا، هِ، هٌ — عَا، عِ، عٌ —
يَا، يِ، يٌ

وَالْأَمْثَلَةُ

أَيْدَاءٌ، عَمَدًا، خَرَجًا : عَمَلًا، حَسَنًا، عَرْضًا
 شَهَبًا، سُبُلًا، قُبُلًا : نُزُلًا، قَدَرًا، عُرْبًا

بَيْدٍ، فَيْئَةٍ، لَهَبٍ : مَسَدٍ، لَبِنٍ، جُرُوفٍ
 نِيَاءٍ، وُلْدٍ، بَلَدٍ : خُلُقٍ، بَرْدٍ، عَمَلٍ

أَحَدٌ، مَلَكٌ، عَرْضٌ : نَبَأٌ، أُمَّمٌ، عَمَلٌ
 سُرٌّ، بَشْرٌ، خُمْرٌ : جُدَادٌ، رَجُلٌ، رَسُلٌ

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ
 الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

الجزء السادس في حروف المد واللين

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

أَدَلْفُ الْمَدِّيَّةِ

س : الف مدہ کسے کہتے ہیں اور وہ کیسے ادا کیا جاتا ہے ؟

ج : دیکھتے یہ "ء" "الف مدہ ہے یہ ہمیشہ ساکن ماقبل مفتوح ہوتا ہے اور اس

مفتوح حرف سے مل کر بے جھٹکے پڑھا جاتا ہے !

توضیح الجواب : جاننا چاہیے کہ الف اسم ہے اور رسم الخط کے اعتبار سے یہ

۱ : خاص شکل و صورت اس کا سُٹھی ہے، یعنی الف اس خاص شکل کا نام ہے، اور

اس کا اطلاق اس خاص صورت پر اس وقت ہوتا ہے جب کہ اس کے ماقبل

فتحہ ہو، اور اس وقت زیر بحث سُٹھی ہی ہے اسم سے کوئی بحث نہیں اس لیے کہ قرآن

کرم میں سوائے حروف مقطعات کے اسم کسی جگہ بھی مقروء نہیں ہے۔

الف : جب وسط کلمہ یا طرف کلمہ میں واقع ہوتا ہے تو خلاف تلفظ عمودی

صورت : ا : پر مرسوم ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ طرف کلمہ میں لام کے بعد واقع

ہوتا ہے تو موافق تلفظ مائل الرأس الی القدام ہوتا ہے۔ یعنی آگے کی طرف

جھکا ہوا ہوتا ہے : لا :۔ الف ہمیشہ ساکن ماقبل مفتوح ہوتا ہے، اور ماقبل فتحہ

کی امتداد ہی سے ملفوظ ہوتا ہے، یعنی صوت الفتحہ کو دو گنی کر دی جاتے تو الف

ملفوظ ہو جاتا ہے جیسے : ب : ب : کو ملا دیا جاتے تو : یا : بن جاتا ہے یعنی الف فتحوں

کی مخلوط آواز سے ملفوظ ہوتا ہے اور امتدادِ صوت سے معرضِ وجود میں آتا ہے۔ پس الف کے اداء کے وقت انفتاحِ فم کے ساتھ امتدادِ صوت و دفتحوں کے برابر ہونی چاہیے تاکہ الف مدہ اپنے وجود و مقدار پر قائم رہے اور افراط و تفریط سے مبرا ہو۔

الف مدہ جیسا کہ وہ اپنے وجود و بقا میں ہمیشہ اپنے ماقبل کا محتاج ہوتا ہے اس لئے وہ ہمیشہ مدہ ہی رہتا ہے۔ ایسا ہی وہ اپنی حقیقت میں اپنے ماقبل کا تابع ہوتا ہے اس لئے پُر و باریک کے اعتبار سے جو حالت اس کے ماقبل کی ہوتی ہے وہی حالت اس کی بھی ہوتی ہے۔ پس اگر ماقبل اسکا پُر ہے تو اُسے بھی پُر پڑھنا چاہیے اور اگر ماقبل اس کا باریک ہے تو اُسے بھی باریک پڑھنا چاہیے۔ لہذا حروفِ مستغلبہ اور راء کے بعد اُسے پُر پڑھنا چاہیے اور حروفِ مستغلبہ کے بعد باریک۔

الف مدہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ حرکت اور علامتِ جزم سے عاری ہوتا ہے۔ ابتداء کلمہ میں واقع نہیں ہوتا، ہم مثل اور ہم جنس کے ساتھ جمع نہیں ہوتا۔ اور کسی حرف میں مدغم نہیں ہوتا ہے لہذا اُسے ادا کرتے وقت خاص خیال رکھنا چاہیے کہ وہ کسی دوسرے حرف سے غلط ملطن نہ ہو جائے۔

الْقَاعِدَةُ

ءَا بَا تَا ثَا جَا حَا دَا ذَا زَا سَا شَا عَا فَا
كَ لَامَا نَا وَا هَا يَا

خَا صَا ضَا ظَا غَا قَا سَا

وَالْأَمْثَلَةُ

لَا أَوْلَا وَلَا خَلَا إِلَّا ۖ مَا وَمَا فَمَا كَمَا لَهَا عَمَّا
 آتِيًا لَقِيَا نَسِيًا سَرِكِيًّا بَلْنَا ۖ قَتَلَا جَعَلَا فَعَلَا دَخَلَا وَجَدَا
 كَانَا كَانَا أَبَانَا دَعَانَا لَنَا ۖ نَادَانَا نَجَانَا تَنَسَانَا بِمَا
 نَامَ كَانَ عَادَ تَابَ بَالَ ۖ حَاقَ مَاتَ زَاعَ سَاعَ مَالَ

قَالَ قَالَ قَامَ صَادَ ضَاقَ ۖ خَابَ خَافَ قَابَ طَالَ ظَاهَرَ
 صَادِقٌ ضَامِرٌ ظَالِمٌ قَادِرٌ ۖ خَالِقٌ غَالِبٌ ظَاهِرٌ رَازِقٌ

الْفَتْحَةُ الْقَائِمَةُ

س : فتحہ قائمہ کسے کہتے ہیں اور وہ کیسے ادا کیا جاتا ہے اور الف مدہ اور فتحہ
 قائمہ میں کیا فرق ہے ؟

ج : دیکھئے بین القوسین (س) خطِ مستقیم کے اوپر فتحہ قائمہ ہے جسے ہم کھڑی
 زبر کہتے ہیں۔ فتحہ قائمہ دراصل الف مدہ ہی ہوتا ہے اس لئے دونوں کے اداء
 میں کوئی فرق نہیں ہوتا بلکہ دونوں کی آواز یکساں اور برابر ہوتی ہے۔ پس
 جیسے ”بَا“ پڑھا جاتا ہے ویسے ہی ”ب“ پڑھنا چاہیے !

توضیح الجواب :- جاننا چاہیے کہ فتحہ قائمہ باعتبار وجود اور کیفیت اداء ہو بہو
 الف مدہ کی طرح ہے یعنی فتحہ قائمہ رسماً الف ساکن ماقبل مفتوح کا مرکب اور

خلاصہ ہوتا ہے اسی لئے اُسے الف مقصورہ کہتے ہیں اور الف غیر مرسوم بھی پس جس طرح الف مدہ انفتاحِ فم اور امتدادِ صوت سے ادا کیا جاتا ہے اسی طرح فتح قائمہ بھی انفتاحِ فم اور امتدادِ صوت سے اداء کرنا چاہیے۔ تاکہ فتح قائمہ اپنی وجود و مقدار پر قائم رہے اور افراط و تفریط سے محفوظ ہو۔ اور جس طرح الف مدہ بلحاظ وجود ما قبل کا محتاج اور بلحاظ حقیقت ما قبل کا تابع ہوتا ہے اسی طرح فتح قائمہ بھی ما قبل کا محتاج اور ما قبل کا تابع ہوتا ہے۔ لہذا حروفِ مفخمہ کے بعد اُسے مفخم اور حروفِ مرتفعہ کے بعد مرتق پڑھنا چاہیے۔

الْقَاعِدَةُ

ا ب ث ج ح خ د ذ ر ز س ش غ ف
ك ل م ن و ه ع ی

ح ض ظ ط غ ق ر ز ی

وَالْأَمْثَلَةُ

آئی ، بلی ، اِلی ، علی : ہوی ، سعی ، دنی ، منی
قلی ، کفی ، غوی ، رمی : رای ، نہی ، نجی ، ادنی
یمنی ، یئلی ، تئلی ، یئشی : حتی ، شئی ، توی ، تزکی
تئی ، ترڈی ، فصلی : تجلی ، تصدی ، تلہی
قزی ، عزی ، یئی : اُخری ، اُسری ، سُکری

آيَاءُ الْمَدِيَّةِ

س : ياء مدہ کسے کہتے ہیں اور وہ کیسے ادار کی جاتی ہے ؟

ج : دیکھتے یہ ”سـی“ ياء مدہ ہے یعنی جب ياء ساکن یا قبل مکسور ہو تو اسے ”ياء مدہ“ کہتے ہیں اور وہ اس مکسور حرف سے مل کر نرم پڑھی جاتی ہے !
 توضیح الجواب : جاننا چاہیے کہ صوت الکرہ یعنی زبر کی آواز بڑھا کر دو گنی کر دی جاتے تو ياء مدہ پیدا ہو جاتی ہے جیسے پاپ کو ملا دیا جاتے تو ”پی“ بن جاتا ہے یعنی ياء مدہ دو کسروں کی مخلوط آواز سے بنتی ہے اور امتداد صوت کی وجہ سے معرض وجود میں آتی ہے۔ پس ياء مدہ کے ادار کی وقت انکسار و انخفاس خم کیسا امتداد صوت دو کسروں کے برابر ہونی چاہیے تاکہ ياء مدہ اپنے وجود و مقدار پر قائم رہے اور افراط و تفریط سے محفوظ رہے۔ ياء مدہ چونکہ اپنے وجود میں ماقبل کا محتاج اور تابع نہیں ہوتی اور چونکہ اس کے اور اس کے ماقبل کے حالات بدلتے رہتے ہیں اس لیے وہ ہمیشہ اور ہر حال میں باریک بینی پڑھی جاتی ياء مدہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ حرکت سے عاری ہوتی ہے مگر علامت جزم ضرور رکھتی ہے۔ ابتداء کلمہ میں واقع نہیں ہوتی، ہم مثل اور ہم جنس کے ساتھ جمع نہیں ہوتی، اور کسی حرف میں مدغم نہیں ہوتی ہے، لہذا اسے ادا کرتے وقت یہ خیال رکھنا چاہیے کہ وہ کسی دوسرے حرف سے خلط ملط نہ ہو جائے، بلکہ خوب واضح اور ظاہر رہے۔

الْقَاعِدَةُ

إِي هِي عِي حِي غِي خِي قِي كِي جِي شِي يِي رِي نِي
 رِي طِي دِي تِي ظِي ذِي ثِي صِي زِي سِي فِي
 بِِي مِي وِي

وَالْأَمْثَلَةُ

أَخِي أَجْرِي نَفْسِي قَبْلِي : لَعْنَتِي إِخْوَتِي أَمْرَاتِي قِبْلَتِي
 قِيلَ حَيْلَ غَيْضَ فِيمَ : بَنِيهِ أَخِيهِ أَبِيهِ يُعْنِيهِ
 يُؤْتِيهِ يَهْدِيهِ رَبِّيهِ لِأَخِيهِ : يُلْقِيهِ يُعْطِيهِ يُنْجِيهِ فِيمَكُمُ
 قَرِيبٌ بَعِيدٌ شَرِيكٌ حَرِيصٌ : عَزِيزٌ حَلِيمٌ بَصِيرٌ أَلِيمٌ
 مُحْصِنِينَ قَسِيصِينَ مُسْتَكْبِرِينَ : مُتَّضِعِينَ فَسِيكَفِيكَرَهُمُ

الْكسرةُ القَائِمَةُ

س : کسره قائمہ کسے کہتے ہیں اور وہ کیسے اداء کیا جاتا ہے۔ اور بیاء مدہ اور کسره قائمہ میں کیا فرق ہے ؟

ج : دیکھتے یہ بین القوسین () خط مستقیم کے نیچے کسره قائمہ ہے جسے ہم کھڑی زیر کہتے ہیں اور کسره قائمہ دراصل بیاء مدہ ہی ہوتی ہے اس لیے دونوں کی ادا اور آواز میں کوئی فرق نہیں ہوتا بلکہ وہ یکساں اور برابر ہوتی ہے پس جیسے بی پڑھا جانا ہے ویسے ہی ب پڑھنا چاہیے !

توضیح الجواب : جانا چاہیے کہ کسره قائمہ باعتبار وجود اور کیفیت اداء ہو بیاء مدہ کی طرح ہوتا ہے یعنی کسره قائمہ رہا بیاء ساکن ماقبل کسور کا مرکب اور خلاصہ ہوتا ہے اسی نے اسے بیاء محذوف الترسم کہتے ہیں پس جس طرح بیاء مدہ انخفاض وانکسار فہم اور امتداد صوت سے ادا کیا جاتا ہے اسی طرح کسره قائمہ بھی انخفاض وانکسار فہم اور امتداد صوت سے ادا کرنا چاہیے تاکہ کسره قائمہ اپنے وجود و امتداد پر قائم رہے اور ادا و تقریباً محفوظ ہو۔

بیاء مدہ اپنے وجود و بقاء میں ماقبل کا محتاج اور تابع نہیں ہوتی لیکن کسره قائمہ اپنے وجود و بقاء میں ماقبل کا محتاج ہوتا ہے، البتہ اپنی حقیقت اور کیفیت اداء میں ماقبل کا تابع نہیں ہوتا۔ لہذا اسے ہر حال میں مرقق اور باریک ہی پڑھنا چاہیے۔
قاعدہ میں اور ایسا ہی امثلہ میں صوت الكسره کو اس قدر بڑھانا چاہیے کہ پوری بیاء ساکن مفلوط ہو جائے۔

الْقَاعِدَةُ

أ هـ ع ح غ خ ق ك ج ش ي ض ال
ن با ط د ت ظ ذ ث ص س ز ف
ب م و

وَالْأَمْثَلَةُ

أُحَى يُحَى نَحَى نَسْتَحَى : يَسْتَحَى أَنْتَ وَوَلِيَّ الْفَرِيحِ
بِهَ بِيئَهُ بَوْلَكَ بِعَبْدِهِ : بَعْلُهُ بِوَجْهِهِ بِإِذْنِهِ قَبْلَهُ
بَعْدَهُ بِأَمْرِهِ بِفَضْلِهِ لِنَفْسِهِ : قَبْرُهُ حَرْثُهُ قَلْبُهُ كَمَثَلِهِ
بِنُورِهِ بِرُسُلِهِ بِخُبْرِهِ بِغَيْرِهِ : بِنِعْمَتِهِ بِعَضِهِ بِمُزْجَرِحِهِ
الْأَمِينِ النَّبِيِّنَ : الْحَوَارِيِّنَ رَبَّانِيْنَ

اَلْوَاوُ الْمَدِّيَّةُ

س : واو مدہ کسے کہتے ہیں اور وہ کیسے ادا کیا جاتا ہے ؟

ج : دیکھیے یہ "و" واو مدہ ہے یعنی جب واو ساکن ماقبل مضموم ہو تو اُسے

"واو مدہ" کہتے ہیں اور وہ اس مضموم حرف سے مل کر نرم پڑھا جاتا ہے !

توضیح الجواب : جاننا چاہیے کہ صوت الضمہ یعنی پیش کی آواز بڑھا کر دو گنی کر دی

جاتے تو واو مدہ پیدا ہو جاتا ہے جیسے بُب کو ملا دیا جاتے تو "بُو" بن جاتا ہے

یعنی واو مدہ دو ضموں کی مخلوط آواز سے ملفوظ ہوتا ہے اور امتداد صوت سے معرض

وجود میں آتا ہے۔ پس واو مدہ کے ادائے وقت کامل انضمام ثقیب کے ساتھ امتداد

صوت دو ضموں کے برابر ہونی چاہیے تاکہ واو مدہ اپنے وجود و مقدار پر قائم رہے اور

افراط و تفریط سے مامون و محفوظ رہے۔

واو مدہ چونکہ اپنے وجود میں اپنے ماقبل کا محتاج اور تابع نہیں ہوتا بلکہ اس کی

اور اس کے ماقبل کی حالت بدلتی رہتی ہے اس لئے وہ ہمیشہ اور ہر حال میں باریک

پڑھا جاتا ہے ماقبل خواہ مخم ہو یا غیر مخم۔ اگرچہ بعض حضرات واو مدہ کو الف مد پر

قیاس کر کے اس کے تفخیم کے بھی قائل ہیں۔

واو مدہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ حرکت سے عاری ہوتا ہے مگر علامت جزم ضرور

رکھتا ہے۔ ابتداء کلمہ میں واقع نہیں ہوتا۔ ہم مثل اود ہم جنس کے ساتھ جمع نہیں ہوتا۔ اور

کسی حرف میں مدغم نہیں ہوتا ہے۔ لہذا اُسے ادا کرنے وقت یہ خیال رکھنا چاہیے کہ

وہ کسی دوسرے حرف سے خلط غلط نہ ہو جائے۔

الْقَلْعِدَةُ

أَوْ هُوَ عُو حُو غُو خُو قُو كُو جُو شُو يُو
ضُو لُو نُو رُو طُو دُو تُو ظُو ذُو شُو صُو
سُو زُو فُو بُو مُو وُو .

وَالْأَمْثَلَةُ

تُوبُوا ، مُوتُوا ، ذُوقُوا ، قُولُوا ، كُونُوا ، نُوذُوا
تَعُدُّوا ، تَصُومُوا ، تَقُولُوا ، تَكُونُوا ، تَهْتَبُوا ، تَعُولُوا
كَانُوا ، قَالُوا ، قَامُوا ، تَابُوا ، هَاتُوا ، ذَاقُوا
يَعْلَمُونَ ، يَفْقَهُونَ ، يَبْصُرُونَ ، يَشْهَدُونَ ، يَسْمَعُونَ ، يَقْتُلُونَ
يَسْتَطِيعُونَ ، فَسَيَقُولُونَ ، فَسَيَنْغَضُونَ ، مُسْتَضْعَفُونَ

الضَّمَّةُ الْمَقْلُوبَةُ

س : ضمّہ منقلبہ کسے کہتے ہیں اور وہ کیسے ادا کیا جاتا ہے اور واو مدہ اور ضمّہ منقلبہ میں کیا فرق ہے؟

ج : دیکھتے رہیں الفوسبین (ک) خط مستقیم کے اوپر ضمّہ منقلبہ ہے جسے ہم الٹا پیش کہتے ہیں۔ اور ضمّہ منقلبہ دراصل واو مدہ ہی ہوتا ہے اس لئے دونوں کی اداء اور آواز میں کوئی فرق نہیں ہوتا بلکہ وہ یکساں اور برابر ہوتی ہے۔ پس جیسے "بُو"

پڑھا جاتا ہے ویسے ہی "ب" پڑھنا چاہیے!

توضیح الجواب: جاننا چاہیے کہ ضمّہ مقلوبہ باعتبار وجود اور کیفیت اداء ہو ہو
 واو مدہ ل ط ح ہے یعنی ضمّہ مقلوبہ رسمًا و لفظًا واو ساکن ماقبل مضموم کا مرکب اور
 خلاصہ ہوتا ہے اسی لئے اُسے واو مخدوف الرسم کہتے ہیں۔ پس جس طرح واو مدہ کامل
 انشاءً و شفقتین اور امتدادِ صوت سے ادا کیا جاتا ہے اسی طرح ضمّہ مقلوبہ بھی کامل انشاءً
 شفقتین اور امتدادِ صوت سے ادا کرنا چاہیے تاکہ ضمّہ مقلوبہ اپنے وجود و مقدار پر قائم
 رہے اور اذکار و تقریبات سے محفوظ ہو۔

واو مدہ فی ذاتہ اپنے ماقبل کا محتاج اور تابع نہیں ہوتا لیکن ضمّہ
 مقلوبہ ہمیشہ ماقبل کا محتاج اور تابع ہوتا ہے۔ لہذا اُسے ہر حال میں باریک اور
 مرتقی پڑھنا چاہیے۔

الْقَاعِدَةُ

ا هـ ع ح غ خ ق ك ج ش ي ض ن ن
 ر ط ظ د ث ط ظ د ث ص س ز ف
 ب م و

وَالْأَمْثَلَةُ

دَاوُدَ، مَاوِرِيَّ، يَلُونُ، : الْغَاوُونَ، يَسْتَوُونَ، لِيَسْتَوُوا
 لِيَسْوَوْا، تَلُّوْا، : فَاوَا، : السَّوْءَةَ،

لَهُ يَرَهُ، مَعَهُ، أُمُّهُ، خَلَقَهُ : رَزَقَهُ، وَعَدَلَهُ، دَخَلَهُ، جَعَلَهُ
 إِنَّهُ رَبُّهُ كُلُّهُ يَمُدُّهُ يَجْرُهُ : عَدُوُّهُ يَضُرُّهُ يَأْتِدُهُ يَعْطِبُهُ
 يُبَيِّنُهُ يَسْئَلُهُ إِمْرَأَتُهُ : يُعِيدُهُ آيَتُهُ خِثْمُهُ نُورُهُ
 سُبْحَتُهُ يَبْدِلُونَهُ يَضْرِبُهُ : مِرْآجُهُ فَضْلُهُ وَحَدَّهُ نَضْرِبُهُ

حُرُوفُ الْمَدِّ

س : حروفِ مدہ کتنے ہیں اور ان کی کیفیت اداء اور مقدار منترکہ کیا ہے ؟
 ج : حروفِ مدہ تین ہیں "الف، واو، یاء"۔ جبکہ ما قبل حرکت ہر ایک کی موافق
 ہو اور مقدار منترکہ ہر ایک کی دو حرکت یا ایک الف ہے !

توضیح الجواب : جانا چاہیے کہ حروفِ مدہ تین ہیں جو لفظ "وائی" میں بت ہیں
 اور ان کی تفصیل حسب ذیل ہے :

۱ : الف، ساکن ما قبل مفتوح — یا اس کا قائم مقام فتح قائم ہے

۲ : یاء، ساکن ما قبل مکسور — یٰ — یا اس کا قائم مقام کسہ قائم ہے

۳ : واو، ساکن ما قبل مضموم — و — یا اس کا قائم مقام ضم مضموم ہے

حروفِ مدہ میں سے ہر ایک کو فم و صوت کے ایک مخصوص انداز سے پڑھنا

جانا ہے، چنانچہ الف مدہ کو اداء کرتے وقت انفتاحِ فم و صوت کے ساتھ

امدادِ صوت میں صعود و رفعت ہونی چاہیے تاکہ آواز ہارخ اوپر کی طرف

ہو اور اغتنامِ صوت علی الهواء ہو۔

یاء مدہ کو ادا کرتے وقت انخفاضِ فم و صوت کے ساتھ امتدادِ صوت میں
مبوط و پستی ہونی چاہیے تاکہ آواز کا رخ نیچے کی طرف ہو اور اختتامِ صوت علی الہواء

ہو۔

واو مدہ کو ادا کرتے وقت کامل انضمامِ شفقتین کیساتھ امتدادِ صوت میں امامت
اور پیشگی ہونی لازم ہے تاکہ آواز کا رخ پستی و بلندی کے درمیان بالکل سامنے کی طرف
ہو اور اختتامِ صوت علی الہواء ہو۔ دیکھو آواز کا رخ۔

الف مدہ
واو مدہ
یا مدہ

مِقْدَارُ الْاَلِفِ: اصولِ کتابت میں الف کی مقدارِ قلم کی تین قطبتائی جاتی ہے
اور تین قطب سے الف کا وجود تیار ہوتا ہے جس کا تعلق رسم الخط سے ہے اور قلم کی
مشق سے صحیح کیا جاتا ہے۔

اسی طرح تجرید و قراءت میں الف کی مقدار دو حرکت بتلائی جاتی ہے اور
دو حرکت سے الف مکمل ہوتا ہے جس کا تعلق تلفظ سے ہے اور مشقِ لسانی سے صحیح
کیا جاتا ہے۔

حرفِ متحرک کی ادائیگی میں کسی قدر امتدادِ صوت پیدا ہو جاتا ہے جو حرکت کی
آواز ہوتی ہے اور اگر یہی آواز بڑھا کر دو گنی کر دی جائے تو مجموعی طور پر اس مخصوص
مقدار پر الف کا اطلاق ہوتا ہے اور اسی مخصوص مقدار کو الف کہتے ہیں۔ بہر حال
الف کی مقدار دو حرکت ہے اور حرف مدہ کی مقدار ایک الف۔

الف کی مقدار اس طرح بھی معلوم کی جاتی ہے کہ معتدل رفتار سے ہاتھ کی کھلی
ہوئی انگلیوں کے بند کرنے میں یا بند انگلیوں کے کھولنے میں جس قدر دیر لگتی ہے اتنی
ہی دیر ایک الف کی مقدار تصور کر لینی چاہیے۔ لیکن الف کی مقدار معلوم کرنے کا یہ

طرز و طریقہ فقط ایک اندازہ ہے اصل دار و مدار مشتق اور ماہر استاذ کی تعلیم و تصدیق پر موقوف ہے۔

الْقَاعِدَةُ

بَا أُوْ رَانِي ، بَا بُوْبِي ۝ سَا تُوْتِي ، سَا شُوْتِي
جَا جُوْبِي ، حَا حُوْحِي ۝ خَا خُوْخِي ، دَا دُوْدِي
ذَا ذُوْذِي ، رَا رُوْرِي ۝ زَا زُوْزِي ، سَا سُوْسِي
شَا شُوْشِي ، صَا صُوْصِي ۝ ضَا ضُوْضِي ، طَا طُوْطِي
ظَا ظُوْظِي ، عَا عُوْعِي ۝ غَا غُوْغِي ، فَا فُوْفِي
قَا قُوْقِي ، كَا كُوْكَي ۝ لَا لُوْلِي ، مَا مُوْمِي
نَا نُوْنِي ، وَا وُوْوِي ۝ هَا هُوْهِي ، يَا يُوْيِي

وَالْأَمْثَلَةُ

نُوْحِيهَا ، أُوتِينَا ، أُوْذِينَا ۝ ائُوْنِي ، اِمْنُوْبِي ، هَارُوْنَ اَخِي
فَلَا تَلُوْمُوْنِي ، تَدِيْرُوْنَهَا ۝ وَكَادُوا يَقْتُلُوْنَنِي ، فَاَعَيْنُوْنِي
مَا خَلَفْتُوْنِي ، اَطِيعُوْنِي ۝ فَلَيْسَتْ جَبُوْبِي ، وَلِيَوْمِ مِوْبِي
تَدُ كِيْرِي ، يُوَارِي هَدَانِي ۝ هَذَا اِلَى اِسْمَاعِيْلَ اِبْرَهِيْمَ هَرُوْنَ
فُرْدِي ، سُكْرِي ، يَتُوْسَرِي ۝ كَسَالِي نَصْرِي ، مُوسَى عِيسَى
عَابِرِي ، اِدْرِيْسَ ، اِبْلِيْسَ ۝ فَاوِي ، فَنَادِي ، تَقْوَى تَنْهَى
اُنْحَى يُحْيَى ، نُنْحَى ، وَحِي ۝ رِيْدَانِ ، اِلْفِيْمِ ، رَبَّانِيْنَ

اَلْوَاوُ اللَّيِّنَةُ

س : واولین کسے کہتے ہیں اور وہ کیسے ادا کیا جاتا ہے ؟
ج : دیکھیے یہ " و " واولین ہے۔ یعنی جب و او ساکن ہو اور اس سے پہلے حرف پر زبر ہو تو اُسے واولین کہتے ہیں اور وہ ۱۵ س زبر والے حرف سے مل کر پڑھا جاتا ہے !

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ۔ جاننا چاہیے کہ جب و او ساکن یا قبل مفتوح ہو تو اُسے واولین کہتے ہیں اور اس کے ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ و او ساکن سے قبل حرف مفتوح پر انفتاحِ قسم و صوت سے تلفظ کرتے ہی انضمامِ شفقتین سے کام لینا چاہیے یعنی دونوں ہونٹوں کو گول کرنا چاہیے اور کامل گولائی کے ساتھ انتہائی لطافت اور نرمی سے واولین کی آواز اس طرح نکالنی چاہیے کہ اگر اس پر کوئی مد کرنا چاہے تو کر سکے۔

واولین میں فی نفسہ اگرچہ مد نہیں ہے مگر انضمامِ شفقتین اور صوت میں نرمی و لطافت پیدا کرنے کی وجہ سے مد کی سی کیفیت اس میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے وجود سبب کے بعد اس پر مد کیا جاتا ہے اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ واولین چونکہ مستقل بالذات ہے اس لئے عند الکل اُسے ہر حال میں باریک اور مرقق پڑھنا چاہیے خواہ حرفِ منجم کے بعد واقع ہو یا مرقق کے بعد۔ کیونکہ واولین کے تقنیم کے کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ فَافْهَمُوا وَعَمَلُوا بِمَا نَقُولُ۔

الْقَاعِدَاتُ

أَوْ هُوَ، عَوْ حَوْ، غَوْ خَوْ، قَتَوْ كَوْ، جَوْ شَوْ
 يَوْ، ضَوْ، لَوْ نَوْ رَوْ، طَوْ دَوْ تَوْ، ظَوْ زَوْ ثَوْ،
 صَوْ زَوْ سَوْ، فَوْ بَوْ مَوْ وَّو

وَالْأَمْثَلَةُ

سَوْفَ، سَوْطٌ، خَوْفٌ، عَوْلٌ : قَوْلٌ، قَوْمٌ، يَوْمٌ، نَوْمٌ
 فَوْقٌ، ثَوْبٌ، مَوْتُ، مَوْجٌ : فَرَوْحٌ، جَوْتُ، يَوْمٌ، نَوْمَةٌ
 عَلَوًا، بَنَوًا، عَنَوًا، نَهَبَوًا : طَغَوًا، تَوَلَّوًا، تَهَنَّوًا، وَلَّوًا
 قَوْلًا، غَوْرًا، فَوْجًا، هَوْنًا : قَوْلًا، يَوْمًا، طَوْلًا، مَوْتًا
 فِرْعَوْنٌ، يَخْشَوْنَ، يَرْضَوْنَ : تَسْوِنٌ، تَهْوِنٌ، يَنْسَوْنَ
 يُسْقَوْنَ، تُجْرَوْنَ، مُرْجَوْنَ : يَسْعَوْنَ، يَدْعَوْنَ، تَخْشَوْنَ
 الْيَوْمَ، الْأَعْلَوْنَ، أَخْشَوْنِي : يَرَوْنَ، يَلْقَوْنَ، يَرَوْنَ

الْيَاءُ اللَّيْنَةُ

س : یاء لین کسے کہتے ہیں اور وہ کیسے ادا کی جاتی ہے ؟
 ج : دیکھتے یہ "سَمِيَّ" بِيَاءٍ لَيِّنَةٍ ہے یعنی جب یا ساکن ہو اور اس سے پہلے حرف
 پر زبر ہو تو اسے : بِيَاءٍ لَيِّنَةٍ : اور : بِيَاءٍ لَيِّنٍ : کہتے ہیں اور وہ اس زبر

والے حرف سے مل کر پڑھی جاتی ہے !

توضیح الجواب :- جاننا چاہیے کہ جب یاء ساکن ماقبل مفتوح ہو تو اسے : بِيَاءٍ لَيِّنَةٍ
 کہتے ہیں اور اس کے ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ یا ساکن سے قبل حرف مفتوح پر انفتاح
 نم و صوت سے تلفظ کرتے ہی یاء ساکن سے ملانا چاہیے اور یاء لین کی آواز انتہائی
 لطافت اور نرمی سے اس طرح نکالنی چاہیے کہ اگر اس پر کوئی مد کرنا چاہے تو کر سکے
 یاء لین میں بھی اگر چہ فی ذاتہ مد نہیں ہے مگر وسط لسان حنک اعلیٰ سے بہ سہولت
 لگانے اور صوت میں لطافت و نرمی پیدا کرنے کی وجہ سے اس میں مد کی سی کیفیت
 پیدا ہو جاتی ہے اور چونکہ یاء لین مستقل بالذات ہے اس لئے بالاتفاق ہمیشہ اور
 ہر حال میں باریک اور مرقق پڑھی جاتی ہے۔

الْقَاعِدَةُ

أَيُّ هَيُّ، عَيُّ حَيُّ، غَيُّ سَخِيٌّ، قَيُّ كَيُّ، جَيُّ شَيُّ يَيُّ، ضَيُّ
 لَيُّ نَيُّ رَيُّ، ظَيُّ دَيُّ قَيُّ، ظَيُّ ذَيُّ ثَيُّ، صَيُّ زَيُّ سَيُّ،
 فَيُّ بَيُّ مَيُّ وَئِيٌّ.

وَالْأَمْثَلَةُ

لَأَرْيَا، ضَيْرٌ، غَيْرٌ، كَيْفَ : حَيْثُ، قَضَيْتُ، صَيْفٌ، كَيْلٌ
 شَيْءٌ، خَيْرٌ، وَيْلٌ، عَزِيرٌ : شَعْبٌ، قَرِيشٌ، فَوَيْلٌ، رِيحٌ
 خَيْرًا، شَيْئًا، طَيْرًا، شَيْبًا : شَيْخًا، عَيْنًا، نَيْرًا، مَيْلًا
 إِلَيْهِ، عَلَيْهِ، لَدَيْهِ، أَبَوِيهِ : إِلَيْكَ، عَلَيْكَ، لَدَيْكَ، أَبَوِيكَ
 إِلَيْهِمْ، عَلَيْهِمْ، لَدَيْهِمْ : إِلَيْكُمْ، لَدَيْكُمْ، عَلَيْكُمْ

الْفَرْقُ بَيْنَ الْهَمْزَةِ وَالْأَلِفِ

س : ہمزہ اور الف میں کیا فرق ہے ؟

ج : ہمزہ اور الف میں فرق یہ ہے کہ ہمزہ با ضغظہ پڑھا جاتا ہے اور ہمیشہ یا تو متحرک ہوتا ہے یا ساکن بہ علامت سکون بخلاف الف کے کہ وہ بے ضغظہ اور نرم پڑھا جاتا ہے اور ہمیشہ ساکن یا قبل مفتوح ہوتا ہے !

توضیح الجواب : جاننا چاہیے کہ حروف عربیہ بجائے میں جیسا کہ تمہارے بالخارج والصفات ہوتا ہے اسی طرح تمہارے بالرسم والصورات بھی ہوتا ہے علیٰ ہذا ہمزہ اور الف مدہ میں بھی فرق و امتیاز دو طرح سے ہوتا ہے لفظاً و رسماً۔ لفظاً فرق یہ ہے کہ ہمزہ چونکہ مخارج محقق سے نکلتا ہے اور موصوف بہ صفت شدت ہے اس لئے ضغظہ سے ادا ہوتا ہے اور اس کی آواز مخارج میں بند ہو کر تحت ہو جاتی ہے

اور الف مدہ چونکہ غیر محقق مخرج سے نکلتا ہے اور موصوف بہ صفت رنحوہ ہے، نیز ہوا تیرہ بھی ہے اس لئے وہ ہمیشہ بے ضغطہ اور نرم پڑھا جاتا ہے اور اس کی آواز ہوا پر تمام ہوتی ہے۔ یعنی الف مدہ کی آواز مدہ اصوت یعنی ابتداء حلق سے لیکر حلق و فم کے پورے فضاء میں ممتد ہو جاتی ہے اور کسی جزو معین پر ر کے بغیر ہوا پر ختم ہو جاتی ہے۔

رسمًا فرق یہ ہے کہ الف مدہ عمودی صورت پر مرسوم ہوتا ہے اور ہمیشہ ساکن یا قبل مفتوح، بخلاف ہمزہ کے کہ وہ کبھی متحرک ہوتا ہے اور کبھی ساکن بعلامت جزم۔ نیز ہمزہ کی کوئی مستقل اور معین رسمی صورت مقرر نہیں ہے بلکہ وہ اپنی حرکت کے موافق یا ما قبل کی حرکت کے مطابق کبھی مرسوم بصورت الف ہوتا ہے، کبھی مرسوم بصورت واو، کبھی مرسوم بصورت پیا اور کبھی محذوف الرسم ہوتا ہے۔

دیکھئے جدول الذیل: أَيُّهَا الْقَرَّاءُ :-

وَالْهَمْزَةُ

أَقْسَامُ الْهَمْزَةِ

ا

الهمزة بصورتِ الألفِ
الهمزة بصورتِ الواوِ
الهمزة بصورتِ الياءِ
الهمزة محذوفة الرسمِ

ا ا ا ا ا ا ا ا ا ا
و و و و و و و و و و
ي ي ي ي ي ي ي ي ي ي
ء ء ء ء ء ء ء ء ء

الجزء السابع في مخارج الحروف

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

انقسام الحروف

س : حروف کی کتنی قسمیں ہیں ؟

ج : حروف کی دو قسمیں ہیں ایک حروف اصلیہ دوم حروف فرعیہ ،
توضیح الجواب : جانتا چاہیے کہ انقسام حروف باختلاف اوطان والسنہ کثیر ہیں
اور ان کی تعداد بھی مختلف ہے پھر ان کے مخارج و صفات میں بڑا فرق ہے لیکن
یہاں جو حرکتیں برکت ہیں وہ حروف ہے ایہ عربیہ قرآنیہ ہیں ، حروف فرعیہ
نہیں ہیں ، حروف عربیہ قرآنیہ دو قسم پر ہیں اصلی اور فرعی

الحروف المتحركة

س : حروف متحرک کتنے ہیں اور وہ کتنے ہیں ؟
ج : حروف متحرک واحد متحرک و جمع متحرک سے اور ہوتے ہیں اور متحرک
و صفات میں ہوتے ہیں ، انہیں حروف متحرک کہتے ہیں ، انہیں
متحرک اور جو متحرک ہجائز کے نام سے مشہور ہیں
توضیح الجواب : جانتا چاہیے کہ جزء خاص کے ابتداء میں حروف ہجائز

بیان ہو چکے ہیں وہی حروفِ ہجائیہ حروفِ اصلیتِ عربیہ کے نام سے موسوم ہیں اور جن سے لغتِ کلامِ فصیح مؤلف ہوتا ہے اور جو شخص ان حروف کے مخارج و صفات میں اتقان کامل حاصل کر لیتا ہے وہی تلفظِ بافصح اللغات پر قدرت رکھتا ہے۔

حروفِ ہجائیہ عربیہ اور ان سے مرکب کلام کو جو فضیلت و فوقیت علیٰ الالسنہ حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ کیونکہ یہ لغت عرب العرباء ہے جس پر قرآن کا نزول ہوا ہے۔ یہ لغت سید ولد عدنان ہے اور لغت اہل الجنة فی الجنة ہے۔ اسی واسطے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ أَحَبُّوْا الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ لَا فِي عَرَبِيٍّ وَالْقُرْآنِ عَرَبِيٌّ وَلِسَانُ أَهْلِ الْجَنَّةِ فِي الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ۔ نیز ان حروف کی ثن و عظمت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ کتاب اللہ انہی حروف سے مرکب ہے۔ انہی حروف سے سورِ مطولہ کا افتتاح ہوا ہے۔ انہی سے نبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرمایا گیا ہے۔ انہی حروف سے اللہ تعالیٰ نے قسمیں کھائی ہیں۔ انہی سے اس کے اسماء و صفات نازل ہوئے ہیں۔ انہی حروف سے توحید پہچانی جاتی ہے۔ انہی سے حجۃ اللہ علی المخلوق قائم ہوتی ہے اور انہی سے اشیاء عالم کا علم حاصل ہوتا ہے۔ فَطُوْبِي لِمَنْ جَوَّدَ الْحُرُوفَ الْبِجَائِيَّةَ الْاَصْلِيَّةَ وَاتَّقَنَهَا اتَّقَانًا كَامِلًا۔

الْحُرُوفُ الْفُرْعِيَّةُ

س : حروفِ فرعیہ کسے کہتے ہیں اور وہ کتنے ہیں ؟

ج : جو حروف مابین المخرجین سے ادا ہوتے ہیں اور مابین الحرفین متزود ہوتے ہیں، نیز وہ مستقل بالذات و صفات نہیں ہوتے ہیں، انہیں حروفِ فرعیہ کہتے ہیں۔

کتنے ہیں ! اور وہ دو قسم پر ہیں — فصیح اور غیر فصیح۔

توضیح الجواب :- جاننا چاہیے کہ حروفِ فرعیہ چونکہ دو مختلف متبیین مخرجوں سے متفرع ہو کر دونوں کے مابین سے ادا ہوتے ہیں اس لئے وہ نہ تو مستقل بالذات ہوتے ہیں اور نہ ہی کسی نخرج واحد کی طرف منسوب ہو سکتے ہیں، ایسا ہی چونکہ وہ دو مختلف و مشخص حرفوں کے امتزاج سے معرض وجود میں آتے ہیں اور دونوں کے مابین متزود ہوتے ہیں اس لئے دونوں کی مختلف صفات سے بہ یک وقت منصف ہوتے ہیں اسی وجہ سے وہ نہ تو مستقل بالذات ہوتے ہیں اور نہ ہی مخصوص صفات سے منصف ہو سکتے ہیں، پھر حروفِ فرعیہ دو قسم پر ہیں :- فصیح اور غیر فصیح قرآن کریم میں چونکہ حروفِ فرعیہ غیر فصیح وارد نہیں ہوئے ہیں اس لئے وہ متروک البحث ہیں۔



أَلْحُرُوفُ الْفَرَعِيَّةُ الْفَصِيحَةُ

س : حروف فرعیہ فصیحہ کسے کہتے ہیں اور وہ کتنے ہیں ؟

ج : جو حروف تبعاً لاوآء قبائل العرب در عایتہ للشیوخ والعلمان منزل من

اللہ ہیں اور جب زبل امین نے نبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی تعلیم

فرمادیتے ہیں انہیں حروف "فرعیہ فصیحہ" کہتے ہیں۔ اور وہ چار ہیں۔

توضیح الجواب : جاننا چاہیے کہ اہل عرب جیسا کہ نجد و حجاز اور شام و عراق

وغیرہ کے اطراف و اکناف میں منتشر تھے ویسے ہی مختلف قبائل مثل قریش، بنو

سعد، بنو تمیم، بنو ہذیل، بنو اسد، بنو ربیعہ، اور بنو قصاع وغیرہ میں منقسم تھے اور

جیسا کہ بین ابلاد لغات میں اختلاف تھا ویسا ہی بین القبائل بھی لغات میں اختلاف

تھا۔ پھر جیسا کہ لغات میں اختلاف تھا ویسا ہی اداء و تلفظ میں بھی اختلاف

تھا۔

منزل القرآن نے نزول قرآن کے وقت شفقتاً علی القبائل و تسہیلاً علی

الشیوخ والعلمان حروف فرعیہ فصیحہ بھی نازل فرمادیتے ہیں تاکہ بل لسان کو کسی قسم

کی دشواری نہ ہو اور وہ ایک درجے کی اداء سے روشناس ہو جائیں۔

جس طرح حروف کی دو قسمیں ہیں اسی طرح حرکات کی بھی دو قسمیں ہیں اصلیت

و فرعیہ۔ حرکات اصلیتہ بالاتفاق تین ہیں، فتح، کسرہ، ضمہ۔ اور حرکات فرعیہ بالاتفاق

دو ہیں حرکت ممالہ اور حرکت مشتمہ۔ حروف منزلہ فرعیہ فصیحہ جو وارد فی القرآن ہیں

عند القراء متعدد ہیں۔ لیکن بروایت حفص عن العاصم فقط چار ہیں۔

(۱) ہمزہ مسہلہ (۲) الف ممالہ (۳) الف مفخمہ (۴) لام مفخمہ جن کا بیان اپنے محل پر ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ

حروف کی اس تقسیم کے بعد اب مخارج حروف اصلیہ بتلانا مقصود ہے لیکن قبل اس کے مخارج کی بحث شروع کی جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لسان کے حصص اور اسان کی توصیف و تعریف اور تعداد و اسماء سے طلباء بخوبی کورڈینا کرایا جائے۔

ہم ترتیب میں لسان کو بہ چند وجوہ اسان سے مقدم رکھنا مناسب تصور کرتے ہیں :-

اولاً :- اس لئے کہ لسان بلحاظ خلقت اور باعتبار وضع اسان سے مقدم ہے ثانیاً :- اس لئے کہ لسان متحرک اور آواز دار ہے اور ناشغہ الحروف ہے۔

ثالثاً :- اس لئے کہ لسان کو بہ عز و شرف حاصل ہے کہ وہ بغیر اسان کے بھی نشأت

کنتی ہے کما فی آخوایہ الشیوخ الذہین

اللِّسَانُ

س : لسان کسے کہتے ہیں اور وہ کتنے حصص پر مشتمل ہے ؟

ج : اہل عرب زبان کو : لِسَانُ : کہتے ہیں اور : لِسَانُ : چھ حصص پر مشتمل ہے :

اَقْصَى لِسَانٍ — وَسَطِ لِسَانٍ — حَاذِئِ لِسَانٍ — طَرَفِ لِسَانٍ —

ظَهْرِ لِسَانٍ — رَاسِ لِسَانٍ -

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ : لِسَانُ : یعنی زبان ، قادرِ مطلق اور

خائنی حیوانات کے انعامات کثیرہ میں سے ایک عظیم الشان انعام ہے جو

جملہ حیوانات کو حسب خلقت عطا کی گئی ہے . لیکن جو لسان حضرت انسان

کو عطا کی گئی ہے ، وہ کسی دوسرے حیوان کو نصیب نہیں ہوتی ہے .

کیونکہ اسی لسان ہی سے حضرت انسان ، دیگر حیوانات کثیرہ سے جدا

اور ممتاز ہوا ہے — اور : حَيَوَانَ شَاطِقٌ : کے نام سے

موسوم کیا گیا ہے .

لسان ہی سے انسان اشرف المخلوقات قرار پا کر اعلیٰ تر میں مرتبہ پہنچا ہے

لسان ہی سے انسان صادق یا کاذب کے انقباب سے ملقب کیا جاتا ہے . لسان

ہی سے انسان فصیح یا غیر فصیح کی صفات سے موصوف کیا جاتا ہے . لسان ہی

سے انسان مافی الضمیر کا اظہار اور قول و قرار کرتا ہے . لسان اگر درست ہے تو عالم انشا

بیں امن و امان ہے ، لسان بگڑ جائے تو عالم انسانیت کا کارخانہ درہم برہم ہو جاتا ہے .

لسان کے اشرف الاعضاء ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے کہ اسی سے خالق

کائنات کی وحدانیت اور اس کے رُسل کی حقانیت کا اقرار ہوتا ہے . اسی سے

اس کے شرایع اور اس کے احکام کی افہام و تفہیم ہوتی ہے۔ اسی سے اس کی عبادات کا حلقہ ادا کی جاتی ہیں اسی سے صنایع مطلق کی حمد و ثناء کی جاتی ہے اور اسی سے اس کے جلیل القدر کلام قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے۔

لسان اپنی نرالی خلقت کی وجہ سے جس قدر نرم و نازک ہے اسی قدر سخت و مضبوط بھی ہے صنایع مطلق نے تیز و نوکدار ہڈیوں کے پیچھے ہیں اس کی تخلیق فرما کر اسے جو فرائض تفویض فرماتے ہیں وہ بھی عجیب و غریب جا لگاہ اور پرازہ خطر ہیں لیکن یہ فرمانبردار لسان اپنے فرائض کی بجا آوری میں ایک ثانیہ کے لئے بھی غافل نہیں۔ دانتوں کے اس مضبوط اور متحرک قلعہ میں محصور ہونے کے باوجود انتہائی ہوشیاری سے اپنے فرائض سرانجام دیتی ہے اشیاء خوردنی کو نہایت چستی سے کٹ کھانے والے دانتوں کے درمیان پہنچا کر سپرد کرتی رہتی ہے اور اپنے آپ کو بچاتی ہے اور اپنی حفاظت کرتی رہتی ہے۔

لسان انسانی ارے کی اس قدر فرماں بردار ہوتی ہے کہ جب وہ ارادہ کرنا ہے یہ فوراً حرکت میں آجاتی ہے اور انتہائی سرعت و پھرتی کے ساتھ مختلف حروف کے مختلف مخارج میں اپنے مخصوص حصص لگاتی ہے اور اپنی ساخت و خلقت کے مطابق حروف کی ادائیگی میں اعلیٰ کردار ادا کرتی رہتی ہے۔ ایک طرف لسان کی یہ ہوشیاری چستی و جلال کی اور پچھلی حرکتیں کیجئے کہ پورے اٹھارہ حروف کیلئے جا بجا دائیں بائیں اور پیچھے کی طرف کی طرح کی حرکتیں کرتی ہوتی اپنے ذائقہ مناسبتی اور سن سے کرنا کی مظاہرہ کرتی رہتی ہے تو دوسری طرف اس کی سیدھا جمعی اطاعت

انکساری دیکھتے کہ جب حروفِ مدہ مبدأ صوت سے سراٹھاتے ہیں اور فضاءِ حلق سے نکل کر جوفِ فم پرورد کرتے ہیں تو یہی چست و ہمالاک اور متحرک لسانِ تہنہ تسلیم خم کر دیتی ہے اور اپنے پورے جسم پر آنا فانا سکوت و سکون طاری کر دیتی ہے تاکہ حروفِ مدہ کے مرور میں کسی قسم کا خلل نہ واقع ہو جائے اور وہ پوری سلاستی کے ساتھ خلاءِ الفم سے گذر جائیں؛ فَبَارِكِ اللَّهُ حَسَنَ الْخَالِقِينَ۔

لسان کے اس مختصر تعارف کے بعد اب یاد رکھیے کہ لسان یعنی زبان مندرجہ

ذیل چھ حصص پر مشتمل ہے۔

اَقْصَى لِسَانٍ :- بر زبان "یہ وہ حصہ ہے جو لہات یعنی گورے کے متصل حنکِ اعلیٰ یعنی اوپر کے تالو کے بالمقابل ہے۔

وَسَطِ لِسَانٍ :- بیچ زبان "یہ وہ حصہ ہے جو کہ جہڑ زبان اور نوک زبان کے درمیان حنکِ اعلیٰ کے بالمقابل ہے۔

حَافَةُ لِسَانٍ :- کروٹ زبان "یہ وہ حصہ ہے جو کہ اضر اس علیا کے بالمقابل ہے۔

ظَرْفِ لِسَانٍ :- کنارہ زبان "یہ وہ حصہ ہے جو ثنابا، رباعی اور نیاب علیا کے بالمقابل ہے۔

ظَهْرِ لِسَانٍ :- پشت زبان "یہ وہ حصہ ہے جو راس لسان سے قدرے

وسط لسان کی طرف واقع ہے۔

رَاسِ لِسَانٍ :- نوک زبان "یہ وہ حصہ ہے جو فقط ثنابا کے بالمقابل ہے۔

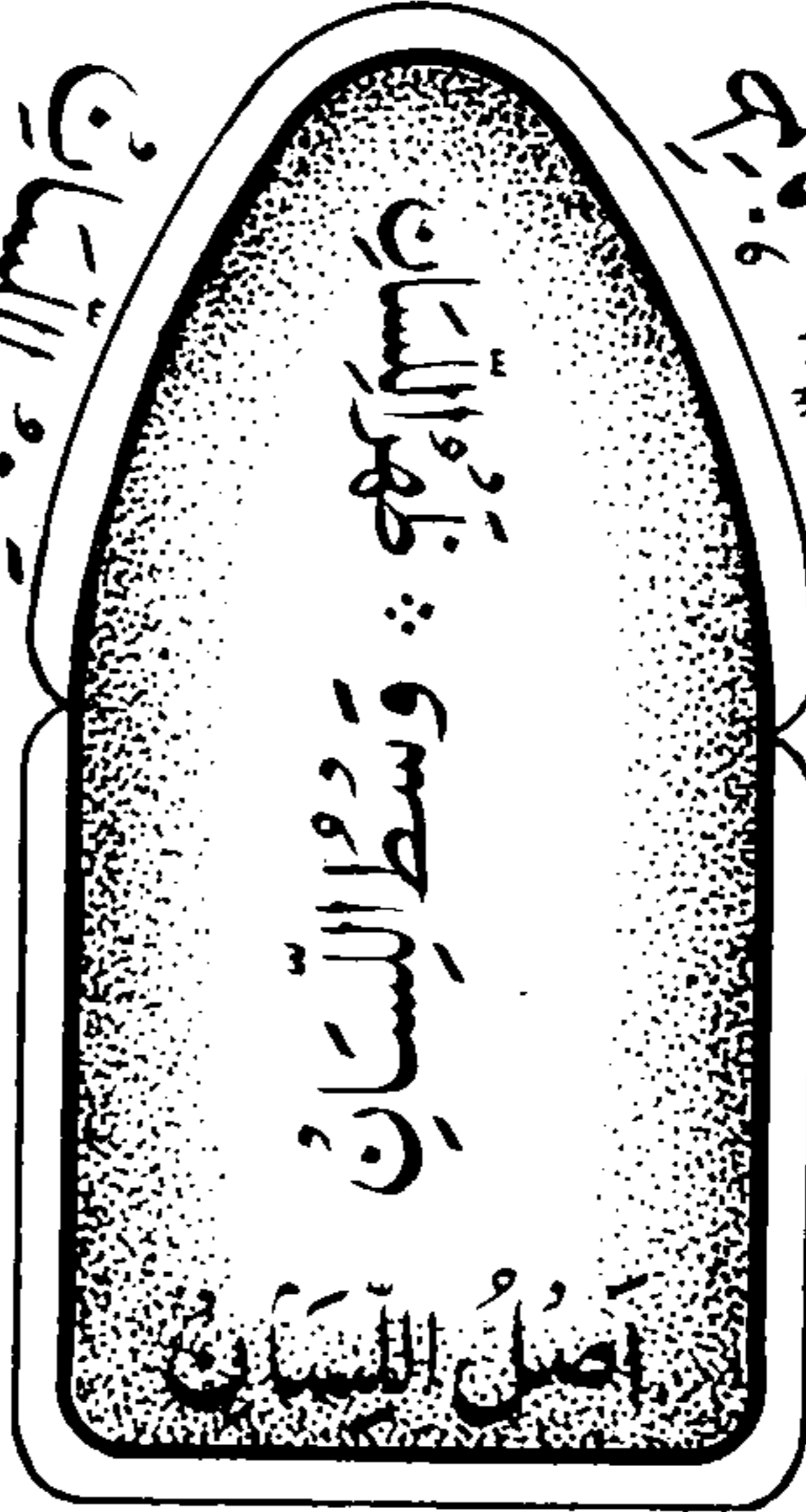


رَأْسُ اللِّسَانِ

طَرَفُ اللِّسَانِ

طَرَفُ اللِّسَانِ

حَافَةِ اللِّسَانِ



حَافَةِ اللِّسَانِ

مُورَةُ اللِّسَانِ

الْأَسْنَانُ

س : اسنان کسے کہتے ہیں اور وہ کتنے ہیں ؟

ج : اہل عرب دانتوں کو اسنان کہتے ہیں اور یہ عموماً ہر بالغ انسان کے منہ میں ۳۲

ہوا کرتے ہیں۔ سولہ اوپر اور سولہ نیچے۔

توضیح الجواب۔ جاننا چاہیے کہ اسنان یعنی دانت قادر مطلق اور خالق

الحيوانات کی صنعت گری کا اعلیٰ ترین نمونہ ہیں۔ یہ انسان کے لیے نہ صرف باعث

حسن و جمال ہیں بلکہ مدد تلفظ و کلام بھی ہیں و نیز ماضع و محلل طعام بھی، اسی وجہ سے

ان کے افعال بھی مختلف ہیں۔ کوئی قاطع الاشیاء ہیں کوئی کاسر الاشیاء اور

کوئی طحین الاشیاء یعنی کوئی کاٹنے کے کام آتے ہیں۔ کوئی توڑنے کے اور

کوئی پیسنے کے اسی واسطے ان کے نام بھی مختلف ہیں اور چونکہ حروف کے اداء

کرنے میں ان کا خاص تعلق ہوتا ہے بلکہ اکثر حروف بغیر دانتوں کے ادا ہی نہیں

ہو سکتے ہیں اس لئے ان کے نام یاد کرنے چاہیے تاکہ مخارج معلوم کرنے میں آسانی ہو۔

پس یاد رکھیے۔

ثَنَائِيَا۔ (جوڑا) جس کا واحد "ثَنِيَّةٌ" ہے یہ سامنے کے دو جوڑے جوڑے

دانتوں کا نام ہے اوپر کے دو کو ثَنَائِيَا عَلِيَا اور نیچے کے دو کو ثَنَائِيَا سُفْلِيَا

کہتے ہیں

رَبَاعِيَاتٌ۔ جس کا واحد "رَبَاعِيَةٌ" ہے یہ ثنائیات سے ملے ہوئے دانتیں

ہیں اوپر نیچے چار دانتوں کا نام ہے انکو اور ثنائیات کو مَقْوَعَاتٌ دانتوں کے نام بھی کہتے

ہیں

اَنِّيَابٌ: جس کا واحد "نَابٌ" ہے یہ رباعیات سے ملے ہوئے دائیں بائیں
اوپر نیچے چار دانتوں کا نام ہے ان کو اسِر (ٹوڑنیوالے) بھی کہتے ہیں۔

ضَوَاحِكٌ: جس کا واحد "ضَا حِكٌ" ہے یہ انیاب سے ملے ہوئے دائیں
بائیں اوپر نیچے چار دانتوں کا نام ہے یہ چونکہ منہ سے وقت ظاہر ہوتے ہیں اس لیے اس
نام سے موسوم ہوتے ہیں۔

طَوَاحِنٌ: جس کا واحد "طَاحِنٌ" ہے یہ ضوا حک سے ملے ہوئے دائیں بائیں
اوپر نیچے تین تین یعنی کل بارہ دانتوں کا نام ہے یہ چونکہ غذا پیستے ہیں اس لیے اس
نام سے موسوم ہوتے ہیں۔

نَوَاجِدٌ: جس کا واحد نَاجِدٌ ہے یہ طواحن سے ملے ہوئے سب سے آخر میں
دائیں بائیں اوپر نیچے چار دانتوں کا نام ہے یہ چونکہ جوانی کے ایام میں نکلتے ہیں اس لیے
نواجذ یعنی عقل کی داڑھ سے نام زد ہوتے ہیں۔ پھر ضوا حک، طواحن اور نواجذ کے
مجموعہ کو اضراس کہتے ہیں۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نیچے کے دانتوں میں سے صرف
ثنایا سفلی ہی مخارج کے کام آتے ہیں باقی کو مخارج سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ فافہم

یاد کی آسانی کیلئے جمال القرآن کی درج ذیل اشعار انتہائی موزون ہیں :-

ہے تعداد دانتوں کی کل تیس اور ڈو : : ثنایا ہیں چار اور رباعی ہیں ڈو ڈو

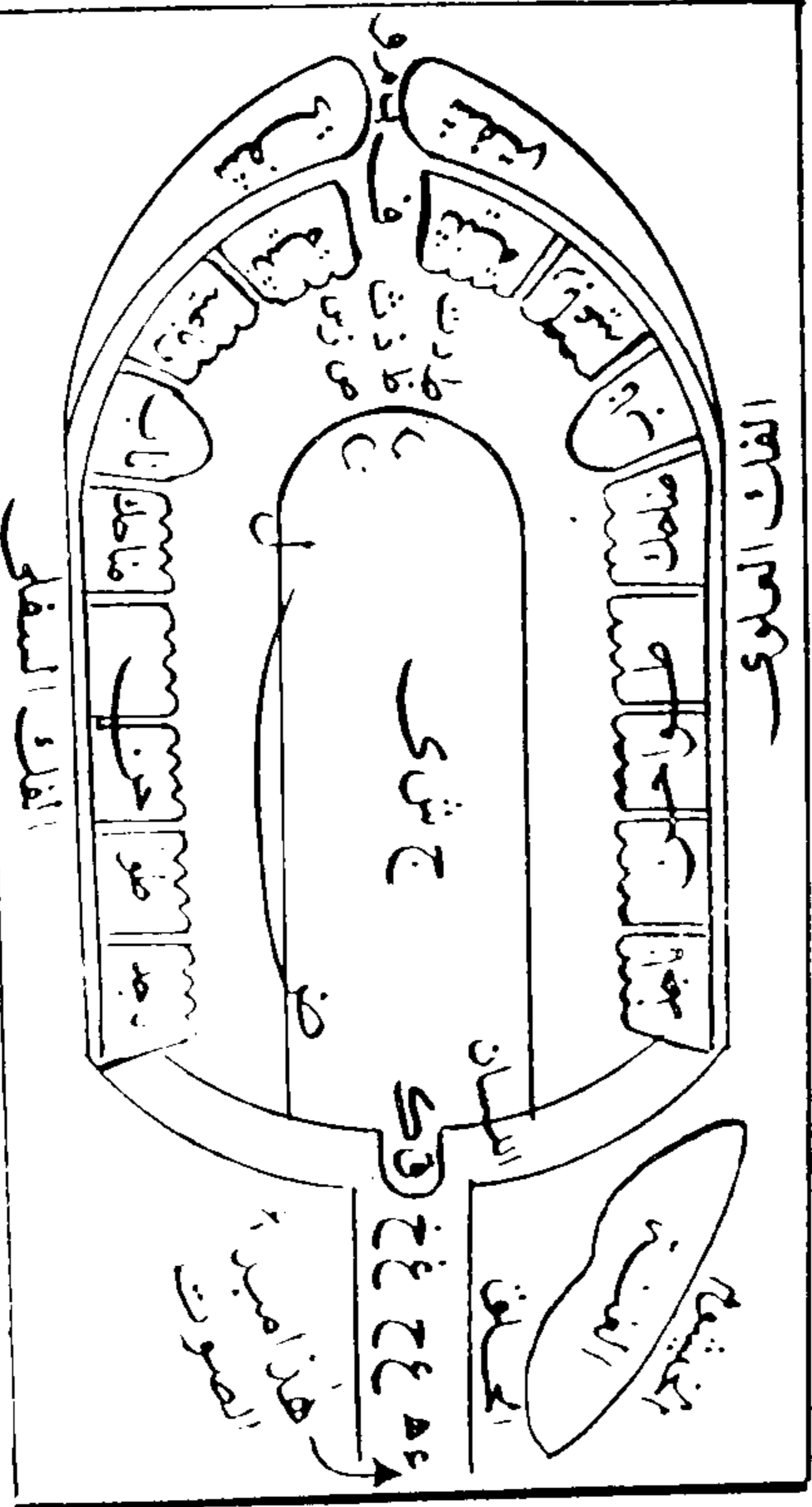
ہیں انیاب چار اور باقی رہے بیس : : کہ کہتے ہیں قراء اضراس انہیں کو

ضوا حک ہیں چار اور طواحن ہیں بارہ : : نواجذ بھی ہیں ان کے بازو ہیں ڈو ڈو

تفصیل مندرجہ ذیل اشعار سے واضح ہے۔

دانت اکثر منہ میں ہر انسان کے : ہوتے ہیں بتیس کل اسے نیک پے
 سامنے چوڑے سے ہیں جو دانت چار : ہیں ثنا یا نزد مرد با وقتار
 دو ہیں علیاً ان میں جو اوپر کے ہیں : اور سفلی ان میں دو نیچے کے ہیں
 ہیں رباعی چار پھر لے مرد نیک : ان کے ہر جانب میں جو ایک ایک
 ان کے پہلو میں ہے اک اک نوکدار : کہتے ہیں انیاب ان کو ہیں یہ چار
 اب ہے باقی جو ڈاڑھ میں بیس اور : نام ہے اضراس ان کا سن بنور
 چار کو ان میں صنوا حک جان لے : ہیں جو بالکل متصل انیاب کے
 باس جو ہیں ان کے بارہ اور نیز : کہتے ہیں ان کو طواحن اسے عزیز
 جن کی یہ تفصیل ہے مرد متین : دائیں بائیں نیچے اوپر تین تین !
 پھر نواجذ ان کے بازو میں ہیں چار : یاد کرے ان کو تو اسے باوقار

صورة قسم الانسان مبينا فيه مخارج الحروف



فإنسانی کی صورت، جس میں مخارج حروف بتلائے گئے ہیں

الَّتِي يَا أَعْلَى

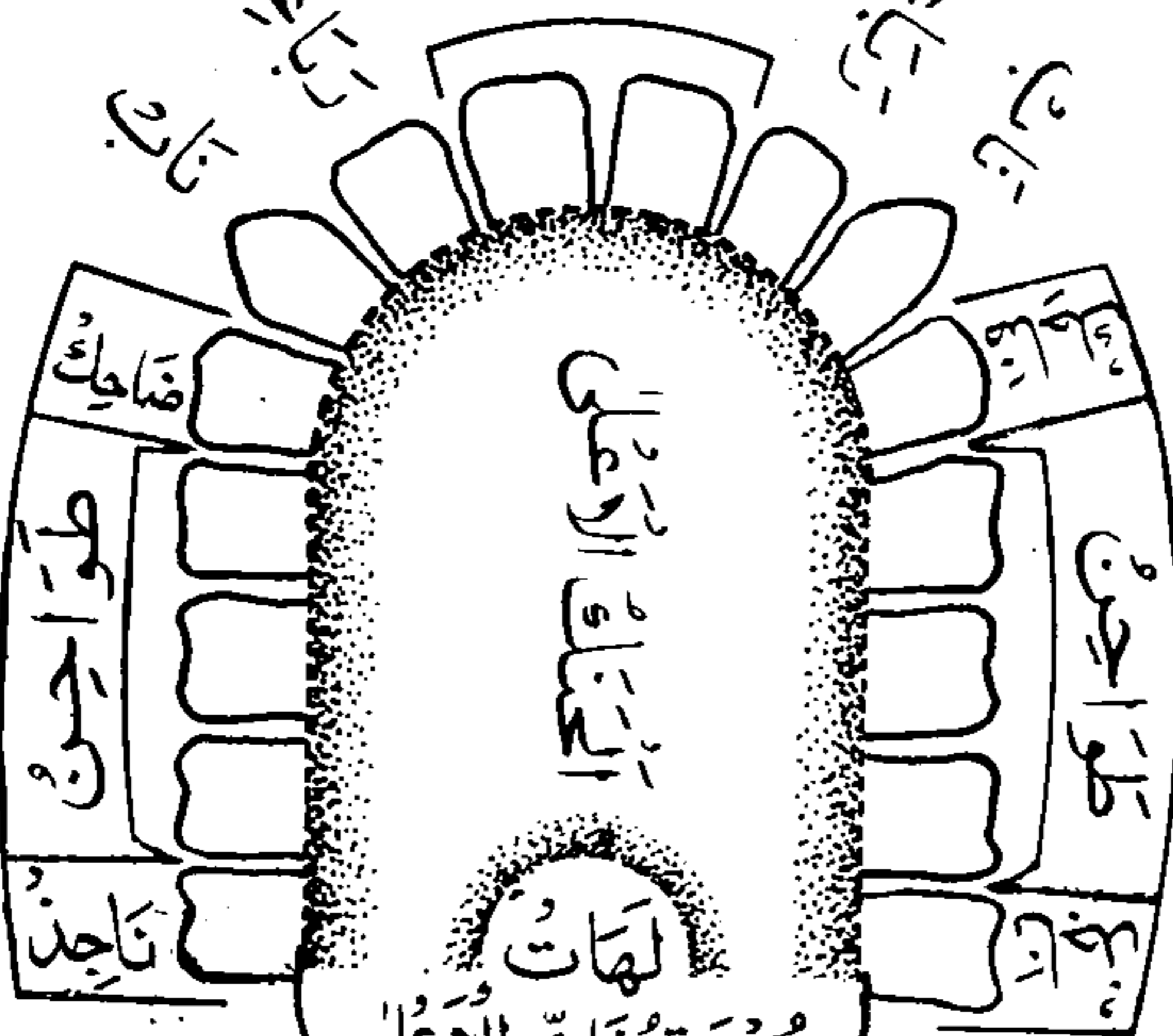
جاءت
بها
صحة
ربنا
عليه
السلام

ربنا
عليه
السلام

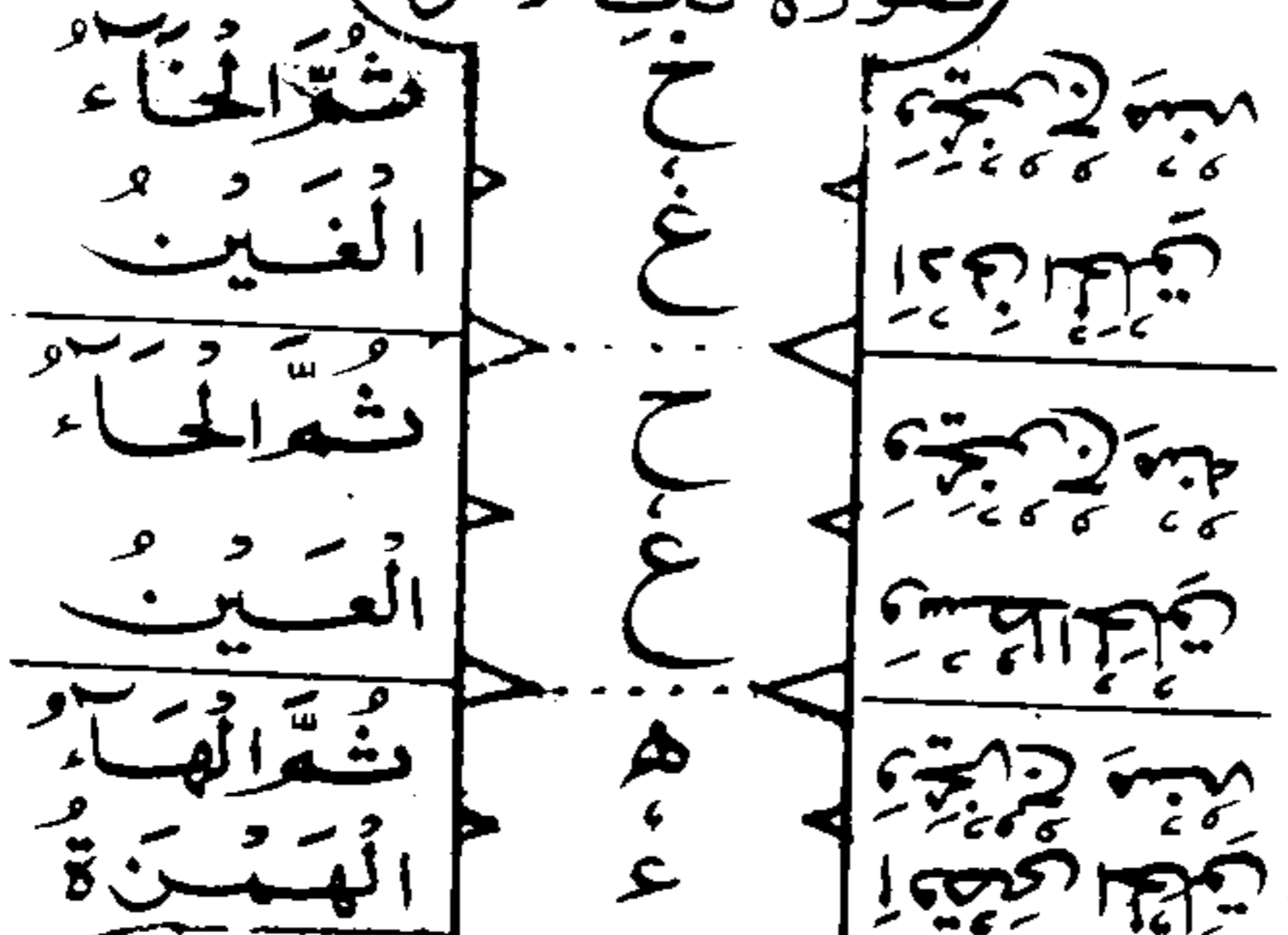
جاء

الأضراس العليا

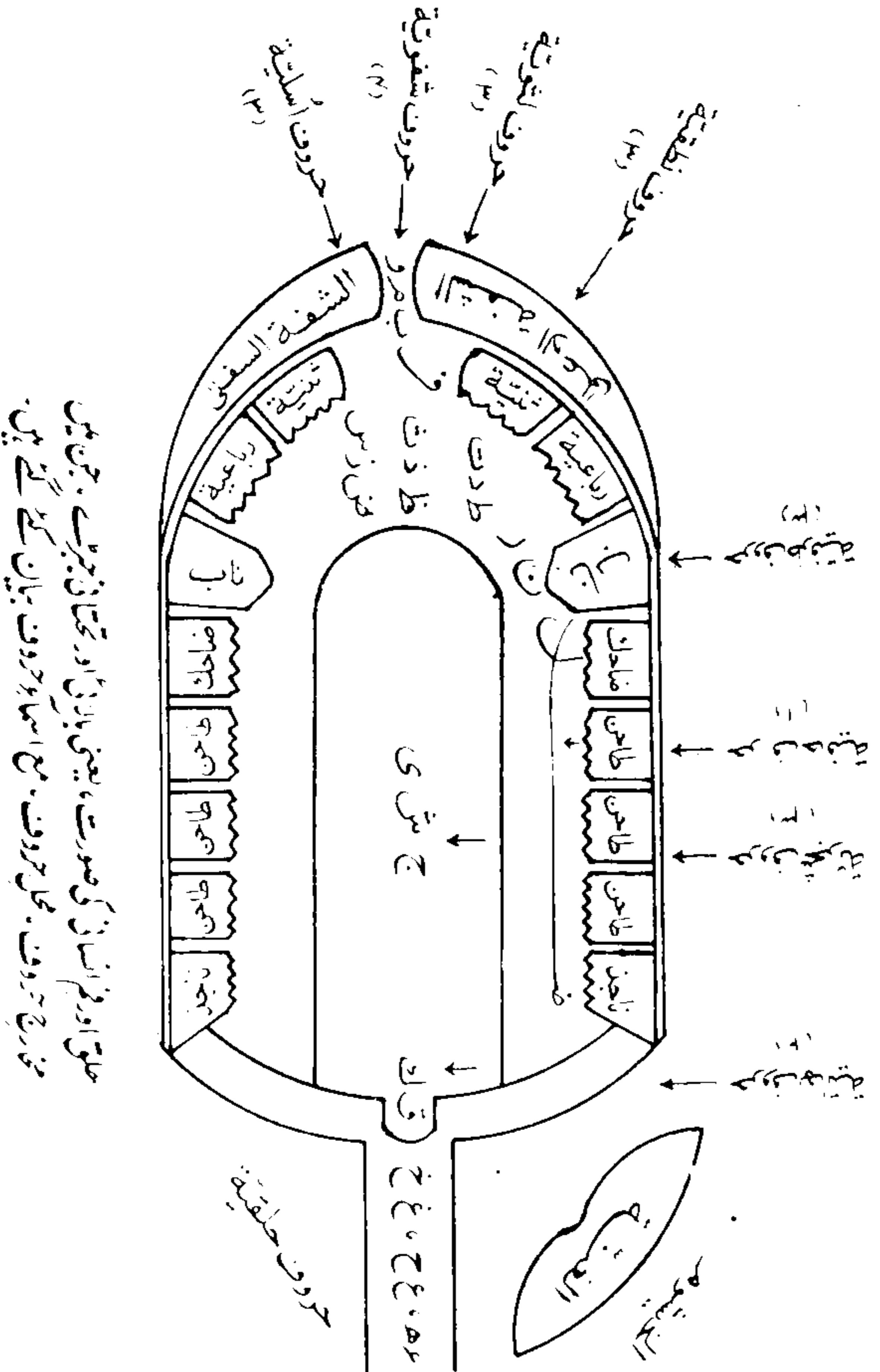
الأضراس العليا



لها
صورة فوق الأعلى



صورة الفك السفلي



صورة الحلق مع فك الاعلی وفك السفلی

حلق اور تم انسان کی صورت ، یعنی باہنی اور تحتانی جڑ سے . جن میں منہ سے حروف . محل حروف . مع اسماء حروف بیان کیے گئے ہیں .

الصَّوْتُ وَالنَّفْسُ

س : صَوْتُ کسے کہتے ہیں اور نَفْسُ کسے ؟

ج : سینے اور پھیپھڑوں سے جو ہوا منہ کی جانب خارج ہوتی ہے اگر وہ طبعی طور پر آرام سے اور ایسے انداز سے خارج ہو کہ مسموع نہ ہو۔ یعنی سنائی نہ لے تو اسے "نَفْسُ" یعنی سانس کہتے ہیں۔ اور اگر وہی ہوا منہ کے جانب خارج ہوتی ہے اجزاء حلق و فم وغیرہ میں مُتَمَرِّج ہو کر شدت اور گونج کے ساتھ خارج ہو کر مسموع ہو جائے تو اسے "صَوْتُ" یعنی آواز کہتے ہیں۔

توضیح الجواب : جاننا چاہیے کہ صوت باعتبار ضعف و قوت اور پستی بلندی در طرح کی ہوتی ہے۔ ایک صوت خفی کہ جس میں اجزاء حلق و فم باقاعدہ متحرک ہوتے ہیں اور حروف پورے طور پر ادا ہوتے ہیں اور جسے منکلم تو بخوبی سن سکتا ہے۔ مگر دوسروں کو سنائی نہیں دیتی تا وقتیکہ سننے کی کوشش بلیغ نہ کی جائے۔ دم صوت جہری کہ جس میں اجزاء حلق و فم پورے شدت کے ساتھ متحرک ہوتے ہیں اور جسے دوسرے بلا ارادہ نہ صرف سن سکتے ہیں بلکہ اس کے سننے پر مجبور ہوتے ہیں، پھر صوت جہری کے درجات باعتبار ضعف و قوت قاری بالکل مختلف اور جدا گانہ ہوتی ہے۔

صوت بھی خالق حیوانات کے انعامات کثیرہ میں سے ایک عظیم الشان انعام ہے۔ صانع مطلق نے جملہ حیوانات کو حسبِ خلقت و حیثیت اور حصہ تقدیر حتمی صوت سے نوازا ہے۔ اگر چار صوت بلند و کریمہ اور قلیح سے نوازا گیا ہے۔

إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ: تو ببل کو بھی صوت لطیف و حسین عطا کی گئی ہے، اگر مچھر کو صوت دی گئی ہے، تو نملہ اور حیوینی کو بھی صوت عطا کی گئی ہے۔ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسْكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٌ وَجِنُودُهُ وَهُوَ لَا يَشْعُرُونَ: فَتَبَسَّمْ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا پس یوں تو ہر حیوان و ہر منہ انسان چونکہ اشرف المخلوقات اور حیوانِ ناطق ہے، اس لئے اسے جو صوت و رعیت کی گئی ہے وہ اشرف الاصوات اور احسن الاصوات ہے۔

صوت کے حسن و فصح کا دار و مدار حلقوم پر ہوتا ہے اور حلقوم ساخت و خلقت کے لحاظ سے ہر فرد بشر کا جدا گانہ اور مختلف ہوتا ہے۔ اسی لیے ایک شخص کی صوت دوسرے شخص کے صوت سے بلکہ مطابقت نہیں رکھتی چنانچہ مشاہدہ کہ اگر ایک شخص خفی الصوت ہے، تو دوسرا جہیر الصوت، اگر ایک شخص کریمہ الصوت ہے تو دوسرا حسین الصوت، و فوق کل ذی حسن حسین ہے

اے خالق الاصوات جس کو حسن صوت ہمیں نعمت عظمیٰ سے نوازے اور جس قدر بھی حقہ صوت اُسے عطا کرے اسے چاہیے کہ حتی الامکان اس کی حفاظت کرنا رہے اور ایسے اعمال و افعال کے ارتکاب منشیات و مخدرات اور مسکنات و خامضات استعمال، اور ایسے اکل و شرب سے اجتناب کرنا ہے جو آلات صوت و نفس کیلئے مہلک ثابت ہوں خصوصاً جوانی لی بد عنوانی تباہ خوری اور شربِ دخان سے بچنا ہے کیونکہ یہ جہیزِ عصاب اور آلات صوت و نفس کیلئے انتہائی تباہ کن ثابت ہوتی ہیں اور بہت جلد زہرِ صوت کو بلکہ اصحاب الصوت کو بھی ناکارہ کر کے رکھ دیتے ہیں فَاجْتَنِبُوا يَا وَلِي الْأَصْوَاتِ :

الْمَخْرَجُ وَالْحَرْفُ

س : مخرج کسے کہتے ہیں اور حرف کسے ؟ -

ج : مخرج بروزن مَفْعَلُ کے لغوی معنی جلتے خروج کے ہیں یعنی کسی شے کے نکلنے کی جگہ کو مخرج کہتے ہیں اور اصطلاح بخودین میں حرف کے نکلنے کی جگہ کو مخرج کہتے ہیں یعنی اجزاء حلق و فم وغیرہ میں جس جگہ صوت رک کر بند ہو جائے یا بند ہو سکے تو اس جگہ کو مخرج کہتے ہیں اور جو صوت و آواز کسی مخرج سے نکلے اسے "حَرْفٌ" کہتے ہیں!

توضیح الجواب۔ جاننا چاہیے کہ مخرج علی وزن مَفْعَلٌ صیغہ ظرف ہے جیسا کہ غل

وَمَرْتَدٌ بمعنی جائے دخول ورتود صیغہ ظرف ہے

مخرج میں ہمیشہ بالمقابل دو عضواں کرتے ہیں اور دونوں کے عمل مشترک سے صوت معرض وجود میں آتی ہے چنانچہ ان دونوں مقابل اعضاء میں سے کبھی تو ایک عضو آ رہے دوسرے عضو پر ضرب لگاتا ہے اور صوت معرض وجود میں آجاتی ہے اور کبھی بیک وقت دونوں عضو آ رہے دوسرے پر ضرب لگاتے ہیں اور ایک دوسرے پر اثر انداز ہونے کی صورت میں صوت معرض وجود میں آجاتی ہے۔

پس عضوبین کی اس ضرب و تصادم سے جو صوت و آواز معرض وجود میں آ کر

ایک مخصوص قسم کی شکل و صورت اختیار کر کے مسموع ہوتی ہے اسے "حَرْفٌ" کہتے ہیں

حَرْفٌ کے لغوی معنی طرف اور کنارہ کے ہیں۔ کیونکہ کسی شے کی نمایاں

اور کنارہ "حرف" یعنی طرف ہوتا ہے اور اصطلاح اہل ادب اور بخودین

و قرآن میں وہ ۔۔

صَوْتُ اعْتَمَدَ عَلَى مَقْطَعِ آيٍ
مَخْرَجٍ مُّحَقَّقٍ، وَهُوَ أَنْ يَكُونَ
اعْتِمَادُهُ عَلَى جُزْءٍ مُّعَيَّنٍ مِّنْ
أَجْزَاءِ الْحَلْقِ وَاللِّسَانِ وَالشَّفَتَيْنِ
أَوْ مَقْطَعٍ مُّقَدَّرٍ وَهُوَ هَوَاءُ الْفَمِّ

ایک آواز ہے جو کسی مقطع یعنی مخرج محقق
پر معتمد ہو کر بند ہو: اور وہ اعتماد اس کا
اجزاء حلق و فم اور شفین کے کسی جز میں
پر ہو: یا وہ آواز ہے جو کسی مقطع مقدر
یعنی غیر معین پر معتمد ہو اور وہ ہوا الفم ہے

پس معلوم ہوا کہ مخرج کی دو قسمیں ہیں :-

۱: مَخْرَجٌ مُّحَقَّقٌ (۲) مَخْرَجٌ مُّقَدَّرٌ — — — — —
نسمیں ہیں :- ۱: حَرْفٌ مُّحَقَّقٌ ۲: حَرْفٌ مُّقَدَّرٌ

اگر صوت معتمد اور سموع کے متعلق یقین و برہان کے ساتھ کہا جاسکے اور
مشاہدہ کرایا جاسکے کہ وہ اجزاء حلق و فم اور شفین کی فلاں مخصوص جگہ سے برآمد
ہو کر پھر وہی جائے جہاں سے برآمد ہوتی تھی اسے مخرج مقدر کہتے
ہیں اور جو صوت مخرج محقق سے برآمد ہو کر حرف کی صورت اختیار کر لیتی ہے
اسے حَرْفٌ مُّحَقَّقٌ کہتے ہیں — — — اور اگر صوت سموع کے متعلق یقین و برہان کے
ساتھ نہ کہا جاسکے اور نہ ہی مشاہدہ کرایا جاسکے کہ وہ اجزاء حلق و فم اور شفین
یا خیشوم کی فلاں مخصوص جگہ سے برآمد ہوتی ہے تو اسے مخرج مقدر کہتے ہیں
اور جو صوت مخرج مقدر سے برآمد ہو کر حرف کی صورت اختیار کر لیتی ہے اسے حَرْفٌ مُّقَدَّرٌ
کہتے ہیں — — — یہاں حرف ماد حروف المعنی نہیں ہے یعنی ہن، من، علی، حی، وغیرہ
کہ کتب عربیہ میں مذکور ہے بلکہ اس سے مراد حروف المبسوط من الحروف الیہیاتیہ
ہیں یعنی: ا ب ت ث الخ مراد ہیں۔ فَتَدَبَّرُوا أَيَّهَا النَّظَرُونَ

الْمَخَارِجُ

س : مخارج کسے کہتے ہیں ؟

ج : مخارج جمع مخرج کی ہے اور مخارج حروف کیلئے بمنزلہ میزان و اوزان کہہ سکتے ہیں۔ حروف کی جانے خرد ج کے ساتھ ان کی حجم و کمیت اور مقدار بھی معلوم ہوتی ہے پھر اس خاص مقدار کی حفاظت کی جاتی ہے تاکہ حروف افراط و تفریط سے بچیں اور اپنے اپنے مخارج میں مصور و محفوظ رہیں۔

توضیح الجواب : جاننا چاہیے کہ اوراق سابقہ میں مخرج کی تعریف و توصیف

بیان ہو چکی ہے اور یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ حرف تصادم جسمین سے اداء ہوتا ہے، دیکھو

المخرج والحرف اب جاننا چاہیے کہ مخارج اپنی وسعت ہے تو حرف پورے مخرج میں ممتد ہوگا اور نہ اذنیوں کرے گا اور اگر مخرج میں فسق و تنگی ہے تو حرف مخرج میں محصور ہو کر رہ جائے گا اور نہ اذنی قبول نہیں کرے گا پس ہر حرف اپنے مخرج کے برابر ہوتا ہے۔

حروف متساویہ ہجاء چونکہ انتیس ہیں اس لیے مخارج بھی انتیس ہونے چاہیے

کیونکہ حقیقتاً ہر حرف کا مخرج الگ الگ ہے مگر بعض مخارج میں اس قدر قرب ہے

کہ ان میں باہم امتیاز و شواہ

محققین اور مجتہدین کرام تحقیق و تدقیق اور اختصار و امتحان کے بعد مختلف نتائج

پر پہنچے ہیں اور مختلف تعداد بتلاتے ہیں، پس اولاً مخارج دو قسم پر ہیں۔

(۱) کلی (۲) جزوی

مَخَارِجِ كَلْبِيَّةٍ :- یہ وہ بڑے بڑے مخارج ہیں جن میں متعدد جزئی مخارج ہوتے ہیں — اور یہ کلی مخارج تین ہیں :-

حَلَقُ ۛ لِسَانُ ۛ شَفَتَانُ :-

مَخَارِجِ جُزْئِيَّةٍ :- یہ وہ چھوٹے چھوٹے مخارج ہیں، جن سے ایک یا ایک سے زیادہ حرف نکلتے ہیں — اور جزئی مخارج کی تعداد میں تین قول ہیں اور ہر قول کا محقق الگ الگ ہے :-

۱ : قول یہ ہے کہ مخارج سترہ ہیں ایک جوف میں، تین حلق میں، دس لسان میں، دو شفقتین میں اور ایک خیشوم میں۔ یہ مذہب خلیل بن احمد، اکثر نحو تین اور اکثر قراء کرام کا ہے جن میں سے علامہ جزری رحمہ اللہ بھی ہیں۔

۲ : قول یہ ہے کہ مخارج سولہ ہیں یہ مذہب سیبویہ اور کئی متبعین کا ہے جن میں ولی الشاطبی رحمہ اللہ بھی شامل ہیں ان حضرات نے مخارج جوف ساقط کیا ہے اور اس کے حروف ثلاثہ کو دیگر مخارج پر تقسیم کر کے الف کا مخارج اس کے مبداء یعنی قصی حلق بتلایا ہے اور "یا" کا مخارج وسط لسان اور "واو" کا مخارج شفقتین قرار دیا ہے۔

۳ : قول یہ کہ مخارج چودہ ہیں یہ مذہب ابن کیسان اور قراء ابن زیاد وغیرہ کا ہے اور انہوں نے مخارج جوف مثل سیبویہ کے ساقط کیا ہے اور لام، نون، راء کا مخارج واحد گردانہ ہے، حاصل یہ کہ مجموعی طور پر مخارج پانچ جگہوں میں محسور ہیں جوف، حلق، لسان، شفقتان اور خیشوم میں، ان اوراق میں تبعا لجزری رحمہ اللہ مذہب خلیل بن احمد شیخ سیبویہ اختیار کیا گیا ہے اس لیے

بنا بر قول مختبر و معتبر سترہ مخارج بیان کئے جاتے ہیں لیکن قبل اس کے کہ مخارج
بیان کئے جائیں مخرج معلوم کرنے کا طریقہ سیکھنا چاہیے۔

سو مخرج معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس حرف کا مخرج معلوم کرنا مطلوب
ہو تو — اُسے ساکن کرنا چاہیے — اور اس سے قبل ایک ہمزہ متحرک
لگا کر — پھر اس پر تلفظ کرنا چاہیے — اور خیال رکھنا چاہیے کہ
اس کی آواز کہاں پر رکھ کر بند ہوتی ہے — پس بتلاتے ہوئے مخارج
کے مطابق جس جگہ اس کی صوت و آواز بند ہو جائے — تو وہی اس کا
مخرج ہے۔

الْمَخْرَجُ الْأَوَّلُ

س :- پہلا مخرج کیا ہے اور اس سے کون سے حروف نکلتے ہیں ؟
 ج :- پہلا مخرج حروفِ دہن، یعنی منہ کے اندر کا خلا ہے — اور
 اُس سے تین حروفِ مدہ نکلتے ہیں — یعنی الف ساکن بے جھٹکے
 ماقبل مفتوح : ک : ا : واو ساکن ماقبل مضموم : و : یاء
 ساکن ماقبل مکسور : ی : اور اس حالت میں ان تینوں کو حروفِ
 مدہ کہتے ہیں ۔

تَوْضِيْحُ الْجَوَابِ :- جاننا چاہیے کہ مخرجِ اوّل، یعنی پہلا مخرج خلا
 الفم، جوف الفم، جوفِ دہن، یعنی منہ کے اندر کا خلا ہے — اور
 اس سے تینوں حروفِ مدہ ادا ہوتے ہیں ۔

نیز جاننا چاہیے کہ ہر مسافت اور ہر مقدار کے لیے دو نہایتیں اور دو
 طرفیں ہوتی ہیں — یعنی ابتداء اور انتہاء ہوتی ہے — تو جب کسی
 ایک طرف کو ابتداء فرض کر لیا جائے تو دوسری طرف اس کی انتہاء ہوتی
 ہے ۔

وضع انسانی چونکہ علی الانتصاب اور عمودی ہے اس لئے سر جو کہ شرف
 الاعضائے اور منبع عقل و فہم ہے انسان کی ابتداء ہے — اور اس
 کے پاؤں اس کی انتہاء ہے ۔ یہ حقیقت مسلم، کہ وضع انسانی علی الانتصاب
 ہے اور جسم انسانی کی مسافت کی ابتداء سر اور انتہاء پاؤں ہے

— لیکن ہوا جو کہ مادہ صوت و حرف ہے وہ چونکہ داخل انسان سے خارج ہوتی ہے اس لئے اول اس کا آخر حلق ہے اور آخر اس کا اول شفقتین اس لئے علامہ جزری رحمہ اللہ نے وفاقاً للجمهور حروف کو باعتبار صوت ترتیب دی ہے اور تسمیہً مخارج کو باعتبار وضع اصلی۔ فتدبر۔

پھر یہ بھی جاننا چاہیے کہ حروف مدہ کا مخرج بوجہ مقدور اور غیر محقق ہونے کے سب سے آخر میں لانا چاہیے تھا مگر تبعاً للجزری سب سے مقدم کیا گیا ہے اس لئے کہ ان کا مخرج بمنزلہ کل الالجزء کے ہے اور یہ کہ حروف مدہ کا مخرج ثلاثہ پر مرور ہوتا ہے یعنی مدہ صوت سے لیکر حلق و لسان پر گذرتا ہوا خارج شفقتین پر منتہی ہوتا ہے۔ فافہم

الف ہمیشہ ساکن ماقبل مفتوح ہوتا ہے اس لئے ہمیشہ مدہ دہوایم ہوتا ہے بخلاف واو اور یاء کے کہ وہ کبھی متحرک ہوتے ہیں اور کبھی ساکن۔ ایسا ہی کبھی ماقبل حرکت ان کے موافق ہوتی ہے اور کبھی مخالفت۔ اسی وجہ سے ان دونوں کے مخرج حسب حالات مختلف ہوتے ہیں فافہم۔

حروف مدہ دہوایم تین ہیں۔

۱ : اَلِفُ : جبکہ ساکن بلا ضغطہ و بلا علامت جزم ہو اور اس سے پہلے حرف پر فتح ہو۔

۲ : وَاوُ : جبکہ ساکن ہو اور اس سے پہلے حرف پر ضم ہو۔

۳ : یَا : جبکہ ساکن ہو اور اس سے پہلے حرف پر کسر ہو۔

یہ تینوں حرف حروف مقدرہ ہیں اس لئے کہ مخرج مقدرہ سے ادا ہوتے

ہیں ان کو حروفِ بوقریہ کہتے ہیں اس لئے کہ یہ حروفِ الفم سے ادا ہوتے ہیں اور حروفِ مدہ بھی کہتے ہیں اس لئے کہ ان کی ذات میں مدیت ہے۔ نیز ان کو حروفِ ہوائیہ بھی کہتے ہیں، اس لئے کہ وہ ہوا پر تمام ہوتے ہیں، نیز: وہی: کا وجود مستقل بالذات ہے۔ مگر الف مدہ کا وجود مستقل بالذات نہیں ہوتا بلکہ وہ ماقبل کا تابع اور محتاج ہوتا ہے اور ماقبل کے اثنباع ہی سے وجود میں آتا ہے اور پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے اس لئے قاعدہ میں حروفِ مدہ ہوائیہ کو ادا کرنے کیلئے ماقبل کی حرکت کو اثنباع دے کر اس قدر کھینچنا چاہیے کہ وہ دو گنا ہو جائے اور خیال رکھنا چاہیے کہ خود حرفِ مدہ ہوائیہ کی آواز کسی جگہ رکنے نہ پائے بلکہ ہوا پر ختم ہو جائے نیز الف میں الفتحاقم و صوت یا میں انخفاض نم و صوت اور واو میں انضمام شفتین اور امامت صوت سے کام لینا چاہیے تاکہ مابین الحروفِ جدیدائی واقع ہو۔

الْقَاعِدَةُ

عَا — اُو — اِحَى : عَا — اُو — اِحَى

وَالْأَمْثَلَةُ

قَالَ ، حَالَ ، مَالَ : حَاقَ ، خَابَ ، ضَاقَ
 نَقُومُ ، قَلُوبُ ، ثَمُودُ : يَنْوُتُ ، يَنْوُوقُ ، هُوْدُ
 قَيْدٌ ، سَيْتٌ ، فَيْمٌ : غَيْضٌ ، حَيْلٌ ، رَيْحٌ

المَخْرَجُ الشَّارِحُ

س :- دوسرا مخرج کیا ہے اور اس سے کون سے حروف نکلتے ہیں ؟
خ :- دوسرا مخرج اقصیٰ حلق ہے اور اس سے دو حرف نکلتے ہیں ء اور ہا

تَوْضِيْحُ الْجَوَابِ :- جانا چاہیے کہ حلق کے تین حصے ہیں :-

۱ :- اَقْصَى الْحَلْقِ ۲ وَسَطُ الْحَلْقِ ۳ اَدْنَى الْحَلْقِ

اَقْصَى الْحَلْقِ :- یہ حلق کا وہ حصہ ہے جو سینہ کی طرف واقع ہے، یہ

خاص اُس حصہ اور اُس جگہ کو کہتے ہیں جہاں مبداءِ صوت ہے — یعنی
جہاں سے آواز کی ابتداء ہوتی ہے۔

اَقْصَى الْحَلْقِ :- یعنی ابتداء حلق سے بالترتیب دو حرف ادا ہوتے ہیں۔

ہمزہ اور ہا :- — ہمزہ تواء مرسوم بالالف ہو، تواء وہ مخدوف الرسم
ہو۔ اُ — اُ — اُ — اُ — اُ

قاعدہ میں ہمزہ منخرکہ سے کام لیتے ہوئے "ا" اور "ہ" کو انتہائی

لطافت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے — اور یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ان کے

ادا کے وقت ناف اور شکم کا کوئی حصہ ہلنے نہ پائے — کیونکہ ناف و شکم

سے حروف کا کوئی تعلق نہیں ہے، فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ

بیز ہمزہ کے ادا کرنے میں ارتفاعِ صوت — اور احتیاسِ صوت

و نفَس ضروری ہے — اور : ہا : کے ادا کرنے میں جَرَّ بَانَ صَوْتِ وَ نَفَسِ

اور انخفاض و اخفاءِ صوت لازمی اور ضروری ہے۔ تاکہ مابین الحرفین فرق و تمایز

واقع اور واضح ہو جاتے۔

الْقَاعِدَةُ

أَعٌ — إَعٌ — آَعٌ : أَعٌ — إَعٌ — آَعٌ
 آَأٌ — إَأٌ — آَأٌ : آَأٌ — إَأٌ — آَأٌ

أَهٌ — إَهٌ — آَهٌ : أَهٌ — إَهٌ — آَهٌ
 آَاٌ — إَاٌ — آَاٌ : آَاٌ — إَاٌ — آَاٌ

وَالْأَمْثَلَةُ

نَبَأٌ ، نَشَأٌ ، إِقْرَأٌ ، بَأْسٌ ، شَأْنٌ ، مَأْكُولٌ
 نَبِيٌّ ، هَبِيٌّ ، أَنْبِيٌّ ، أَنْبِيَهُمْ ، نَبِيَّهُمْ
 رَأْفَةٌ ، مَأْمَنَةٌ ، مُؤْمِنَةٌ ، لَوْلَوْ ، مُؤْمِنٌ ، مُؤَصَّدَةٌ

إِقْتِنِدَةٌ ، يَعْلَمَةٌ ، رَبِّيُّ ، عِنْدَةٌ ، لَعِبَرَةٌ ، بَهَجَةٌ
 تَرْفَعَةٌ ، يَعْبِدَةٌ ، بِفَضْلِهِ ، نَعِيدَةٌ ، أَرْجَةٌ ، رَبِّيُّ
 إِهْدِنَا ، إِهْبِطُوا ، أَهْلِنَا : أَهْدِنَا ، إِهْبِطَا ، أَهْمِنَا

المخرج الثالث

س: تیسرا مخرج کیلئے اور اس سے کون سے حروف نکلتے ہیں؟

ج: تیسرا مخرج وَسَطِ حلق ہے اور اس سے بھی دو حروف نکلتے ہیں ع، ح، جملہ

تَوْصِيحُ الْجَوَابِ: جاننا چاہیے کہ: مَا بَيْنَ الْبُعْدَيْنِ: کو "وَسَطٌ" کہتے ہیں لیکن

"وَسَطٌ" نہ فتح میں خاص اس جگہ کو کہتے ہیں جو بالکل درمیان میں واقع ہو پس

وَسَطِ حلق یعنی حلق کے بالکل درمیان سے بالترتیب دو حروف آدہ ہوتے ہیں ن، ع، ح، جملہ

قاعدہ میں ہمزہ متحرکہ سے کام لیتے ہوئے: ع، ح: کو نہایت لطافت کیساتف

ادا کرنا چاہیے، اور یہ خیال رکھنا چاہیے کہ ان کی ادا میں "تَوْصِيحُ" اور "تَقْيِيحُ"

کی سی کیفیت پیدا نہ ہونے پائے، بلکہ: ع: کی ادا میں "بَعْوَعَتُ" اور: ح:

کی ادا میں "بُجُوحَتُ" کی سی کیفیت پیدا کرنی چاہیے، تاکہ ما بین الحرفین فرق ظاہر

اور واضح ہو جائے۔

القاعدة

أع، أـح، أع، أـح : أع، أـح، أع، أـح

والأمثلة

إدْفَعُ، تَضَعُ، تَقَعُ : إَشْرَحُ، تَفْرَحُ، فَاصْفَحُ
تَسْعُ، تَنْتَعُ، يَقْطَعُ : تَفْتَحُ، الشُّحُّ، نَشْرَحُ

المَخْرَجُ الرَّابِعُ

س : چوتھا مخرج کیلئے اور اس سے کون سے حروف نکلتے ہیں ؟
 ج : چوتھا مخرج ادنیٰ حلق ہے اور اس سے بھی دو حروف نکلتے ہیں غ ، خ ۔ مخ مجر
 تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ : اَدْنَى الْحَلْقِ : حلق کا وہ حصہ ہے جو زبان
 کی جڑ کے بالکل قریب ہے ، اس سے بھی دو حروف ادا ہوتے ہیں : غ ، خ :
 مجر ۔ ان چھ حرفوں : ع ، ح ، ح ، غ ، خ : کو حروفِ حلقی کہتے ہیں ۔
 بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْحَلْقِ : اور حروفِ حلقی عند علماء المخارج بالاتفاق چھ ہیں
 حروفِ حلقی چھ سمجھائے باوفا : ہمزہ ، ہار عین و حار عین و خا

قاعدہ میں ہمزہ متحرکہ سے کام لے کر غ خ کو نہایت عمدگی سے ادا کرنا چاہیے
 اور یہ خیال رکھنا چاہیے کہ مخامر یعنی خرخر اسٹ کی سی کیفیت پیدا نہ ہو بلکہ غ میں بغوغت
 اور خ میں بخوخت کی کیفیت پیدا کرنی چاہیے تاکہ مابین الحرفین فرق واضح ہو جائے

الْقَلْعَةُ

أَغْ ، أَخْ ، أَعْ ، أَخْ : أَعْ ، أَخْ ، أَعْ ، أَخْ

وَالْأَمْثَلَةُ

بَلَّغٌ ، بَلَّغٌ ، يَبْلُغُ : مَغْفِرَةٌ ، مَغْرِمٌ ، الْمَغْضُوبُ
 يُنْفَخُ ، نَسَخٌ ، نَسَخٌ : أُخْتُ ، مَخْصَصَةٌ ، أَخْرَجَ

المَخْرَجُ الْخَامِسُ،

س :- پانچواں مخرج کیا ہے اور اس سے کون سا حرف نکلتا ہے ؟
 ج :- پانچواں مخرج اقصیٰ لسان — اور : لَهَاتٌ : کے متصل اوپر
 کا نالو ہے — اور اس سے : ق : نکلتا ہے — اور اس کو
 : لَمَاتِيہَ کہتے ہیں : لِخُرُوجِهَا مِنَ الرَّهَاتِ .

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ اقصیٰ لسان ، یعنی جڑ زبان جسے اصل
 لسان بھی کہتے ہیں یہ لسان کا پہلا مخرج ہے اور : ق : حروفِ لسانی
 کا پہلا حرف ہے . اس کو : لَمَاتِيہَ : کہتے ہیں بِالنِّسْبَةِ إِلَى اللَّهَاتِ

نیز جاننا چاہیے کہ ”المخرج الخامس“ سے بکر ”المخرج الرابع“ تک دس
 مخارج خاص لسان و انسان سے تعلق رکھتے ہیں . مگر ان کا انتساب لسان
 ہی کی طرف کیا جاتا ہے . اس لئے ان دس مخارج سے آداب ہونے والے
 حروف کو : حُرُوفُ اللِّسَانِ : کہتے ہیں . جیسا کہ حلق سے آداب ہونے والے
 حروف کو : حُرُوفُ الْحَلْقِ : کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے .

اسی طرح شَفِئِيْنُ سے آداب ہونے والے حروف کو : حُرُوفُ الشَّفِئِيْنِ :
 اور حُرُوفِ شَفْوِيَّہَ : کے نام سے موسوم کرتے ہیں . اگرچہ وہ شَفِئِيْنِ
 کے کسی حصہ اور جزیر کی طرف منسوب ہوں .

و علیٰ ہذا : خِيشُوم سے آداب ہونے والے حرف کو : حُرُوفِ خِيشُومِيَّہِ :
 کے نام سے نامزد کیا جائے گا . کیونکہ اہل آداب اور مجاہدین و قرآنیہ حرف کو اس کے

مخرج کی طرف منسوب کرتے ہیں اور یہ اِنْتِسَابُ الْحُرُوفِ اِلَى مَخَارِجِهَا: ایسا ہے جیسا کہ: اِنْتِسَابُ الْحُرُوفِ اِلَى الصِّفَاتِ الذَّاتِيَّةِ لِلْحُرُوفِ — فَافْتَهُمُوا اَيُّهَا الْقُرَّاءُ وَالْمُقَرَّءُونَ.

مزید — : جاننا چاہیے کہ لسان کی توضیح اور اس کے حصص کی تفصیل مع صورت و نقشہ، اور اوراق سابقہ میں گذر چکی ہے، دیکھئے: اللِّسَانُ وَصُورَةُ اللِّسَانِ — اب جاننا چاہیے کہ جر زبان کو: اَقْضَى اللِّسَانُ: اور: اَصْلُ اللِّسَانِ: کہتے ہیں۔

اَقْضَى لِسَانٍ: کے بالمقابل اُوپر کے تالو سے جو گوشت کا ٹکڑا نکلا ہوا ہے جسے اردو میں: گَوَّاءُ: کہتے ہیں — اسے عربی میں: لَهَاتٌ: لَحْمَةُ الْمَشْرِفَةِ: اور: لَحْمَةُ الْمَشْتَبِكَةِ: کہتے ہیں۔ وسط لسان: کے بالمقابل اُوپر کے تالو کو: اَلْحَنَكُ الرَّاعِي: کہتے ہیں: دیکھئے صُورَةَ فَكِّ الرَّاعِي:

اَلْحَنَكُ الرَّاعِي یعنی اُوپر کا تالو: اگرچہ عام ہے اور وہ: لَحْمَةُ الْمَشْرِفَةِ سے لے کر یعنی لہات اور کوئے سے لے کر: نَطْحُ الْغَارِ: تک پھیلا ہوا ہے اور وہ لسان کے تمام حصص پر حاوی ہے، اور اسے پورے طور پر دبانے کا ہے۔

لیکن یہاں پر مراد: اَلْحَنَكُ الرَّاعِي: وہ ہے جسے لَحْمَةُ الْمَشْتَبِكَةِ: بالکل متصل ہے، یعنی کوئے سے بالکل ملا ہوا ہے اور وہ: اَبْتِدَاءُ لِحْمَةِ الرَّاعِي کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے: فَافْتَهُمُوا اَيُّهَا الْمَقَرَّاءُونَ.

قاعدہ میں ہمزہ متحرکہ سے کام لے کر: ق: کو مفخم ادا کرنا چاہیے اور اس کے مخرج میں جیش دینا چاہیے تاکہ وہ منقلقل ہو کر نکلے۔

الْقَاعِدَةُ

أَقُ — إِقُ — أُقُ : أَقُ — إِقُ — أُقُ

وَالْأَمْثَلَةُ

ذُقُ ، فَافِرُقُ ، الْفَلَقُ : خَلَقُ ، عَلَقُ ، خَلِيقُ
أُقْتُلُوا ، نَقْتُلُ ، يَقْدِرُ : نَقْدِرُ ، رُقْنَا ، رَزَقْنَهُمْ

؛

الْمَخْرَجُ السَّادِسُ

س :- چھٹا مخرج کیا ہے — اور اس سے کونسا حرف نکلتا ہے ؟
 ج :- چھٹا مخرج بھی اقصیٰ لسان — اور اس کے بالمقابل اوپر کا
 نالو ہے — مکرفات کے مخرج سے کچھ مزہ کی جانب ہٹ کر ہے اور
 اس سے : ك : نکلتا ہے — اور اس کو بھی : لَهَا تِيَدٌ : کہتے ہیں۔
 لِخُرُوجِهَا مِنَ اللِّهَاتِ .

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ ”لَهَاتٌ“ کے متصل یعنی ”کوئے“ کے
 قریب اقصیٰ لسان، اور اس کے بالمقابل ”حَنَكِ اَعْلَى“ یعنی اوپر کے
 نالو سے بالترتیب اَوَّلًا : ق : اور اس کے بعد قدرے مزہ کی جانب ہٹ
 کر : ك : ادا ہوتا ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ ”کوئے“ کے قریب یعنی ”لَهَاتٌ“ کے متصل
 اقصیٰ لسان — اور اس کے بالمقابل ”حَنَكِ اَعْلَى“ سے بالترتیب
 اَوَّلًا : ق : اور اس کے بعد قدرے مزہ کی جانب ہٹ کر : ك : ادا
 ہوتا ہے۔

پس قاف کا مخرج : اَقْرَبُ اِلَى الْحَلْقِ : ہے — اور : ك :

کا مخرج : اَقْرَبُ اِلَى الْفَمِ : یعنی : اَسْفَلُ مِنَ الْقَافِ اِلَى الْفَمِ
 قَلِيلًا : فَافَهُمْ اَنْتَ وَمَنْ مَعَكَ اَيْهَا الطَّالِبُ .

ان دونوں کو یعنی : ق ، ك : کو : لَهَا تِيَدٌ : اور : لَهَا تِيَدٌ : کہتے

ہیں: بِالنِّسْبَةِ إِلَى اللَّهَاتِ، أَوْلِخُرُوجِهِمَا مِنْ مَّابَيْنِ
أَقْصَى اللِّسَانِ، وَاللَّهَاتِ.

قاعدہ میں ہمزه متحرکہ سے کام لیتے ہوتے: ق: كَوْمَفْنَمٌ وَمُقَلَقُلٌ
اور: ك: كَوْمَرَقٌ وَمَهْمُوسَةٌ ادا کرنا چاہیے تاکہ: مَابَيْنِ الْحَرْفَيْنِ:
تمايز اور جدائی بالمخرج واقع ہو.

قاعدہ میں ہمزه متحرکہ سے کام لیتے ہوتے: ك: كَوْمَرَقٌ ادا کرنا چاہیے
اور اس کے مخرج میں تھوڑا سا سانس جاری رکھنا چاہیے تاکہ وہ اپنے ہم
مخرج سے جدا اور ممتاز ہو جائے.

الْقَاعِدَةُ

اَكُّ اِكُّ اِكُّ : اَكُّ اِكُّ اِكُّ

وَالْمِثْلَةُ

اَسْلُكُ ، قَبْلِكَ ، ذَلِكُ : نَسْلُكُ ، عِنْدَكَ ، ذِكْرُكَ
صَدْرُكَ ، وَزْرُكَ ، ظَهْرُكَ : كَذَلِكَ ، رَكْبُكَ ، تَحْرِكُكَ

الْمَخْرَجُ السَّابِعُ

س : ساتواں مخرج کیا ہے — اور اس سے کونسے حروف نکلتے ہیں ؟
 ج : ساتواں مخرج وسط لسان — اور اُس کے بالمقابل اُوپر کا تالو ہے
 اور اس سے تین حروف نکلتے ہیں : ج ، ش ، ی : غیر مدہ —
 اور ان تینوں کو : حُرُوفِ شَجَرِيَّةٍ کہتے ہیں — لِخُرُوجِهَا
 مِنْ شَجَرِ الْقَمِّ

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ ماہین ، وَسَطِ اللِّسَانِ ، اور : حَنْكُ
 الرَّعْلِيِّ : سے بالترتیب تین حروف : ج ، ش ، ی : غیر مدہ اور ہونے
 ہیں یہ ترتیب ولی الشاطبی اور علامہ جزری رحمہما اللہ کی ہے ۔ ملا
 علی القاری نے امام مہدوی کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے : ش : کو : ج :
 سے مقدم قرار دیا ہے ۔

ترتیب مخارج جیسا کہ ابو شامہ رحمہ اللہ نے علامہ ابو عمرو الدانی رحمہ
 اللہ سے نقل کیا ہے حسبِ طبعِ سلیم و مستقیم ہوتا ہے جو عاری اور خالی عن
 التکلف ہو — پس علماء اداۃ کا اختلاف ترتیب مخارج میں اختلاف
 فِي حُكْمِ الطَّبَعِ الْمُسْتَقِيمِ : ہے ۔ قد برآئہا القاری ۔

جیم ، شین اور یاء غیر مدہ کو : حُرُوفِ شَجَرِيَّةٍ کہتے ہیں
 بِالنِّسْبَةِ اِلَى شَجَرِ الْقَمِّ :

قاعدہ میں : ج ، ش : پر ہمزہ منخرک — اور : ی : غیر مدہ پر ہمزہ

مفتوح لگا کر تلفظ کرنا چاہیے۔ اور یہ خیال رکھنا چاہیے کہ صوتُ الحرفِ
محصور فی المخرج ہو۔

الْفَاعِدَةُ

أَجُّ ، إِجُّ ، أُجُّ : أَجَّ ، إِجَّ ، أُجَّ ، أَجَّ ، إِجَّ ، أُجَّ
أَشُّ ، إِشُّ ، أُشُّ : أَشَّ ، إِشَّ ، أُشَّ ، أَشُّ ، إِشُّ ، أُشُّ
أَيُّ ، أَيُّ ، أَيُّ : أَيَّ ، أَيَّ ، أَيَّ ، أَيُّ ، أَيُّ ، أَيُّ

وَالْأَمْثَلَةُ

أَخْرَجَ ، أَخْرَجَ ، أَخْرَجَ : أَخْرَجَ ، أَخْرَجَ ، أَخْرَجَ ، أَخْرَجَ ، أَخْرَجَ ، أَخْرَجَ

مُشْرِكِينَ ، مُشْفِقِينَ : الْمَشْرِقُ ، كِمَشْكَةٍ

وَيْلٌ ، خَيْرٌ ، قَرِينٌ : غَيْرٌ ، طَوْرًا ، الصَّيْفُ

بَيْنَ يَدَيْ : وَيَكَاثُهُ ، ذَوَاتِي

الْمَخْرَجُ الثَّامِنُ

س :- آٹھواں مخرج کیا ہے — اور اُس سے کونسا حرف نکلتا ہے ؟
 ح :- آٹھواں مخرج حافِ لسان — اور اس میں علیا کی حرکت —
 اور اس سے : ض : نکلتا ہے ، اس کا نکالنا بائیں طرف سے آسان
 ہے اور دائیں طرف سے مشکل — اور دونوں طرف سے بیک وقت
 نکالنا بھی صحیح ہے مگر بہتر یہی شکل ہے — اور اس کو : حَافِيَةٌ
 کہتے ہیں ، يَخْرُوجُ مِنْ حَافَةِ اللِّسَانِ .
 تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیئے کہ حافر لسان کا اول حصہ وہ ہے
 جو حلق سے متصل ہے — اور آخر حصہ وہ ہے جو خارج کی طرف متحرک
 کے بالمقابل ہے ، دیکھئے صَوْرَةَ اللِّسَانِ .

پس : ض : کا مخرج ما بین حافر لسان — اور اصولِ اصرا اس
 علیا ہے . جانبِ اَیْر سے اَسْرَلٌ واکثر — جانبِ اَیْمَن سے
 اَصْعَبٌ وَاَقْلٌ — اور جانبِ اَیْمَن سے اَعَزُّ وَاَعْسَرُ ادا ہوتا ہے
 اور اُسے : حَافِيَةٌ کہتے ہیں : بِالنِّسْبَةِ اِلَى حَافَةِ اللِّسَانِ .
 النَّبِيُّ الْاُمِّيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور عمر بن الخطاب رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ "ضاد" کو بیک وقت حافِین سے یعنی جانبِ اَیْمَن سے ادا
 فرمایا کرتے تھے ، وَفِي الْجُمْلَةِ هِيَ اَصْعَبُ الْحُرُوفِ وَاَشَدُّهَا
 عَلَى اللِّسَانِ .

ضاد کو صحیح ادا کرنے کیلئے حسبِ طبیعت کسی ایک جانب شروع مخرج سے آخر مخرج تک یعنی حاذِ لسان کو پورے اضر اس علیا سے لگانا چاہیے۔ اور ارتفاعِ اقصیٰ لسان — اور وسطِ لسان سے پورے حنکِ اعلیٰ کو ڈھانک لینا چاہیے تاکہ صوتُ الضادِ مخرج میں مُتَمَدٌ اور مُفْتَحٌ ہو کر نکلے۔ اس انداز سے ضاد ادا کرنے میں صوتُ الضادِ کسی قدر مشابہ بصوتِ الظاءِ ضرور ہوگی، لیکن خالص اور عین ”ظاء“ نہ ہوگی۔ اس لئے کہ اعتمادِ صوت اور آواز کا لگاؤ ”ضاد“ کے مخرج میں ہے۔ ”ظاء“ کے مخرج میں نہیں ہے — اور بتدایا جا چکا ہے کہ ہر حرف اپنے مخرج کے مساوی ہوتا ہے — ضاد کا مخرج پانچ عظیم دارِ طہاں میں، بخلاف ”ظاء“ کے کہ اس کا مخرج فقط ثنایا علیا ہے۔ ایسا ہی صوتُ الضادِ، مثلاً بصوتِ الدالِ بھی نہ ہوگی کیونکہ ضاد کا مخرج طویل ہے اور ”دال“ کا مخرج ضیق و تنصیر۔ ضاد مُتَمَدٌ فی المخرج ہوتا ہے اور ”دال“ مَحْضُورٌ فی المخرج — ضاد میں امتداد و جریانِ صوت پایا جاتا ہے — اور ”دال“ میں اجتناب و انقطاعِ صوت — فَتَدَبَّرُوا أَيُّهَا الْمَكْرُودُونَ۔

ضاد: کو ادا کرنے کیلئے ہمزہ متحرکہ سے کام لیکر بار بار تلفظ کرنا چاہیے اور یہ خیال رکھنا چاہیے کہ صوت ”ضاد“ مُتَمَدٌ و مُطَوَّلٌ فی المخرج ہو کر نکلے — نیز ”ضاد“ کو ارتفاعِ اقصیٰ لسان اور اقصیٰ وسطِ لسان اِلَى الْحَنَكِ الرَّعْلِيِّ کے ذریعے مُفْتَحٌ کرنا چاہیے۔

التَّعَايِدَةُ

أَضُّ، إِضُّ، أُضُّ : أَضُّ، إِضُّ، أُضُّ

وَالْأَمْثَلَةُ

أَعْرَضُ، إِحْفِضُ، أَرْكُضُ : مَرَضُ، عَرَضُ، يَفْضُضُ
أَضَلَّنَ، نَضْرِبُ، إِضْرِبُ : يَقْبِضُنَ، مَضْطَرِكُمْ، مَضْطَرَّ

المَخْرَجُ التَّاسِعُ

س : نواں مخرج کیا ہے — اور اس سے کون سا حرف نکلتا ہے ؟
 ج : نواں مخرج طرفِ لسان — اور ضاحک، ناب، رباعی اور ثنایا
 علیا کے مسورھے ہیں — اس سے ل : نکلتا ہے — وائیں طرف
 سے آسان ہے اور بائیں طرف سے مشکل — دونوں طرف سے بیک
 وقت نکالنا بھی صحیح ہے مگر بہت ہی مشکل — اس کو : طرفیہ
 کہتے ہیں : لِخُرُوجِهَا مِنْ طَرَفِ اللِّسَانِ
 تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جانتا چاہیے کہ ”طَرَفٌ“ لسان کا وہ حصہ
 ہے جو : ضاحک، ناب، رباعی، اور ثنایا علیا کے بالمقابل واقع ہے
 پس : ل : بائیں طرفِ لسان — اور لثَرٌ ضاحک، ناب، رباعی
 اور ثنایا علیا سے مَا عِلَّاءٌ إِلَى الْعُنُقِ كَالْعَلَى ادا ہوتا ہے —
 جانبِ اَیْمَنٍ سے اَسْرَدٌ واکثر جانبِ اَیْسَرٍ کے اَصْعَبٌ وَاَقْلٌ
 اور طرفین سے یعنی جانبین سے اَعَزُّ وَاَعْسَرٌ ادا ہوتا ہے — اور
 اسے : طَرَفِيَّةٌ کہتے ہیں — بِالنِّسْبَةِ إِلَى طَرَفِ اللِّسَانِ
 وَهِيَ اَوْسَعُ الْمَخْرَجِ مِنَ الْحُرُوفِ.

لام کو ادا کرنے کے لئے ہمزہ متحرک سے کام لیکر حسبِ طبیعت کسی ایک
 طرف کنارہ زبان کو : ضاحک، ناب، رباعی اور ثنایا علیا کے مسورھوں سے
 نہایت نرمی کے ساتھ لگانا چاہیے تاکہ : ل : اپنے مخرج کے مساوی ہو کر نکلے

کیونکہ ضاد کی طرح لام بھی وسیع المخرج بلکہ اوسع المخرج ہے۔
 ہمزہ متحرک سے کام لے کر لام کو ادا کرنا چاہیے۔ اور یہ خیال رکھنا چاہیے
 کہ اس کے مخرج سے زبان ہٹنے نہ پائے تاکہ اصوات اللام مخرج میں جاری رہے
 اور وہ منقطع ہو کر منقطع نہ ہو جائے۔

الْقَاعِدَاتُ

اَلٌ — اِلٌ — اُلٌ : اَلٌ — اِلٌ — اُلٌ

وَالْأَمْثَلَةُ

قُلٌ ، بَدٌ ، هَدٌ : أَفْعِلٌ ، إِعْمَلٌ ، ادْخُرْ
 أَقْتُلْ ، أَقْبِلْ ، ادْخِلْ : أَمِهْلْ ، تَعْمَلْ ، تَفْعَلْ

المَخْرَجُ الْعَاشِرُ

س: دسواں مخرج کیا ہے — اور اُس سے کونسا حرف نکلتا ہے؟
ج: دسواں مخرج طرفِ لسان — اور: ناب، رباعی اور ثنایا علیا کے مسورھوں
ہیں۔ اس سے: ن: مُظْهَرٌ نکلتا ہے — اس کو بھی: طَرْفِيَّةٌ:
کہتے ہیں، لِخُرُوجِهَا مِنْ طَرَفِ اللِّسَانِ

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ: جاننا چاہیے کہ: ن: نابین طرفِ لسان — اور
ناب، رباعی اور ثنایا علیا کے مسورھوں سے: مَا إِذْ أَرَى إِلَى مَا تَحْتَ
الذَّامِّ: ادا رہتا ہے، اس کو بھی: طَرْفِيَّةٌ کہتے ہیں، بِالنِّسْبَةِ إِلَى
طَرَفِ اللِّسَانِ

نیز جاننا چاہیے کہ یہ مخرج ”نون مُظْهَرٌ“ کا ہے، نونِ مُخْفَاةٌ کا نہیں
ہے: إِنَّ النُّونَ الْمَخْفَاةَ هِيَ عِنْدَ مَخْرَجِهَا الْغَيْشُومُ وَهِيَ مِنَ
الْحُرُوفِ الْمُنْفَرِجَةِ: جس کا مخرج آخر میں آ رہا ہے فَافْرَمٌ وَأَنْظَرٌ
هَنَّاكَ

نون کو ادا کرنے کے لئے بھی بجز مخرج سے کام لیکر حسبِ طبیعت کسی
ایک طرف کنا رة زبان کو: ناب، رباعی اور ثنایا علیا کے مسورھوں
سے نرمی کے ساتھ لگانا چاہیے تاکہ نون اپنے مخرج کے مساوی ہو کر نکلے۔
نیز یہ خیال رکھنا چاہیے کہ نون کے مخرج سے زبان ہٹنے نہ پائے تاکہ صَوْتُ
النُّونِ جاری رہے اور وہ منقطع ہو کر متماثل نہ ہو جائے۔

الْفَاعِلَةُ

أَنْ — إِنْ — أَنْ — إِنْ — أَنْ

وَالْأَمثلةُ

مَنْ، مِنْ، عِن، كُنْ : لِيَكُنْ، إِمِنْ، أَيْسُنْ، اسْكُنْ
 مِنْهُ، عِنْدَهُ، أَخْنَهُ : مِنْهُمْ، عِنْدِهِمْ، انْعَمِتْ

نَحْنُ، نَضْرِبُ، نَجْعَلُ : نَقْعِدُ، نَقْتَرُ، نَشْبُ
 مَلَّةً، نَخْلُهُ، نَضْرَهُ : نَصْرِفُهُ، نَصْرُ، نَسْمُ

ضَرَبْنَا، جَعَلْنَا، قَتَلْنَا : نَعَلْنَا، صَعَلْنَا، قَطَلْنَا
 وَجَدْنَا، ذَهَبْنَا، دَخَبْنَا : خَرَبْنَا، أَخْرَبْنَا، خَرَبْنَا

المخرج الحادی عشر

س : گیارہواں مخرج کیا ہے — اور اس سے کونسا حرف نکلتا ہے ؟
 ج : گیارہواں مخرج بھی طرفِ لسان — اور : ناب ، رباعی اور ثنابا
 علیا کے مسورھے ہیں — اس سے : سا : نکلتی ہے ، اس کو بھی
 طَرَفِيَّةٌ کہتے ہیں . يَخْرُوجُهَا مِنْ طَرَفِ اللِّسَانِ .

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ : سا : کا مخرج ہو ہونون ہی کا
 مخرج ہے یعنی مابین طرفِ لسان — اور ثناب ، رباعی اور
 ثنابا علیا ہے — لیکن اس میں ظہرِ لسان یعنی پشتِ زبان کو بھی دخل ہے
 مراد ظہرِ لسان سے زبان کا وہ بالائی حصہ ہے جو وسطِ لسان اور راسِ لسان کے
 مابین واقع ہے ، دیکھئے ، صُورَةُ اللِّسَانِ — رآہ کو بھی : طَرَفِيَّةٌ
 کہتے ہیں : بِالنَّبْتِ إِلَى طَرَفِ اللِّسَانِ .

ہمزہ منخرکہ سے کام لے کر ساء کو آواز کرنا چاہیے — اور اس
 کے آواز کے وقت راسِ لسان میں مرۃً وَاَحَدَةً عَشْرَةَ کی سی کیفیت پیدا کرنی
 چاہیے تاکہ صوتِ الرَّاءِ مکرر ہو کر نکلے — لیکن اگر وہ مشدد ہو ، تو رعشہ کی
 کیفیت قدرے زیادہ ہونی چاہیے تاکہ راء بحسن و خوبی آواز ہو — اور
 اس کے آواز میں یہ خیال رکھنا چاہیے کہ اس کی آواز منقطع ہو کر مقلقل
 نہ ہو جائے — کیونکہ راء میں تکریر تو ہے لیکن قلقلہ نہیں ہے — اور تکریر
 قلقلہ میں بڑا فرق ہے جسے ماہرین فن ہی جانتے ہیں ۔

الْقَاعِدَةُ

أَرَادُ : أَرَادُ : أَرَادُ

وَالْأَمْثَلَةُ

فَاعْفِرْ، اسْتَغْفِرْ، وَكَفَرَ : تَسْتَغْفِرُ، فَكَبِيرٌ، فَظَهَرَ
بِمُصِيطَرٍ، فَذَكَرَ، مُذَكَّرٌ : وَنَهَرَ، مُقْتَدِرٌ، مِنْهُمْ

الْحُرُّ، بِالْحُرِّ، فِي الْحَرِّ : ابْنُ الْمَقْرَ، الْمُسْتَفْرَّ، وَامْرَأَةٌ
مُسْتَمِرٌّ، مُسْتَفْرٌّ : مُسْتَمِرٌّ، مُسْتَفْرٌّ

المخرج الثاني عشر

س : بارہ ہواں مخرج کیا ہے — اور اس سے کون سے حروف نکلتے ہیں ؟

ج : بارہ ہواں مخرج راس لسان یعنی نوک زبان — اور ثنابا علیا کی جڑ

ہے اس سے : ط ، د ، ت نکلتے ہیں — ان کو : حُرُوفِ نَطْعِيَّةٍ

کہتے ہیں ، لِيَخْرُوجَ بِهَا مِنْ نَطْعِ الْغَارِ الْحَنَكِ اَوْ عَلَي

تَوْضِيحِ الْجَوَابِ : جانشا چاہیے کہ راس لسان ، زبان کے اس حصہ کو کہتے

ہیں جو ثنابا علیا کے بالمقابل ہے ، دیکھئے صُورَةَ اللِّسَانِ .

س : ط ، د ، ت : مابین راس لسان — اور اصول ثنابا

علیا سے : مُصْعِدًا إِلَى الْحَنَكِ اَوْ عَلَي : ادا رہتے ہیں ان تینوں

کو : حُرُوفِ نَطْعِيَّةٍ : کہتے ہیں ، بِالنِّسْبَةِ إِلَى نَطْعِ الْغَارِ

ہمزہ منتحر کہ سے کام لیکر : ط : کو اس طرح ادا کرنا چاہیے کہ اس کی صوت

مفخما اور منفقل ہو کر نکلے — اور : د : کی صوت مرفق و منفقل ہو کر

نکلے — اور : ت : کے مخرج میں مخفورا سا سا ناس جاری رہے تاکہ

مابین الحروف فرق واضح ہو جائے .

الْقَاعِدَةُ

اَطَّ — اِطَّ — اُطَّ : اَطَّ — اِطَّ — اُطَّ

اَدَّ — اِدَّ — اُدَّ : اَدَّ — اِدَّ — اُدَّ

اَتَّ — اِتَّ — اُتَّ : اَتَّ — اِتَّ — اُتَّ

وَالْأَمْثَلَةُ

أَهْبَطَ ، تَشَطَّطَ ، تَسَقَطَ : بَيَسَطَ ، بَطَّشًا ، مَطْمِئِينَ
 لَقَدْ ، نَعَدَ ، نَعَيْدٌ : فَاسَجَدَ ، الْمَسْجِدَ ، الْحَبِيبَ
 كُنِصْتُ ، ضَرَبْتُ ، خَلَقْتُ : نَصَبْتُ ، نَشَرْتُ ، فَرَدَدْتُ

بَطَّشَ ، وَأَجِيزًا ، فَاخْتَلَطَ : فَانصَتَ ، تَسَنَّبَ ، تَسَوَّعَ

وَعِدْنَا ، عَدْنَا ، وَعَدْنَا : وَجَدْنَا ، مَدَدْنَا ، أَمَدْنَا

كَتَبَ ، كُنَيْتَ ، كَتَبْتُ : كَتَبْتُ ، كُنَيْتَ ، كُنَيْتَ

المَخْرَجُ الثَّلَاثُ عَشَرَ

س: تیرھواں مخرج کیا ہے۔ اور اُس سے کون سے حروف نکلتے ہیں؟

ج: تیرھواں مخرج رَأْسِ لِسَانٍ — اور ثَنَابِا عَلِيَا کا کنارہ ہے۔

اور اس سے: ظ، ذ، ث: نکلتے ہیں۔ اور ان کو: حُرُوفِ
لَثَوِيَّةٍ کہتے ہیں، لِخُرُوجِهَا مِنْ قُرْبِ لَثَّةِ
الثَّنَابِاِ الْعُلْيَا.

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ: جانا چاہیے کہ علامہ جزری رحمہ اللہ نے اس مخرج

کو آئندہ مخرج سے مقدم کیا ہے۔ اس لیے کہ یہ باعتبار رَأْسِ لِسَانٍ

أَقْرَبُ إِلَى دَاخِلِ الْفَمِّ هُوَ — وَبِعَرَفِ ذَلِكَ بِأَلْحَتِيَا

وَأَلْمَتِيحَانِ، فَتَدْبِرُ أَيْتُهَا الْمَاهِرُونَ.

پس ماہرین رَأْسِ لِسَانٍ — اور ثَنَابِا عَلِيَا سے: ظ، ذ، ث

ادا ہوتے ہیں اور ان کو حُرُوفِ لَثَوِيَّةٍ کہتے ہیں، بِالنِّسْبَةِ إِلَى

لَثَّةِ الثَّنَابِاِ الْعُلْيَا.

ہمزه متحرکہ سے کام لیتے ہوئے: ظ: کو ادا کرنے کیلئے بھی ارتفاع

اقْطَعِي لِسَانَ كَيْ سَاغِدِ الصَّاقِ وَسَطِ لِسَانٍ لِأَنْ لَزِمَ أَوْضَاعَ ضَرُورِي هُوَ تَأَكُّدٌ

صَوْتِ الظَّاءِ: مَفْرُوعٌ كَرَكْلٍ أَوْ تَأَكُّدِ: ظ: أَوْ رَأْسِ كَيْ: اُخْتِيَانِ:

کے درمیان فرق اور جدائی واقع ہو جاتے۔

الْقَاعِدَةُ

أَظَّ — إِظَّ : أَظَّ — إِظَّ — أُظَّ
 أَذُّ — إِذُّ : أَذُّ — إِذُّ — أُذُّ
 أَثُّ — إِثُّ : أَثُّ — إِثُّ — أُثُّ

وَالْأَمْثَلَةُ

أَغْلَظُ : اسْتَغْلَظُ ، أَظْهَرُ : أَوْعَضْتُ ، مَظْلُومٌ ، أَظْلَمُ
 اسْتَعِيدُ ، لَسَعِيدٌ ، إِذْهَبُ : مَذْمُومٌ ، مَذْنُونٌ ، وَذَهَبُ
 يَلْهَثُ ، تَحَنَّنْتُ ، اَلثَّلَثُ : مَثْنِي ، مَثْنَوِي ، مِثْلَةُ

المَخْرَجُ الرَّابِعُ عَشَرَ

س :۔ وجودِ ہواں مخرج کیا ہے — اور اُس سے کونسے حروف نکلتے ہیں؟

ج :۔ وجودِ ہواں مخرج رَأْسِ لِسَانٍ۔ اور ثَنَابًا سُفْلَى كَانَارَهُ مَعَ كَبْحِ انْتِصَالِ ثَنَابًا عُلْيَا هِيَ، اس سے: ص، ز، س: نکلتے ہیں، اور اُن کو: حُرُوفِ اُسْلِيَّةٍ: کہتے ہیں، لِخُرُوجِهَا مِنْ اُسْلَةِ اللِّسَانِ تَوْضِيحُ الْجَوَابِ:۔ جاننا چاہیے کہ علامہ جزری رحمہ اللہ نے حروفِ ثَوْبِيَّةِ كَعَبَد: ص، ز، س: کا مخرج ثَنَابًا ہے، کیونکہ مشاہدہ یہ سابقہ مخرج سے موخر ہے۔

پس: ص، ز، س: مابین رَأْسِ لِسَانٍ — اور اطرافِ ثَنَابًا سُفْلَى، وعلیاً سے آداہ ہوتے ہیں، اور ان کو: حُرُوفِ اُسْلِيَّةٍ: کہتے ہیں، بِالنِّسْبَةِ اِلَى اُسْلَةِ اللِّسَانِ۔

ہمزہ متحرکہ سے کام لینے ہوئے: ص: کو آداہ کرنے کے لئے ارتفاعِ اِقْضَى لِسَانِ كَسَانْتَهُ، اِلْتِصَاقِ وَسْطِ لِسَانِ، خُكِّ اَعْلَى سے ضروری ہے تاکہ صَوْتُ الصَّادِ مَفْحَمٌ ہو کر نکلے۔ — زای: کی صوت میں صوتِ غَزَالِ سے مشابہت ہونی چاہیے۔ اور: س: کی صوت میں سیٹی کی سی مشابہت ضروری ہے تاکہ مابین اَلَاخْوَاتِ فَرْقِ طَابِرٌ ہو جائے۔

الْقَاعِدَةُ

أَصُّ — إِصٌّ — أُصُّ : أَصٌّ — إِصٌّ — أُصٌّ

أَزُّ — إِزٌّ — أُزُّ : أَزٌّ — إِزٌّ — أُزٌّ

أَسُّ — إِسٌّ — أُسٌّ : أَسٌّ — إِسٌّ — أُسٌّ

وَالْأَمْثَلَةُ

تَحْرِيصٌ ، نَقْصُصٌ ، نَقْصَصٌ : الْقَصَصُ ، إِصْرِي ، إِصْطَبِيرٌ

إِسْتَفْرِزٌ ، وَتَعِزٌّ ، وَزَرَكٌ : أَرْكِي ، أَرْوَجٌ ، مَرْجَلَةٌ

يُولَسٌ ، عَسْعَسٌ ، تَنْفَسٌ : فَوْسُوسٌ ، السُّدَسٌ ، الْمَسُّ

المخرج الخامس عشر

س : ہند صواں مخرج کیا ہے — اور اس سے کونسا حرف نکلتا ہے؟
ج : ہند صواں مخرج نیچے کے ہونٹ کا شکم — اور ثنایا علیا کا کنارہ
ہے — اس سے : ف : نکلتی ہے — اور اس کو : شَفْوِيَّةٌ
کہتے ہیں : لِخُرُوجِهَا مِنَ الشَّفَةِ .

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ : شَفَتَيْنِ : یعنی دونوں ہونٹوں
کے دو حصے ہیں — ایک حصہ وہ ہے جو داخل فم سے ملا ہوا ہے —
دوسرا حصہ وہ ہے جو خارج فم یعنی بشرہ سے ملا ہوا ہے — اور بالترتیب
بحری و بری یعنی تری اور خشکی کے نام سے موسوم ہیں .

نیز جاننا چاہیے کہ ”شَفَتَيْنِ“ یعنی دونوں ہونٹوں میں چار مخرج
ہیں — پہلا مخرج ما بین شَفَتِ سُفْلَى — اور اطراف ثنایا علیا ہے —
اس سے : ف : ادا ہوتی ہے — اور اس کو : شَفْوِيَّةٌ : کہتے
ہیں ، بِالنِّسْبَةِ إِلَى الشَّفَةِ .

ہمزہ متحرکہ سے کام لیتے ہوئے : ف : کو اس طرح ادا کرنا چاہیے کہ
شَفَتِ سُفْلَى کو ثنایا علیا سے لگاتے وقت شَفَتِ عَلِيَا کو حرکت نہ ہو جائے
— کیونکہ شَفَتِ عَلِيَا کو فار کے ادا کرنے میں کوئی دخل نہیں ہے ۔ نیز : ف :
کو ادا کرتے وقت اس کے مخرج سے ہوا بہ خوب تیزی کے ساتھ نکالنی چاہیے تاکہ وہ
بخوبی ادا ہو — اور اگر وہ مشدد ہو تو اس کی ہوا بہ میں مزید تیزی ہونی چاہیے

الْقَاعِدَةُ

أَفٌ - إِفٌ - أُفٌ : أَفٌ - إِفٌ - أُفٌ

وَالْأَمْثَلَةُ

تَلَقَّفَتْ، تَصْرِفْتُ، تَعَفَّفْتُ : نَصَرْتُ، تَخَوَّفْتُ، أَفْتُ
نَفْسٌ، لِنَفْسٍ، نَفَعْتُ : تَفَعَّلْتُ، تَفَرَّحْتُ، تَفَجَّرْتُ

لَغَفَّارٌ، كَفَّارٌ، كَفَّارٌ : أَفَّاكٌ، الْكَفَّارُ، الْغَفَّارُ
قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٌ : وَرَأَتْهُمَا لَهَا أُفٌ

الْمَخْرَجِ السَّادِسَ عَشَرَ

س : سوہواں مخرج کیا ہے — اور اُس سے کونسے حروف نکلتے ہیں ؟

ج : سوہواں مخرج دونوں ہونٹوں میں — اور ان سے : ب ا م و :

غیر مدہ نکلتے ہیں : ب : دونوں ہونٹوں کی تری سے نکلتی ہے اس لئے

اُسے : بَحْرِي : کہتے ہیں : م : دونوں ہونٹوں کی خشکی سے نکلتا ہے

اس لئے اُسے : بَرِي : کہتے ہیں — اور : و : غیر مدہ دونوں ہونٹوں

کے انضمامِ کامل اور ناتمام ملنے سے نکلتا ہے، اور ان تینوں کو بھی : شَفَوِيَّةٌ

کہتے ہیں . لِخُرُوجِهَا مِنَ الشَّفَتَيْنِ .

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ شَفَتَيْنِ یعنی دونوں ہونٹوں سے

تین حرف ادا ہوتے ہیں، اولاً : ب : ثانياً : م : ثالثاً : و : غیر مدہ

ان تینوں میں فرق یہ ہے کہ شَفَتَيْنِ کے حصّہ تری کے الطباقِ اقویٰ

سے : ب : ادا ہوتی ہے، اس لئے اُسے : بَحْرِي : کہتے ہیں لِخُرُوجِهَا

مِنَ بَحْرِ الشَّفَتَيْنِ — اور دونوں کے حصّہ خشکی کے الطباقِ اضعف

سے : م : ادا ہوتا ہے، اس لئے اُسے : بَرِي : کہتے ہیں . لِخُرُوجِهَا

مِنَ بَرِّ الشَّفَتَيْنِ — اور دونوں کے انضمامِ کامل اور انفتاحِ ناتمام

سے : و : غیر مدہ ادا ہوتا ہے — پس شَفَتَيْنِ کا مخرجِ آخر وہ

ہے جو خارج عن الفم : بشرہ سے ملا ہوا ہے — اور ان تینوں کو

: حُرُوفِ شَفَوِيَّةٌ کہتے ہیں، بِالنِّسْبَةِ إِلَى مَا بَيْنَ الشَّفَتَيْنِ .

ہمزہ منتحرکہ سے کام لیتے ہوئے : ب : کو القطار صوت فی المخرج کے
 ساتھ آدا کرنا چاہیے تاکہ صوت الیاء مقلقل ہو کر نکلے اور وہ اپنے "اِخْتَبِن" سے
 جدا ہو جائے۔ م : کی صفت غزہ کو جیشوم سے نکالنا چاہیے
 تاکہ وہ اپنے ہم مخرجوں سے ممتاز ہو جائے۔ یز : و : کو آدا کرنے
 کے لئے کامل الضمام شقیین سے کام لینا چاہیے خواہ واو منتحرک ہو، خواہ ساکن
 ما قبل مفتوح۔

الْقَاعِدَاتُ

أَبْ - إِبْ - أُبْ : أَبْ - إِبْ - أَبْ
 أَمْرٌ - إِمْرٌ - أُمْرٌ : أَمْرٌ - إِمْرٌ - أُمْرٌ
 وَ - وِ - وُ : وَ - وِ - وُ

وَالْأَمْثَلَةُ

ارْكَبْ ، اضْرِبْ ، اذْهَبْ : نَلْبِ ، يَغْتَبْ ، يَكْتَبْ
 يَعْلَمُ ، يَظْلِمُ ، اعْلَمْ : الْقَلَمُ ، لَاتَقَمُ ، مُكْرَمُ
 خَلَوْا ، عَلَوْا ، وَعَتَوْا : وَنَهَوْا ، الْقَوَا ، وَشَرَوْا

المَخْرَجُ السَّابِعُ عَشْرُ

س : سترھواں مخرج کیا ہے — اور اس سے کونسا حرف نکلتا ہے؟
 ج : سترھواں مخرج : خَيْشُومٌ : یعنی ناک کا بالہ ہے — اور اس سے
 : غَنَّةٌ : نفا ہے — غَنَّةٌ : خواہ نون و میم ”مُشَدَّدٌ“ کا ہو
 خواہ نون و میم مدغم بادغام ناقص کا ہو — خواہ نون
 ”مُنْقَلَبٌ“ کا ہو — اور خواہ نون ”مُدْفَاةٌ“ کا ہو —
 سب کا مخرج فقط یہی ”خَيْشُومٌ“ ہی ہے ۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جانا چاہیے کہ : خَيْشُومٌ : اقصى الف، یعنی
 ناک کے ”بالہ“ کو کہتے ہیں — اور یہی خَيْشُومٌ حرف غنة کا مخرج ہے۔
 غنة : کا اطلاق عند ابن الاثر اس صوت پر ہوتا ہے جو خارج ”دَعْنِ
 الخَيْشُومِ“ ہو — برابر ہے کہ وہ قائم بالحرف ہو — یا وہ قائم بنفسہ
 ہو۔

لیکن اہل ادا کی اصطلاح میں ”غنة“ خاص اُس صفت کو کہتے ہیں جو
 قائم بالحرف ہوتا ہے، اور جو حرف کے ساتھ ہی ادا ہو جاتا ہے — اور
 جو ”دَعْنِ“ قائم بنفسہ ہوتا ہے اور زاد عن الحرف — اسے اہل ادا
 اور قرآن : حَرْفُ الْغَنَةِ : کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔
 بروایت حفص عن عاصم رحمہما اللہ : حَرْفُ الْغَنَةِ : کا ظہور جہو مقام
 پر ہوتا ہے۔

۱ :- نون و میم مشددتین میں، یعنی بحالت تشدید ہما۔

۲ :- میم ساکن میں بحالت ادغام فی مثلہا۔

۳ :- میم ساکن میں بحالت اخفاء عند الباء۔

۴ :- نون ساکن و تنوین میں بحالت ادغام بالغنہ

۵ :- نون ساکن و تنوین میں بحالت انقلاب عند الباء

۶ :- نون ساکن و تنوین میں بحالت اخفاء عند حروف الاخفاء۔

پس ان حالات ستہ میں : ن ، م : مخرج اصلی سے متحوّل ہو کر

: جَسْتُوْم میں منتقل ہو جاتا ہے — جیسا کہ بعض حروف مدہ: اپنے

مخرج اصلی سے متحوّل ہو کر ”حروف النقم“ میں منتقل ہو جاتا ہے۔

یہ تحوّل مخرج اگرچہ فی الجملہ حالات ستہ میں قدر مشترک ہے، لیکن

حالات سادہ میں تحوّل : اِلَى الْخَيْشُوْمِ : بِرَجَاءِ كَمَلٍ وَاَسْمِ

اور اَطْفَرٍ وَاَبِيْنِ ہوتا ہے۔

یہ تحوّل مِنَ الْمَخْرِجِ الرَّصِيْبِ اِلَى الْخَيْشُوْمِ — ماذکر

کے خلاف نہیں ہے، کہ نون طرف لسان سے اور میم ثقیب سے ادا ہوتا ہے۔

کیونکہ مداد نون و میم سے نون و میم منخرک ہیں — یا ساکن بحالت انہما رہتے

— اور یہاں مراد بحالت اخفاء ہے — اور اخفاء کے نتیجے میں

— اعدام ذات حرکت بالکلیہ اور انفاذ عند اللام

حاصل ہا دیکھ : غَنَدٌ : دو طرح ہا ہوتا ہے — ایک وہ غرت

جو : ن ، م : میں بحالت حرکت، یا بحالت اظہار بطور صفت لازمہ

کے پایا جاتا ہے۔ اور حرف کے ساتھ قائم رہتا ہے اور موصوف کے ساتھ ہی ادا ہو جاتا ہے، اُسے: غُنَّةٌ ذَاتِيَّةٌ کہتے ہیں۔ اور غُنَّةٌ مُطْلَقَةٌ: یا۔ غُنَّةٌ جَامِدَةٌ: کے نام سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

دوسرا غنہ وہ ہے جو: ن، م: میں بحالاتِ ستر سابقہ بطورِ صفتِ عارضہ کے پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ زائد عن الاصل ہوتا ہے۔ اسی

غنہ: کو اہل ادا حرفِ غنہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

پس فرق ”مَا بَيْنَ الْغُنَّةِ وَحَرْفِ الْغُنَّةِ“ یہ ہے کہ غنہ صفت ہے

: ن، م: متحرک، یا ساکن مظهرہ کا، جیسا کہ: عَن، لَمْ: میں کہ یہ صوت

خیشومی داخل فی حد الحرف، شامل فی ذاتہ، اور قائم بذاتہ ہوتا ہے

اور: غُنَّةٌ ذَاتِيَّةٌ۔ اور: غُنَّةٌ اَصْلِيَّةٌ: کے نام سے موسوم

کیا جاتا ہے۔

حَرْفُ الْغُنَّةِ: وہ ہے جو: ن، م: مخفایا میں بطورِ صفت

عارضہ کے پیدا ہوتا ہے۔ اور خارج عن حد الحرف، زائد عن الاصل

اور قائم بنفسہ ہوتا ہے۔ پس اہل ادا اور قرآء اسی پیدائندہ صفت

عارضہ ”جو خارج عن حد الحرف، زائد عن الاصل اور قائم بنفسہ ہوتا ہے“

کو: حَرْفُ الْغُنَّةِ: کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ جس کا مخرج

فقط خیشومی ہے اور جس کا مقدار ایک الف ہے، فَأَفْهَمُوا اِنْ كُنْتُمْ

تَعْمَلُونَ۔

حَرْفُ الْغُنَّةِ: قائم بنفسہ رہ جاتا ہے — کیونکہ اس کا مخرج جُدا گانہ اور مستقل ہے — اسی واسطے اس کا تلفظ بلا موصوف کے ممکن ہے، جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

حَرْفُ الْغُنَّةِ: مستقل بنفسہ اور قائم بذاتہ ہونے کی وجہ سے اپنی ادا اور قراءت مستقل حرف شمار کرتے ہیں — بخلات صفت غنہ اور دیگر صفات لازمہ وغیرہ کے کہ وہ قائم بالحرکات الموصوف ہوتے ہیں اور ادا موصوف کے ساتھ ہی وہ بھی ادا ہو جاتے ہیں۔ اسی واسطے وہ زنون: حَرْفُ الْغُنَّةِ کے نام سے موسوم ہوتے ہیں — اور نہ ہی ان کے لئے کوئی مخرج ہے۔

فَتَدَبَّرُوا آيَاتَ الْمُقْرَعُونَ.

حَرْفُ الْغُنَّةِ: کے قواعد اور امثلہ کثیرہ صفات عارضہ کے ضمن میں مفصل آئیں گے انشاء اللہ۔

إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِوَجْهِكُمْ
وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا

العروف و منارجہا التی اختارہا الخلیل النحوی

ع، ہ	أَقْصَى الْخَلْقِ مِمَّا	اقصى خلق جو سینہ سے ملا
،	يَلِي الصَّدْرِ	ہوا ہے۔
ع، ح	وَسَطُ الْخَلْقِ	درمیان خلق
ع، خ	أَدْنَى الْخَلْقِ مِمَّا يَلِي	ادنیٰ خلق جو جڑ زبان سے ملا
،	أَقْصَى اللِّسَانِ	ہوا ہے۔
ق	أَقْصَى اللِّسَانِ مَعَ	جڑ زبان مع اوپر
،	مَا يُجَاذِبُهُ مِنْ	کاتا لو۔
،	الْحَنَكِ الرَّعْلِي	
ك	أَقْصَى اللِّسَانِ مَعَ	جڑ زبان مع اوپر کاتا لو مگر
،	مَا يُجَاذِبُهُ مِنْ	قاف کے مخرج سے نیچے کچھ
،	الْحَنَكِ الرَّعْلِي أَسْفَلُ	مذ کی طرف ہٹ کر۔
،	مِنْ مَخْرَجِ الْقَافِ	
ج	وَسَطُ اللِّسَانِ مَعَ	بیچ زبان مع بالمتقابل
ش	مَا يُجَاذِبُهُ مِنْ	اوپر تالو کے۔
ی	الْحَنَكِ الرَّعْلِي	
ض	أَحْدَى حَافَتِي	زبان کی کسی ایک کروٹ بائیں
،	اللِّسَانِ مَعَ مَا يُجَاذِبُهَا	یادائیں سے مع اوپر کے دائرہ

من اصول الاضراس العلیاء	کی جڑ
ل	زبان کی کسی ایک کروٹ دائیں یا بائیں سے نوک زبان تک مع بالمقابل دانتوں کے مسورھے ضاد کے بعد
ن	زبان کی طرف، لام کے مخرج سے کچھ کم، مع بالمقابل اوپر کے دانتوں کے مسورھے
ر	زبان کی طرف، و پشت زبان مع بالمقابل اوپر کے دانتوں کے مسورھے
ط	زبان کی نوک اور ثنا براہ کے جڑیں
ظ	زبان کی نوک، مع کنارہ

ذ

طَرَفِ الثَّنِيَّتَيْنِ

ثنایا علیا۔

ث

الْعُلْيَيْنِ

ربان کی نوک، مع مابین
ثنایا علیا و سفلی۔

ص

طَرَفُ اللِّسَانِ

ض

مَعَ مَا بَيْنَ اطْرَافِ

س

الرُّسْنَانِ الْعُلْيَا

،

وَالسُّفْلَى

ف

بِاطْنِ الشَّفَةِ

نیچے کے ہونٹ کا شکم اور سبایا
علیا کا کنارہ

السُّفْلَى

ب

مَا بَيْنَ

دونوں ہونٹوں کے

و

الشَّفَتَيْنِ

درمیان۔

رُوَسَّو

الْخَيْشُومِ

ناک کا پانسہ۔

الْغَنَّةُ

رُوَسَّو

جَوِّ الْفَمِ،

جوف و سین یعنی مزہ

اِحْرَفُ

أَيُّ خَلَاءِ الْفَمِ

کے اندر کا خلاء۔

الْمَدِّ

الجزء الثامن في الصفات اللازمة للحروف

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الصفة والموصوف

س : صفت کسے کہتے ہیں اور موصوف کسے ؟

ج : صفت حرف کی وہ حالت ہے جس کے ادا کرنے سے ایک مخرج کے کئی حرف ایک دوسرے سے جدا اور ممتاز ہو جاتے ہیں اور حرف صحیح سختی نرمی پستی بلندی اور پُر باریک وغیرہ میں مثل انداز ادا اہل عرب ہو جاتا ہے۔ اور جس حرف میں کوئی صفت پائی جاوے اسے "مَوْصُوف" کہتے ہیں۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جانا چاہیے کہ صفت کے لغوی معنی "مَا قَامَ بِالشَّيْءِ مِنَ الْمَعَانِي كَالْعِلْمِ وَالسَّوَادِ" کے ہیں یعنی کسی چیز کی وہ حالت جو اس کے ساتھ ہر وقت اور ہر حال میں لازم اور وابستہ رہے اور کسی وقت اور کسی حال میں اس سے جدا نہ ہو سکے جیسے علم اور سیاہی وغیرہ اور اصطلاح بخودین میں — هِيَ كَيْفِيَّةٌ عَارِضَةٌ لِلْحَرْفِ عِنْدَ حُصُولِهِ فِي الْمَخْرَجِ بِعَيْنِ نَسْتِ رِفِّهِ كِي وَهِيَ عَارِضَةٌ لِحَرْفِهِ هِيَ حَالٌ أَوْ كَيْفِيَّةٌ عَارِضَةٌ لِلْحَرْفِ عِنْدَ حُصُولِهِ فِي الْمَخْرَجِ بِعَيْنِ نَسْتِ رِفِّهِ كِي وَهِيَ عَارِضَةٌ لِحَرْفِهِ جو بوقت حصول فی المخرج اسے عارض اور لاحق ہو کر ساتھ لازم ہو جاتی ہے

اور ہمیشہ ساتھ وابستہ رہتی ہے۔ یعنی کسی حرف کو ادا کرتے وقت جب اس کے مخرج میں صوت و نفس میں جلس و جریان اور ضعف و قوت جیسی کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں تو اس مخصوص قسم کی کیفیت کو اہل ادا و عفت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ لہذا جب کسی حرف میں کوئی صفت پائی جاوے اسے "مَوْصُوفٌ" کہتے ہیں۔

الصفات

س : صفات کسے کہتے ہیں ؟

ج : صفات جمع صفت کی ہے اور صفات کی دو قسمیں ہیں لازمہ اور عارضہ
توضیح الجواب : جاننا چاہئے کہ گذشتہ ادراک میں بتلایا جا چکا ہے کہ مخرج
حرف کیلئے بمنزلہ وزن و میزان کے ہوتا ہے جس سے حرف کی ماہیت اور کیفیت
معلوم ہو جاتی ہے اور اس کی حدود متعین ہو جاتی ہیں فذایزاد ولا ینقص
والا فکان لحنًا۔

اب جاننا چاہئے کہ صفت حرف کیلئے بمنزلہ محک و ناقہ یعنی کسوٹی کے ہوتی
ہے جس سے حرف کی ہیئت اور کیفیت معلوم ہو جاتی ہے یعنی اگر مخرج حرف میں
جریان صوت و نفس خفص و رفعت صوت، ضعف و قوت صوت، ارتفاع
وانکسار صوت اور الصاق و انقار صوت جیسی کیفیات پیدا ہو جائیں تو اس قسم
کی کیفیات کو صفات کہتے ہیں جن کے ادا کرنے سے حرف صیح و فصیح، سختی و نرمی،
پستی بلندی، پُر باریک وغیرہ میں مثل انداز ادا اہل عرب ہو جاتا ہے اور حروف

جِيْدٌ عَنْ حَرْفِ الرَّدِيِّ جِدَا اور ممتاز ہو جاتا ہے۔ نیز مخرج واحد کے کئی حروف ایک دوسرے سے جدا جدا اور الگ الگ ہو جاتے ہیں۔

وَلَوْ لَا ذَلِكَ الصِّفَاتُ اور اگر یہ صفات نہ ہوتیں تو یقیناً

لَكَانَ الْكَلَامُ بِمَنْزِلَةِ الْبَهَائِمِ كَلَامِ انسانی بمنزلہ بہائم کے ہو جاتی
الَّتِي لَهَا مَخْرَجٌ وَاحِدٌ وَصِفَةٌ جس کا مخرج ایک اور صفت بھی ایک ہی
وَاحِدٌ فَلَا يَفْهَمُ مِنْهَا ہوتی ہے۔ پس مقصود اس سے مفہوم نہ
الْمَرَامُ فَسَبْعَانُ مَنْ دَقَّ فِي كُلِّ ہوتا۔ سو پاک ہے وہ ذات جس نے ہر
شَيْءٍ بِحِكْمَتِهِ شے میں حکمت پوشیدہ کر رکھی ہے۔

پس صفات حروف کیلئے بمنزلہ کسوٹی اور ناقد کے ہوتی ہیں کہ جس سے کھرے کھوٹے کی تمیز ہو جاتی ہے اور صحیح و غلط اور فصیح و غیر فصیح میں فرق اور امتیاز پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر صفات کی دو قسمیں ہیں :-

(۱) صفات ذاتیہ۔ لازمہ مقومہ۔ ممیزہ۔ (۲) صفات عارضہ مجسّمہ۔ معیّہ۔

الصِّفَاتُ الدَّائِيَةُ اللّٰزِمَةُ الْمَمِيْزَةُ الْمَقْوَمَةُ

س : صفات ذاتیہ۔ لازمہ۔ ممیزہ اور مقومہ کسے کہتے ہیں ؟

ج : صفات ذاتیہ۔ لازمہ۔ ممیزہ اور مقومہ وہ ہیں جو حرف کے ساتھ ہر وقت ساتھ اور ہر حال میں موجود اور وابستہ رہتی ہیں۔ نہ کہیں اس سے جدا ہوتی ہیں اور نہ ہی جدا ہو سکتی ہیں اور یہ صفات مثل مخارج کے بنا۔ ہر قول مشتق شدہ ہیں جن کی دو قسمیں ہیں متضادہ اور غیر متضادہ۔

الصِّفَاتُ الْمُتَضَادَّةُ

س : صفات متضادہ کسے کہتے ہیں اور وہ کتنی ہیں ؟

ج : صفات متضادہ وہ ہیں جن میں سے ہر ایک صفت کے مقابلہ میں دوسری

صفت بطور ضد اور مقابل کے موجود ہوتی ہے اور مجودین نے اسے ایک

خاص نام سے نامزد کر دیا ہوتا ہے۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ صفات متضادہ وہ صفات ہیں جن کو اہل

ادار اور مجودین کرام نے خاص خاص نام سے نامزد اور موسوم کر دیا ہے۔ یعنی

ہر ایک صفت کیلئے ایک ایسا نام تجویز کر دیا ہے۔ جو حرف کی حقیقت باعتبار

کیف اور حجم کے ظاہر کرتا ہے اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ حرف کی ہیئت کذا تیرہ کیا ہے۔

تعداد صفات میں مجودین کرام کا اختلاف ہے کوئی چودہ بتلاتے ہیں کوئی سولہ

اور کوئی چوالیس بتلاتے ہیں۔ مگر ان اوراق میں بنا بر خیر الامور او بسطہا عامہ

جزری رحمہ اللہ کا قول اختیار کیا گیا ہے کہ انہوں نے سترہ صفات بیان کی ہیں۔

لہذا جاننا چاہیے کہ یہ سترہ صفات دو قسم پر ہیں۔ ایک وہ جن کی اضداد موجود

ہیں اور مجودین نے انہیں نامزد کر دیا ہے۔ ایسی صفات دس ہیں جن کو ذوات

الاضداد یا متضادہ کہتے ہیں

الصفات الازمة ذوات الازداد

(۱) الهمس	ضدّهُ	(۲) الجهر
(۳) الشدة	ضدّها	(۴) الرخاوة
	(التوسط)	"

بين الشدة والرخاوة

(۵) الاستعداد	ضدّهُ	(۶) الاستيفال
(۷) الاطباق	ضدّهُ	(۸) الانفتاح
(۹) الازلاق	ضدّهُ	(۱۰) الاصمات

تلك عشرة كاملة

قبل اس کے کہ ان صفات عشرہ کی تعریف و توصیف کی جاتے۔ صفت معلوم کرنے کا طریقہ سیکھنا چاہیے تاکہ علم صفات کے ساتھ ہی علم ادوار صفات بھی حاصل ہو جائے۔ پس صفت معلوم کرنے کا طریقہ ہو بہو وہی ہے جو مخرج معلوم کرنے کا بتلایا گیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ مخرج معلوم کرتے وقت یہ خیال کرنا پڑتا ہے کہ آواز کس جگہ سے نکلتی ہے اور صفت معلوم کرتے وقت یہ سوچنا ہوتا ہے کہ آواز کس انداز سے مخرج میں لگ رہی ہے۔ پست ہے یا کہ بلند جاری ہے یا کہ بند، جماؤ نکلتی ہے یا کہ پھسل کر، پڑ ہو کر نکلتی ہے یا کہ باریک، نیز یہ سوچنا ہوتا ہے کہ سانس جلدی ہے یا کہ بند،

ان صفات عشرہ کے تحت جو قواعد لکھے جائیں گے ان میں بھی کیفیات

پیش نظر رکھنی چاہئیں اور خوب مشق کرنی چاہیے تاکہ ہر حرف کی موجودہ اور مطلوبہ صفت بخوبی ادا ہو۔

الْهَمِيسُ

س : ہمیس کسے کہتے ہیں اور وہ کن حروف میں پائی جاتی ہے۔
ج : ہمیس ایک خاص قسم کی صفت ہے جو "فَحْتَهُ شَخْصٌ سَكَّتْ" کے دس حروف میں پائی جاتی ہے۔ پس ان حروف کو ادا کرنے وقت ان کے مخرج میں آواز ایسے صفت کے ساتھ ٹھہرنی چاہیے کہ سانس جاری رہ سکے اور آواز میں ایک قسم کی پستی ہو جیسے "تَلَقُّفٌ" کی فار اور جن حروف میں صفت ہمیس پائی جاتی ہے ان کو حروف "قَمْ مَوْسَه" کہتے ہیں۔

(۱) فَحْتَهُ شَخْصٌ سَكَّتْ پس ابھارا، اور برنگینختہ کیا اس کو کسی خاموش شخص نے اس جملہ میں اس طرح تغیر بھی جائز ہے بلکہ احسن ہے جس سے معنی زیادہ بہتر ہو جاتے ہیں سَكَّتْ رَجُلٌ فَحْتَهُ شَخْصٌ عَلَي الْكَلَامِ فَتَكَلَّمَ اِي سَكَّتْ طَالِبٌ فَحْتَهُ مُقَرِّئٌ عَلَي الْقِرَاءَةِ فَقَرَأَ۔ یعنی طالب تجوید پڑھنے پر ہنسنے پر مایوس ہو گیا اور خاموش ہو کر بیٹھ گیا، کسی شفیق اسٹاز نے اسے ابھارا اور پڑھنے پر آمادہ کیا اور وہ پڑھنے لگا اور بالآخر منزل مقصود کو پہنچا اور کامل قاری بن گیا، یعنی اس مختصر جملہ میں طالب تجوید کو متنبہ کیا گیا ہے کہ مشکلات تجوید، ضروریات زندگی اور تنگ و افلاس کی وجہ سے بڈل ہو کر خاموش نہیں بیٹھنا چاہیے اور نہ ہی عوام کا لانا نام کے طعن و تشنیع سے پریشان ہونا چاہیے اور مال و دولت اور جاہ و جلال دنیوی کے نالچ میں (بقیہ حوالہ ص ۱۸۵)

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ: جانتا چاہیے کہ ہمس کے لغوی معنی » الخفاہر « یعنی مخفی اور پوشیدہ ہونے کے ہیں اور اونٹ کے قدم رکھتے وقت جو آواز پیدا ہوتی ہے اسے ہمس کہتے ہیں ومنہ قولہ تعالیٰ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا۔ اِی صَوْتًا خَفِيًّا وَالْمُرَادُ بِهٖ حِسُّ مَشِيِّ الرَّقْدِ اِلَى الْمَحْشَرِ۔

اور اصطلاح مجورین میں » جَرِيَانُ النَّفْسِ عِنْدَ النَّطْقِ بِالْحَرْفِ « کے ہیں یعنی ہمس صوت و نفس کی ایک خاص قسم کی کیفیت ہے جو » ف ح ث ہ ش خ ص س ک ت « کے دس حروف میں بوقت حصول فی المخرج لاحق ہو جاتی ہے۔ پس ان حروف کے ادا کے وقت اعتماد صوت فی المخرج یعنی آواز کا لگاؤ اور جاؤ ایسے ضعف کے ساتھ ہونا چاہیے کہ سانس جاری رہ سکے اور آواز میں کسی قدر لپٹی ہو جیسے » یَلْهَثُ « کی تار۔ اور ان حروف میں چونکہ انخفاض صوت اور جریان نفس پایا جاتا ہے اس لئے اہل ادا ان کو حروف: مَهْمُوسَةٌ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

قاعدہ میں ہمزہ متحرک سے کام لیتے ہوئے اور صفت معلوم کرنے کا طریقہ پیش نظر رکھتے ہوئے تلفظ کرنا چاہیے اور حروف موصوفہ صفت ہمس ادا کرتے وقت خیال

دقیقہ جائزہ لے کر حصول مقصد سے پیچھے ہٹنا چاہیے بلکہ اپنی مردہ اور خفتہ ہمت کو ابھار کرنے والوں کے ساتھ منزل کی طرف بڑھنا چاہیے کیونکہ قرآن کریم کا بڑھنا پڑھنا ہی ایک ایسی دولت ہے جو دنیا و آخرت کی سُرخ روئی کا سامان ہے۔ الْقُرْآنُ غِنَى لِفَقْرٍ مَعَهُ وَلَا غِنَى دُونَهُ: الْحَدِيثُ

رکھنا چاہیے کہ کیفیتِ صوت و نفسِ تعریفِ صفت کے مطابق ہو جائے۔ نیز یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہریانِ نفس بہ نسبت ساکن کے متحرک میں اظہر و ابین ہوتا ہے۔ فتا مل۔

الْقَاعِدَةُ

اَوْ — اَح — اَتْ — اَه — اَش
اَخ — اَص — اَس — اَك — اَت

وَالْأَمْثَلَةُ

تَلَقَّفُ، يُوَسِّفُ : تَفَرَّحُ، نَشْرَحُ : يَلْهَثُ، تَعْنَتُ
أَرْجِيهِ، أَلْقِيهِ : مَعَايِشُ، التَّنَاوُشُ : أَلْوَحُ، أَبْرَحُ
الْوَبْرُصُ، تَعْرِصُ : يُوْنِسُ، الْقُدُسُ : صَدْرَكَ، وَشَرَاكَ

الْجَهْرُ

س : جہر کسے کہتے ہیں اور وہ کن حروف میں پائی جاتی ہے ؟
 ج : جہر ایک خاص قسم کی صفت ہے جو مہموسہ کے سوا باقی انیس حروف میں پائی جاتی ہے جو "عَظْمٌ وَذَنْ قَارِيٌّ ذِي غَضِّ جَدًّا طَلَبٌ" میں مرکب ہیں۔ پس ان حروف کو ادا کرتے وقت ان کے مخرج میں آواز ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرنی چاہیے کہ سانس بند اور آواز بلند ہو جائے جیسے "مَا كُوِيَ" کا ہمزہ اور أَحْمَلُ۔ کالام اور جن حروف میں صفت جہر پائی جاتی ہے ان کو مَجْهُورٌ کہتے ہیں اور صفت ہمیں اور جہر ایک دوسرے کی نند اور متقابل ہیں۔

لے : عَظْمٌ وَذَنْ قَارِيٌّ الخ ای رَجَحَ مِيزَانَ قَارِيٌّ ذِي غَضِّ الْبَصْرِ اجْتَهَدَ فِي الطَّلَبِ یعنی وزن اور تامل اس قاری کا بڑھ گیا جو نگاہ نیچے رکھتا ہو اطلب علم اور حصول مقصد میں جدوجہد کرتا رہا۔ یعنی جو قاری غصہ بصر اور چشمہ پوشی سے کام لیتا ہو ا ماحول سے بے پروا ہو کر مزاج مقصود کی طرف بڑھتا گیا اس نے اپنا مقصد پایا اور حصول مقصد کی وجہ سے تدر و منزلت کا مالک بن گیا۔ مطلب یہ کہ چند آیات مشق کر کے اترانا نہیں چاہیے بلکہ عجز و انکساری سے حصول اور تکمیل علم تجرید و قرابت اور اس کی اشاعت میں مصروف عمل رہنا چاہیے اور جس قدر بھی فن میں کمال حاصل کرے اسی قدر اپنے اندر صفات حمیدہ پیدا کرے تاکہ عند اللہ وعند الناس مقبول ہو اور بروز قیامت ترازوئے اعمال بھاری ہو۔ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةِ الرَّاغِبِينَ۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جانتا چاہیے کہ جہر کے لغوی معنی : الْأَعْلَانُ وَالرُّظْيَانُ

ہیں اور اصطلاح مجودین میں «إِعْتِمَادُ الصَّوْتِ فِي الْمَخْرَجِ بِالقُوَّةِ» کے ہیں یعنی ان حروف کے مخرج میں اعتمادِ صوت ایسی قوت کے ساتھ ہونی چاہیے کہ احتباسِ نفس کے ساتھ ارتفاعِ صوت پایا جائے پس جہر آواز کی ایک خاص قسم کی کیفیت ہے جو «ع ظ م ر وزن ق اس ع ذ ی غ ض ج د ط ل ب» میں بوقت حصول فی المخرج لاحق ہو جاتی ہے۔ سوانِ حروف کو ادا کرتے وقت ان کے مخرج میں آواز کا گواہ اور جماؤ ایسی قوت سے ہونا چاہیے کہ سانس بند اور آواز بلند ہو جائے جیسے «أَحَدٌ» کی وال اور «أَضَلُّ» کا لام اور چونکہ ان حروف میں احتباسِ نفس اور اعلانِ صوت پایا جاتا ہے اس لیے اہل ادا ان کو «مَجْهُورَةٌ» کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور اسی وجہ سے صفتِ جہر صفتِ ہمس کی ضد اور مقابل ہے۔

الْقَاعِدَةُ

أَعُ أَظْ أَمْرٌ أَوْ أَمْرٌ أَنْ أَقْ أَاءَ أَمْ أَدُ أَيْ أَعُ أَعُ
أَضُ أَجْ أَدُ أَطْ أَلْ أَلْ أَلْ

وَالْأَمْثَلَةُ

إِتَّبَعُ : أَعْلَظُ : لَاتَقْفُرُ : مَشَوْا : قَالُوا : اسْتَفْزِرُ
مَمْرَقُ : لَاتَقْرَبَا : فَلَاتَقْرَهُرُ : إِقْرَأُ : فَاسْتَعِدُّ : ذَوَى
إِصْرِي : لَاتُرِغُ : أَعْرِضُ : فَانْخُرْجُ : فَاسْجُدُ : إِهْبِطُ
تَسْأَلُ : نَجِبُ

الْتِّشَادُ

س : شدت کسے کہتے ہیں اور وہ کن حروف میں پائی جاتی ہے؟
 ج : شدت ایک خاص قسم کی صفت ہے جو "أَجِدُ قَطِ بَكَتِ" کے آٹھ حروف میں پائی جاتی ہے پس ان حروف کو ادا کرتے وقت ان کے مخرج میں آواز ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرنی چاہیے کہ آواز بند ہو کر سخت ہو جائے خواہ سانس جاری رہے یا نہ رہے۔ جیسے "قَتَلْتُ" کی تا اور "أَحَدُ" کی وال اور یہ حروف چونکہ صفت شدت سے منصف ہیں اس لیے ان کو حروف "شَدِيدَةٌ" کہتے ہیں۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ شدت کے لغوی معنی "الْقُوَّةُ" کے ہیں اور اصطلاح مجردین میں "إِنْبَاسُ جَرِي الصَّوْتِ عِنْدَ النَّطْقِ بِالْحَرْفِ" کے ہیں۔ یعنی حروف شدیدہ کے ادا کے وقت اعتماد صوت فی المخرج ایسی قوت سے

اے اِیْ اَجِدُ قَطِ حَالِ كَوْنِهَا بِكَتِ فِي بَيْتِهَا۔ عرب عاشق نے اپنی محبوبہ کے گھر میں بکا کی آواز سنی تو کہنے لگا کہ میں نے اپنی محبوبہ قَطِ کو عصرِ دراز اور تلاشِ بیار کے بعد اس وقت پایا جب کہ وہ گھر میں رو رہی تھی۔ ان کلمات کی ترتیب یہ بھی ہو سکتی ہے "أَجِدُكَ قَطِبتَ" میں تجھے ترش روئی کا مظاہرہ کرتا ہوا پایا رہا ہوں اور یہ کہ گویا باپ اپنے مرنے والے سے کہتا ہے کہ میں تجھے اس وقت پایا رہا ہوں جب کہ تو علم و عمل اور تقویٰ طہارت میں مقدر اور پیشوا بنا۔ فامحمد بقدر۔

ہونی چاہیے کہ صوت الحرف بالکلیہ مغبس ہو جائے خواہ انجاس صوت کے ساتھ
 ہی انجاس نفس بن ہو جیسا کہ حروف شدیدہ مجبورہ «أَجِدُ قُطْبَ» میں ہوتا ہے
 خواہ انجاس صوت کے بعد جَرِيَانُ النَّفْسِ ہو جیسا کہ حروف شدیدہ مہدسہ
 «ك. ت.» میں ہے اور اسی سے صوت و نفس میں فرق بھی معلوم ہو گیا۔ قنابل
 حروف شدیدہ قوت میں مختلف ہیں کیونکہ جب شدت کے ساتھ جہر جمع ہو جاتی
 ہے تو حروف زیادہ قوی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ج. اور جب شدت کے ساتھ ہمیں
 جمع ہو جاتی ہے تو حروف ضعیف ہو جاتا ہے جیسا کہ ت. پس جس حرف میں قوی
 صفات زیادہ ہوں گی وہ حروف قوی ہو گا اور جس حرف میں صفات ضعیف زیادہ ہوں گی
 وہ حروف ضعیف ہو گا۔ فَافْهَمْ هَذَا لِتَعْطِيَ كُلَّ حَرْفٍ حَقَّهُ فِي قِرَاءَتِكَ
 مِنَ الْقُوَّةِ وَتَتَحَفَّظَ عَلَى بَيَانِ الضَّعِيفِ فِي قِرَاءَتِكَ. پس
 حروف شدیدہ اپنی ذاتی قوت اور قوت اعتماد فی المخرج کی وجہ سے ایسی شدید قوت سے
 ادا ہوتے ہیں جو انجاس صوت و نفس کو مقتضی ہوتا ہے جیسا کہ «أَج. آت.» میں کہ
 صوت جیم و تا اپنے مخرج میں اس قدر سخت ہے کہ اگر اُسے جاری رکھنا بھی چاہیں تو
 نہیں رکھ سکتے۔ پس اسی اشتداد و انجاس فی المخرج کی وجہ سے اہل ادا ان حروف
 کو حروف شدیدہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں جو «أَجِدُ قِطْبُكَتْ» میں
 مرکب ہیں۔

الْقَاعِدَةُ

أءُ - أَجُ - آدُ - آقُ - آطُ - آبُ - آكُ - آتُ

وَالْأَمْثَلَةُ

يَشَاءُ تَبَرُّاً. أَخْرَجَ. الْحَجُّ : تَقَعُدُ. هُدُ هُدًى بِالْحَقِّ مَرَّتَيْنِ
تُسْطِطُ. إِهْبِطُ. أَقْرَبُ. إِذْهَبُ : قَبْلِكَ. ظَهْرَكَ. فَرِحْتَ. فَتِحْتَ

الرِّخَاوَةُ

س : رخاوت کسے کہتے ہیں اور وہ کن حروف میں پائی جاتی ہے ؟

ج : رخاوت ایک خاص قسم کی صفت ہے جو شدیدہ اور متوسط کے سوا باقی سولہ حروف

میں پائی جاتی ہے جو " خذ غث حظ فص شوص زی
سآہ " میں مرکب ہیں۔

پس ان حروف کو ادا کرتے وقت ان کے مخرج میں آواز ایسے ضعف کے ساتھ

ٹھہرنی چاہیے کہ آواز نرم ہو کر جاری رہے جیسے " معایش " ک ثین اور جن حروف

لہ، خذ (لو)، غث (ناقص)، حظ (حسہ) فص (سب) بہایک، شوص

(غسالہ، زبی (لباس)، سآہ (دغانل) یعنی لو اپنا ناقص حصہ اس لئے کہ بہایا گیا ہے غائل کے

لباس کا غسالہ۔ مطلب یہ کہ اے طالب تجوید حسب استعداد جو کچھ حصہ فن تجوید سے تجھے مل

رہا ہے اگرچہ وہ قلیل و حقیر ہے اسے لو اور قبول کر اور آواز راہ تکبر و گردانی نہ کر کیونکہ قرآن کریم

کے صحیح تلفظ سے اعراض کرنے والوں کے بکبر کی گندگی عنقہ یب جہنم کی آگ سے دھوئی جائیگی۔ فاحذر

میں سنتِ رخاوت پائی جاوے ان کو حروفِ رِخْوَةٌ کہتے ہیں۔ اور شدت و
رخوت ایک دوسرے کی بند اور مقابل ہیں۔

توضیحُ الْجَوَابُ : جانا چاہیے کہ رخاوت کے لغوی معنی «اللين» یعنی نرم
ہیں اور اصطلاحِ مخودین میں جریانُ الصَّوْتِ عِنْدَ النُّطْقِ بِالْحَرْفِ
کے ہیں یعنی حروفِ رخوہ کے ادا کے وقت اعتمادِ صوتِ فی المخرج ایسے ضعف کے
ساتھ ہونا چاہیے کہ آواز جاری اور نرم رہے پس رخاوت آواز کی ایک خاص قسم
کی کیفیت ہے جو «خ ذ غ ث ح ظ ف ض ش وص
ذ ی س ا ہ» میں بوقت حصول فی المخرج لاحق ہو جاتی ہے۔ لہذا ان حروف
کو ادا کرتے وقت ان کے مخرج میں آواز کا لگاؤ اور جماؤ ایسے ضعف کے ساتھ ہونا
چاہیے کہ صوتِ الحرف جاری رہ کر نرم ہو جائے جیسا کہ «معايش» کی شین میں
آواز نرم اور جاری ہے۔ اور رخوت ضد شدت کی ہے اس لئے اہل ادا حروف
شدیدہ اور متوسطہ کے علاوہ باقی سولہ حروف کو «رخوہ» کے نام سے موسوم کرتے ہیں

الْقَاعِدَةُ

أَخْ أَدُ أَعُ أَتُ أَحْ أَظْ أَفْ أَضْ
أَشْ أَوْ أَصْ أَرُ أَيْ إِيْ أَسْ عَاْ أَهْ

وَالْأَمْثَلَةُ

نَسَخٌ فَاسْتَعِدُّ : لَا تُزَعُّ : لَا تَحْتُ لَا تَفْرَحُ أَغْلُظُ
لَا تَخَفُ أُرْكَضُ مَعَايِشُ : تَعَالَوْا تَعَاوَنُوا لَا تَقْضُصْ
إِسْتَفْرَزْ نَبَابِي عَابِرِي : مِنَ الْمَسِّ نَسِيَا إِقْتَدَا

التَّوَسُّطُ

س : توسط کسے کہتے ہیں اور وہ کن حروف میں پائی جاتی ہے ؟
 ج : توسط : شدت و رخوت کے درمیان ایک خاص قسم کی صفت ہے جو "لین عمراً" کے پانچ حروف میں پائی جاتی ہے پس ان حروف کو ادا کرتے وقت ان کے مخرج میں آواز ایسے انداز پر ٹھہرنی چاہیے کہ نہ شدت کی طرح بند و سخت ہو اور نہ رخاؤ کی طرح جاری اور نرم جیسے "قل" کلام اور تتبع کا عین پس جبکہ یہ حروف ایک درمیانی صفت سے متصف ہیں اس لیے ان کو حروف "متوسطہ" اور "بینیہ" کہتے ہیں۔

توضیح الجواب : جانا چاہیے کہ توسط لغت میں ما وقع بین الشیین کو کہتے ہیں خیر الامور اوسطها اور اصطلاح مجودین میں هو صوت بین الشدة والرخاوة : یعنی شدت و رخوت کی درمیانی صوت کو توسط کہتے ہیں سو توسط ایک خاص قسم کی کیفیت ہے جو ل ن ع م سا کے پانچ حروف میں پائی جاتی ہے۔ پس حروف متوسطہ کو ادا کرتے وقت اعتماد صوت فی المخرج ایسے انداز پر ہونا چاہیے

لے لین عمراً : ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاری ہے تھے اور ان کے بچے کچھ لوگ مٹھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : لین یا عمس : کہ اسے عم میا نہ روی اختیار کر جائے کی ضرورت نہیں آہستہ آہستہ چل بہ طلب یہ کہ اسے ناب تجوید حصول فن میں جلدی ذکر کیونکہ علم تجوید علم المنقولات اور علم الاصوات ہے جو جلدی حاصل ہو یا نہیں ہے۔ فتدبر

کہ صوت الحرف متوسط حالت پر نکلے جیسے یَغْلُّ کلام کہ نہ تو حروف شدیدہ
 اِضْرِبُ کی باء اور اَجْلِدُ کی وَاو کی طرح بالکلیہ بند اور سخت ہے اور نہ حروف رخوہ
 اَلْبَسُ کی سین اور العَنَسُ کی شین کی طرح بالکلیہ جاری اور نرم ہے، لہذا صفتِ توسط
 اگرچہ متضادہ میں سے نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی صفت ضد نہیں
 ہے، مگر غیر متضادہ بھی نہیں ہے، کیونکہ یہ متضادہ ہی کے اختلاط سے پیدا
 ہوتی ہے، گویا فی الجملہ اس میں شدت بھی ہے اور فی الجملہ رخاوت بھی، تو
 صفتِ توسط شدت اور رخوت کے اشتراک و اختلاط سے وجود میں آتی
 ہے۔ پس جبکہ صفتِ توسط بین القوتین ہے، اس لئے اہل اداء اس سے
 موصوف حروف کو: مُتَوَسِّطٌ، بَيْنِيَّةٌ، اور لَشَدِيدَةٌ وَلَا رِخْوَةٌ
 کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

الْقَاعِدَةُ

أَلْ — أَنْ — أَعْ — أَمْ — آسَا

وَالْأَمْثَلَةُ

أَرْسِلُ ، أَدْخِلُ ، فَجْعَلُ : مُؤْمِنٌ ، أَعْيُنٌ ، نُعَلِنُ
 نَرْتَعُ ، إِدْفَعُ ، مَنْعُ : فَاعْلَمُ ، يَعْتَصِمُ ، يَظْلِمُ
 أَبْصِرُ ، إِصْطَبِرُ : قَدْقُدِرُ ، فَاصْبِرُ

الِاسْتِعْلَاءُ

س : استعمار کسے کہتے ہیں اور وہ کن حروف میں پائی جاتی ہے ؟
 ج : استعمار ایک خاص قسم کی سفت ہے جو " خُصَّ ضَغِطٍ قِطْبِہ " کے سات حروف میں پائی جاتی ہے۔ پس ان حروف کے ادا کے وقت ہمیشہ جرزبان اوپر کے تالو کی طرف اٹھ جاتی ہے جس کی وجہ سے یہ حروف پُر اور اور مزید ہو جاتے ہیں جیسے " خَلَقَ " کی خا اور قات اور جن حروف میں سفت

اے خُصَّ جھونپڑی، تَبْرَضُغِطٍ: تنگی گرفت، قِطْبِہ: ٹھہر، قِیَامِ کر۔
 بیدار ہو جائے قُرُوقَتْ حَرَارَةُ الصَّیْفِ فِي خُصِّ ذِي ضَغِطٍ. اَوْ خُصِّ الْقَبْرِ
 بِالضَّغِطِ وَالْعَصْرِ فَقِطْ مِنْ غَفْلَتِكَ وَاعْمَلْ رَاخِرَتِكَ یعنی شدت حرارت کیوت
 کسی جھونپڑی میں ٹھہر کر وقت گذار اور اس دنیا فانی میں اس طرح رہ جیسا کہ توراہ گذریا ہے پس دنیا
 میں ایک مسافر کی طرح مختصر سا سامان کر اور جاتے دوام سمجھ کر زیب و زینت سے باز آ۔ اس سے
 کہ تو نے آخر کار کو توج کرنا ہے اور قبر حصر و تنگی کی جگہ ہے اور جانے گرفت ہے اور تیری آخری قیام گاہ
 وہ تجھے بلا رہی ہے۔ سوائے طالب تجرید و قرأت ہوش کر اور خواب غفلت سے اٹھ اور قرآن کریم کی صحیح تلاوت
 کر کے توشہ آخرت بنا اور دیکھ دنیا کے لالچ میں قرآن جیسی نعمت عظمیٰ کو نہ چھوڑ کیونکہ قبر میں ہی قرآن
 لبیک اور خوش آمدید کہتا ہوا ملے گا اور تیرے لیے اللہ تعالیٰ کے راضی کرنے میں جد و جہد کرے گا
 تا آنکہ تجھے بخشوا کر حنت کے بلند مقام پر پہنچا دے

وَحَيْثُ الْفَتَى يَرْتَاعُ فِي ظُلْمَاتِهِ : مِنَ الْقَبْرِ لِقَاءَهُ سَنَامْتَرًا مَلَلًا

استعلاء پائی جاتی ہے ان کو حروفِ مُسْتَعْلِيَّةٌ کہتے ہیں!

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ استعلاء کے لغوی معنی عَلُوٌّ اور ارتفاع یعنی بلند کرنے کے ہیں اور اصطلاح مجردین میں اِرْتِفَاعُ اللِّسَانِ عِنْدَ النُّطْقِ بِالْحُرُوفِ اِلَى الْحَنَكِ الرَّعْلِيِّ : کے ہیں یعنی حروفِ مستعلیہ کے خروج و ادا کے وقت اصل لسان یعنی جِسْمُ زَبَانِ اُپَر تالو کی طرف مرتفع اور بلند کرنی چاہیے تاکہ صوت الحروف اپنے مخرج سے منفتح ہو کر نکلے پس استعلاء ایک خاص قسم کی صفت ہے جو "خ ص ض غ ط ق ظ" کے سات حروف میں بوقت حصول فی المخرج عارض اور لاحق ہو جاتی ہے اور چونکہ صفت استعلاء ارتفاع لسان کو مقتضی ہے اور ارتفاع لسان تفخیم صوت کو اس وجہ سے ان حروف میں تفخیم عارض ہو جاتی ہے اور یہ منفتح ادا ہوتے ہیں اس لئے اہل ادا ان کو حروفِ مُسْتَعْلِيَّةٌ و مُفْتَحَةٌ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

الْقَاعِدَةُ

أَخْ إِصْ إِضْ إِعْ إِطْ إِظْ

وَالْأَمْثَلَةُ

نَسَخٌ نَفِخٌ : تَعْرِضٌ تَقْصُصٌ

أَرْكُضٌ أَعْرِضٌ : أَعْضُضٌ : أَوْرِغٌ مِّنْ بَلَّغٌ أَبْلِغُهُ

تَعْبُطٌ يَبِطُّ : تَشُطُّطٌ : وَارْتِقٌ مَا خَلَقَ بِالْحَقِّ

الِاسْتِفَالُ

س: استفعال کسے کہتے ہیں اور وہ کن حروف میں پائی جاتی ہے؟
 ج: استفعال ایک خاص قسم کی صفت ہے جو حروف مستعلیہ کے سوا باقی بائیس حروف میں پائی جاتی ہے جو "ثَبَّتَ عِزٌّ مِّنْ يُّجُودٍ حَرْفُهُ إِذْ سَلَّ شَكًّا" میں مرکب ہیں پس ان حروف کے ادا کے وقت جڑ زبان اُپر کے تالو کی طرف نہیں اٹھتی ہے جس کی وجہ سے یہ حروف باریک رہتے ہیں جیسے "مَالِكٌ" کا میم اور چونکہ یہ حروف صفت استفعال سے منصف ہیں اس لئے ان کو حروف "مُسْتَفِلَّةٌ" کہتے ہیں۔ اور استعلاء و استفعال ایک دوسرے کی ضد اور مقابل ہیں۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ :- جاننا چاہیے کہ استفعال کے لغوی معنی انخفاض یعنی پستی کے ہیں اور اصطلاح مجودین میں انخفاض اصل اللسان عند النطق بالحرف عن الحنك الی قاع الفم ہیں۔ یعنی حروف مستفلة کے ادا کے وقت اصل لسان یعنی جڑ زبان اُپر کے تالو کی طرف نہ اٹھنے پائے تاکہ صوت الحرف اپنے مخرج سے باریک اور مرقق ہو کر نکلے پس استفعال ایک خاص قسم کی صفت ہے

لے ثَبَّتَ الہ یعنی ثابت ہو چکی ہے۔ عِزٌّ ثَبَّتَ اس قاری کی جس نے حروف قرآنی کو مجودیک اور اہل فن سے پوچھ کر اپنا شک رفع کیا پس اسے مجودا اگر تو کسی حرف میں کمی محسوس کرنا ہے اور تیرے تجوید حروف میں کچھ سقم اور کمی ہے تو اہل ادا سے پوچھ اور اپنا شک و شبہ رفع کر۔ اور کسی قسم کا عار اور کسر شان تصور نہ کر اس لئے کہ فن تجوید اہل فن ہی سے بالمشافہ حاصل کیا جاتا ہے۔

جو ثبات. ع ن م ن ی ج و د ح ر ف ہ اذ
 میں ل ش لاء کے بائیں الحروف میں بوقت حصول فی المخرج عارض اور
 لاحق ہو جاتی ہے اور چونکہ صفت استفال انخفاض و انحطاط لسان کو مقتضی ہے
 اور انحطاط لسان عدم تقخیم کو اس وجہ سے ان میں ترقیق عارض ہو جاتی ہے۔
 اور یہ حروف مرقق ادا ہوتے ہیں اس لئے اہل ادا ان کو حروف "مُسْتَفِلَّة"
 کے نام موسوم کرتے ہیں۔ اور اسی لیے استعلاء اور استفال ایک دوسرے کی ضد اور مقابل ہیں۔

الْقَاعِدَةُ

اَتْ	اَبُ	اَتْ	اَعُ	اَزُ	اَمُ	اَنْ
اَحَى	اَجُ	اَوْ	اَكُ	اَحُ	اَفُ	اَهُ
اَءُ	اَذُ	اَسُ	اَلُ	اَشُ	اَلُ	اِءُ

وَالْاَمْثَلَةُ

يَلَهَتْ	تَعَجَّبُ	بَعْدَتْ	أَسْمِعُ	أَعَزُّ	تَقَلَّمَ
نُعَلِنُ	ذَوَاتِي	رَبِّي	تَخْرُجُ	لَبَغُوا	ذُوقُوا
وَأَقْصِدُ	فَأَصْفَحْ	أَنْظِرْ	يُوسِفُ	أُرْلِفْتُ	إِقْرَأْ
فَأَسْتَعِدُّ	عَسَسُ	نَبْتَرِلُ	وَأَهْسُ	أَسْلِكُ	جَاوِزَا

الْإِطْبَاقُ

س : اطباق کسے کہتے ہیں اور وہ کن حروف میں پائی جاتی ہے ؟

ج : اطباق ایک خاص قسم کی صفت ہے جو "ص ض ط ظ" میں پائی جاتی ہے۔ پس ان حروف کو ادا کرتے وقت بیچ زبان اوپر کے تالو سے ملصق ہو جاتا ہے یعنی منطبق ہو کر اسے ڈھانک لیتا ہے اس لئے یہ حروف زیادہ پُر اور موٹے ہو جاتے ہیں جیسے "مَطْلَعُ" کی طا اور چونکہ یہ حروف صفت اطباق سے متصف ہیں اس لئے ان کو حروف "مُطَبَقَةٌ" کہتے ہیں!

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ۔ جاننا چاہیے کہ اطباق کے لغوی معنی "الْإِطْبَاقُ" یعنی پسنے کے ہیں اور اصطلاح مجربین میں "هُوَ إِطْبَاقُ أَيْ تَلَاوُصُ مَا يُعَاذِي اللِّسَانَ مِنَ الحَنَكِ الرَّمْلِيِّ عَلَى اللِّسَانِ عِنْدَ النُّطْقِ بِالْحُرُوفِ" کے ہیں۔ انکے خروج و ادا کے وقت وسط لسان سے اوپر کے تالو کو ڈھانک لینا چاہیے تاکہ صوت الحرف منخم ہو جائے جیسا کہ "طَلَعَتْ" کی طا پس اطباق ایک خاص قسم کی کیفیت ہے جو "ص ض ط ظ" میں بوقت حصول فی المخرج لاحق ہو جاتی ہے۔ سوان حروف کو ادا کرتے وقت وسط لسان اوپر کے تالو سے ملصق ہو جاتی ہے اور درمیان میں صوت محسور ہو جاتی ہے اس لئے یہ حروف زیادہ منخم ہو جاتے ہیں جیسے "تَحْبِطُ" کی طاء حروف منطبقہ چونکہ مستقیم بھی ہیں اس لئے ان کے ادا کے وقت صفت استعلاء کی وجہ سے اقصی لسان اوپر تالو کی طرف بلند ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے یہ حروف پُر اور منخم ہو جاتے ہیں

پھر صفت اطباق کی وجہ سے وسط لسان اُوپر کے تالو سے لپٹ کر اس طرح منطبق ہو جاتی ہے کہ لسان اور حنک اعلیٰ کے مابین کچھ جوف اور خلا رہ جاتا ہے اس لیے ان حروف کی صوت خلا میں منحصر ہو جاتی ہے اور ان کی تفخیم دو بالا ہو جاتی ہے اور اپنی اخوات، خ، غ، ق، سے زیادہ منغم ہو جاتے ہیں، پس یہاں صفت اطباق۔

الصاق و اطباق وسط لسان مع الخلاء کو مقتضی ہے اور اطباق مع الخلاء تفخیم صوت کو، تو حروف مطبقہ میں تفخیم علی وجہ الکمال ہوتی ہے اس وجہ سے اہل ادا ان کو حروف مطبقہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور وہ "ص ض ط ظ" ہیں کما قال ابن الجزری "صَادُ ضَادُ طَاءُ ظَاءُ مُطَبَّقَةٌ"۔

اہل ادا حروف مطبقہ کو اس نام سے موسوم کرتے ہیں حالانکہ اطباق تو لسان و حنک کا ہوتا ہے نہ کہ حروف کا۔ مگر چونکہ لسان و حنک کے اطباق و الصاق ہی سے یہ حروف منحصر و منطبق ہو کر درجہ کمال کو پہنچتے ہیں اس لیے اسی نام سے موسوم کرتے ہیں واللہ اعلم۔

نیز جاننا چاہیے کہ اطباق، استعمار سے ابلغ و انحصار ہے، اس لیے کہ اطباق کے ساتھ استعمار لازم ہے مگر استعمار کے ساتھ اطباق لازم نہیں جیسا کہ "خغ غغ، فوق" پر نطق کرتے وقت اقصیٰ لسان حنک اعلیٰ کی طرف مستعلیٰ اور بلند ہو جاتی ہے مگر الصاق وسط لسان مع الحنک نہیں ہوتا اور جب ص ص ض ض ط ظ پر نطق کرتے ہیں تو الصاق وسط لسان مع الحنک کے ساتھ ہی اقصیٰ لسان بھی مستعلیٰ الی الحنک ہو جاتا ہے اسی واسطے حروف مطبقہ مستعلیہ سے انغم و اقویٰ ہیں اگرچہ مطبقہ مابین القویٰ مختلف ہیں، فتدبر۔

الْقَاعِدَةُ

أَصُّ	إِصُّ	أُصُّ : أَصُّ	إِصُّ	أَمُّ
أُضُّ	إِضُّ	أُضُّ : أَضُّ	إِضُّ	أَفُّ
أُطُّ	إِطُّ	أُطُّ : أَطُّ	إِطُّ	أَطُّ
أُظُّ	إِظُّ	أُظُّ : أَظُّ	إِظُّ	أَظُّ

وَالْأَمْثَلَةُ

حَصَّصَ	فَاقْصَصَ	الْقَصَصَ	يَقْتَصِرُ	نَنْقُصُ	نَقُصُّ
لَا يَحِضُّ	نُقِيضُ	أُرْكُضُ	وَأَخْفِضُ	وَأَغْضُضُ	أَعْرِضُ
أَنْ تَحْبِطَ	تُشْطِطُ	تَسْقُطُ	تَبْسُطُ	فَاهْبِطُ	بِالْقُسْطِ
فَأَسْتَفْظُ	وَأَغْلُظُ	الْغَيْظُ	حَفِيظُ	عَظِيمٌ	عَلِيظٌ

الْإِنْفِتَاحُ

س : انفتاح کسے کہتے ہیں اور وہ کن حروف میں پائی جاتی ہے ؟
 ج : انفتاح ایک خاص قسم کی صفت ہے جو : مُطَبَقَةٌ کے علاوہ باقی پچیس^{۲۵}
 حروف میں پائی جاتی ہے جو : مَنْ أَخَذَ وَجَدَ سَعَةً فَرَزَكَ أَحَقُّ
 لَهُ شُرْبُ غَيْثٍ ہے۔ میں مرکب ہیں۔ پس ان حروف کے خروج اور ادا
 کے وقت بیچ زبان اوپر کے تالو سے جدا ہوتا ہے خواہ تڑ زبان اوپر
 کے تالو سے لگے جیسے ق میں لگ جاتی ہے خواہ نہ لگے جیسے كَذَلِكَ
 کا کاف اور چونکہ یہ حروف صفتِ انفتاح سے متصف ہیں اس لیے

لے مَنْ أَخَذَ الْخَ یعنی جس نے مال کا کر وسعت کا وقت پایا اور اپنے حاصل
 کردہ مال کی زکوٰۃ ادا کی تو اس کی سیرابی رحمت کی بارش سے یقینی ہوگی۔ مطلب یہ کہ اے
 طالبِ تجوید و قرأت حصول فن کے بعد علم تجوید و قرأت کی زکوٰۃ فن کی خدمت ہی کی صورت
 میں ادا کر اور قرآنی خدمات درس و تدریس کی صورت میں سرانجام دے جس کا اجر دنیا
 و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں سے مالا مال ہونا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا ہے۔ اے معاذ اگر تو چاہتا ہے زندہ رہنا نیک اور مرنا شہید۔ بروحشر
 نجات۔ بروز خوف امن۔ بروز ظلمت نور۔ بروز تپش سایہ۔ بروز عطش سیراب
 ہونا۔ بروز خفت عزت اور بروز ضلال ہدایت تو پڑھاؤ لوگوں کو قرآن۔ کیونکہ یہی
 ہے ذکرِ رحمنِ مرزا شیطاں اور رجحانِ میزان : الْحَدِيثُ

ان کو حروف: مُنْفَتِحَةٌ کہتے ہیں اور اطباق و انفتاح ایک دوسرے کی ضد اور مقابل ہیں۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ:۔ جاننا چاہیے کہ انفتاح کے لغوی معنی اَلرِّوْفُ فِتْرَاقٌ یعنی جدائی کے ہیں اور اصطلاح مجودین میں: تَجَافِي كُرًا مِّنَ الظَّائِفِينَ اى طَائِفَتِي اللِّسَانِ وَالْحَنَكِ عَنِ الْاُخْرَى حَتَّى يَخْرُجَ الرِّيحُ عِنْدَ التَّنَطُّقِ بِالْحَرْفِ — یعنی ان حروف کے خروج و ادا کے وقت وسط لسان حنک اعلیٰ سے جدا رہنا چاہیے تاکہ سانس و ہوا کھل کر نکلے پس انفتاح ایک خاص قسم کی صفت ہے جو: مرن أخ ذ وج د س ع ت ف ن ك ا ح ق ل ه ش ك ا ب غ ی ث میں بوقت حصول فی المخرج لاحق ہو جاتی ہے۔

لہذا ان حروف کو ادا کرتے وقت وسط لسان کو حنک اعلیٰ سے جدا رکھنا چاہیے تاکہ صوت الحرف اپنے مخرج سے غیر منخم ہو کر ادا ہو جیسے: ذَاهِبٌ: کا ذال پس جب کہ انفتاح، افتراق و تجافی عن الحنک کو مقتضی ہے اور تجافی عدم انحصار صوت و ہوا کو اس لیے یہ حروف اپنے اپنے مخرج سے کھل کر نکلتے ہیں اور اسی وجہ سے اہل ادا ان کو حروف: مُنْفَتِحَةٌ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

اہل ادا حروف منفتحہ کو اس نام سے موسوم کرتے ہیں حالانکہ انفتاح تو لسان و حنک کا ہوتا ہے نہ کہ حروف کا۔ لیکن لسان و حنک کے انفتاح سے چونکہ یہ حروف منفتح ہو کر نکلتے ہیں اس لیے ان کو اسی نام سے نامزد کرتے ہیں اور اسی وجہ سے

یہ مطبقہ کی ضد اور مقابل ہیں۔ اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ انفتاح اُغْم ہے استفال سے
اس لئے کہ ہر متفعل منفتح ہوتا ہے مگر ہر منفتح متفعل نہیں ہوتا جیسے خ غ ق
منفتح ہیں اور متفعل نہیں ہے۔ فتدیر۔

الْفَاعِلَةُ

أَمْرٌ — أَنْ — أَعُ — أَخُ — أَدُ — أَوْ — أُو
أَجُّ — أَدُّ — أَسُّ — أَعُ — أَتُّ — أَفُّ — أَزُّ
أَكُّ — أَعُ — أَحُّ — أَقُّ — أَلُّ — أَهُّ — أَشُّ
أَرُّ — أَبُّ — أَعُ — أَيْ — أُمِّي — أَتُّ — :

وَالْأَمْثَلَةُ

يَعْلَمُ ، نَعِلُنُ ، تَبْرَأُ ، نَنْسَخُ ، يَوْمَعِدِّ ، خَلَوْا
ذُوقُوا ، تَخْرُجُ ، مُقْتَصِدٌ ، يُولِسُ ، نَرْفَعُ ، كُشِطَتْ
تَعَفَّتْ ، اسْتَفْرَزُ ، ذَلِكَ ، إِذَا خَلَا ، افْتَحَ ، عَلَقَ
ذُوقُوا ، اقْتَدِ ، أَهْشُ ، مُسْتَسِرٌّ ، تَلْعَبُ ، بَلِّغْ
نَبَأْتِي ، إِصْرِي ، فَحَدِّثْ ، يَلْهَثُ

الِذْذُلَاقُ

س : اذلاق کسے کہتے ہیں اور وہ کن حروف میں پائی جاتی ہے ؟
 ج : اذلاق ایک خاص قسم کی صفت ہے جو "فَرَّ مِنْ لُبِّ لَيْ" کے چھ حروف
 میں پائی جاتی ہے۔ پس یہ حروف اپنے مخرج سے یعنی زبان اور ہونٹ کے کنارہ
 سے سہولت کے ساتھ جلدی سے ادا ہو جاتے ہیں جیسے "فَفَرَّعَ"
 کی فار اور جن حروف میں صفت اذلاق پائی جاوے ان کو "مُذْلَقَةٌ"
 کہتے ہیں۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ۔ جاننا چاہیے کہ اذلاق کے لغوی معنی الْحِدَاةُ
وَالسُّرْعَةُ کے ہیں اور اصطلاح قرار میں "حِدَاةُ اللِّسَانِ وَالشَّفَاةُ"
 ہیں یعنی ان حروف کے ادا کے وقت طرف لسان اور شفٹ میں حدت
 و سرعت کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ پس اذلاق ایک خاص قسم کی کیفیت
 ہے جو "ف ل ن س" کے چھ حروف میں بوقت حصول نے
 المخرج لاحق ہو جاتی ہے۔ لہذا ان حروف کو لسان اور ہونٹ کے کنارہ سے ایسی
 سہولت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے کہ جیسے مہسلیتی جگہ سے کوئی چیز باسانی پھسل جاتی
 ہے جیسے "تَلَقَّفْ مَا صَنَعُوا. هُمْ فِيهَا".

نیز یہ جاننا چاہیے کہ حروف مذلقہ میں دو قسم کے حروف ہیں۔ تین لسانی ہیں۔
 ل ن س اور تین شفوی ہیں ف ب ہ۔ لہذا حروف لسانی کو لسان کے
 کنارہ سے اور حروف شفوی کو شفقتین کے کنارہ سے اس طرح ادا کرنا چاہیے کہ صوت

الحرف پھسل کر نکلے اور حدت و سرعت سے ادارہ ہو کیونکہ جب صفت اذلاق حدت
 اللسان والشفقة کو مقتضی ہے اور حدت لسان و شفقت سرعت صوت کو تو یہ حرف
 سریع النطق ہوتے ہیں اس لیے اہل ادارہ ان کو حروف "مذلقہ" کے
 نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور چونکہ ان حروف کا مخرج طرف میں واقع ہے اس لیے
 ان کے ادارہ میں ایک خاص قسم کی سہولت ہوتی ہے مگر صفت اذلاق کے ادارہ کرنے
 میں احتیاط سے کام لینا چاہیے کہ یہ حد سے تجاوز نہ کر جائے ورنہ یہ حروف یا تو صحیح ادا نہ ہونگے یا
 دوسرے حروف سے بدل جائیں گے جیسا کہ "غافل الذنب" کی جگہ
 غافل الذنب ہو جانے کا احتمال رہتا ہے۔ لہذا ان حروف کو صفت
 اذلاق کے ساتھ خوب صاف ادا کرنا چاہیے خاص کر جب یہ باہم دگرتے ہیں

الْقَاعِدَةُ

أَفْ أَرْ أَمْرٌ أَنْتَ أَلْ أَبْ
 أَلْ أَنْتَ أَرْ أَوْ أَبْ أَمْرٌ

وَالْأَمْثَلَةُ

تَخَوُّونَ لَا تَخَفُوا تَعَفُّونَ فِي الْحَرِّ وَسَقَرٌ وَسَمِيرٌ
 تَظْلِمُ إِلَيْكُمْ وَأَضْمَمٌ وَلَا تَمَنَّوْا وَلَكِنْ لَمْ يَكُنْ
 يُضِلُّكَ فِي ظِلِّكَ مَدَّ الظِّلُّ : إِرْكَبْ تَعَجَّبْ أَقْرَبْ
 وَإِنْ تَعَجَّبْ فَعَجَبٌ : لَمْ يَنْبُ فَأَوْلَيْكَ
 أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَاءُ سُكِّ : عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ

الِصُّمَاتُ

س : اِصْمَاتُ کسے کہتے ہیں اور وہ کن حروف میں پائی جاتی ہے ؟

ج : اِصْمَاتُ ایک خاص قسم کی صفت ہے جو مذلقہ کے سوا باقی تیس حروف

میں پائی جاتی ہے۔ جَزَعَشَّ سَاخِطِ صِدًّا ثِقَةً اِذْ وَعَظُهُ يَعْضُكَ

میں مرکب ہیں۔ پس یہ حروف اپنے مخرج سے مضبوطی اور جماؤ کے ساتھ ادا ہوتے

ہیں آسانی اور جلدی سے ادا نہیں ہوتے ہیں۔ جیسے "أَفْرَعٌ" کی غین اور

جن حروف میں صفت اِصْمَاتُ پائی جاوے ان کو "مُصَمَّةٌ" کہتے ہیں۔ اور

اذلاق اِصْمَاتُ ایک دوسرے کی ضد اور متقابل ہیں۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ۔ جاننا چاہیے کہ اِصْمَاتُ کے لغوی معنی "الْمَنْعُ" کے ہیں

لِأَنَّ مَنْ صَمَتَ مَنَعَ نَفْسَهُ مِنَ الْكَلَامِ : اور اصطلاح اہل لغت

اور واضعین کلمات میں "امتناعُ الْكَلِمَةِ الرَّبَاعِيَّةِ

وَالْخُمَاسِيَّةِ مِنْ غَيْرِ حَرْفٍ مِنَ الْمُدْلِقَةِ فَالْعَسَجُ عَجْوٌ

اے جَزَعَشَّ سَاخِطِ الخ ای عُدُّ عَنْ غَشَّ سَاخِطٍ لِلْحَقِّ وَأَصْطَدُّ ثِقَةً

فَإِنَّ وَعَظُهُ يَعْضُكَ عَلَى الْخَيْرِ غَاضِبٌ لِمَنْ بَعَثَ حَقُّ كَوَّلٍ لَفْزِشْ سے درگزر کر اور اسے

ثِقَةٌ جان پس بلاشبہ اس کا وعظ تجھے مہلانی پر آمادہ کرے گا پس اے طالب تجوید اگر تیرا شیخ اور

استاذ نذخو یا ترش رہے اور حصول فن کیلئے تجھ پر سختی کرتا ہے۔ ترش و تند سنا ہے تو اس کی ترش ردی

سے متنفر نہ ہو اور اسے غیر معتبر سمجھ کر نہ چھوڑ بلکہ اسے ثقہ اور معتبر جان کر استفادہ کر اور فن کی تکمیل کر

کیونکہ ماہرین فن تجوید اور علم قراءات شاذ و نادر ہی پائے جاتے ہیں۔

یعنی وضع کلمہ رَبَاعِيَّةٌ اور خَمَاسِيَّةٌ بغیر حروفِ مذلقہ کے متنوع ہے۔ اسی وجہ سے کلمہ عسجد جو فقط حروفِ مصمّۃ سے وضع کیا گیا ہے عجمی ہے یعنی غیر عربی ہے اور اصطلاح قرار اور مجتہدین میں اصمات ایک خاص قسم کی مضبوطی اور جماؤ ہے جو ج ن خ ش س ا خ ط ص د ث ق ت ا ذ و ع ظ ہ ی ح ض ک کے تیس حروف میں بوقت حصول فی المخرج لاحق ہو جاتی ہے۔ پس یہ حروف اپنے مخرج سے مضبوطی اور جماؤ کے ساتھ ادا ہوتے ہیں جلدی اور آسانی سے ادا نہیں ہوتے ہیں جیسے "وَوَجَدَ" صفت اصمات کے وقت چونکہ مخرج میں استقرار صوت کی وجہ سے سہولت کم ہوتی ہے اس لیے صوت الحرف میں کسی قدر ثقل اور جماؤ پایا جاتا ہے۔ پس جبکہ صفت اصمات استقرار صوت کو مقتضی ہے اور استقرار صوت ثقل و جماؤ کو اس لیے اہل ادا ان کو حروفِ مُصَمَّمَةٌ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

حروفِ مدہ کا مخرج اگرچہ مقرر ہے اور ان کی صوت کی ابتداء سہولت سے ہوتی ہے لیکن صوت کی انتہاء بغیر استقلال اور قصداً جماؤ کے ممکن نہیں ہے۔ لہذا یہی جماؤ اداً موجب ثقل ہوتا ہے اس لیے حروفِ مدہ کا شمار عنداً لمحققین حروفِ مُصَمَّمَةٍ میں صحیح اور درست ہے۔

نیز جاننا چاہیے کہ صفت اذلاق اور اصمات عند البعض صفات ادا کی نہیں بلکہ صفات وضعی ہیں یعنی جب واضعین لغات لغت وضع کرتے ہیں تو کلمات رباعیہ اور خماسیہ حروفِ مذلقہ اور مصمّۃ دونوں قسم کے حروف سے مرکب وضع کرتے ہیں تاکہ کلمہ خالص عربی وضع ہو جیسے "جَعْفَرٌ، سَفَرٌ، جَلٌ"

کیونکہ جو کلمہ چار یا پانچ حروف پر مشتمل ہوتا ہے اور وہ صرف تین حروف

مصمتہ سے مرکب ہوتا ہے تو وہ غیر عربی ہوتا ہے جیسے "عسجد" جو فقط حروف
مصمتہ سے مرکب ہے لہذا اسے عجمی تصور کرتے ہیں۔

اسی واسطے امام الاولیاء جناب ولی الشاطبی رحمہ اللہ نے اپنے قصیدہ لامبہ
یعنی: کتاب الشاطبیہ: میں — اور جامع الفن التجوید والقراءات حضرت
علامہ جزری رحمہ اللہ نے اپنے مبسوط کتاب: النَّشْرِ فِي الْقِرَاءَاتِ الْعَشْرَةِ
میں صفتِ اذلاق اور اس کی ضد صفتِ اصمات کا ذکر نہیں کیا ہے۔

اسی طرح استاذ العرب والعجم استاذ اساتذۃ الہند حضرت
قاری عبدالرحمن الملکی ثم الالہ آبادی رحمہ اللہ نے بھی اپنے رسالہ: —
فوائد مکیہ: میں ان دونوں صفتوں کا ذکر نہیں کیا ہے۔

باقی رہا امام جزری رحمہ اللہ کا: مقدمۃ الجزریہ میں ذکر کرنا
سو یہ اس لئے کہ یہ "مقدمہ" بطور: قاعدة التجوید للصبیان والعلمان:
کے ہے اس لئے اس میں رعایتہ للفریقین ذکر کر دیا ہے۔

ہکذا، علمنی الشیخ الشیوخ استاذی المکرّم المرحوم المنفور
حضرت قاری عبداللہ المراد آبادی۔ نور اللہ مرقدہ وجعل الجنة مسکن

الْقَاعِدَةُ

أَجُّ — أَرُّ — أَعُّ — أَشُّ — أَسُّ — عَا — أَحُّ
 أَطُّ — أَصُّ — أَدُّ — أَسُّ — أَقُّ — أَثُّ — أَعُّ
 أَذُّ — أَوْ — أَعُّ — أَظُّ — أَهُّ — أَيُّ — أَحُّ
 أَضُّ — أَلُّ

وَالْأَمْثَلَةُ

تَخْرُجُ : اسْتَفْرَزُ : أَفْرَعُ : مَعَايِشُ : عَسَعَسَ : لَقِيَا
 تَنْفَعُ : تَسْقُطُ : تَقْصُصُ : مَسْجِدُ : تَعْنَتُ : بِالْحَقِّ
 كَوَسْرَتُ : إِقْرَأُ : فَاسْتَعِيدُ : قَالُوا : وَعَتَنُوا : إِدْفَعُ
 أُغْلِظُ : أَلْقِهْ : ذَوَاتِي : سَبِيلِي : تَفَرَّحُ : أَعْرِضُ
 رَكَّبَكَ : كَذَلِكَ

الصِّفَاتُ اللَّازِمَةُ الَّتِي لَا أُضَدُّ لَهَا

سج : وہ صفات لازمہ جن کے لئے کوئی ضد نہیں، کتنی اور کونسی ہیں ؟

ج : جن صفات لازمہ کے لیے ضد نہیں ہے۔ وہ سات ہیں :
صفیر۔ قلقہ۔ لین۔ انحراف۔ تکریر۔ تفتشی۔

استظالت

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ { جاننا چاہیے کہ عقلاً ہر صفت کے لئے کوئی نہ کوئی ضد اور مقابل صفت ضرور ہوا کرتی ہے، خواہ اس کے ضد اور مقابل کا کوئی نام ہو، خواہ نہ ہو۔ کیونکہ اہل عرب کا مشہور مقولہ ہے :

تَعْرِفُ الْأَشْيَاءَ بِأَضْدَادِهَا

”تمام اشیاء اپنی اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں“

پس اس اصول پر ہر صفت کے لئے ضد اور مقابل صفت ہونی چاہئے جیسے صفیر کی ضد عدم صفیر۔ قلقہ کی ضد عدم قلقہ ضرور ہو سکتی ہے۔ اور ہے۔ مگر اہل ادب اور محو دین کرام نے ان صفات سب کے لئے کوئی ضد اور مقابل صفت تجویز کر کے سہمی نہیں کیا۔ اس لئے ان صفات لازمہ سب کو۔ صفات غیر متضادہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں :

۱ : صَفِيرٌ
 ۲ : قَلْقَلَةٌ
 ۳ : لِينٌ
 ۴ : انفِجْرَانٌ
 ۵ : تَكَرُّرٌ
 ۶ : تَفْشِيٌّ

۷ : اسْتِطَالَتْ

الصَّفِيرُ

ص : صغیر کسے کہتے ہیں۔ اور وہ کن حروف میں پائی جاتی ہے ؟
 ج : صغیر ایک خاص قسم کی صفت ہے جو ص ، ز ، س : میں پائی جاتی ہے۔ پس ان حروف کے ادا کے وقت ایک آواز تیز مثل سیٹی کی نکلتی ہے اور جن حروف میں صفت صغیر پائی جاتی ہے ان کو : حروف صغیرہ : کہتے ہیں۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ :- جاننا چاہیے کہ : الصَّفِيرُ : لغت میں اس آواز کو کہتے ہیں جس سے بہائم کو پکارا جاتا ہے۔

اور اصطلاح مجودین میں یہ ایک خاص قسم کی آواز ہے جو : ص ، ز ، س : میں بوقت حصول فی المخرج لاحق ہو جاتی ہے۔ یعنی ان حروف کے ادا کے وقت ایک آواز سیٹی کی طرح نکل کر ان حروف کی مصاحبت اختیار کر لیتی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ حروف صوت البہائم کے مشابہ ہو جاتی ہیں۔

حروف صغیرہ چونکہ طرف لسان اور ثنایا سفلی کے ماہین سے ادا ہوتے

ہیں اور صوت الحرف مخرج میں محصور ہو کر صوت الطیور کے مشابہ ہو جاتی ہے اس لئے اہل ادا ان کو حروف صغیر یہ : کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ جب ان پر تلفظ کیا جاتا ہے تو ان کی ادا میں ایک آواز مسموع ہوتی ہے۔ جو صوت الطیور سے مشابہت رکھتی ہے۔ پس صوت الصاد مشابہ بالصوت الأوز، صوت الزامی مشابہ بالصوت النحل اور صوت السین مشابہ بالصوت الجراد ہوتی ہے۔ حروف صغیر یہ میں بوجہ صفت صغیر قوت ہوتی ہے۔ مگر وہ آپس میں مختلف القوی ہیں۔ پس ان میں سے "ص" اقوی ہے بوجہ صفت استعمار اور اطلاق کے۔ اور "ز" قوی ہے بوجہ صفت جہر کے۔ اور "س" اضعف ہے بوجہ صفت ہمس کے۔ کیونکہ ہمس میں خفا ہے۔ بناؤ علیہ تالی کو چاہیے کہ وہ علی حسب النقوۃ ہر ایک کو صفت صغیر سے خوب موصوف کرے۔

القَاعِدَةُ

أَصُّ أَرُّ أَسُّ ، أَضُّ أَرُّ أَسُّ

وَالْأَمْثَلَةُ

يَخْتَصُّ ، تَقْصُصُ ، تَحْرِصُ ، حَسْحَسُ ، يَقْسُ ، نَقْصُ
 اسْتَفْرِزُ ، تَعِزُّ ، أَعْرُ ، سَتَفْرِزُ
 عَسْعَسُ ، يُولَسُ ، الْمَسُّ ، تَنْفَسُ ، أَنْفَسُ ، الْقُدْسُ

الْقَلْقَلَةُ

س : قَلْقَلَةُ کسے کہتے ہیں اور وہ کن حروف میں پائی جاتی ہے ؟

ج : قَلْقَلَةُ ایک صفت ہے جو "قَطْبٌ جَدِيدٌ" میں پائی جاتی ہے۔ پس ان حروف

کے ادارے کے وقت خاص کر جب یہ ساکن ہوں ایک آواز لوٹتی ہوئی نکلتی ہے

جیسے خَلَقَ کاتاف اور جن حروف میں یہ صفت پائی جاتی ہے ان کو حروف

"قَلْقَلَةٌ" کہتے ہیں۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ :- جاننا چاہیے کہ قَلْقَلَةُ کے لغوی معنی مخریک واضطراب یعنی

جھنش کے ہیں اور اصطلاح مجرودین میں ایک خاص قسم کی آواز ہے جو "ق ط ب ج د"

کے پانچ حروف میں بوقت حصول فی المخرج لاحق ہو جاتی ہے یعنی ان کے ادارے کے

وقت ان کے مخرج میں جھنش کی وجہ سے آواز لوٹ کر نکلتی ہے اس لئے اہل ادرا کو

حروف "قَلْقَلَةٌ" اور "مُتَنَقِّلٌ" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

قَلْقَلَةُ دراصل صَوْتُ الْبَيْتَرَةِ کو کہتے ہیں یعنی تضادم جسمیں اور الصاق محکم کے بعد

انفکاک جسمیں سے دفعۃً جو آواز نکلتی ہے اسے قَلْقَلَةُ کہتے ہیں اور اس کا احساس و

اظہار بہ نسبت متحرک کے ساکن میں زیادہ ہوتا ہے اور بہ نسبت ساکن کے سکون

وقفی میں زیادہ ہوتا ہے اسی وجہ سے قَلْقَلَةُ کی دو قسمیں ہیں چنانچہ سکون محض میں قَلْقَلَةُ

بین و ظاہر ہوتا ہے اس لئے اسے قَلْقَلَةُ صُغْرَى کہتے ہیں اور سکون وقفی

لے ی یا بم ترا کہ ترش روئی کر دی۔

کی حالت میں قلقلہ ابین و اظہر ہوتا ہے اس لئے اُسے: قَلْقَلَهُ كُبْرَى،
کہتے ہیں۔

قاف میں قلقلہ واجب یعنی اُکد ہے اس لئے کہ اس کے مخرج میں تضادم
جسمین کے بعد آہِ ضار بہ یعنی افضی لسان کو قرار و جماؤ نہیں ہوتا بلکہ وہ غیر ارادی
طور پر اپنے مستقر سے ہٹ کر کاف کے مخرج کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور قاف
ناقص ادا ہو جاتا ہے اسی وجہ سے قاف بغیر صوتِ نبرہ کے کامل ادا نہیں ہوتا
بخلاف دیگر حروف قلقلہ کے کہ ان میں تضادم جسمین کے بعد عضو ضار بہ کو قرار
و جماؤ ہوتا ہے اور حروف بغیر صوتِ النبرہ کے بھی فی الجملہ ادا ہو جاتا ہے اس لئے
ان میں قلقلہ غیر اُکد ہے۔

الْقَاعِدَةُ

اَ ت — ا ط — ا ب — ا ج — ا د

وَالْأَمْثَلَةُ

خَلَقُ	عَلَقُ	سَبَقُ	غَرَقُ	مُرَقُ	بِالْحَقِّ
تَعَبُ	تَسْقُطُ	تَشْطِطُ	يَبُطُ	إِهْبِطُ	لِيَرِبُطُ
إِضْرِبُ	تَنْهَبُ	إِذْهَبُ	تَعْجَبُ	أَقْرَبُ	كَسَبُ
فَأَخْرَجُ	أَخْرَجُ	تَخْرُجُ	الْمَعَارِجُ	تَبْرُجُ	الْعَبْجُ
لَقَدْ	أَحَدُ	لَمْ يَلِدْ	بُودُ	فِي كَيْدُ	الْصَّمَدُ

الِیْنُ

س : لَیْنٌ کسے کہتے ہیں اور وہ کن حروف میں پائی جاتی ہے ؟

ج : لَیْنُ ایک صفت ہے جو واد اور یار لَیْنِ (کے وے ی) میں پائی جاتی

ہے۔ پس ان حروف کو ان کے مخرج سے ایسی نرمی سے بلا تکلف ادا کرنا

چاہیے کہ اگر کوئی ان پر مد کرنا چاہے تو کر سکے جیسے ۛ خَوْفٌ ۛ صَیْفٌ

اور جن حروف میں یہ صفت پائی جاتی ہے ان کو حروف ۛ لَیْنٌ ۛ کہتے ہیں۔

توضیحُ الجوابُ : جاننا چاہیے کہ لَیْنٌ کے لغوی معنی نرم اور ملائم کے ہیں اور

اصطلاح مجرورین میں صوت لَیْنٌ ایک خاص قسم کی نرم آواز ہے جو وی

میں اس وقت پائی جاتی ہے جب کہ یہ دونوں ساکن ماقبل مفتوح ہوں : ۛ وے ی

پس ان کو اس مخصوص حالت میں ایسی نرمی کے ساتھ بلا تکلف ادا کرنا چاہیے

کہ اگر ان پر کوئی مد کرنا چاہے تو باسانی مد ہو سکے جیسے ۛ خَوْفٌ ۛ شَیْءٌ اور چونکہ

ان دونوں میں صفت لَیْنُ پائی جاتی ہے اس لئے اہل ادا ان کو حروف ۛ لَیْنٌ ۛ

کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

حروف لَیْنُ میں اگرچہ بوجہ صفتِ رخاوت نرمی پائی جاتی ہے مگر وہ نرمی ایسی ہی

نہیں جو صفت لَیْنُ کے ادا سے پیدا ہوتی ہے چنانچہ واد اور یار متحرک و مشدد وغیرہ

میں یہ کیفیت نہیں ہوتی جو صفت لَیْنُ کے ادا میں ہوتی ہے۔ نیز حروف لَیْنُ میں اگرچہ

مد نہیں ہے مگر صفت لَیْنُ کے ادا کرنے سے ان میں صلاحیت مد ضرور پیدا ہوتی ہے

اور اسی وجہ سے ان پر مد ہو سکتا ہے اور وجود سبب کی وجہ سے مد ہوا کرتا ہے۔

اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ صفت لہین ضعیف اور میزہ ہے۔ بخلاف دیگر صفات غیر متضادہ کے کہ وہ سب کی سب میزہ مقومہ ہیں۔ قدر بر۔

الْقَاعِدَةُ

أَوْ — أَوْ — أَوْ : أَوْ — أَوْ — أَوْ
أَيُّ — أَيُّ — أَيُّ : أَيُّ — أَيُّ — أَيُّ

وَالْأَمْثَلَةُ

خَلَوْا عَلَوْا عَتَوْا نَهَوْا : دَعَوْا مَشَوْا فَلَوَا لَبَفَوْا
إِشْتَرَوْا تَعْتَوْا أَلْفَوْا : وَالْفَعْوَا إِشْتَقَوْا تَنَسَّوَا
يَدَيَّ إِثْنِي ذَوِي ذَوَاتِي : إِثْنَتِي نَبَاتِي شُلْتِي
وَيْلٌ ، خَيْرٌ ، قُرَيْشِي : غَيْرٌ ، طَيْرٌ ، صَبِيْفٌ
بَيْنَ يَدَيَّ : وَيَكَانُهُ ، ذَوَاتِي

اَلْاِنْحِرَافُ

س : انحراف کسے کہتے ہیں اور وہ کن حروف میں پائی جاتی ہے ؟
 ج : انحراف ایک صفت ہے جو "ل۔س" میں پائی جاتی ہے۔ پس ان کے
 ادار کے وقت لام میں زبان کے کنارہ کی طرف اور ساء میں کچھ پشت
 زبان کی طرف اور کچھ لام کے موقع کی طرف میلان پایا جاتا ہے جیسے
 مَدَّ الظِّلُّ. اَيْنَ المَفْرُجِ اور جن حروف میں صفت انحراف پائی
 جاتی ہے ان کو "مُنْحَرِفَةٌ" کہتے ہیں۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ انحراف کے لغوی معنی مائل ہونے
 جھک جانے اور پھر جانے کے ہیں۔ اور اصطلاح مجوزین میں طرف تسان کا ایک
 خاص قسم کا میلان ہے جو "ل۔س" کے ادار کے وقت پایا جاتا ہے اور اس میلان
 لسان کے ساتھ ہی یہ دونوں طرف اپنے مخرج اور مستقر سے نکلتے وقت دوسرے
 مخرج کی طرف پھر جاتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی آواز بھی پھر جاتی ہے۔ یعنی لام
 کی ادائیگی میں تو آواز حافت لسان سے نوک زبان کی طرف اور ساء کی ادار میں
 آواز نوک زبان سے پشت زبان کی طرف پھر جاتی ہے یعنی مائل ہو جاتی ہے
 اور چونکہ انحراف لسان کے ساتھ انحراف صوت لازم ہوتا ہے اس
 لئے اہل ادار ان کو حروف "مُنْحَرِفَةٌ" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔
 انحراف لسان کے ساتھ انحراف صوت لازم ہوتا ہے مگر اس قدر نہیں
 کہ بجائے لام کے ساء اور بجائے ساء کے لام ہو جائے جیسا کہ بعض اوقات

ہو جایا کرتا ہے اور خصوصاً الصَّغْرِ اللِّسَانُ کی عادت ہوتی ہے۔

الْفَاعِلَةُ

أَلٌ — إِلٌ — أَلٌ : أَلٌ — إِلٌ — أَلٌ
أُرٌّ — إِرٌّ — أُرٌّ : أُرٌّ — إِرٌّ — أُرٌّ

وَالْأَمْثَلَةُ

فَنَجَعَلُ نَكْتَلُ : نَبْتَهِلُ نَبْتَهِلُ : أَرْسِلُ أَدْخِلُ : أَنْزِلُ أَنْزِلُ
وَتَبَيَّلُ تَقَبَّلُ : وَتَوَكَّلُ تَقَبَّلُ : تَقْعَلُ تَقْعَلُ : تَعْبَلُ تَعْبَلُ
وَأْمُرُ أَنْظُرُ : أَنْصُرُ أَنْظُرُ : أَنْظُرُ إِصْطَبِرُ : أَبْصِرُ أَبْصِرُ
مُسْتَمِرٌّ مُسْتَمِرٌّ : الْمَفْرُ : إِسْتَفِرُّ : إِسْتَكْبِرُ : تَسْتَفِرُّ تَسْتَفِرُّ

التَّكْرِيرُ

س : تکریر کسے کہتے ہیں اور وہ کس حرف میں پائی جاتی ہے ؟

ج : تکریر ایک صفت ہے جو صرف (س) میں پائی جاتی ہے پس چونکہ اس کے

ادامے کے وقت زبان کو ایک عشرہ سالہن ہو جاتا ہے اس لئے اس کی آواز

میں تکرار کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جیسے فی الحَرْسِ کی ساء۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ :- جاننا چاہیے کہ تکریر کے لغوی معنی ارتعاش و اعادہ و

مکرر ہونے کے ہیں اور اصطلاح مجرورین میں طرف رأس لسان کا ایک خاص قسم

کا لہزہ اور عشرہ ہے جو "س" کے ادا کے وقت اُسے لاحق ہو جاتا ہے اور

اس میں تکرار کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جیسے سَا بِلْكَ کی ساء۔ اور چونکہ

سَاء میں صفت تکریر پائی جاتی ہے اس لئے اُسے "مُكْرَّ سَاةٌ" کہنا چاہیے۔

صفت تکریر اگرچہ سَاء کیلئے لازم ہے مگر اس سے احتراز بھی لازم ہے

یعنی سَاء کے ادا کرنے کے وقت حتی الامکان صفت تکریر کو مخفی رکھنا چاہیے

لیکن احتراز و اخفام کے معنی نہیں کہ سَاء سے یہ صفت بالکل سلب کر کے اُسے

منفوق و معدوم کر لیا جائے اور یہ ممکن بھی نہیں اس لئے کہ ارتعاش و ارتعاش کے لئے

تکرار لازم ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ طبعی طور پر مرۃً و احدۃً کے درجہ میں تکریر ادا کرنی

چاہیے۔ اور کثرت مبالغہ سے بچنا چاہیے ورنہ بجائے ایک سَاء کے کئی ساء

ہو جائیں گے۔

صفت تکریر ادا کرنے کیلئے سَاء کے مخرج میں تضادم جسمین ایسے انداز

پر ہونا چاہیے کہ ارتعاد لسان اور تکرار مسموع نہ ہونے پائے اور لافظ و سامع بین
الکر رہن فرق و تمیز نہ کر سکے۔ پس اس صفت کی حقیقت و ماہیت و کمیت خوب
ذہن نشین کرنا چاہیے تاکہ اس سے احتراز و اجتناب بخوبی ہو سکے۔

الْقَاعِدَةُ

أَمَّا — إِمَّا — أُمَّ : أَرَأَى — إِرَأَى — أُمِرَ

وَالْأَمْثَلَةُ

وَأَنْحَرَ وَأَمُرَ أَنْظُرَ : أَنْصُرُ أَبْصُرُ أَنْظُرُ
مُقْتَدِرٌ مُنْتَصِرٌ مُنْتَظِرٌ : مُسْتَكْبِرٌ مُتَكَبِّرٌ تَسْتَكْبِرُ
إِسْتَفِيرُ تَسْتَفِيرُ إِصْبِيرُ : إِصْطَبِيرُ تَنْهَرُ أَكْبَرُ

التَّفْثِي

س : تفثی کسے کہتے ہیں اور وہ کس حرف میں پائی جاتی ہے ؟

ج : تفثی ایک صفت ہے جو صرف شین معجمہ میں پائی جاتی ہے۔ پس اس کے ادار

کے وقت آواز منہ کے اندر پھیل جاتی ہے جیسے شیء کی شین۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ تفثی کے لغوی معنی انتشار و انبثات یعنی پھیلنے کے

ہیں اور اصطلاح مجودین میں ایک خاص قسم کی آواز ہے جو "ش" معجمہ کی ادار کے

وقت منہ کے اندر پھیل جاتی ہے اور چونکہ شین کو ادار کرتے وقت انتشار صوت

فی المخرج ہوتا ہے اس لئے اسے "مُتَفَثِي" کہنا چاہیے۔

صفت تفثی کو اگر یہ بعض مجودین نے "ف ث ض" میں بھی ثابت کیا

ہے مگر ولی الشاطبی اور علامہ جزیری نے اسے صرف "ش" معجمہ کیلئے مخصوص کیا ہے اور یہ

یاد رکھنا چاہیے کہ صفت تفثی ادا کرتے وقت آواز اوپر کو چڑھنے نہ پائے ورنہ شین پر

ہو جاتے گا۔

الْقَاعِدَاتُ

اَشُّ - اِشُّ - اُنْتُ : اَشُّ - اِشُّ - اُنْتُ

وَالْأَمْثَلَةُ

قُرَيْشٌ وَاهَشُّ : مَعَايشٌ : التَّنَاوُشُ : العَرِشُ

مَنْفُوشٌ كِمَشْكُوَةٍ : بَطُشٌ : الشِّتَاءُ : وَالشَّمْسُ

مِنَ الشَّيْطَانِ وَالشَّعْبِ : مَشْكُورًا : شَرِكِمُ شَاكِرُ شَاهِدُ

الْإِسْطَالَةُ

س : استطالت کسے کہتے ہیں وہ کس حرف میں پائی جاتی ہے ؟
 ج : استطالت ایک صفت ہے جو فقط "ض" معجم میں پائی جاتی ہے۔ پس اس کے ادا کے وقت شروع مخرج سے آخر مخرج تک آواز کو امتداد دینا ہے جیسے "أَعْرَضُ" کی ضاد اور چونکہ ض معجم میں صفت استطالت پائی جاتی ہے اس لئے اسے "مُسْتَطِيلٌ" کہتے ہیں۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ استطالت کے لغوی معنی امتداد کے ہیں اور اصطلاح مجوہدین میں امتداد صوت فی المخرج کے ہیں یعنی ضاد کے ادا کے وقت آواز اس کے مخرج میں ممتد ہو جاتی ہے جیسے "أَضَلُّ" کی ضاد اور چونکہ اس میں امتداد صوت پایا جاتا ہے اس لئے اسے "مُسْتَطِيلٌ" کہتے ہیں۔

صفت استطالت کی وجہ سے ض کو ادا کرتے وقت شروع مخرج سے آخر مخرج تک آواز کو امتداد ہونی چاہیے یعنی اس کا مخرج جتنا طویل ہے پورے مخرج میں آواز بھی طویل ہونی چاہیے۔ تاکہ کیفیت درازی مد کی سی پیدا ہو۔

ضاد کے وسیع اور طویل مخرج میں اس کی مخصوص صفت استطالت اور جریان صوت کی وجہ سے اگرچہ فی الجملہ امتداد صوت پایا جاتا ہے مگر بایں ہمہ یہ مدہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ نہ تو اس کی مقدار بقدر دو حرکت ہوتی ہے اور نہ ہی اس کی صوت مخرج سے خارج اور متجاوز ہوتی ہے بلکہ وہ حدود مخرج کے اندر ہی محصور و محدود اور مستطیل و محدود ہوتی ہے یعنی حرف مدہ اور ضاد کی درازی میں فرق

یہ ہے کہ حرف مدہ میں درازی صوت فی نفسہ ہوتی ہے اور ضاد میں درازی صوت
فی محلہ۔ اور ایسی درازی صوت کو صفت استطالت کہتے ہیں جو ضاد کیلئے ایسی
صفت لازمہ ہے کہ وہی پر صحت ضاد موقوف ہے۔

صفت استطالت یعنی امتداد صوت کیلئے وسعت اور طول مخرج کی ضرورت
ہے پس اگر حافظ لسان اضراس علیا سے لگانے کی بجائے رأس لسان ثنایا علیا
کی جڑ سے لگے اور استعلاء والحقاق لسان سے کام لیا جائے تو دال موصوف
بہ صفت شدت پُر ادا ہو جائے گا لیکن ضاد ادا نہ ہوگا۔ اس لئے کہ دال کے مخرج
میں اس قدر وسعت نہیں جس میں آواز ممتد ہو سکے۔ لہذا اگر ضاد کو اس کے صحیح
مخرج سے مورعایت جمیع صفات لازمہ میزہ ادا کیا جائے تو اشتراک فی الصفات
کی وجہ سے اس کی صوت یقیناً مشابہ بالظلم ہوگی نہ کہ مشابہ بالدال کما لا یخفی علی القراء
ضاد کو مشابہ بالدال یا مخلوط بالواو پڑھنا سراسر غلط ہے کیونکہ ہر حرف
کو اسی کے مخرج سے نکالنا اور انہیں صفات کیفیات کے ساتھ ادا کرنا چاہیے
جن کے ساتھ وہ موصوف اور منزل من اللہ ہے اور یہی تجرید کا مقصود اعظم ہے
کہ ہر حرف کو ہیت کذا تیرہ اور صفات منزل کے ساتھ ادا کیا جائے۔

الْقَاعِدَةُ

أَضٌ — إِضٌ — أُضٌ : أَضٌ — إِضٌ — أُضٌ
ضٌ — ضٌ — ضٌ : ضٌ — ضٌ — ضٌ
أَضٌ — إِضٌ — أُضٌ : أَضٌ — إِضٌ — أُضٌ

وَالْأَمْثَلَةُ

أَعْرِضُ وَأَخْفِضُ وَأَغْضُضُ : أُرْكَضُ أَضِلُّ وَأَضْمَمُ
 يَقْبِضُ وَلَا يَحِضُ تَبْيِضُ : أَنْقَضَ يَعِضُ بَعُضْنَا
 عَرَضَ ضَرَبَ يَضْرِبُ : مَرَضُ يَضْرِبُ يَضْرَبُ
 يَضْحَكُونَ وَالضَّفَادِعُ : يُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ
 وَلَا الضَّالِّينَ

الصفات القوية والضعيفة

س : صفات قویہ کسے کہتے ہیں اور ضعیفہ کسے اور وہ کیسے معلوم کی جاتی ہیں ؟
 ج : وہ ہیں جن میں کسی اعتبار سے قوت اور مضبوطی پائی جاتے اور ضعیفہ
 وہ ہیں جن میں کسی لحاظ سے ضعف و نرمی پائی جاتے پس جہر . شدت استنلاء
 اطباق اصوات اور صغیر قلقلہ . انحراف . تکریر . نفسی . استنطالہ صفات
 قویہ ہیں اور ہنس . رخاوت : استفال . الفتاح . اذلاق اور لہین صفات ضعیفہ
 ہیں .

توضیح الجواب : جاننا چاہیے کہ صفات قویہ معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے
 کہ جس طرح تصادم جسمین یعنی دو مقابل جسموں کے ٹکرائے سے صوت و آواز پیدا ہوتی
 ہے اور آواز سے حروف متولد ہوتے ہیں بالکل اسی طرح اعتماد و الصاق جسمین

یعنی دو جسموں کے لگاؤ اور جماؤ سے تروٹ متولدہ ہیں کیفیات پیدا ہوتی ہیں پھر ان ہی کیفیات میں ضعف و قوت جیسے حالات و عوارضات پیدا ہو کر مختلف قسم کی مخصوص صفات معرض وجود میں آتی ہیں اور اہل ادا ان کو مختلف ناموں سے موسوم کرتے ہیں . . .

پس اگر مخرج میں تضاد جسمین کے وقت اعتماد و الصاق جسمین میں قوت اور مضبوطی جیسی شان پائی جائے تو صفت قوی پیدا ہوگی اور اگر ضعف و نرمی پائی جائے تو صفت ضعیف پیدا ہوگی۔ چنانچہ جہر، شدت، استعلاء، اطباق، اصمات اور صغیر، قلقلہ، انحراف، تکریر، نفسی استطالت، صفات قویہ ہیں . . . اور ہمس، رخاوت، استفال، انفتاح، اذلاق اور لین صفات ضعیفہ ہیں اور توسط بین القویین ہے .

لیکن ان صفات کی قوی میں بھی نسبتاً فرق اور تفاوت ہے اور ان میں کمی بیشی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ قلقلہ تمام صفات میں قوی تر ہے اس کے بعد شدت اس کے بعد اطباق و استعلاء کا درجہ ہے اور پھر تدریج، جہر، نفسی، صغیر، اصمات اور استطالت کا مرتبہ ہے .

اسی طرح صفات ضعیفہ کے ضعف میں بھی فرق اور تفاوت ہے چنانچہ رخاوت سب میں ضعیف ہے اور پھر تدریج، ہمس، استفال، انفتاح، اذلاق اور لین کا مرتبہ ہے اور توسط مساوی القویین ہے .

لیکن اگر غور سے دیکھا جائے اور فہم عمیق سے کام لیا جائے تو صفات کی پانچ قسمیں بن سکتی ہیں۔ اس لئے کہ اگر تضاد جسمین کے وقت اعتماد و الصاق جسمین میں قوت

بدرجہ اتم پائی جائے تو صفت اقوی پیدا ہوگی اور اگر فی الجملہ قوت تو ہے مگر بدرجہ کمال نہیں تو صفت قوی پیدا ہوگی۔

اسی طرح اگر اعتماد و الصاق جسمین میں انتہائی ضعف و نرمی پائی جائے تو صفت اضعف پیدا ہوگی اور اگر فی الجملہ ضعف تو ہے مگر انتہائی نہیں تو صفت ضعیف پیدا ہوگی اور اگر ضعف و قوت بدرجہ اعتدال ہے تو صفت متوسط ہوگی۔ پس جبکہ قولے صفات میں تساوی اور توافق نہیں بلکہ وہ قوی میں مختلف ہیں تو حروف بھی باعتبار قوی کے مختلف ہوتے ہیں کیونکہ حروف میں ضعف و قوت ان صفات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور یہی مختلف قوی ہیں جو حروف میں فرق و امتیاز پیدا کر کے ایک دوسرے سے جدا اور ممتاز کر دیتے ہیں حتیٰ کہ ایک فخرج کے کئی حروف بھی الگ الگ کر دیتے ہیں۔

الْحُرُوفُ الْقَوِيَّةُ وَالضَّعِيفَةُ

س : حروف قویہ کونسے ہیں اور ضعیفہ کونسے ؟

ج : حروف باعتبار ضعف و قوت پانچ قسم پر ہیں۔

قَوِيٌّ. اَقْوَى. ضَعِيفٌ. اَضْعَفٌ. مُتَوَسِّطٌ

توضیح الجواب :- جاننا چاہیے کہ قوی حروف معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس حرف کی قوت معلوم کرنا مطلوب ہو اس کی صفات پر غور کرنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ اس میں کون کون سی صفات پائی جاتی ہیں اگر کسی حرف میں جملہ صفات قویہ ہیں یا اس میں کسی ضعیف صفت کے ہوتے ہوئے کوئی ایسی قوی صفت بھی موجود ہے جو اس ضعیف صفت پر اثر انداز ہو کر اسے کالعدم قرار دے دے تو وہ حرف "اَقْوَى" ہوگا اور اگر کسی حرف میں کثرت تو صفات قویہ کی ہے اور قلت صفات ضعیفہ کی تو وہ حرف "قَوِيٌّ" ہوگا۔

اسی طرح اگر کسی حرف میں تمام صفات ضعیفہ ہیں تو وہ حرف "اَضْعَفٌ" ہوگا اور اگر کسی حرف میں کثرت تو صفات ضعیفہ کی ہے اور قلت صفات قویہ کی تو وہ حرف "ضَعِيفٌ" ہوگا۔ لیکن اگر کسی حرف میں دونوں قسم کی صفات برابر ہیں یا مختلف القوی صفات ایک دوسرے پر اثر انداز ہو کر ضعف و قوت میں اعتدال پیدا کر دیں تو وہ حرف "مُتَوَسِّطٌ" ہوگا۔

اور اگر منظر عمیق دیکھا جائے تو صفات کے تناسب سے حروف کی چند قسمیں اور بھی بن سکتی ہیں جیسے "اَقْوَى. قَرِيبًا اَقْوَى. قَوِيٌّ. قَرِيبًا قَوِيٌّ

أضعف. قریب بہ أضعف. ضعیف قریب بہ ضعیف: فتدبر
 پس اس معیار مقررہ کے مطابق غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ "ط" تمام
 حروف میں اقویٰ ہے اس لئے کہ اس میں جہر، شدت، استعلاء، اطباق، اصمات
 اور قلقہ، جملہ صفات قویہ ہیں اور کوئی صفت ضعیف اس میں موجود نہیں ہے۔
 ایسا ہی غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ "ف" تمام حروف میں اضعف ہے اس
 لئے کہ اس میں ہمس، رخاوت، استفال، انفتاح، اذلاق، جملہ صفات ضعیفہ
 ہیں اور کوئی صفت قوی اس میں موجود نہیں ہے۔

پس (ط ض ظ ق) یہ چار حروف اقویٰ ہیں اور (ض ظ) میں اگرچہ
 رخاوت ضعیف ہے مگر استعلاء و اطباق جیسے عظیم القوتہ صفات ضعیف رخاوت
 پر اثر انداز ہو کر ان میں قوت پیدا کر دیتی ہیں اور یہ دونوں اقویٰ ہو جاتے ہیں۔ اسی
 طرح (ق) میں اگرچہ انفتاح ضعیف ہے مگر شدت استعلاء اور قلقہ جیسی عظیم
 القوتہ صفات ضعیف انفتاح پر اثر انداز ہو کر اس کے ضعیف کو قوت سے بدل
 دیتی ہیں اور ق اقویٰ ہو جاتا ہے۔

ج د ص خ ک ز یہ چھ حروف قوی ہیں اس لئے کہ (ج د) میں
 جہر، شدت، اصمات، قلقہ، صفات قویہ ہیں اور استفال و انفتاح ضعیف
 (ص) میں استعلاء، اطباق، اصمات، سفید قوی ہیں اور ہمس و رخاوت ضعیف
 (خ) میں جہر، استعلاء، اصمات قوی ہیں اور رخاوت و انفتاح ضعیف (س)
 میں جہر، انحراف، تکریر قوی اور استفال، انفتاح، اذلاق ضعیف اور توسط مساوی
 انقوتین ہے اور چونکہ تکریر میں قوت غالب ہے اس لئے کہ حروف قویہ میں شمار

کی جاتی ہے (ذ) میں جہر، اصمات، صغیر قوی ہیں اور رخاوت، استفال، انفتاح
ضعیف مگر صغیر میں قوت غالبہ ہے، اس وجہ سے "نہا" حروف قویہ میں شمار
ہوتی ہے۔ ء ا ب ت خ ذ ع ك: یہ آٹھ حروف متوسطہ ہیں ہمزہ (آ)
میں جہر، شدت، اصمات قوی ہیں، اور استفال، انفتاح ضعیف۔

شدت، اصمات قوی ہیں اور استفال، انفتاح ضعیف، الف میں جہر، اصمات
قوی ہیں اور رخاوت، استفال، انفتاح ضعیف "ب" میں جہر، شدت، قلقلہ
قوی ہیں اور استفال، انفتاح، اذلاق ضعیف "ت" میں شدت، اصمات قوی
ہیں اور ہمس، استفال، انفتاح ضعیف "خ" میں استعلاء، اصمات قوی ہیں
اور ہمس، رخاوت، انفتاح ضعیف (ذ) میں جہر، اصمات قوی ہیں اور رخاوت،
استفال، انفتاح ضعیف۔ "ح" میں جہر، اصمات قوی ہیں اور استفال، انفتاح
ضعیف اور توسط مساوی القویین "ك" میں شدت، اصمات قوی ہیں اور ہمس،
استفال، انفتاح ضعیف۔

حروف متوسطہ میں بین الصفات فعل و انفعال اور تاثیر و تاثر کی وجہ سے اعتدال
پیدا ہو جاتا ہے ایسے صفات قویہ یا ضعیفہ کی کمی زیادتی کے باوجود وہ متوسطہ کہلاتے ہیں
اسی طرح "ث ح ن م ر ف ہ" یہ چھ حروف اضعف ہیں کیونکہ
(ث ح) میں ہمس، رخاوت، استفال، انفتاح ضعیف ہیں اور اصمات اگرچہ
قوی ہے مگر مغلوب القوتہ اس لئے یہ دونوں اضعف شمار ہوتے ہیں (ن م)
میں استفال، انفتاح، اذلاق ضعیف ہیں اور توسط ضعیف و قوت ہیں اور جہر
اگرچہ قوی ہے مگر خفیف القوتہ، اس لئے یہ دونوں بھی اضعف ہی شمار ہوتے ہیں۔

د ف ہ میں ہمس۔ رخاوت۔ استفال۔ انفتاح اور دف) میں اذلاق ضعیف ہے اور (ھ) میں اصمات اگرچہ قوی ہے مگر کالعدم اس لئے یہ دونوں اضعف ہیں۔

س ش ل و ی۔ یہ پانچ حروف ضعیف ہیں اس لئے کہ (س ش) میں ہمس۔ رخاوت۔ استفال۔ انفتاح ضعیف ہیں اور اصمات قوی۔ س میں صیغہ اور (ش) میں تفتش قوی ہیں اس لئے یہ دونوں ضعیف ہیں۔ ل۔ میں رخاوت۔ استفال۔ انفتاح۔ اذلاق ضعیف ہے اور جہر۔ انحراف قوی اور توسط مساوی القوتہ اس لئے یہ ضعیف ہے۔ و ی۔ میں رخاوت۔ استفال۔ انفتاح۔ لیں ضعیف ہیں اور جہر۔ اصمات قوی۔ اس لئے یہ دونوں ضعیف ہیں۔

کسی شاعر نے ان حروف کو باعتبار قوی کے چند اشعار میں ترتیب وار بیان کیا ہے وہ اشعار یہ ہیں۔

اشْعَارُ

أَقْوَى لِحُرُوفِ الطَّاءِ ضَادٌ مُعْجَبَةٌ : وَالظَّاءُ تُحَرِّقُ الْقَافُ وَهِيَ الْخَاتِمَةُ
حُرُوفِ أَقْوَى طَاءٌ ضَادٌ مُعْجَبَةٌ : أَوْرِطَاءٌ يَمْحِقُ الْقَافُ أَوْرِيسُ خْتَمُ
قَوِيَّهَا جِيمٌ وَذَالٌ شَمَّ سَا : صَادٌ وَرَايٌ ثُمَّ عَيْنٌ قَرَسَا
قَوِي حُرُوفِ جِيمٌ أَوْرِذَالٌ يَمْحِقُ رَا : صَادٌ أَوْرِزَايٌ يَمْحِقُ عَيْنٌ ثَابِتٌ كَيْسَا
وَأَوْسَطُ هَمْزٌ وَبَاءٌ تَا أَلِفٌ : خَاءٌ وَذَالٌ عَيْنٌ كَافٌ ثُمَّ قِفْ
مُتَوَسِّطُ هَمْزَةٍ أَوْرِ بَاتَاءُ أَلِفٌ : خَا أَوْرِ ذَالٌ عَيْنٌ كَافٌ يَمْحِقُ بَسَا

وَأَضْعَفُ الْحُرُوفِ ثَاءٌ حَاءٌ، وَالنُّونُ وَالْمِيمُ وَفَاءٌ هَاءٌ
 اور حروفِ اضعف ثا حاء : اور نون و میم اور فاء ہاء ہیں
 ضَعِيفُهُمَا سَيْنٌ وَشَيْنٌ لَامٌ : وَالْوَاوُ وَالْيَاءُ هِيَ الْخِتَامُ
 حروفِ ضعیفہ سین اور شین لام : اور واو ویا ہیں اور یہیں ختم

اجْتِنَاعُ الصِّفَاتِ فِي حَرْفٍ وَاحِدٍ

س : ایک حرف میں کتنی صفات جمع ہوتی ہیں اور وہ بیک وقت کیسے ادا کی جاتی ہیں؟
 ج : ہر ایک حرف میں کم از کم پانچ صفتیں ضرور ہوتی ہیں اس لئے کہ صفات متضادہ
 میں سے کوئی حرف بچا ہوا نہیں بلکہ مقابل صفات میں سے کوئی نہ کوئی صفت
 اس میں موجود ہوتی ہے۔ البتہ اگر کسی حرف میں صفات غیر متضادہ میں سے
 کوئی صفت ہوگی تو اس میں چھ صفات جمع ہو جاتی ہیں لیکن "س" میں چونکہ
 غیر متضادہ میں سے انحراف و تکریر دو صفتیں پائی جاتی ہیں اس لئے اس میں
 سات صفات جمع ہو جاتی ہیں اور ہر حرف کی جملہ صفات بیک وقت
 ادا ہوتی رہتی ہیں۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ :- جاننا چاہیے کہ بعض اشیاء کھاتے وقت طرح طرح کی
 لذتیں محسوس ہوتی ہیں یہ مختلف لذتیں ان اشیاء کی صفات ہوتی ہیں جو قوت ذائقہ
 سے تعلق رکھتی ہیں اور زبان کے ذریعہ معلوم ہو جاتی ہیں بالکل اسی طرح حرفوں
 کی مختلف صفتیں بیک وقت ادا ہوتی رہتی ہیں جو قوت سامعہ سے تعلق رکھتی ہیں

اور سننے سے معلوم ہو جاتی ہیں۔

مثال کے طور پر "تَلَقَّفَتْ" کی فا اور یلکھت کی ثا پر غور کیا جائے تو ہر ایک

میں یا پنج یا پنج صفتیں پائی جاتی ہیں۔ ہمیں۔ رخاوت۔ استعمال۔ انفتاح۔ غنہ۔

میں اذلاق اور ث میں اصمات ہیں ہمیں کی وجہ سے دونوں میں سانس جاری

اور آواز لپٹ ہے۔ رخاوت کی وجہ سے دونوں کی آواز جاری و ترم ہے۔ استعمال

کی وجہ سے دونوں کی آواز باریک ہے۔ اور انفتاح کی وجہ سے دونوں کی آواز کھلی کر

نکلتی ہے۔ نیز ف میں اذلاق کی وجہ سے آواز بہ سہولت نکلتی ہے اور ث میں اصمات کی

وجہ سے کسی قدر مضبوطی اور جھانپ ہے۔ لہذا معلوم ہو کہ ف اور ث میں بیک وقت

پانچ پانچ صفات ادا ہو رہی ہیں۔

یا مثلاً "لَقَدَّ" کی د پر غور کیا جائے تو س میں جہر شدت۔ سلفان۔ انفتاح

اصمات اور قلعہ ہے۔ سو جہر کی وجہ سے سانس بند اور آواز بند ہے شدت کی وجہ سے

آواز سخت اور بند ہے۔ استعمال کی وجہ سے آواز بہ سہولت نکلتی ہے۔ انفتاح کی وجہ سے آواز

کھل کر اور قلعہ کی وجہ سے بوٹ نکلتی ہے۔ لہذا معلوم ہو کہ د میں بیک وقت تین صفات

ادا ہو رہی ہیں۔

ایسا ہی اَعْرَضُ کی ضاد اور اَعْلَصُ کی ظاء پر غور کیا جائے تو دونوں

میں جہر۔ رخاوت۔ استعمال۔ اطلاق۔ اصمات ہیں اور ضاد میں استطاعت بھی ہے۔

تو جہر کی وجہ سے دونوں میں سانس بند اور آواز بند ہے۔ رخاوت کی وجہ سے آواز

کی آواز جاری و ترم ہے۔ استعمال اور اطلاق کی وجہ سے دونوں کی آواز باریک اور کھلی ہے

اور اصمات کی وجہ سے دونوں میں مضبوطی اور جھانپ ہے نیز ضاد میں استطاعت

کی وجہ سے امتداد صوت فی المخرج بھی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ضاد میں چھ اور ظا میں پانچ صفات بیک وقت ادا ہو رہی ہیں: وَقِسْ عَلَىٰ ذٰلِكَ كُلَّ حَرْفٍ

عقل و فہم سے کام لیا جلتے تو یہاں سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ ضا اور ظ میں اشتراک فی الصفات کی وجہ سے کسی قدر اشتراک و اشتباہ فی الصوت پایا جاتا ہے لیکن صفت استطالت نے "ض" میں امتداد صوت پیدا کر کے "ظ" سے جدا اور

ممتاز کر دیا۔ ورنہ اگر "ض" میں استطالت اور امتداد صوت نہ ہوتی تو ان دونوں میں باہم امتیاز تقریباً محال ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "ض" کے صحیح ادا کرنے میں طرح طرح کی مشکلات پیش آتی ہیں جن کیلئے مشاق اور معتد علیہ اساتذہ کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

ضاد خالص عربی حرف ہے اور جس کلمہ میں ضاد ہوتا ہے وہ ضرور عربی لفظ ہوتا ہے دوسری زبانوں میں استعارۃً مستعمل ہوتا ہے اس لیے اس کا ادا کرنا نہایت دشوار ہوتا ہے اور بہت کم لوگ اُسے بطریق احسن ادا کرتے ہیں۔ جو لوگ طبعاً اس کے ادا کرنے پر قادر نہیں ہوتے وہ مشق کرنے اور بتلانے کے باوجود کما حقہ قادر نہیں ہو سکتے۔ اس لئے اس کے ادا کرنے میں طرح طرح کی تکلفات کرتے ہیں۔ کوئی اُسے خالص ظاء پڑھتا ہے تو کوئی خالص ذال۔ کوئی لام مخلوط بالواو پڑھتا ہے تو کوئی دال مخلوط بالواو۔

غرض جس طرح بھی کسی کی زبان پر اٹا سیدھا جاری ہو گیا وہ اسے بزعم خود صحیح تصور کرنے لگا۔ پھر وہ اپنی مخترع اور من گھڑت ضاد کو صحیح ثابت کرنے کیلئے نہ صرف بے بنیاد دلائل پیش کرتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی اس غلط تلفظ پر مجبور کرتا ہے

حتیٰ کہ ان کی نماز تک فاسد قرار دے کر فتوے کفر بھی صادر کر دیتا ہے۔ حالانکہ ضاد کی صحت و عدم صحت کے متعلق صحیح نظریہ قائم کرنا اور صحیح و غلط میں امتیاز کرنا ماہرین فن کا کام ہے اور ماہر کا فرق بھی ماہر ہی سمجھ سکتا ہے۔

جَدْوَلُ الصِّفَاتِ وَالْمَوْصُوفَاتِ

الصِّفَاتُ	اِقْتِضَاءُ الصِّفَاتِ	الْمَوْصُوفَاتُ
الْهَمْسُ	{ جَرِيَانُ النَّفْسِ وَانْخِفَاضُ الصَّوْتِ	فَحْتَةٌ شَدِصٌ سَكْتٌ
الْجَهْرُ	{ اِحْتِبَاسُ النَّفْسِ وَارْتِفَاعُ الصَّوْتِ	عَظْمٌ وَزْنٌ قَارِيٌّ ذِي غَضٍّ جَدًّا طَلَبٌ
الشِّدَّةُ	{ اِحْتِبَاسُ الصَّوْتِ وَشِدَّةُ الصَّوْتِ	اَجِدُ قَطِ بَكْتٌ
الرِّخَاوَةُ	{ جَرِيَانُ الصَّوْتِ وَرِخَاوَةُ الصَّوْتِ	خُدُغَتْ حَظِّ فُضٍّ شَوْصٌ زِي سَاهُ
التَّوَسُّطُ	{ تَعْدِيلُ الصَّوْتِ بَيْنَ الشِّدَّةِ وَالرِّخَاوَةِ	لِيْنٌ عُمَرُ
الرِّسْتِعْلَاءُ	{ اِرْتِفَاعُ اَصْلِ اللِّسَانِ وَتَفْخِيمُ الصَّوْتِ	غُصَّ ضَنْطِ قِطُّ

ثَبَّتَ عِزُّهُ مِنْ يَجُودِ
حَرْفَهُ إِذْ سَلَّ شَكَّهُ

ص ض ط ظ

ص ز س

قَطَبٌ جَدِيدٌ

ك و ي

ل س

س

ش

ض

إِنْخِفَاضُ أَصْلِ اللِّسَانِ
وَتَرْفِيقُ الصَّوْتِ

إِلْصَاقُ وَسْطِ اللِّسَانِ
بِالْحَنَكِ الْأَعْلَى

صَوْتُ الطَّيْرِ
أَوْ صَوْتُ الصَّفَاةِ

إِنْقِطَاعُ الصَّوْتِ تَبَعًا
عُضُولِ الْعَرَفِ

تَلْيِينُ الصَّوْتِ كَالْمَدِّ

مِيلَانُ الصَّوْتِ

إِرْتِعَاشُ رَأْسِ اللِّسَانِ

إِنْتِشَارُ الصَّوْتِ فِي الْفَمِ

إِمْتِدَادُ الصَّوْتِ فِي الْمَخْرَجِ

الْإِسْتِفَالُ

الْإِطْبَاقُ

الصَّفِيرُ

الْقَلْقَلَةُ

الْيِينُ

الْمُغْرَافُ

الْمُكْرِبُ

الْمُنَشَى

الْمُسْتَطَالَةُ

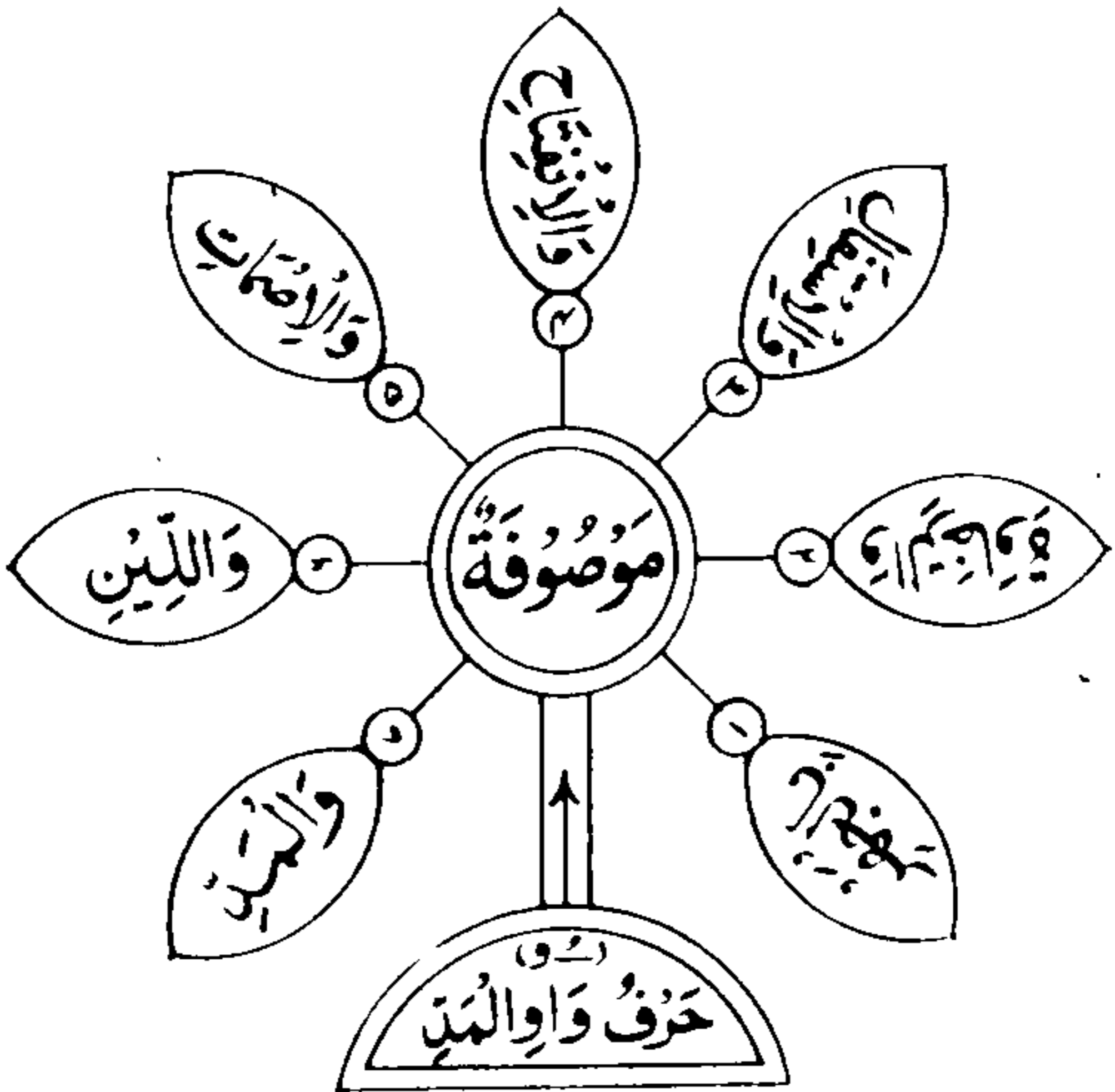
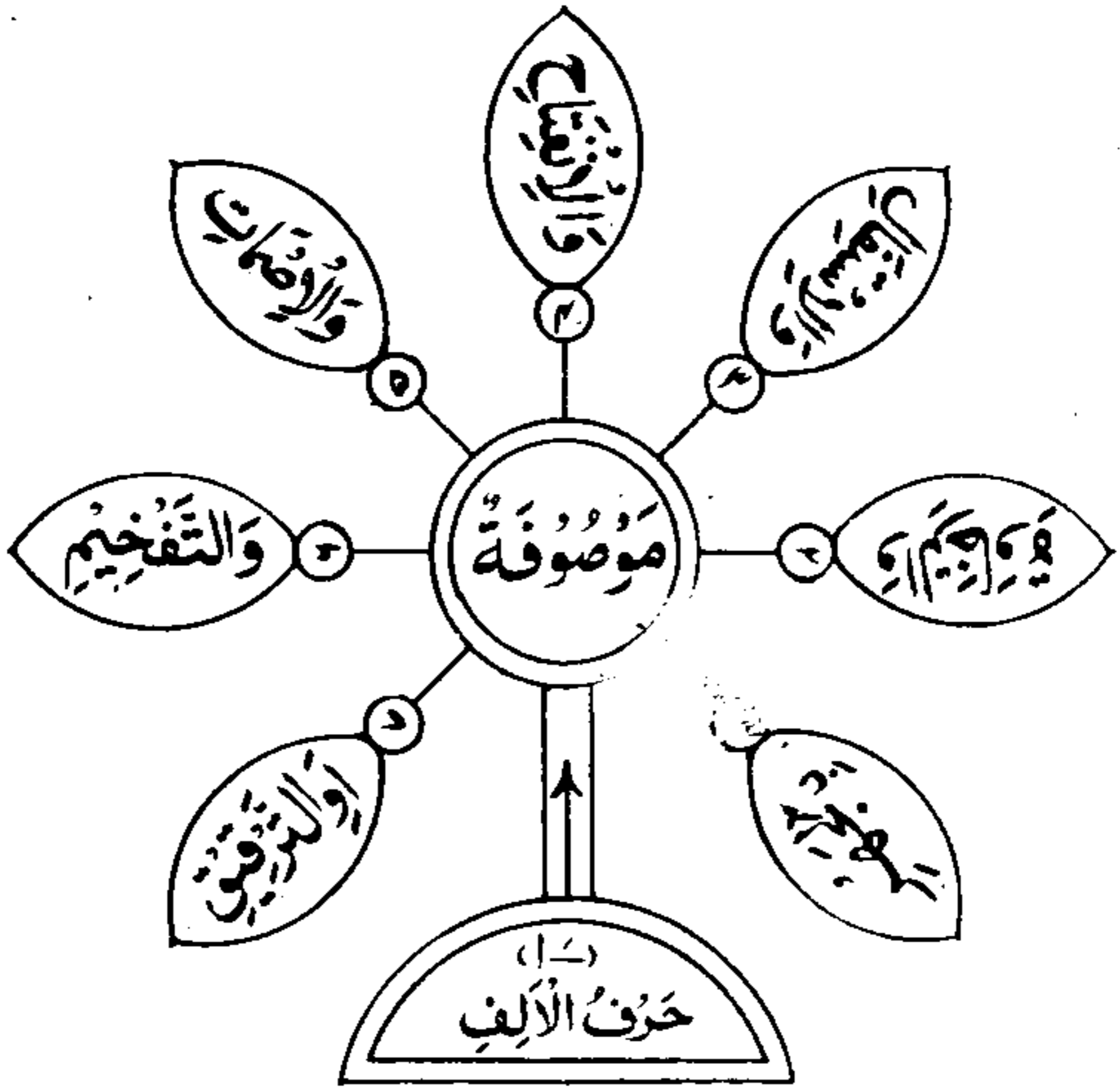
جَدْوَلُ الْمَوْصُوفَاتِ وَالصِّفَاتِ

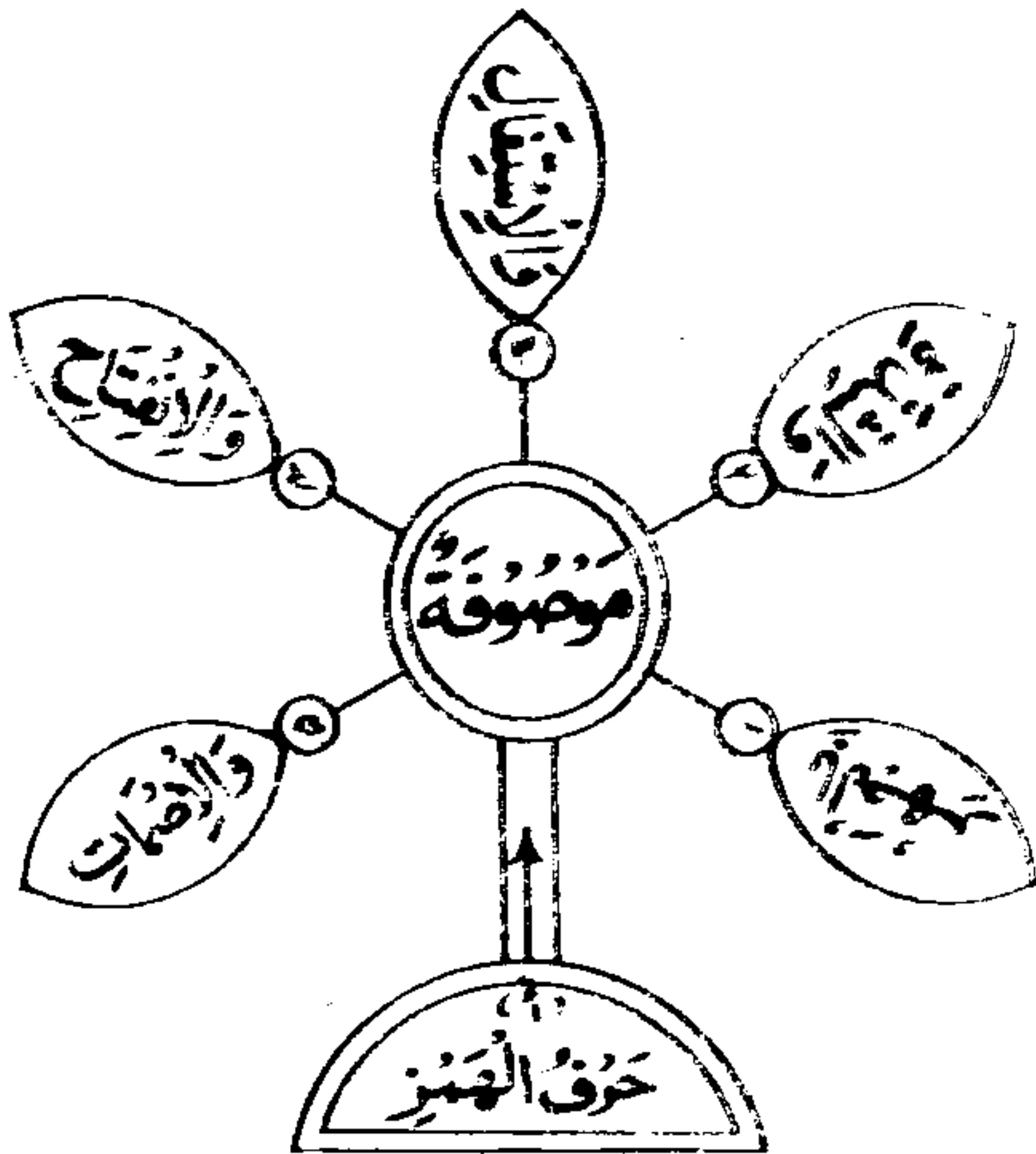
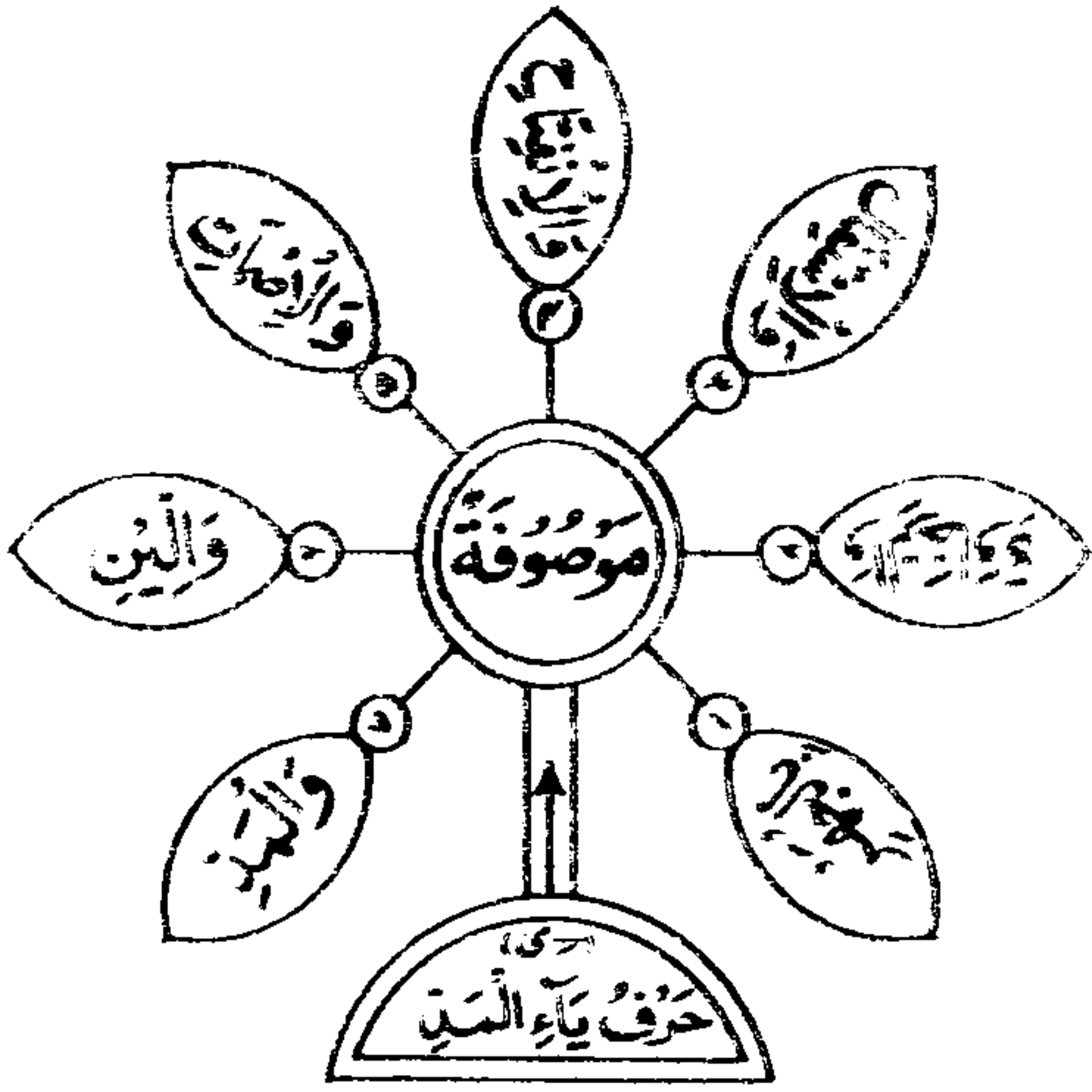
الْمَوْصُوفَاتُ	الصِّفَاتُ	الْمَوْصُوفَاتُ
متوسط	۵	جهر: شدت: استفعال: انفتاح: اصمات
اضعف	۵	همس: رخاوت: استفعال: انفتاح: اصمات
متوسط	۵	جهر: متوسط: استفعال: انفتاح: اصمات
اضعف	۵	همس: رخاوت: استفعال: انفتاح: اصمات
قوی	۵	جهر: رخاوت: استعلاء: انفتاح: اصمات
متوسط	۵	همس: رخاوت: استعلاء: انفتاح: اصمات
اقوی	۶	جهر: شدت: استعلاء: انفتاح: اصمات: قلقله
متوسط	۵	همس: شدت: استفعال: انفتاح: اصمات
قوی	۶	جهر: شدت: استفعال: انفتاح: اصمات: قلقله
ضعیف	۶	همس: رخاوت: استفعال: انفتاح: اصمات: تفشی
ضعیف	۶	جهر: رخاوت: استفعال: انفتاح: اصمات: لین
اقوی	۷	جهر: رخاوت: استعلاء: اطباق: اصمات: استنطالة
ضعیف	۶	جهر: متوسط: استفعال: انفتاح: اذلاق: انحراف
اضعف	۶	جهر: متوسط: استفعال: انفتاح: اذلاق: غنة

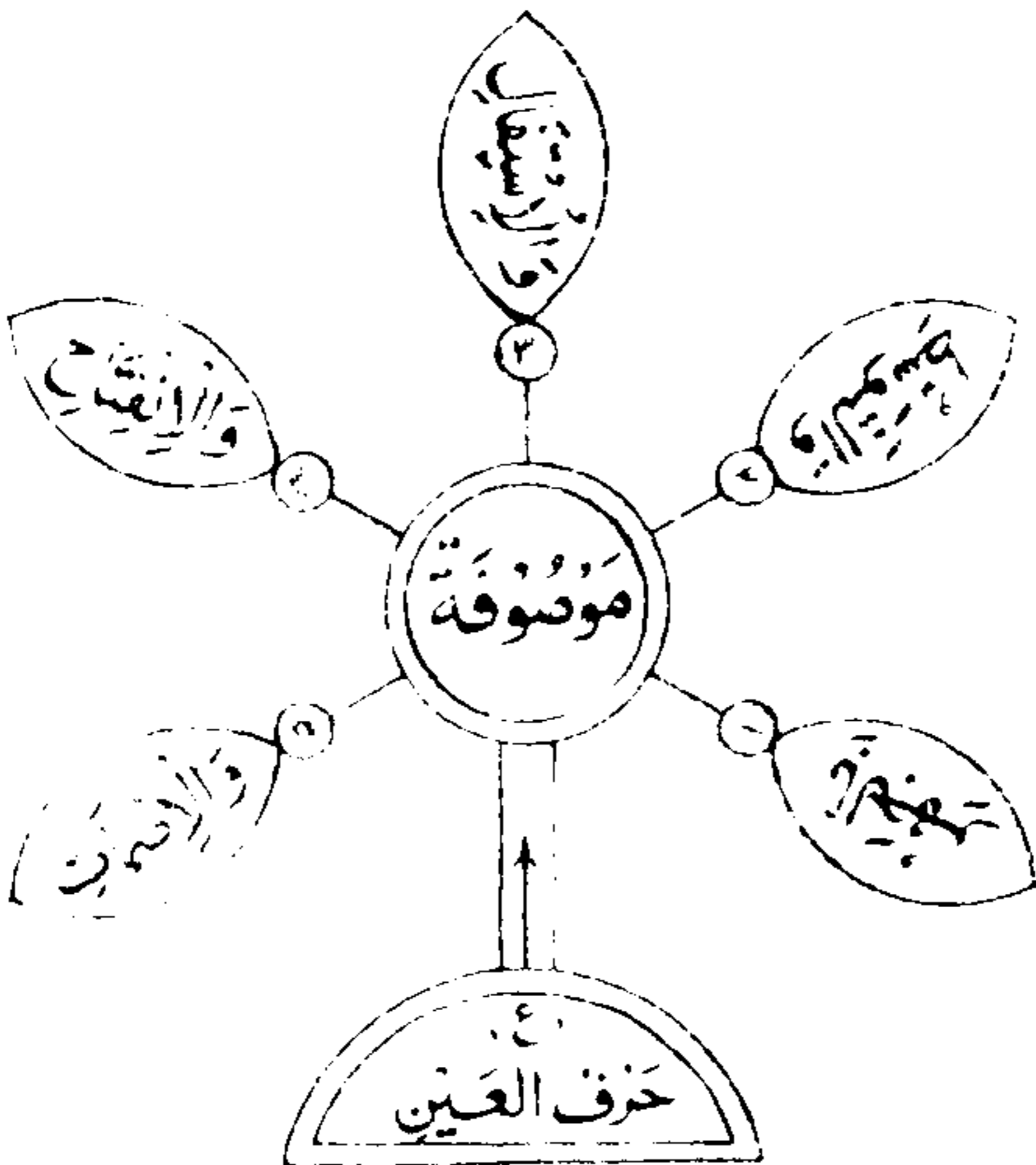
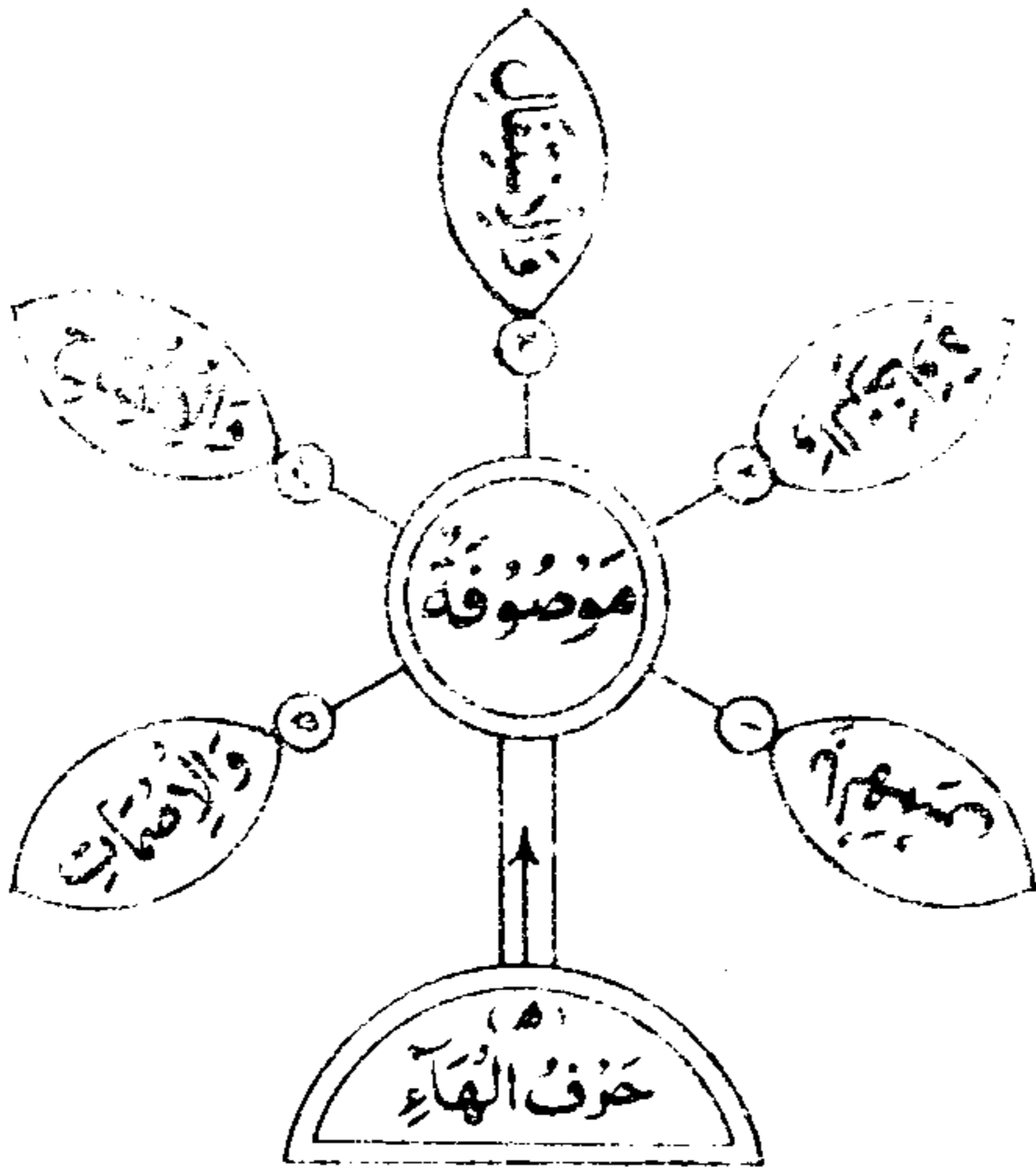
✓	جهر: توسط: استفال: انفتاح: اذلاق انحراف	قوی
	تکریر	
ط	جهر: شدت: استعلاء: اطباق: اصمات: قلقله	اقوی
د	جهر: شدت: استفال: انفتاح: اصمات: قلقله	اقوی
ت	همس: شدت: استفال: انفتاح: اصمات	متوسط
ظ	جهر: رخاوت: استعلاء: اطباق: اصمات	اقوی
ذ	جهر: رخاوت: استفال: انفتاح: اصمات	متوسط
ث	همس: رخاوت: استفال: انفتاح: اصمات	اضعف
ص	همس: رخاوت: استعلاء: اطباق: اصمات: صغیر	قوی
ز	جهر: رخاوت: استفال: انفتاح: اصمات: صغیر	قوی
س	همس: رخاوت: استفال: انفتاح: اصمات: صغیر	ضعیف
ف	همس: رخاوت: استفال: انفتاح: اذلاق	اضعف
ب	جهر: شدت: استفال: انفتاح: اذلاق: قلقله	متوسط
م	جهر: توسط: استفال: انفتاح: اذلاق:	اضعف
و	جهر: رخاوت: استفال: انفتاح: اصمات: لین	ضعیف
ا	جهر: رخاوت: استفال: انفتاح: اصمات	متوسط

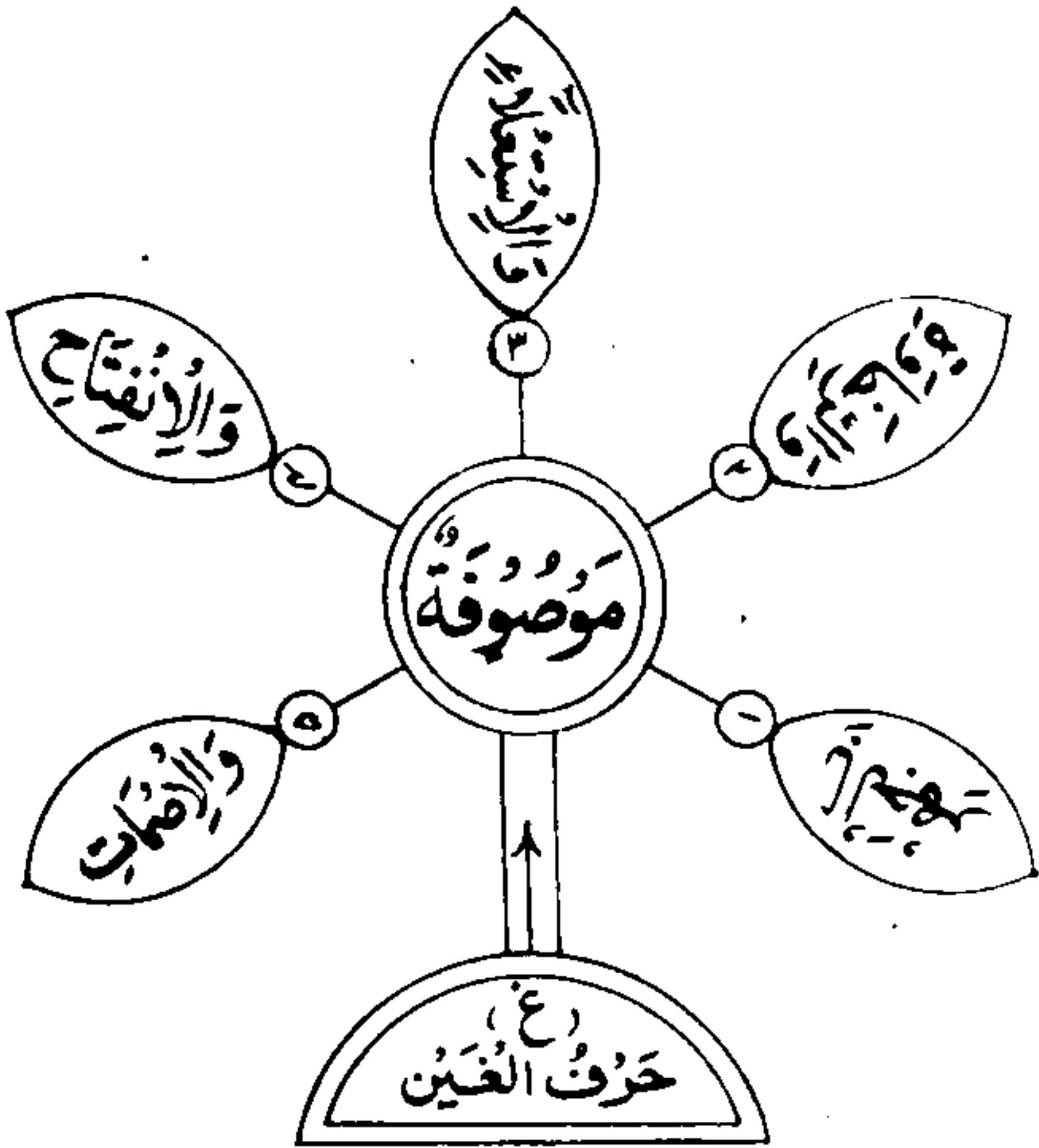
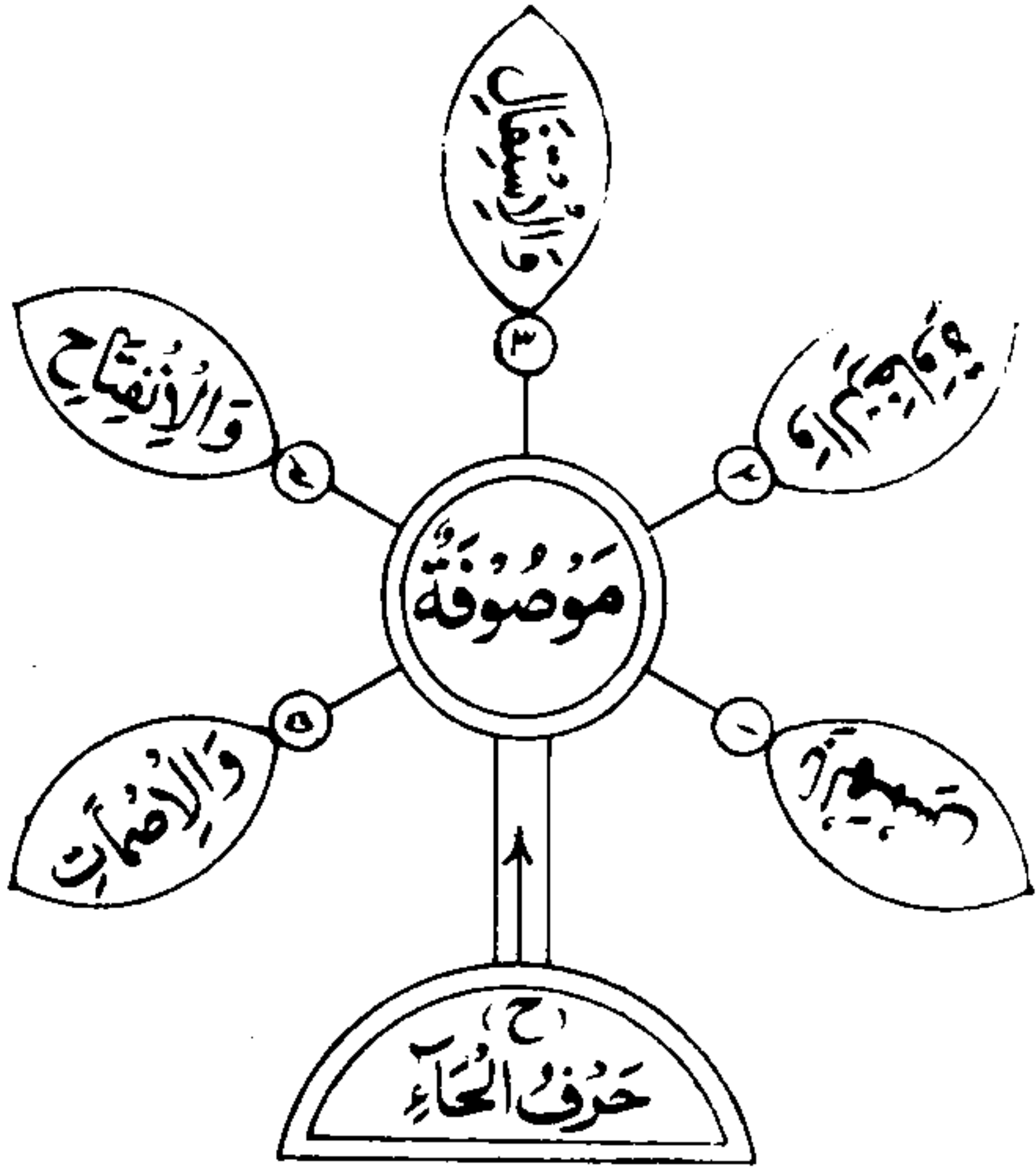
مفخم یا مرقمق

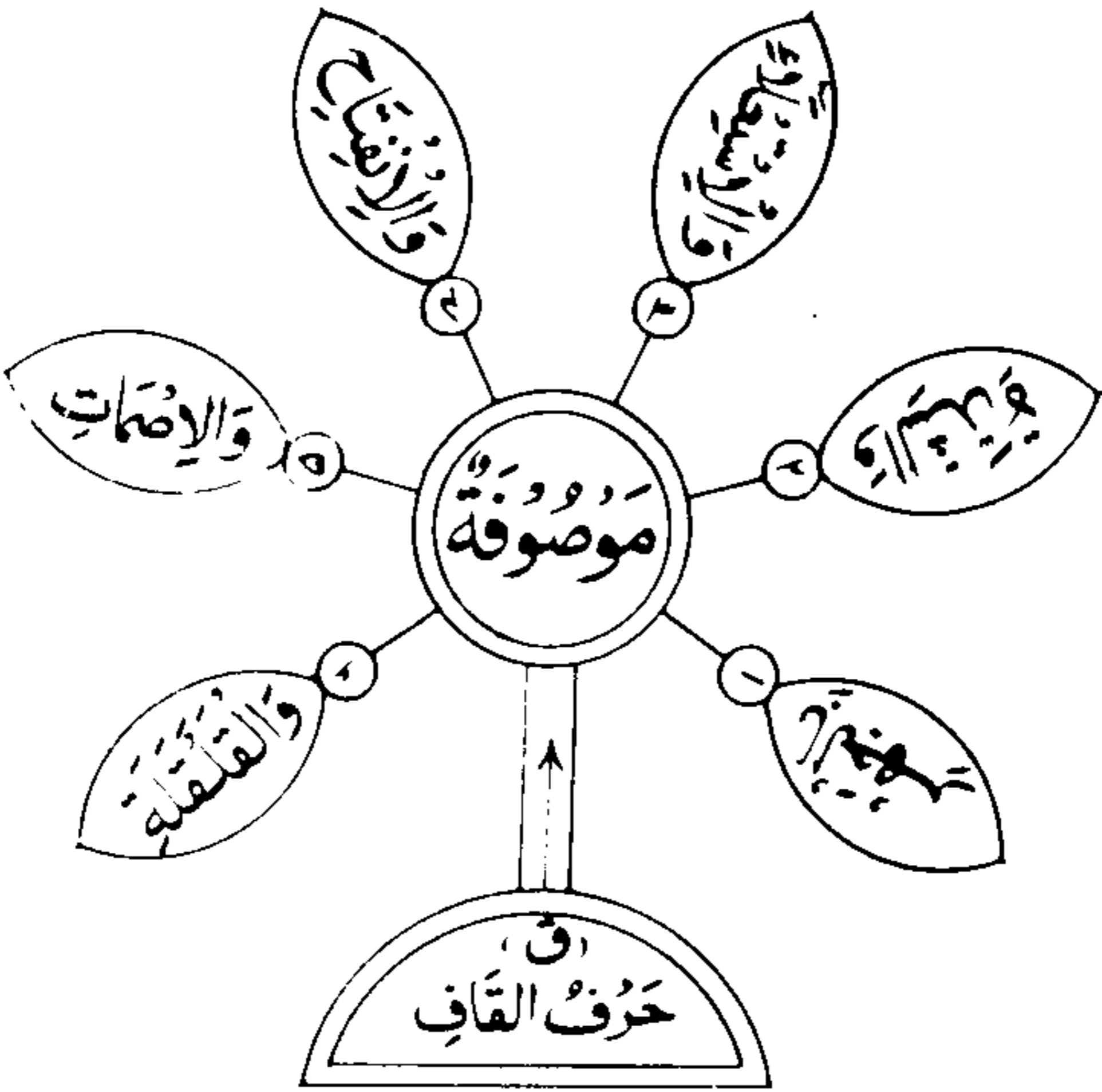
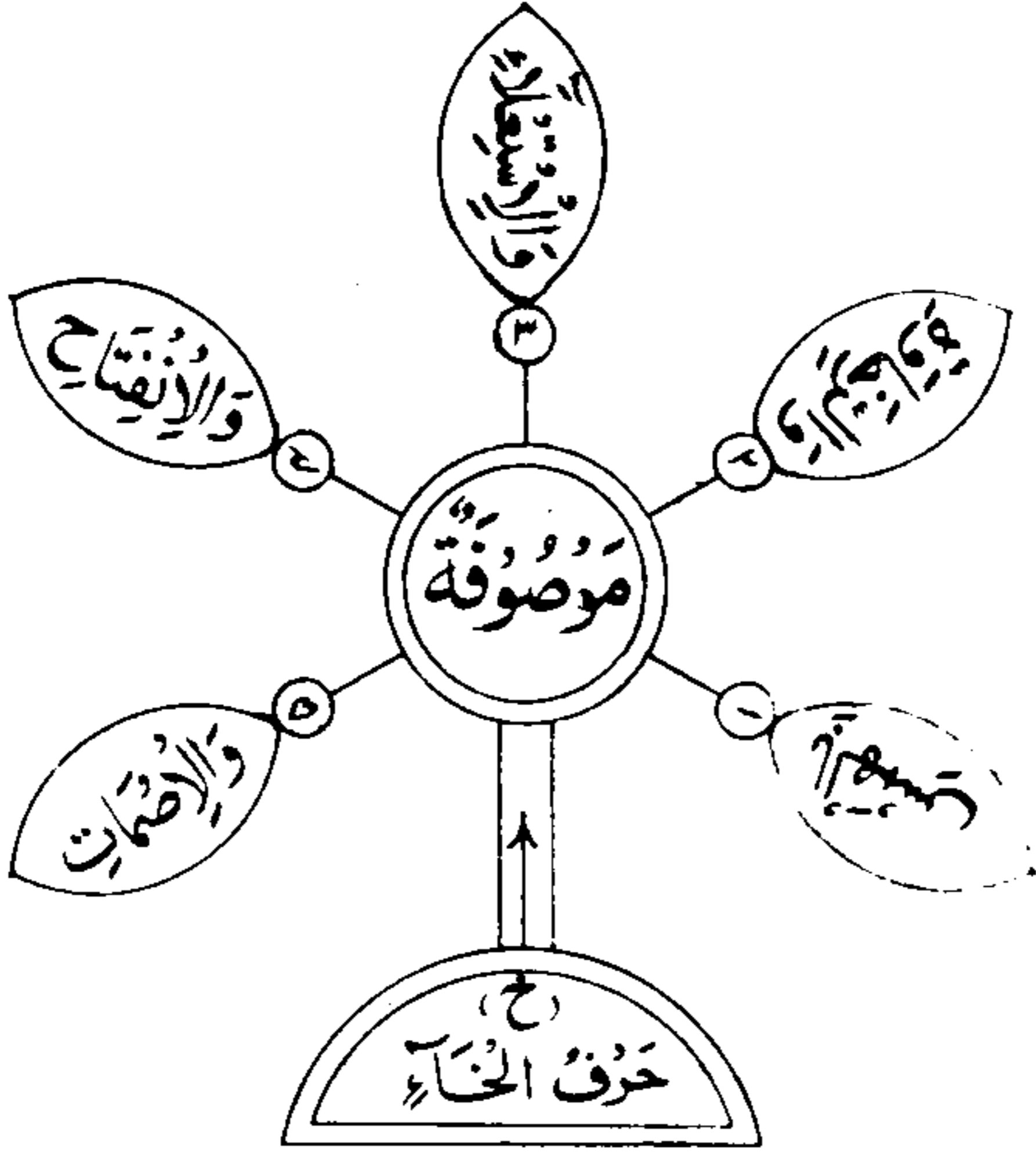
وَطَوَّبَ لِمَنَ اتَّصَفَ الْحُرُوفَ بِصِفَاتِهَا الَّتِي تَحْتَصُّ لَهَا

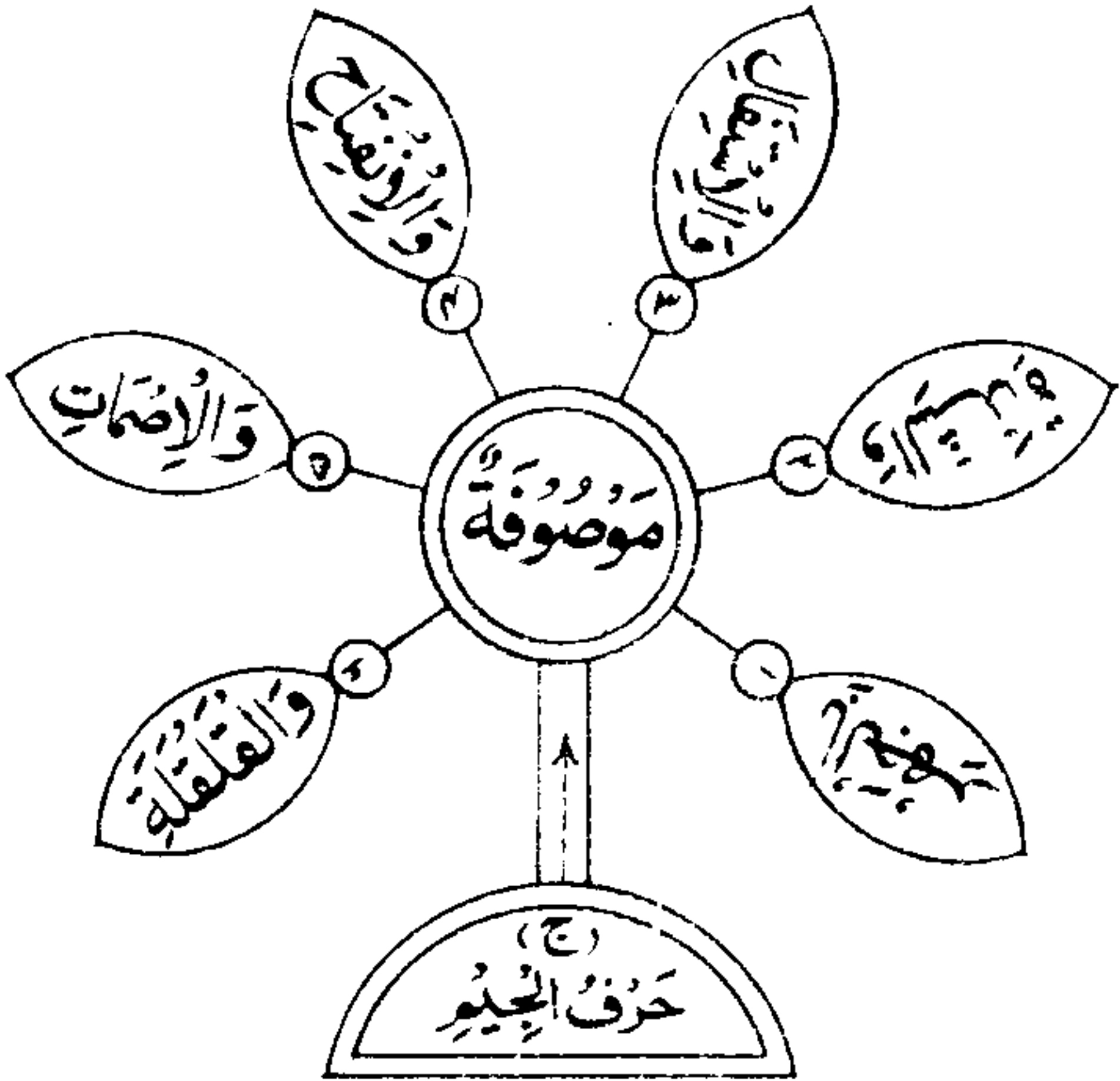
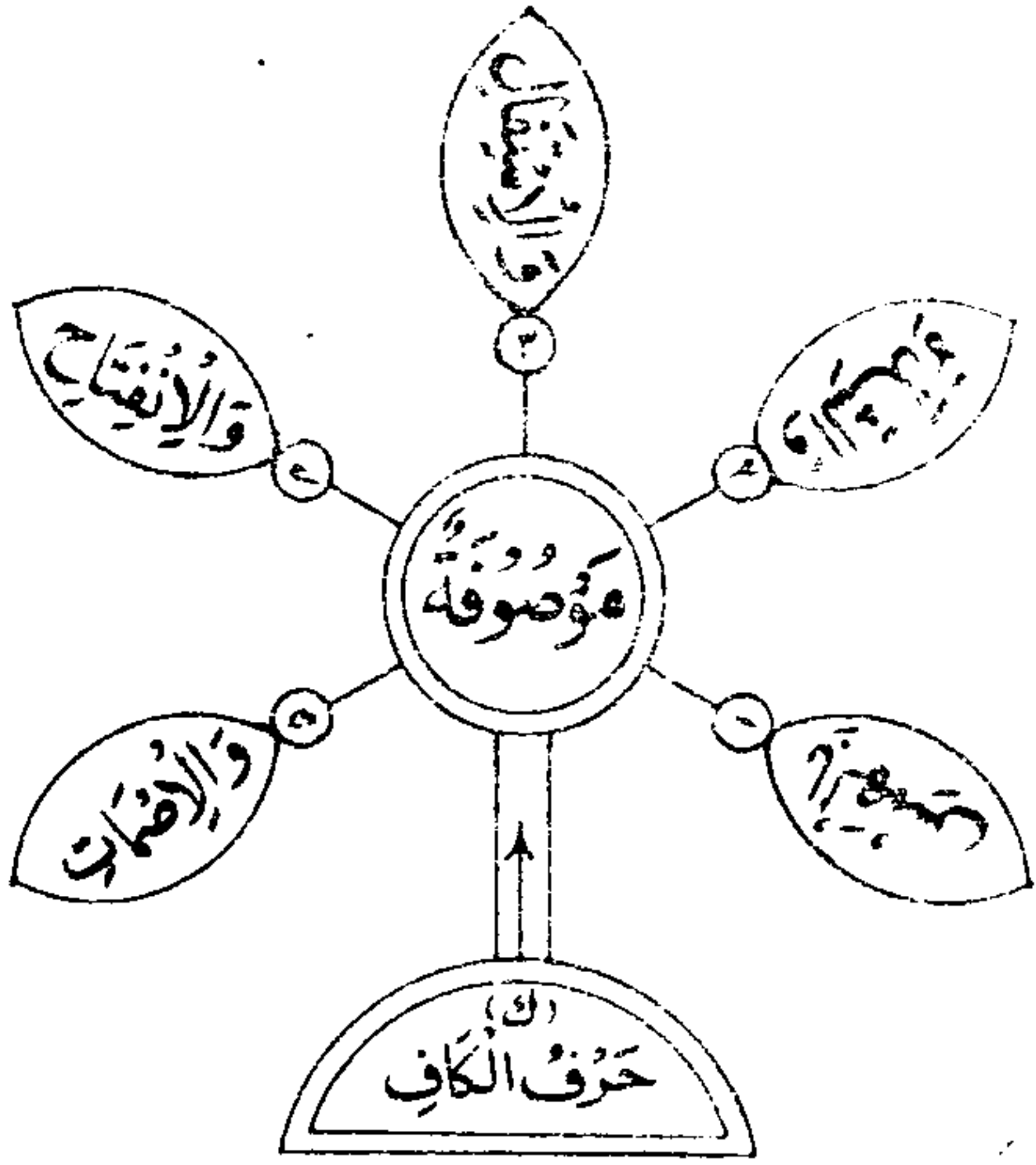


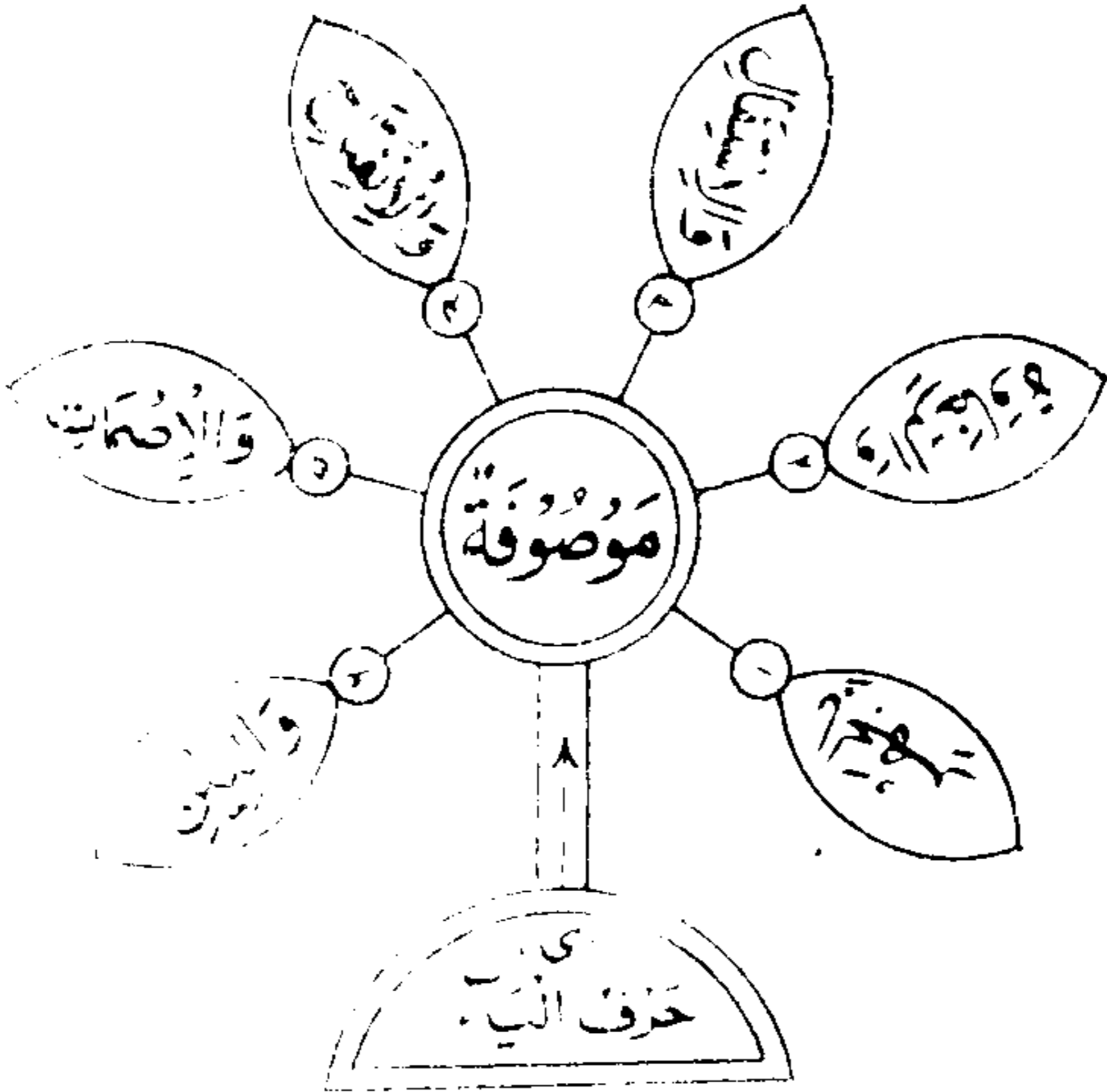
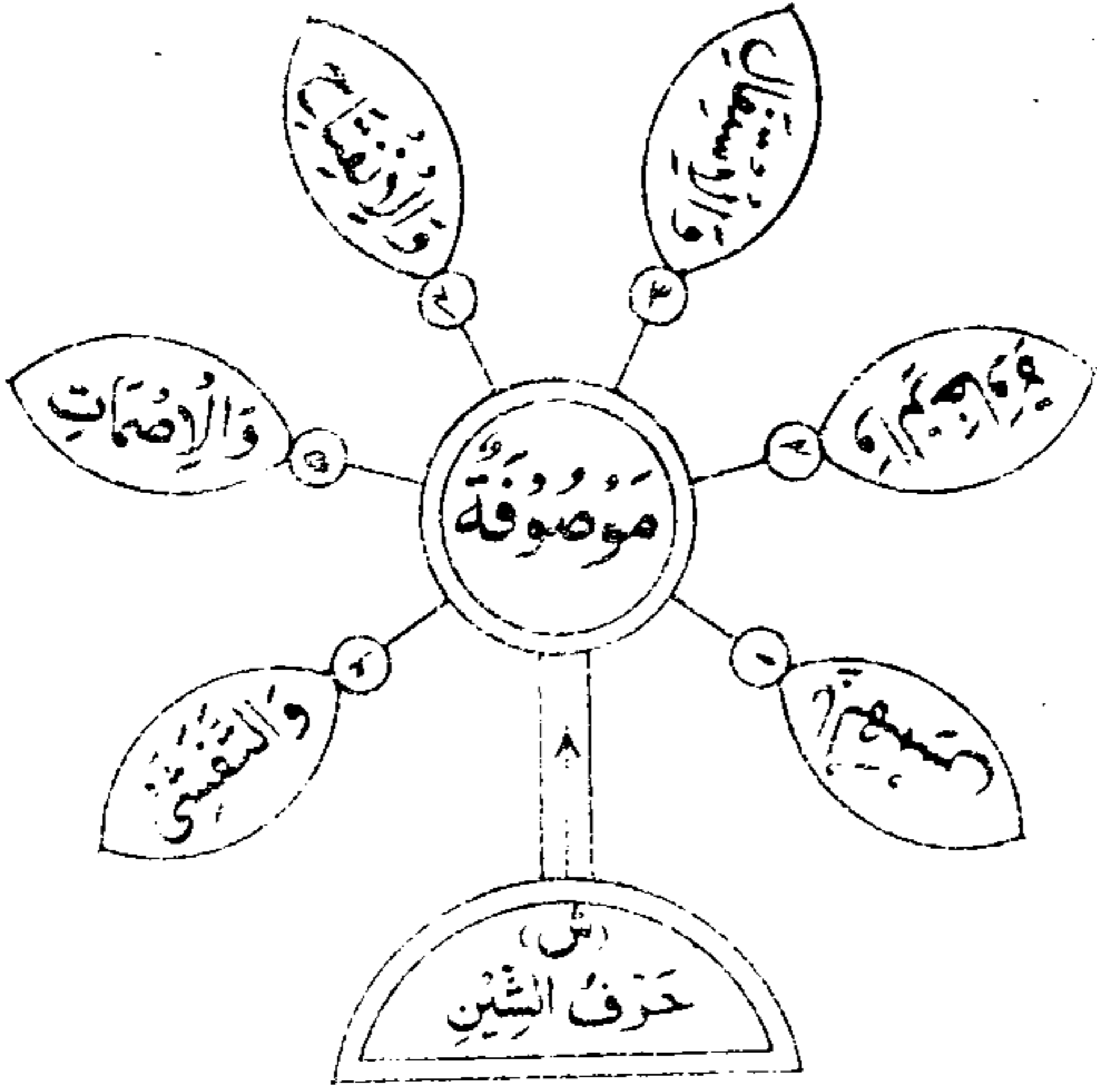


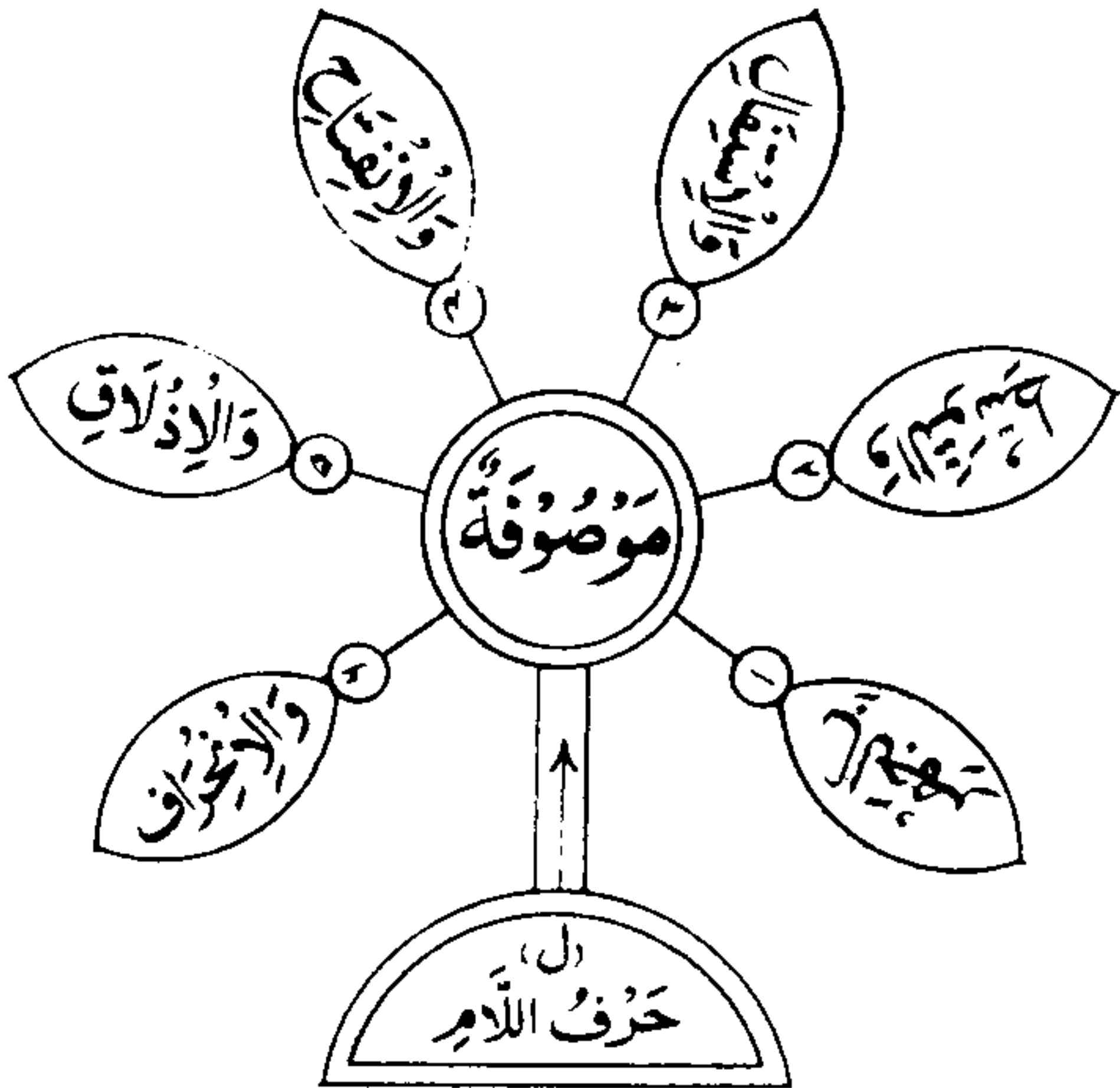
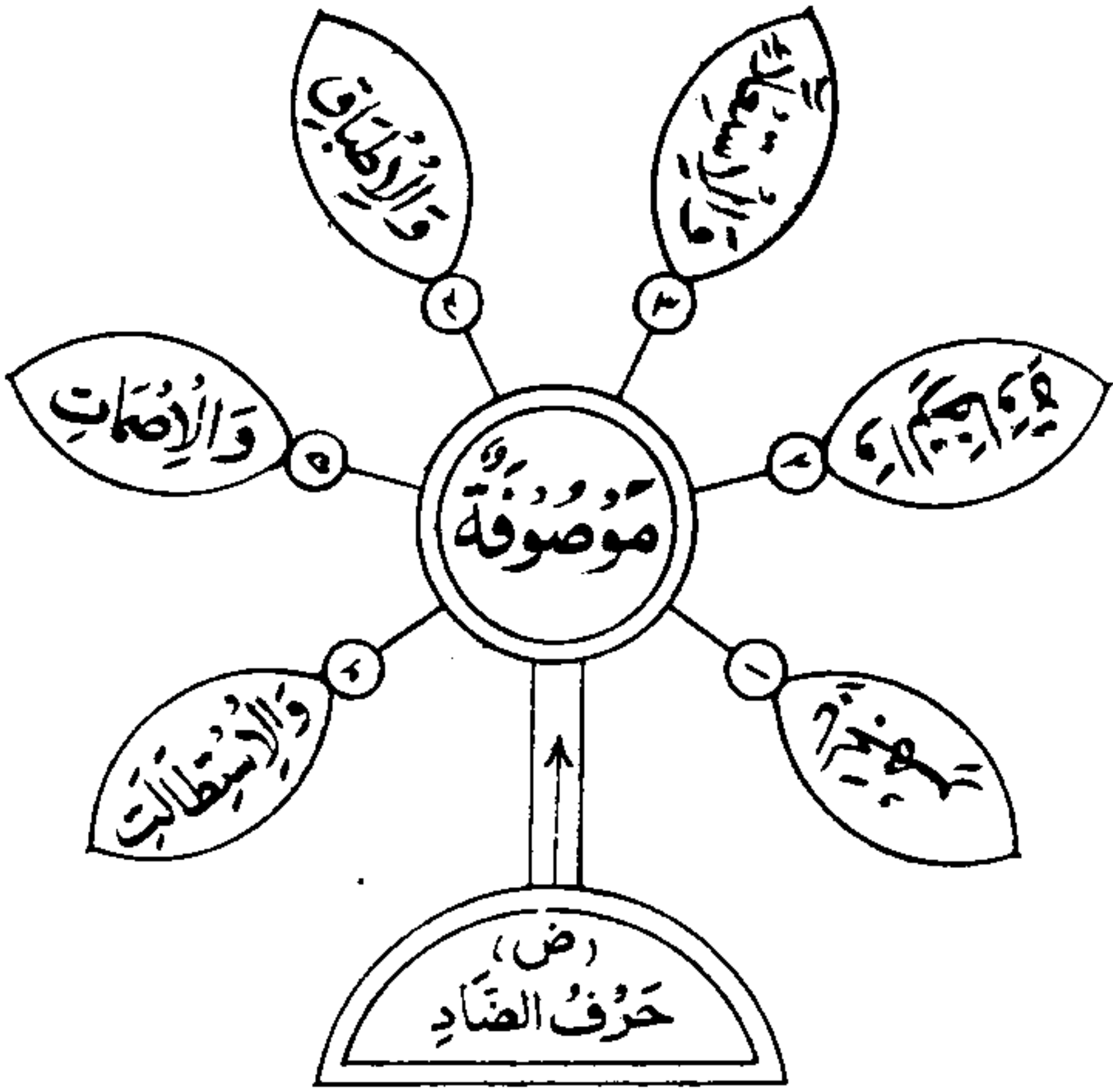


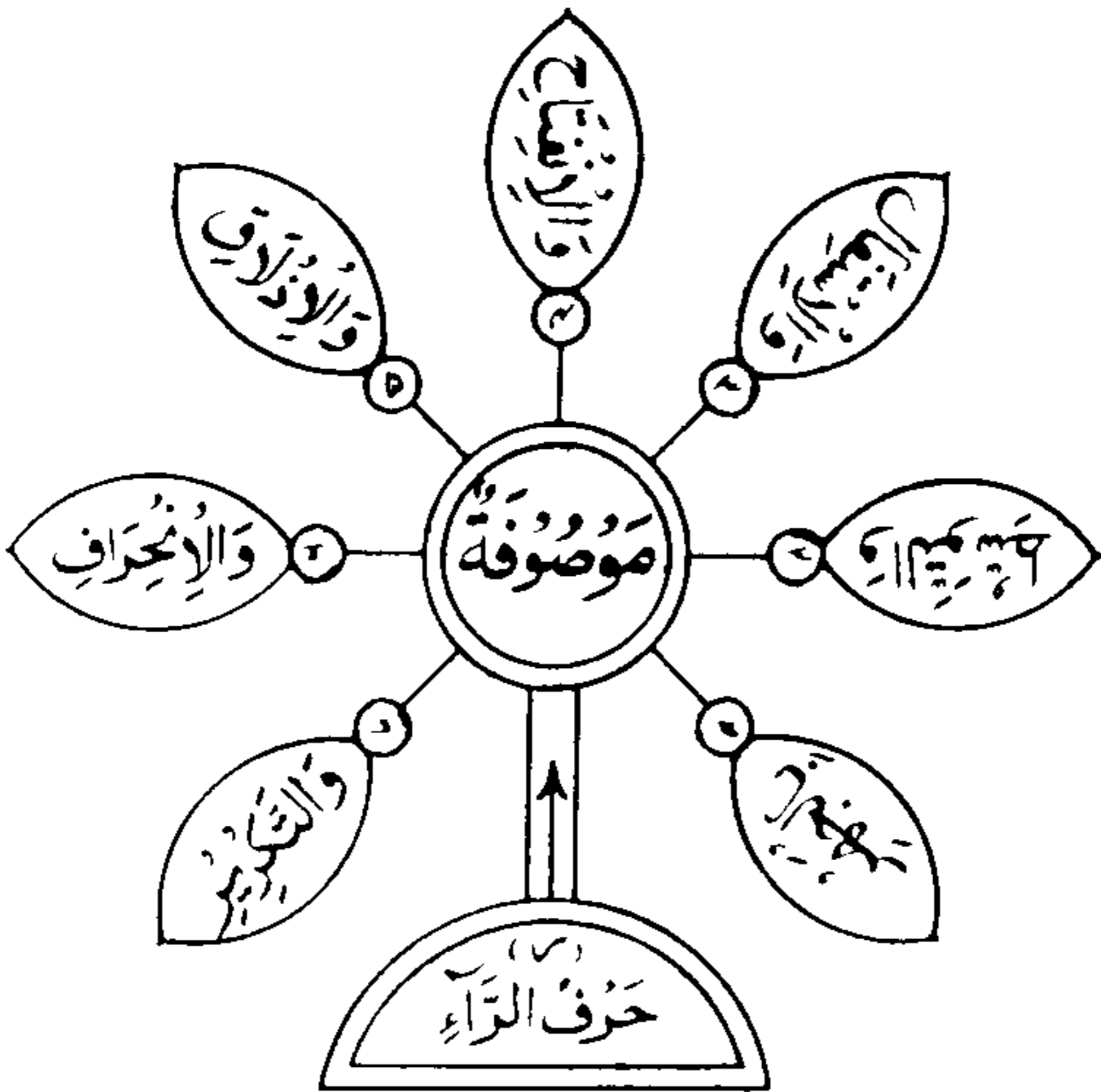
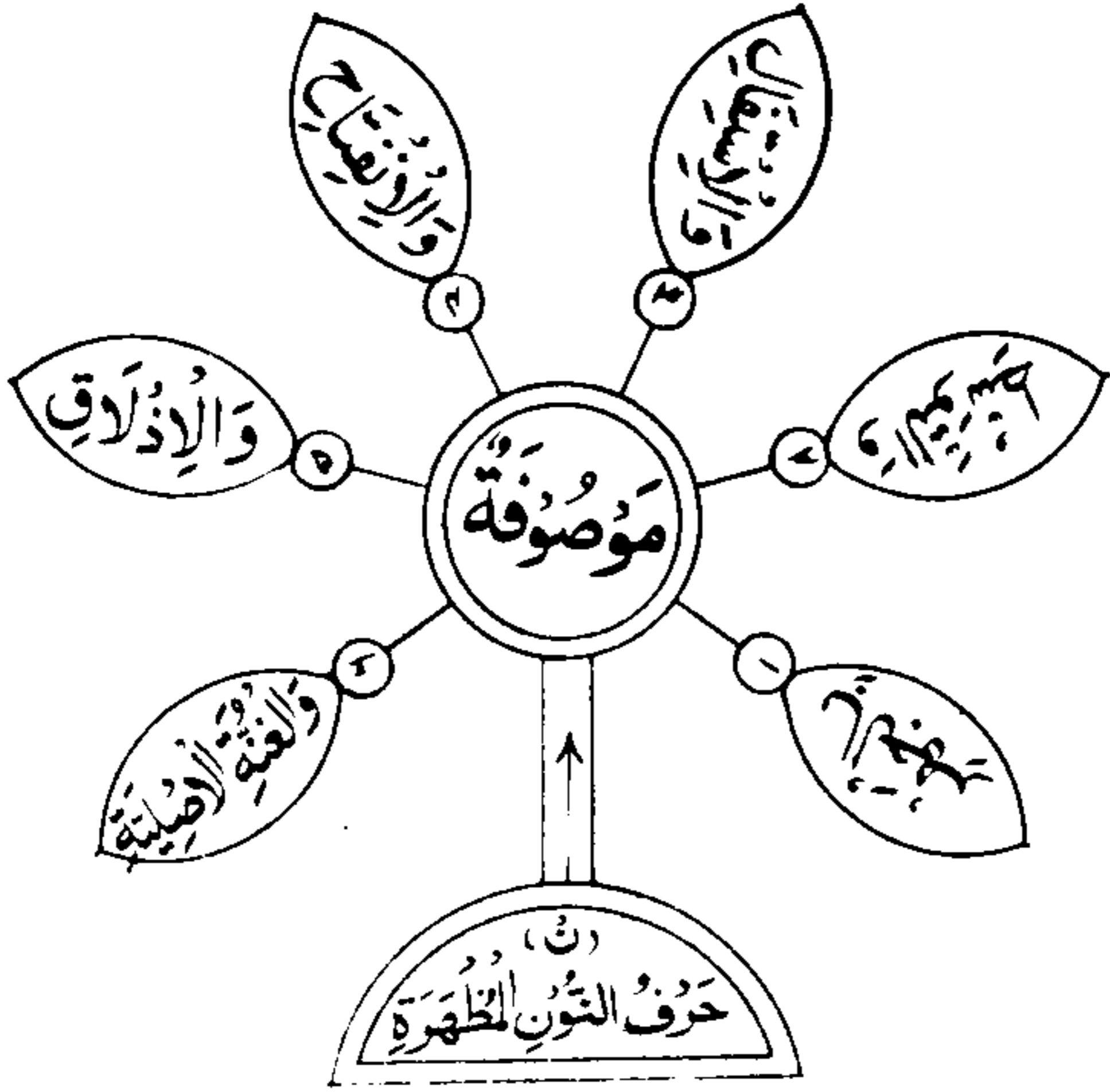


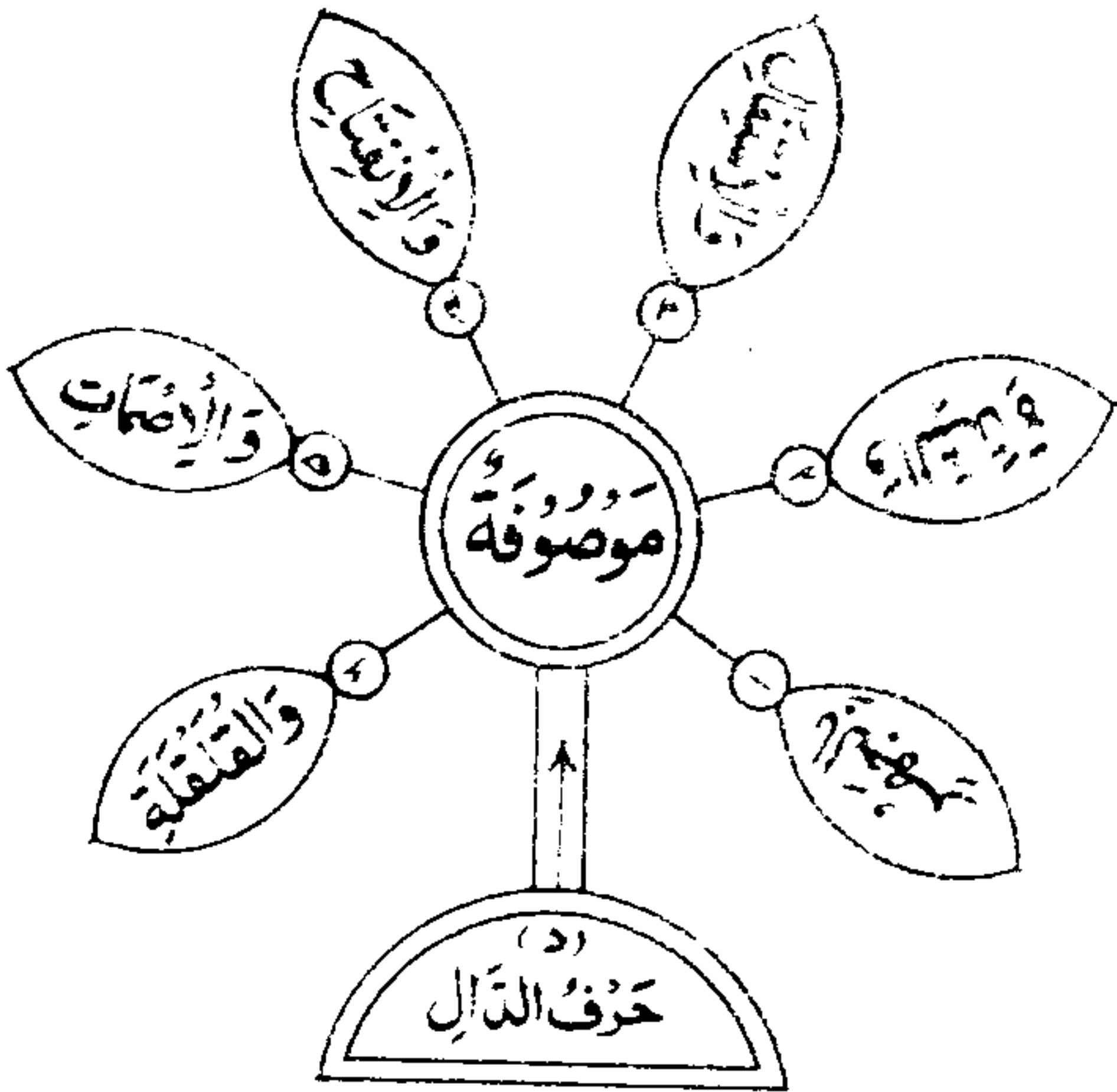
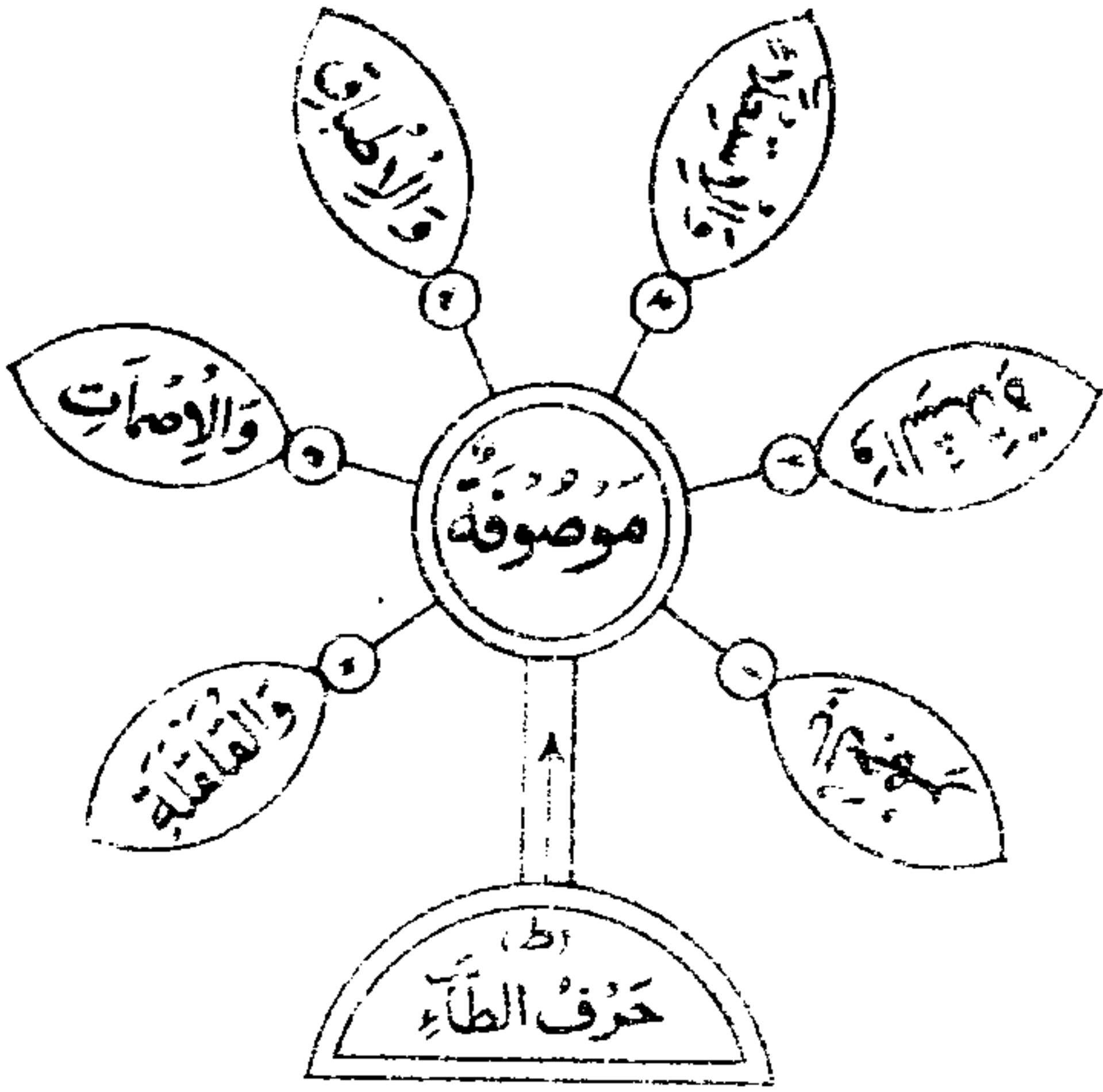


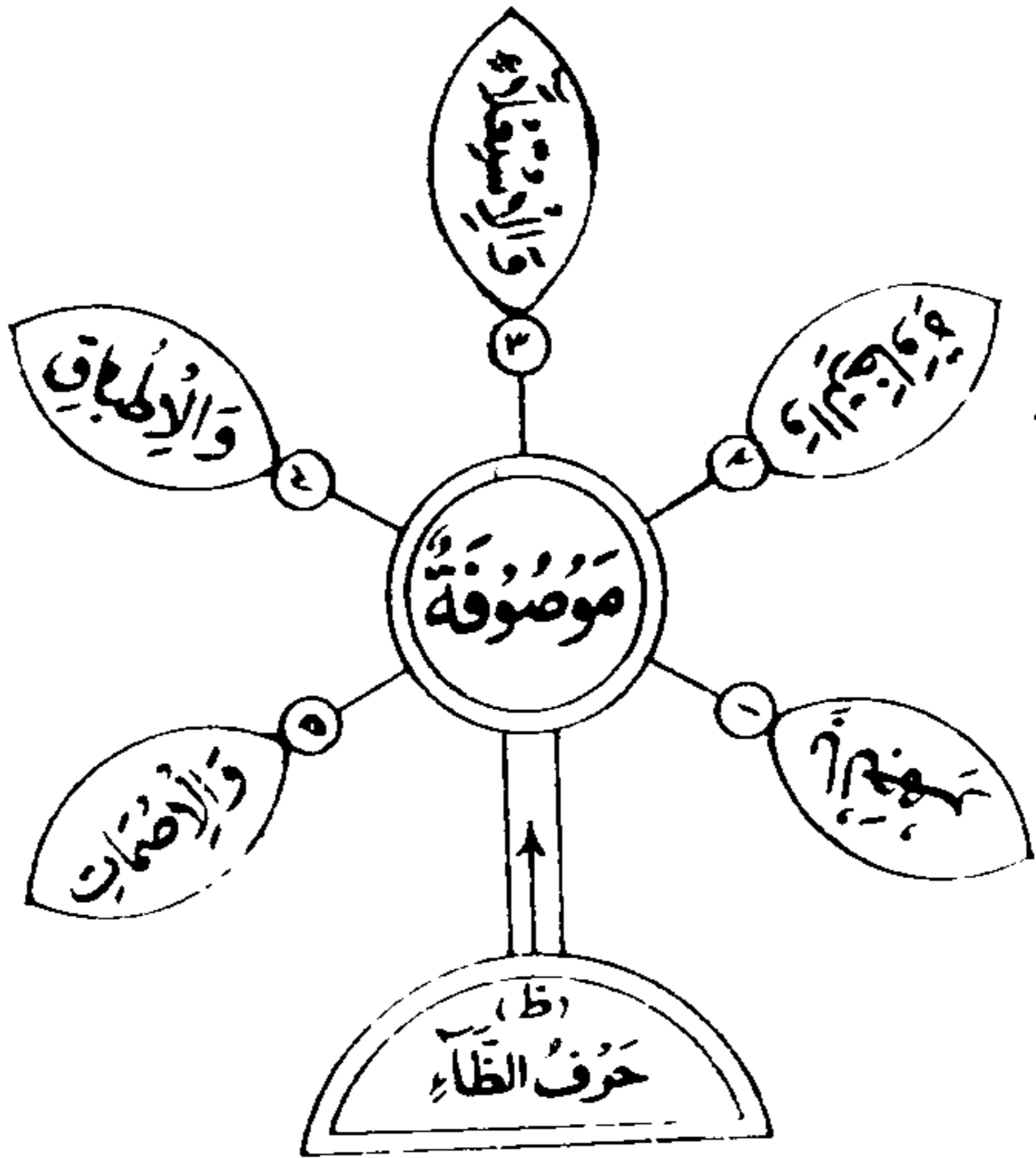
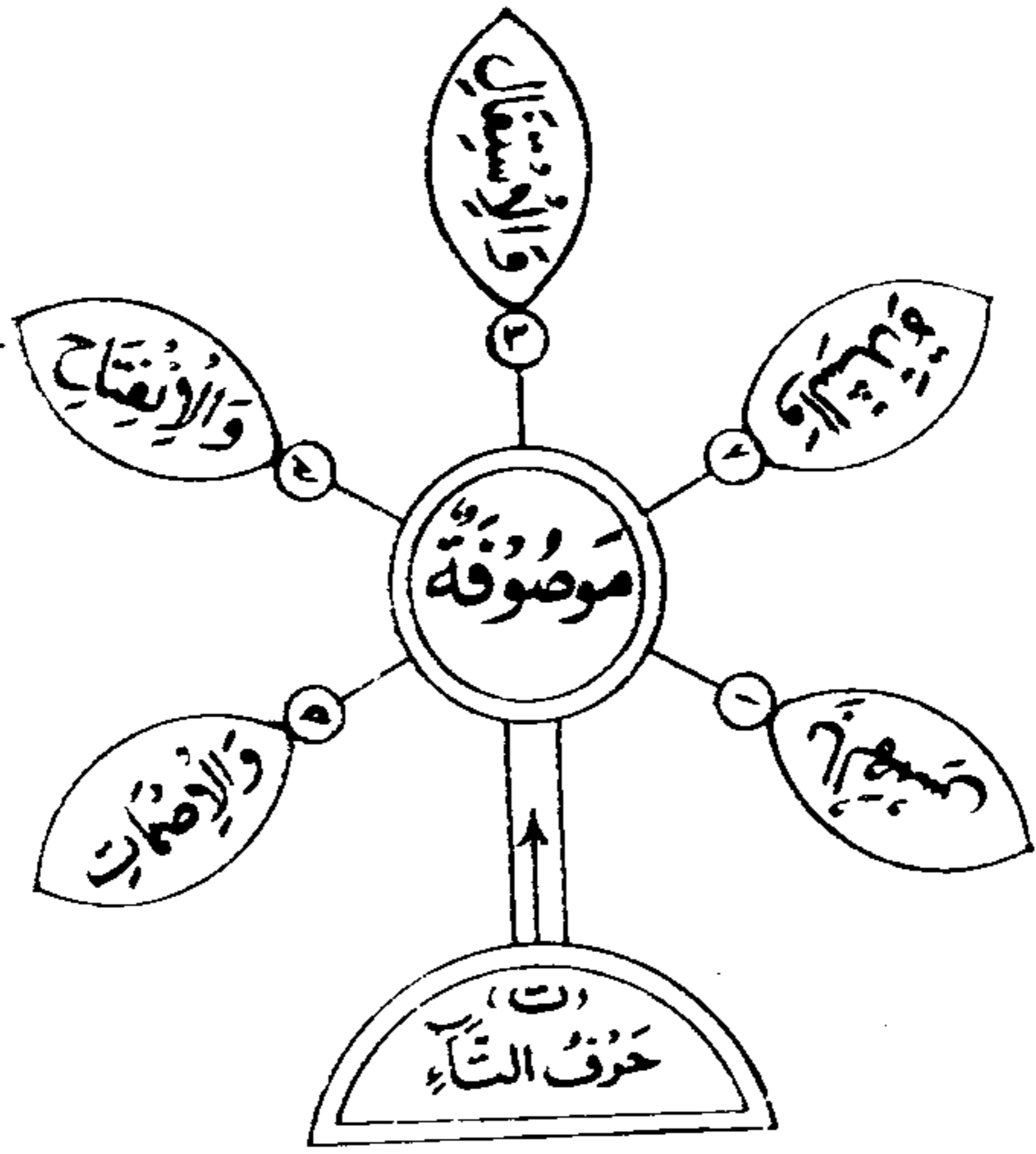


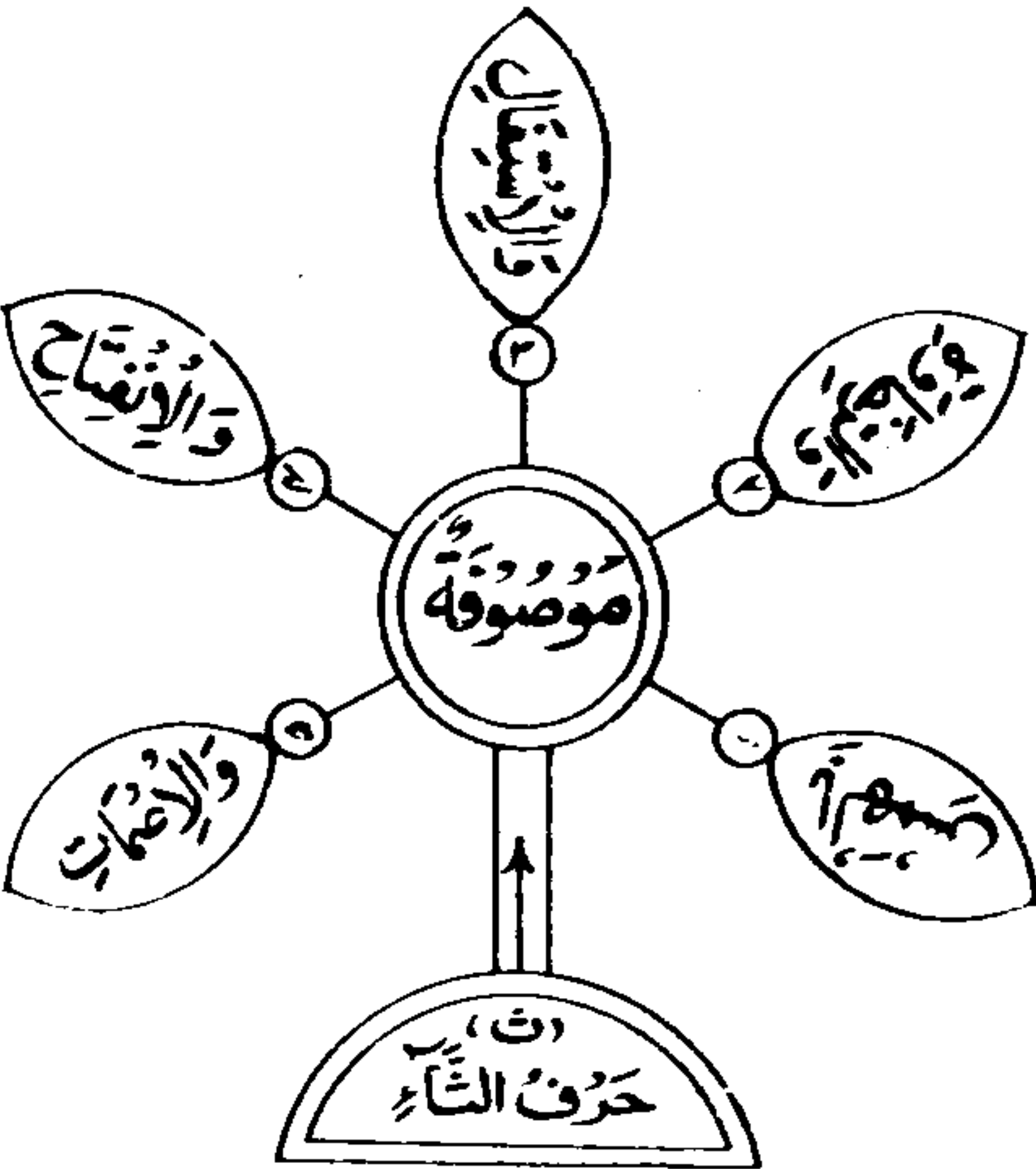
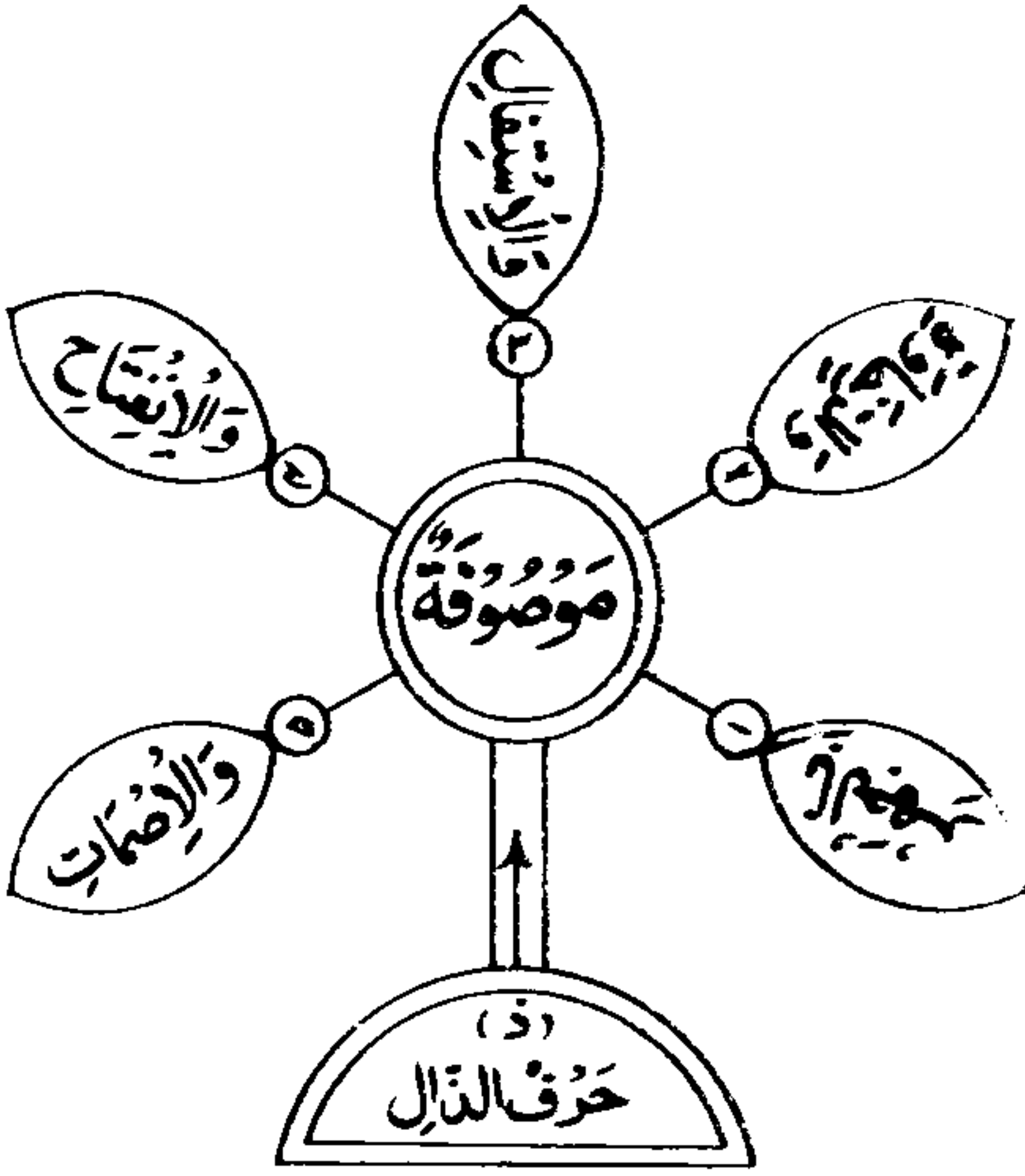


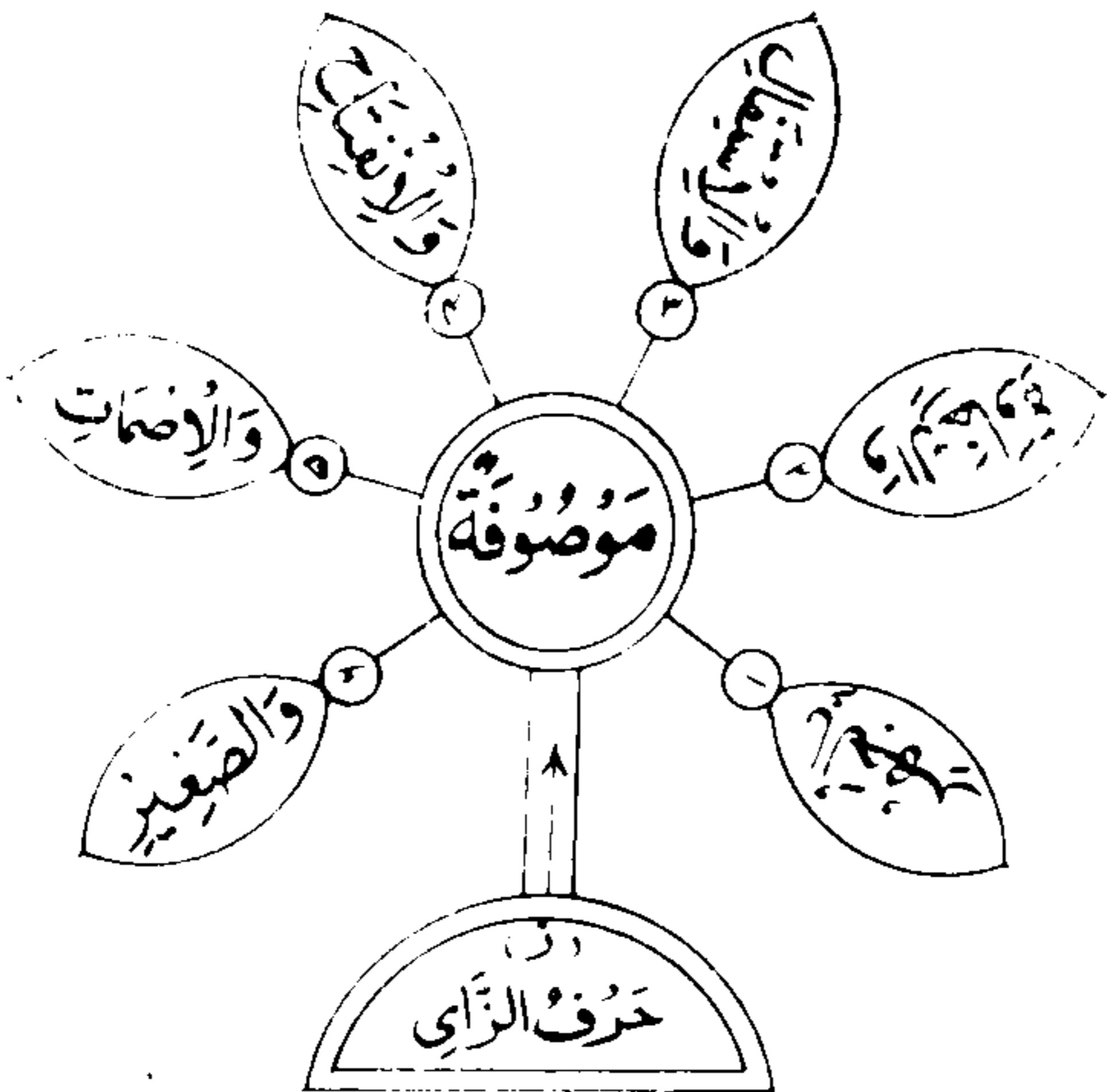
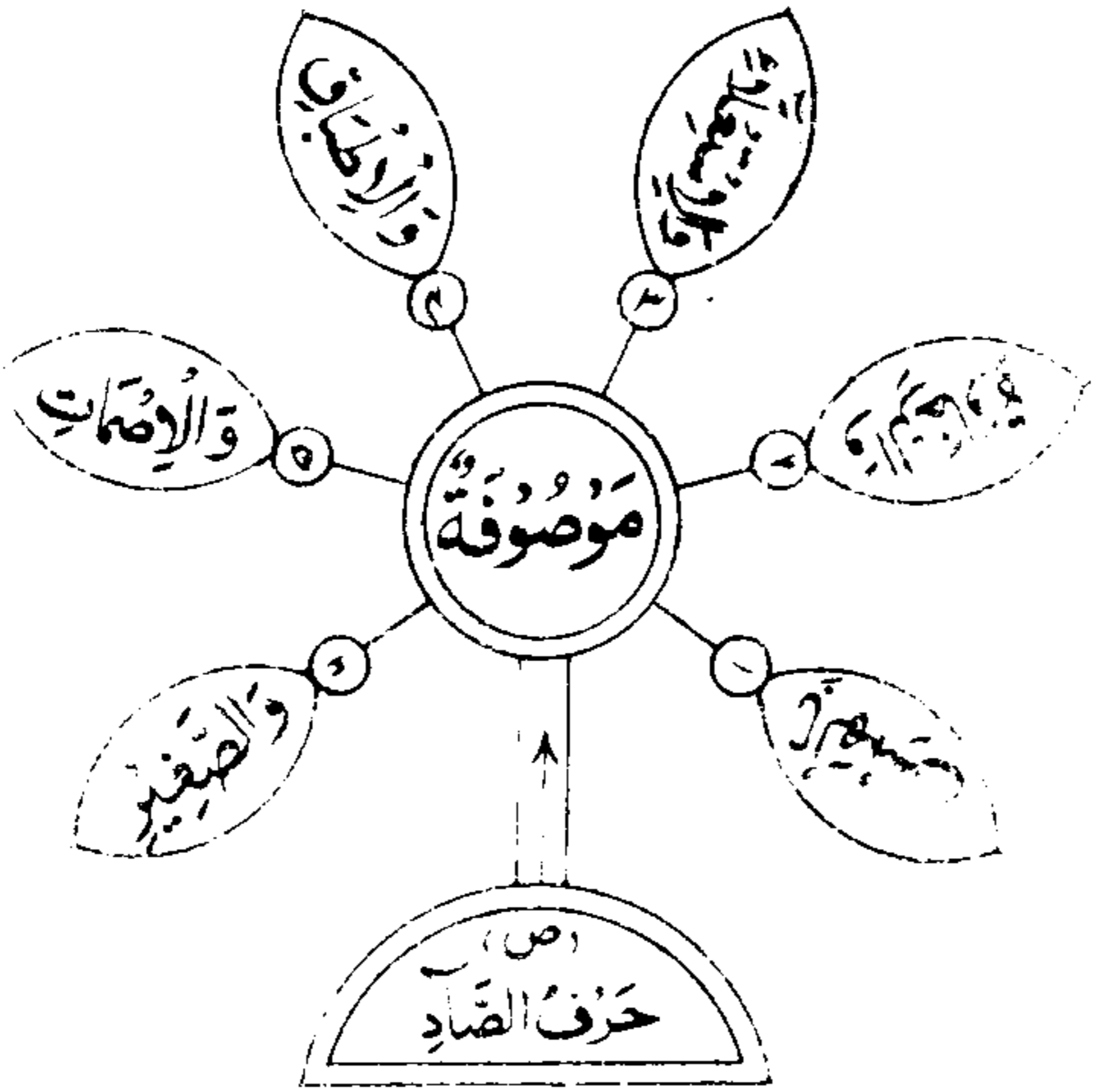


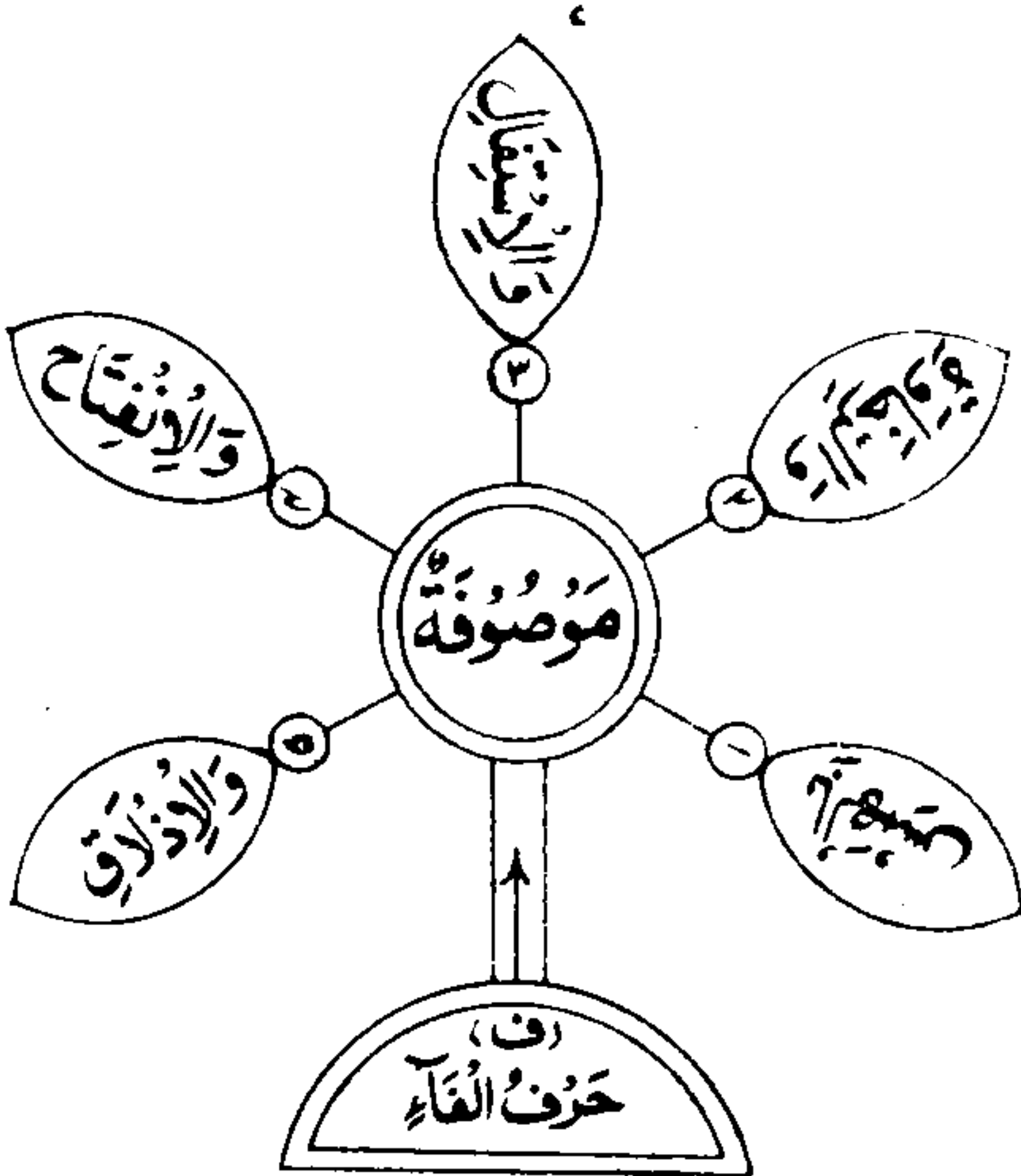
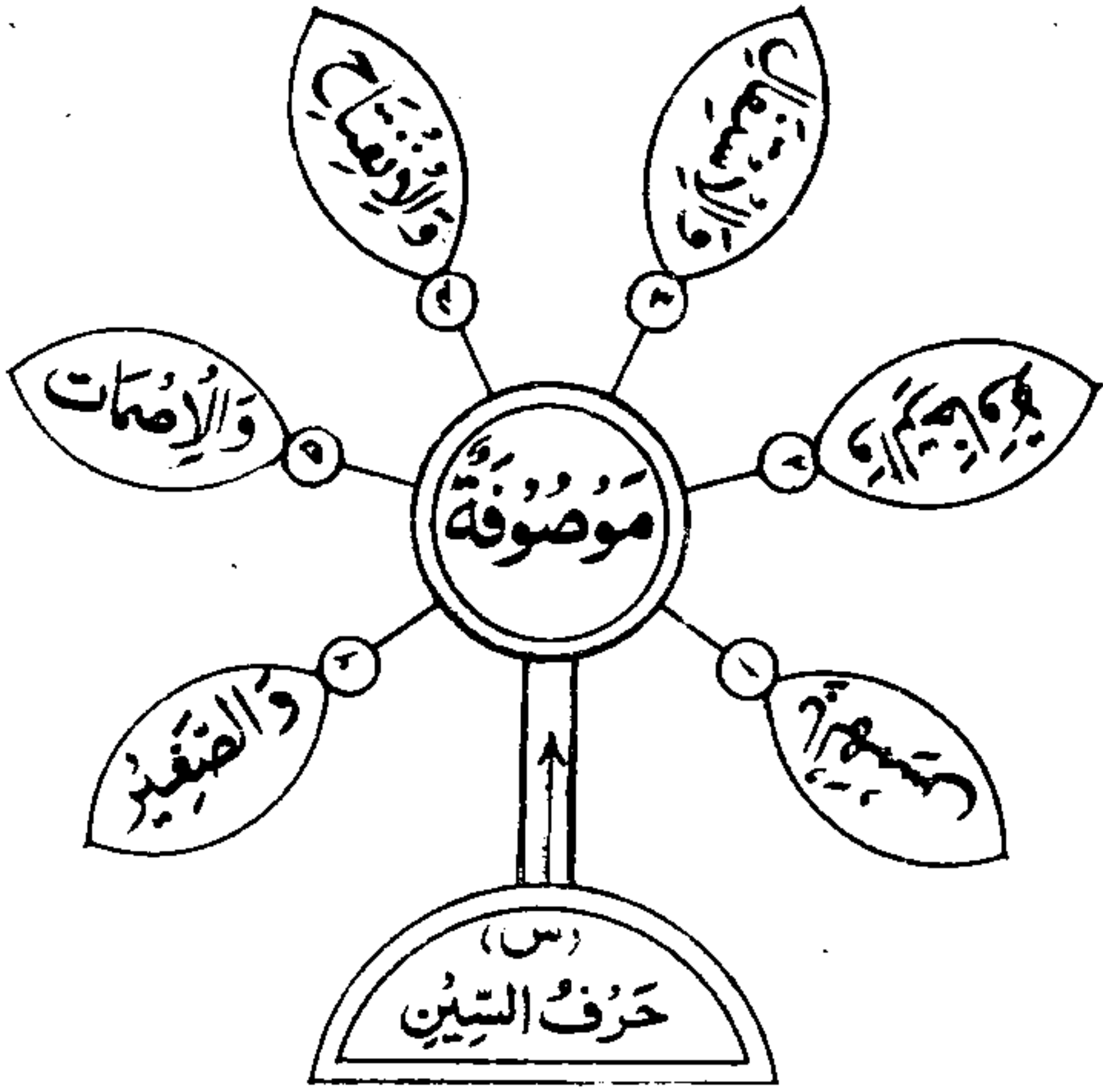


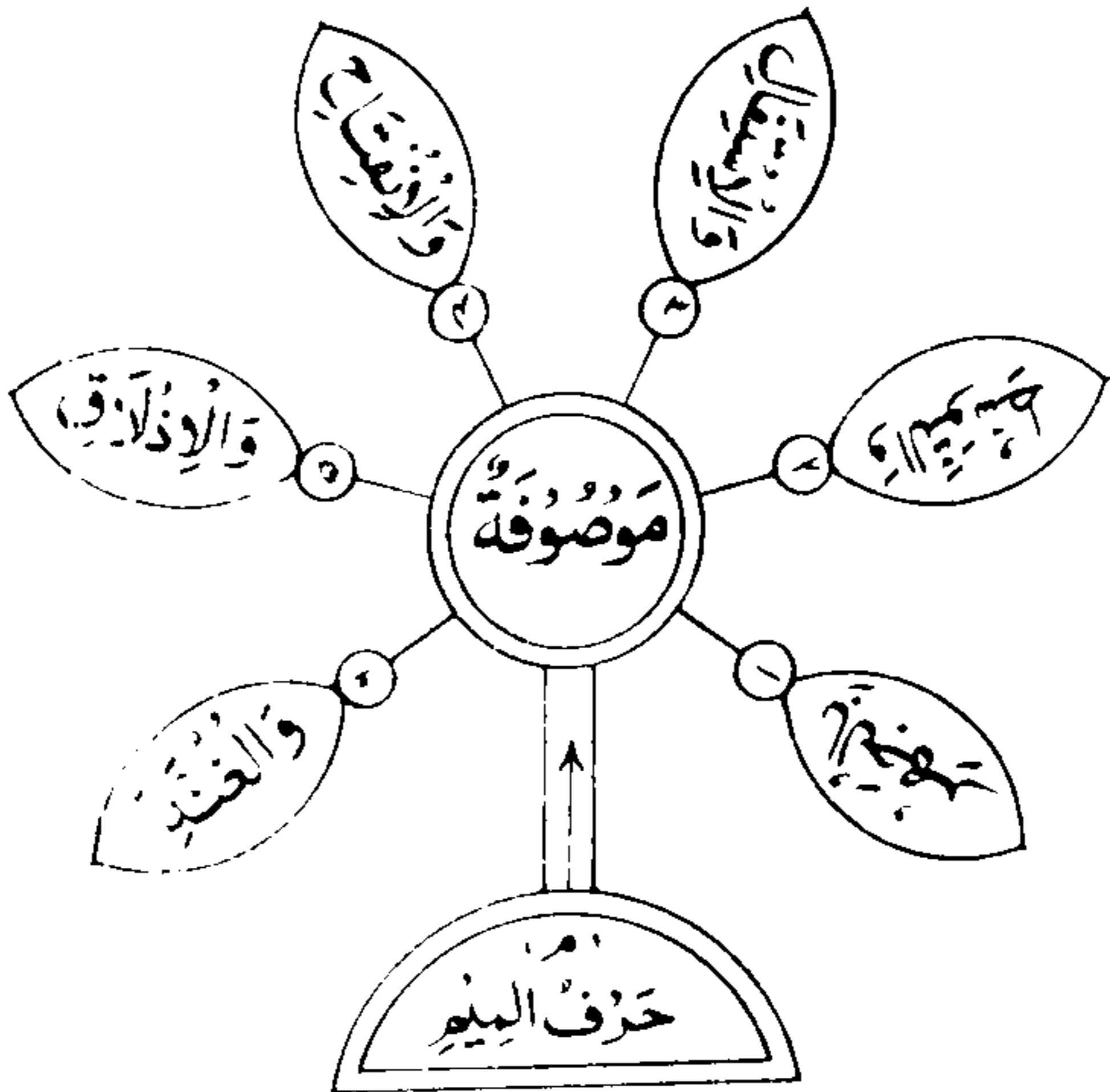
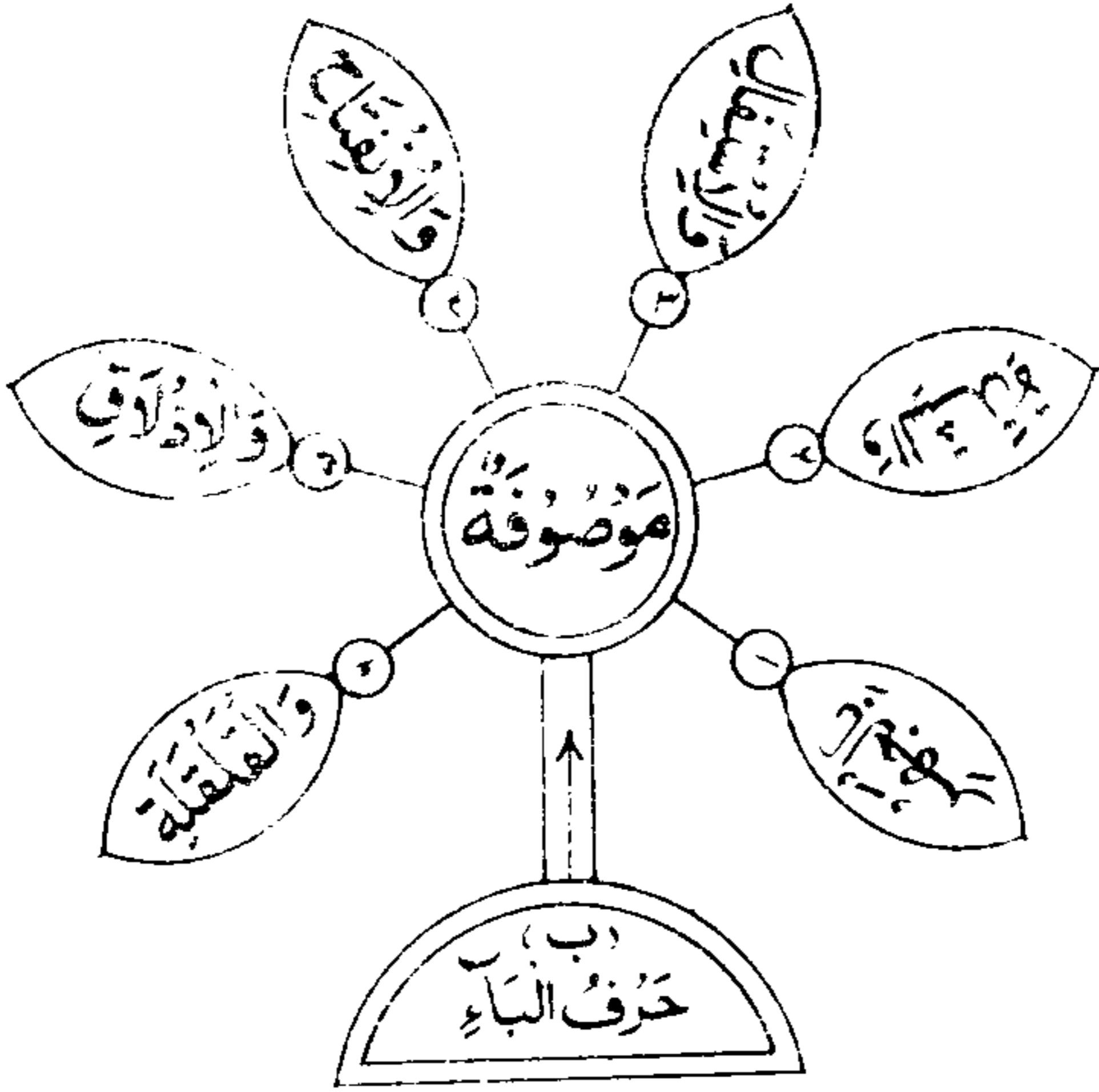


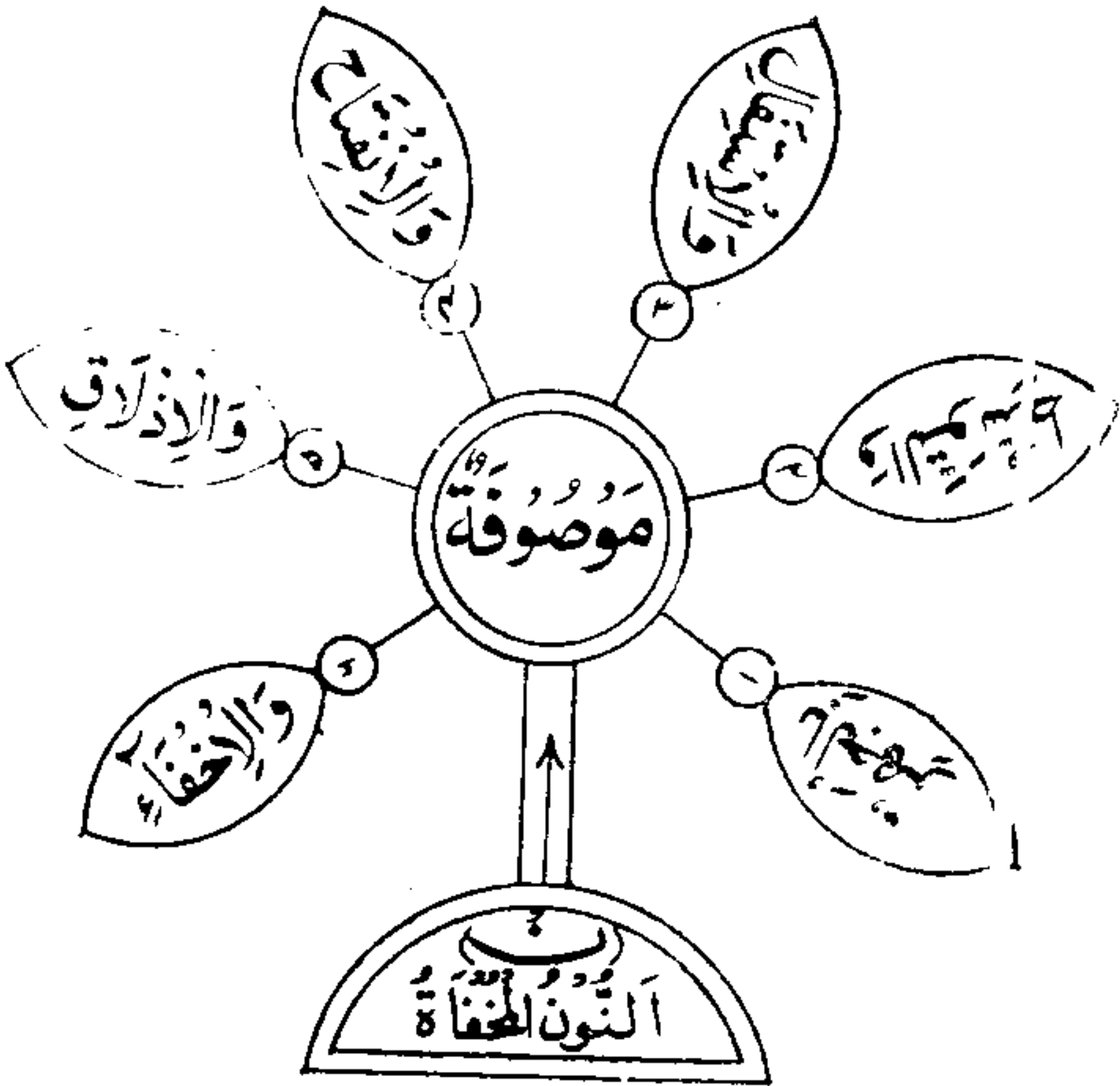
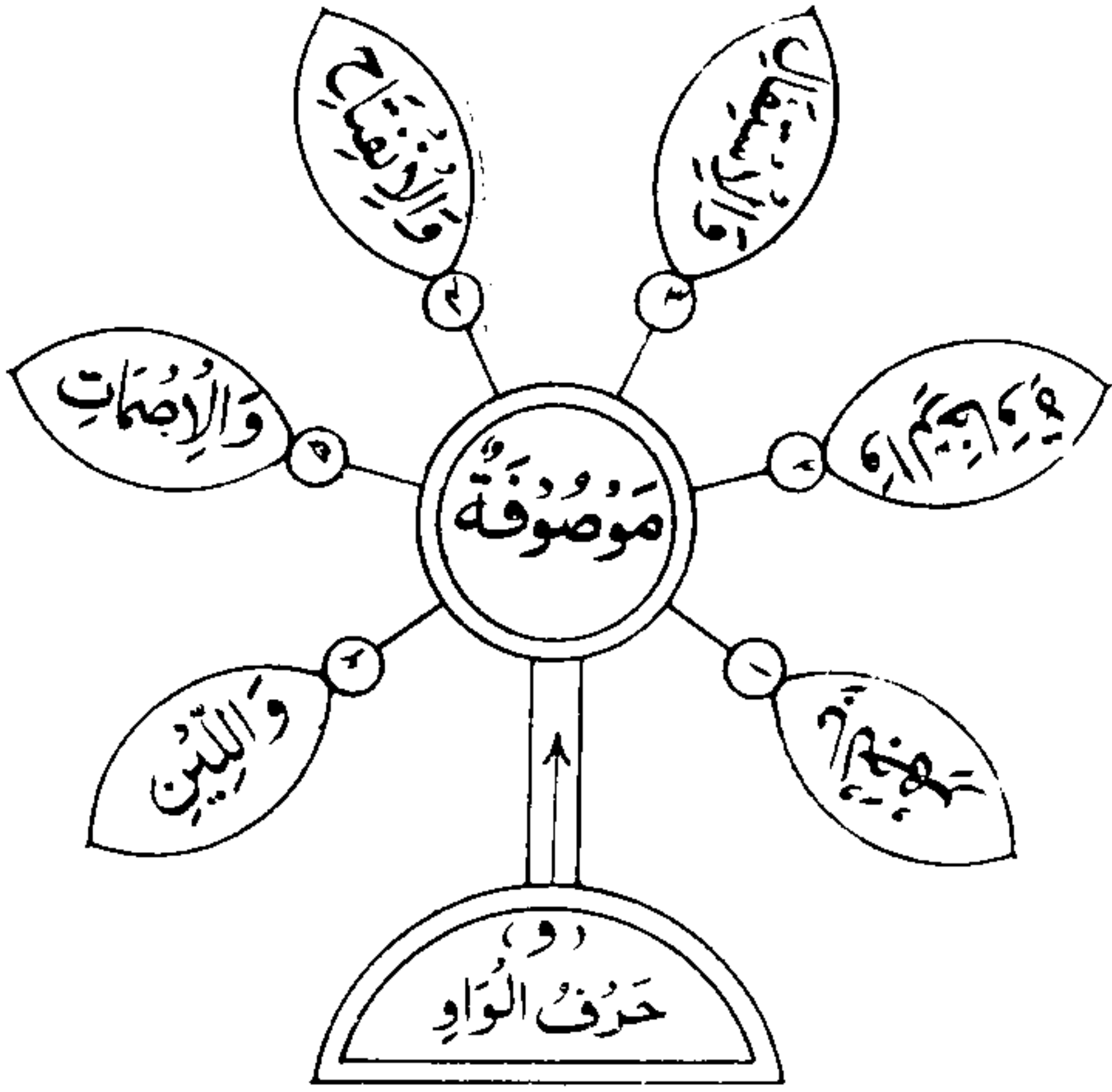












الجزء التاسع في الإظهار والإدغام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الإظهار

س : اظہار کسے کہتے ہیں ؟

ج : کسی حرف کو اس کے مخرج سے نکلنے اور اس کی صفات سے موصوف بننا

کسی تغیر و تبدل کے ادا کرنے کو "إظهار" کہتے ہیں .

توضیح الجواب۔ جاننا چاہیے کہ اظہار کے لغوی معنی ظاہر کرنے، سامنے کرنے

یا کسی شے کو اصل حالت میں پیش کرنے اور اس کی پوری حقیقت بتانے کے ہیں

اور اصطلاح اہل اداء میں کسی حرف کو اس کے مخرج سے نکلنے اور یہ ہمہ صفات

موصوف بغیر کسی تغیر و تبدل کے اداء کرنے کو "إظهار" کہتے ہیں .

إظهار ایک ایسی اداء ہے جس کی وجہ سے حرف کی پوری حقیقت

کیمت اور اصل حالت پورے کمال و جمال کے ساتھ ظاہر ہو جاتی ہے اور

وہ اپنے ہم جنس و ہم قرب سے جدا اور ممتاز ہو جاتا ہے اور جس حرف کو

کیا جاتا ہے اسے "مُظہَر" کہتے ہیں اور جس سے اظہار کیا جاتا ہے اسے مُظہَر

عَنْہُ کہتے ہیں .

علم اداء میں اصل اظہار ہے اور اسی وجہ سے اس کے صفت عارضہ ہونے

یہی کلام ہے۔ مگر مجتہدین کرام اسے عادتاً اور مقابلتہً ذکر کرتے ہیں تاکہ محل اظہار میں منظر کی حفاظت کی جائے۔ اور منظر عنہ سے جدا اور ممتاز پڑھا جائے اور ہم جنس وغیرہ کے ساتھ خلط نہ ہو جائے۔

ہر حرف متحرک اپنی حرکت کی وجہ سے ظاہر پڑھا جاتا ہے اور زبان پر اخف و اسہل ہوتا ہے لہذا وہ حرف ساکن جس کا اظہار بعد مخرج کی وجہ سے لازم ہو آگے چل کر دوسرے قاعدوں کی ضد سے معلوم ہو جائے گا اس لئے اظہار کا کوئی قاعدہ مرتب نہیں کیا گیا اور نہ ہی اس کی ضرورت محسوس کی گئی ہے۔

الْإِدْغَامُ

س : ادغام کسے کہتے ہیں ؟

ج : ایک حرف کو دوسرے حرف میں داخل کرنے اور ملانے اور مثل ایک حرف مشدد کے پڑھنے کو "ادغام" کہتے ہیں۔ پھر جس کو ملاتے ہیں اسے "مُدْغَمٌ" اور جس میں ملاتے ہیں اسے "مُدْغَمٌ فِيهِ" کہتے ہیں "تَوْضِيحُ الْجَوَابِ"۔ جاننا چاہیے کہ ادغام کے لغوی معنی "ادْخَالَ الشَّيْءُ فِي الشَّيْءِ" کے ہیں۔ یعنی ایک شے کو دوسرے شے میں ملانے اور داخل کرنے کو "ادْغَامٌ" کہتے ہیں۔ جیسے اہل لسان گھوڑے کے منہ میں لگام دے دیتے ہیں تو کہتے ہیں "ادْغَمْتُ اللِّجَامَ فِي فَمِ الْفَرَسِ"۔ یا جب میت کو لحد میں رکھ دیتے ہیں تو کہتے ہیں "ادْغَمْتُ الْمَيِّتَ فِي اللَّحْدِ"۔

اور اصطلاح مجتہدین میں "خَلَطَ الْحَرْفَيْنِ الْمُتِمَاثِلَيْنِ أَوِ الْمُتَجَانِسَيْنِ"

أَوِ الْمُتَفَارِقِينَ. فَيَصِيرُ أِنْ حَرْفًا وَاحِدًا مُشَدَّدًا. يَرْتَفِعُ اللَّسَانُ
عِنْدَ التُّطْقِ بِسِمَا إِذْ تَفَاعَةٌ وَوَاحِدَةً. بِعَيْنِ دُو حَرْفٍ مُتَفَارِقِينَ. مُتَفَارِقِينَ
مُتَفَارِقِينَ كَوْبَاهِمِ اس طَرَحِ طَانَا أَوْ رَخْلَطَ كَرْنَاكَ وَهَ دُونِ حَرْفٍ وَاحِدٍ مُشَدَّدٍ كِ طَرَحِ
بِنِ جَائِئِينَ أَوْلَا سَمِ إِذَا كَرْتَهُ وَقْتِ زَبَانِ أَيْكَ مَرْتَبَةً أَمْحَى أَوْ رَوِي بِرَدِّهِ وَتَحْرِيفِ
كِهِ بَرَابَرِ لَكِهِ. بِمَحَرِّ حَرْفِ. كَا إِذْ خَالَ إِذْ غَامَ كَرْتَهُ هُنَّ أَسْمَاءُ مُدَّعِيَةٌ
هِيَ «أَوْ جِسْ هِيَ إِذْ غَامَ كَرْتَهُ هِيَ أَسْمَاءُ مُدَّعِيَةٌ فِيهِ كَرْتَهُ هِيَ.

ادغام باعتبار حقیقت دو قسم ہوتا ہے «رسمًا و لفظًا» ادغام رسمًا وہ
ہوتا ہے جس میں مدغم مرسوم و مقطوع نہ ہو بلکہ موصول و مفقود ہو اور صرف
مدغم فیہ مشد و صورت میں موجود ہو۔ پھر یہ ادغام اگر کلمہ واحد میں ہو تو وضع کلمہ
کے وقت کیا جاتا ہے جیسے «مَدَدًا، مَرَدَسًا، مَدَدًا، مَرَدَسًا» اور اگر دو کلموں
میں ہو تو رسم کلمہ کے وقت کیا جاتا ہے جیسے «أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ» سے
«الْإِلَهَ، عَمَّا» اور بعد ادغام کے دونوں کلموں ایک ہی کلمہ تصور کیا جاتا
ہے اسی وجہ سے وقف بین الکلمہ جائز نہیں۔

اور ادغام لفظاً وہ ہوتا ہے جب کہ مدغم اور مدغم فیہ دونوں مرسوم و مکتوب
ہوں۔ خواہ کلمہ ایک ہو یا دو۔ اور بوقت ادغام مدغم کو مدغم فیہ میں ملا دیا جائے یعنی
تلفظ ایسے انداز پر کیا جائے کہ مدغم، مدغم فیہ میں مل کر حرف واحد مشد کی طرح ہو
جائے اور ایک ہی حرف مشد و سنانی دے

ادغام لفظاً ہیں چونکہ مدغم و مدغم فیہ مرسوم و مقطوع اور موجود ہوتے ہیں
اس لئے ادغام لفظی کے لئے کچھ اسباب و علل ہوتے ہیں اور کچھ شروط و قیود ہیں

سبب و علت مماثلتِ حرفین یا قرب و اتحادِ مخرج ہوتا ہے اور غرض و غایت دفعِ ثقل اور فصاحتِ کلام۔ یعنی جب دو حرف متحد المخرج یا قریب المخرج متصل واقع ہوتے ہیں تو اظہار کی صورت میں تضادمِ جسمین محل واحد یا محل اقرب میں مکرر ہوتا ہے اور اس مکرر اور پے در پے تضادم کی وجہ سے انتہائی طور پر ثقل پایا جاتا ہے اور حرف اول کی اداء نہایت دشوار کیونکہ حرف پایہ تکمیل کو اس وقت پہنچنا ہے جب کہ تضادم کے بعد انفصالِ جسمین وقوع میں آجائے، اور اس حالت میں حرف اول کی تکمیل کے لئے انفصالِ جسمین اور انقطاعِ صوت متعسر اور تقریباً محال ہوتا ہے خصوصاً جب کہ حرف اول غیر مقلقل ہو۔

پس جب کہ ایسی حالت میں حرف اول کے اظہار و اکمال سے زبان قاصر اور عاجز ہوتی ہے اس لئے اہل لسان اور مجودین کرام دفعا للتعسر اور طلباً لخفض اللفظ ادغام کیا کرتے ہیں تاکہ حرف اول کی اداء و تحفظ سے مستغنی ہو کر صرف حرف ثانی کی حفاظت کی جائے اور کسی قسم کے تکلف کے بغیر انتہائی حسن و خوبی سے مدغم فیہ ادا کیا جاسکے۔

لیکن قرب مخرج کا یہ مطلب نہیں کہ مدغم و مدغم فیہ بالکل ہی متصل المخرج ہوں بلکہ جن دو حرفوں کا ادغام قراءۃً ثابت ہو اور مجودین کرام نے قریب المخرج تصور کئے ہوں وہی متقارب المخرج کہلاتے ہیں اگرچہ وہ بظاہر متباعد المخرج ہوں۔ اور جن دو حرفوں میں ادغام قراءۃً ثابت اور منقول نہ ہو، وہ اگرچہ متصل المخرج ہوں مگر عند المجودین وہ متباعد المخرج تصور کئے جاتے ہیں کیونکہ ثبوت قراءت ہی اصل الاصول ہے اور بہر حال وہی مقدم ہے یہی وجہ ہے کہ قریب المخرج

ہوتے ہوئے بھی ایک کا ادغام جائز ہوتا ہے اور دوسرے کا ناجائز اور ممنوع۔
 مدغم و مدغم فیہ کی ظاہری حالت یعنی حرکت و سکون کے اعتبار سے ادغام لفظاً
 دو قسم پر ہوتا ہے ادغام کبیر اور ادغام صغیر۔۔۔ جب دو حرف متماثلین متجانسین
 یا متقاربین متصل واقع ہوں اور دونوں متحرک ہوں اور ادغام کی خاطر پہلے کو
 ساکن کیا جائے اور پھر ادغام کیا جائے جیسے "لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ"
 تو اس میں چونکہ عمل کثیر پایا جاتا ہے اس لئے اسے "ادغام کبیر" کہتے ہیں
 ادغام کبیر قراءات سبعہ وغیرہ میں بکثرت کیا جاتا ہے۔ مگر روایت حفص
 بن سلیمان عن العاصم میں منقول نہیں ہے اس لئے اس کا کوئی عنوان اور
 قاعدہ مرتب نہیں کیا جانا۔

الْإِدْغَامُ الصَّغِيرُ

س : ادغام صغیر کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب دو حرف متماثل متجانس یا متقارب جمع ہوں اور پہلا ساکن دوسرا
 متحرک ہو اور پہلے حرف کا دوسرے میں ادغام کیا جائے تو اسے ادغام
 صغیر کہتے ہیں

توضیح الجواب :۔ جاننا چاہیے کہ ادغام صغیر خواہ متماثلین کا ہو یا متجانسین
 اور متقاربین کا اس کے لئے تین شرطیں ہیں اول یہ کہ مدغم پہلے سے ساکن ہو۔
 دوم یہ کہ مدغم فیہ متحرک ہو اور سوم یہ کہ قراءتہ ثابت اور منقول ہو۔ پس اگر ان
 شرط ثلاثہ میں سے کوئی شرط منقود ہو جائے خصوصاً شرط ثالث تو ادغام

نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ تجرید و قراءت میں دار و مدار نقل اور صحت روایت پر موقوف ہے۔ اس وجہ سے اگر دیگر شروط و علل موجود ہوں مگر نقل و روایت مفقود تو ادغام ناجائز اور ممنوع ہوتا ہے۔

ادغام صغیر میں چیز کہ نسبتاً عمل قلیل پایا جاتا ہے اس لئے ادغام صغیر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ پھر حروف کہ دو حرف یعنی مدغم و مدغم فیہ متماثل ہوتے ہیں۔ یا متجانس اور یا متقارب اس لئے ادغام صغیر باعتبار وقوع و محل کے تین قسم پر ہوتا ہے۔

۱ : ادغام متماثلین (۲) ادغام متجانسین (۳) ادغام متقاربین

ادغام المتماثلین

س : ادغام متماثلین کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب دو حرف ہم مثل متصل واقع ہوں اور پہلا ساکن دوسرا متحرک ہو تو پہلے کو دوسرے میں ملا کر ادغام کرنا چاہیے اسے "ادغام متماثلین" کہتے ہیں۔
توضیح الجواب :- جاننا چاہیے کہ جب دو حرف ذاتاً و صفتاً متفق ہوں اور متصل واقع ہوں اگرچہ بین المتثلین الف فاصل واقع ہو یعنی جب ایسے دو حرف جمع ہوں جن کا مخرج اور جملہ صفات مشترک ہوں اور پہلا ساکن اور دوسرا متحرک ہو تو اول کو دوسرے میں ملا کر ادغام کرنا چاہیے اور دونوں کو مثل ایک حرف مشدد کے پڑھنا چاہیے اسے "ادغام متماثلین" کہتے ہیں۔

ادغام متماثلین کے لئے یہ شرط ہے کہ حرف اول ہلا سکتا نہ ہو جیسے سورۃ

الحاقہ میں « مَالِيَهُ هَلَاكَ » کیونکہ سکتہ مانع ادغام ہے تاہم براویت حفص بن
 سلیمان عن العاصم اس میں اظہار و ادغام دونوں ثابت و جائز ہیں مگر اول ازج
 و افضل ہے۔

الْقَاعِدَةُ

أَبَبَّ . أَثَثَّ . أَثَثَّ . أَجَّجَّ . أَجَّجَّ . أَجَّجَّ . أَخَّخَّ . أَخَّخَّ .
 أَدَدَدَّ . أَدَدَدَّ . أَرُرَّرَّ . أَزَّزَّ . أَزَّزَّ . أَزَّزَّ . أَشَّشَّ . أَشَّشَّ .
 أَصَّصَّ . أَطَّطَّ . أَطَّطَّ . أَظَّظَّ . أَظَّظَّ . أَظَّظَّ . أَفَّفَفَّ . أَفَّفَفَّ .
 أَقَّقَّقَّ . أَكَّكَّ . أَلَّلَّلَّ . أَمَّمَّمَّ . أَمَّمَّمَّ . أَمَّمَّمَّ . أَوَّوَّ .
 أَهَّهَّ . أَيْئَّئَّ

وَالْأَمْثَلَةُ

إِذْهَبْ بِكِتَابِي . وَالْيَكْتُبُ بَيْنَكُمْ .
 وَلَا يَغْتَبُ بَعْضُكُمُ . فَمَا رَ بَعَتْ بِجَارَتِهِمْ .
 إِذْ ذَهَبَ . وَادْكُرْ رَبَّكَ . تَسْطِغُ عَلَيْهِ . تَسْطِغُ عَلَيْهِ .
 يَدْرِكُكُمْ . قُلْ لَكُمْ . قُلْ لِلَّهِ . قُلْ لَوْ كُنْتُمْ .
 أَمْ مَنْ . لَنْ نَصِيرَ . لَنْ نَدْعُوا . وَلَنْ نَصْرُوهُمْ .
 عَصُوا وَكَانُوا . أَوْ نَرَاهُمْ . لَوْ وَارِعُوا سِرَّهُمْ . أَوْ وَارِعُوا .
 يُوَجِّهَهُ . يُكْرِهُنَّ . إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا .

تَوَاتَّقُوا وَأَحْسِنُوا بَلْ لَعَنَهُ ۖ قَدْ دَخَلُوا ۖ اتَّقُوا وَانذَرُوا

ادغام المتجانسين

س : ادغام متجانسين کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب دو حرف متجانس متصل واقع ہوں اور پہلا ساکن دوسرا متحرک ہو تو پہلے کو

دوسرے میں ملا کر ادغام کرنا چاہے اسے "ادغام متجانسين" کہتے ہیں۔

توضیح الجواب : جاننا چاہیے کہ جب دو حرف ذاتاً متنقن ہوں اور صفتاً مختلف

اور متصل واقع ہوں یعنی جب ایسے دو حرف جمع ہوں جن کا مخرج تو ایک ہو مگر

صفات مختلف ہوں اور پہلا ساکن دوسرا متحرک ہو تو پہلے حرف کو دوسرے میں

ملا کر ادغام کرنا چاہیے اور دونوں کو مثل ایک حرف مشدد کے پڑھنا چاہیے اسے

"ادغام متجانسين" کہتے ہیں۔

ادغام متجانسين کیلئے دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ پہلا حرف یعنی مدغم حرف مدہ

نہ ہو جیسے : اَمَنُوا وَعَمِلُوا ۖ قَالُوا وَهُمْ ۖ قَاتَلُوا وَقُتِلُوا ۖ

فِي يَوْمٍ ۖ فِي يَوْمٍ ۖ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ۖ الَّذِي يُوَسْوِسُ

الَّذِي يَشْفَعُ ۖ اِنِّي يَدْعُوكَ ۖ كَمَا حَزَنَّا ۖ اِنَّكَ صَفْتٌ مَدِيَّتْ كَقَلْبِكَ

پیش نظر ادغام جائز نہیں ہے اسی وجہ سے عند القراءۃ یہ مد تکین کے نام سے موسوم

کیا جاتا ہے اور قاری کیلئے لازم ہوتا ہے کہ حِذْرًا مِّنَ الْاِدْغَامِ وَالْاِسْقَاطِ ۖ

بَيْنَ الْوَاوَيْنِ وَبَيْنَ الْيَاثَيْنِ ۖ مد لطیفہ سے بہ مقدار مد طبعی فصل کرے

دوم یہ کہ مدغم حروف حلقی نہ ہو جیسے فَسِيحُهُ. أَبْلَغُهُ. فَاصْفَحْ
عَنْهُمْ. أَفْرِغْ عَلَيْنَا. کیونکہ حروف حلقی اپنی صعوبت کی وجہ سے بعید عن اللغام
ہیں، پس حروف حلقی کا ادغام متجانسین لغتاً اور وایتہ جائز نہیں ہے۔

ادغام متجانسین کے لئے مدغم کو مدغم فیہ کا مثل بنانا ضروری ہوتا ہے جسے
يَكْهَتُ ذَلِكَ میں پہلے : ث : کو ذوال سے بدلنا چاہیے اور پھر ادغام کرنا چاہیے
تاکہ ادخال حرف فی الحرف بطریق احسن ہو سکے لیکن یہ مثل بنانا از روئے تجوید
وقرآءة دو طرح سے ہوتا ہے ایک یہ کہ مدغم کو بالکل مدغم فیہ کا مثل بنا دیا جائے۔
دوم یہ کہ مدغم کی کسی صفت کو باقی رکھا جائے۔ پس مدغم کی اس نوعیت کے اعتناء
سے ادغام متجانسین دو قسم پر ہے .. تام اور ناقص

پس اگر مدغم کو بالکل مدغم فیہ کا مثل بنا دیا جائے اور اس کا کچھ اثر باقی نہ
رہے یعنی مدغم کو مدغم فیہ کی جملہ صفات سے موصوف کیا جائے اور دونوں ہم صفت
بنا کر پھر ادغام کیا جائے جسے "قَدْ تَبَيَّنَ يَكْهَتُ ذَلِكَ" تو ایسے
إِدْغَامٌ كَوِ إِدْغَامِ تَامٌ کہتے ہیں۔
اور اگر مدغم کی کسی صفت کو باقی رکھتے اور اسے اس صفت سے کما حقہ
موصوف رکھتے ہوئے ادغام کیا جائے جیسے "أَحَطْتُ وَبَسَلْتُ" تو ایسے
إِدْغَامٌ كَوِ إِدْغَامِ نَاقِصٍ کہتے ہیں۔

ادغام ناقص کی غرض یا تو یہ ہوتی ہے کہ مدغم قوی ہوتا ہے اور مدغم فیہ غیر
قوی اور قوی کا ادغام وادخال غیر قوی میں دشوار اس لئے مجودین کرام اور قرآء عظام
مدغم کی صفت عالی کو باقی رکھتے ہیں تاکہ وہ مدغم فیہ میں ملانے کے قابل ہو جائے جیسے

أَحَطَّتْ. بَسَطَّتْ. مَا فَرَّطْتُ. مَا فَرَّطْتُمْ.

یا اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ مدغم کی کسی خاص صفت کی وجود و بقا عند القراء لازم ہوتا ہے اس لئے کہ وہ صفت بذاتِ خود مستقل حرف بھی ہوتا ہے جس کا ادغام روایتاً جائز نہیں ہوتا جیسے نون ساکن و تنوین کا ادغام حروفِ یمو، میں ناقص ہوتا ہے۔

ادغام متجانسین فقط طاکات میں ناقص ہوتا ہے اور فقط چار کلمات میں وارو ہے۔ جو امثلہ کی ابتداء میں مرسوم ہیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ طاک کی صفت اطباق کو باقی رکھتے ہوئے تا میں اس طرح ادغام کرنا چاہیے کہ ت کے مخرج میں نوک زبان لگنے وقت وسط زبان کو تالو سے ملصق کر لیا جائے تاکہ طاء مدغم کی صفت اطباق ادا ہو جائے اور نوک زبان مخرج میں لگی رہے تا وقتکہ تاء مدغم فیہ مشدود ادا ہو جائے۔

ادغام متجانسین ثاکاذ میں فقط ایک ہی جگہ واقع ہے یكُفَتْ ذَلِكْ، اور دکات میں اور ذَاذ کا ظا میں اور تاء تانبیث کا ط د میں کئی جگہ واقع ہے جو ان ہی حروف کے ساتھ مخصوص ہے۔

الْقَاعِدَةُ

اَطَّتْ	:	اَتْ دَا
اَدَّتْ	:	اَتْ طَا
	:	اَتْ دَا

وَالْأَمْثَلَةُ

فَقَالَ أَحْطْتُ	:	لَيْنٌ بَسَطَتْ
مَا فَرَّطْتُمْ	:	مَا فَرَّطْتِ
قَدْ تَبَيَّنَ	:	يَلُوتُ ذَلِكَ
وَلَقَدْ تَرَكْنَا	:	لَقَدْ تَابَ
مَا عَبْدُكُمْ	:	لَقَدْ تَقَطَّعَ
وَإِنْ أَرَدْتُمْ	:	لَقَدْ كَدَيْتَ
أَنْ عَبَدْتِ	:	يَوْمَ وُلِدْتِ
إِذْ ظَلَمْتُمْ	:	إِذْ ظَلَمُوا
وَقَالَتْ طَائِفَةٌ	:	وَدَّتْ طَائِفَةٌ
أَجِيبْتِ دَعْوَتِكُمْ	:	أَجِيبْتِ دَعْوَتِكُمْ
أَنْتِ دَعَوْتِ اللَّهَ	:	أَنْتِ دَعَوْتِ اللَّهَ

ادغام المتقاربین

س : ادغام متقاربین کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب دو حرف متقارب الخرج متصل واقع ہوں اور پہلا ساکن دوسرا متحرک ہو تو پہلے کو دوسرے میں ملا کر ادغام کرنا چاہیے اسے " ادغام متقاربین " کہتے ہیں۔

توضیح الجواب : جاننا چاہیے کہ جب دو حرف ذاتاً و صفتاً مختلف ہوں اور متصل واقع ہوں۔ یعنی جب ایسے دو حرف جمع ہوں جن کا مخرج قریب قریب ہو اور پہلا ساکن دوسرا متحرک ہو تو پہلے حرف کو دوسرے میں ملا کر ادغام کرنا چاہیے اور مثل ایک حرف مشدود کے پڑھنا چاہیے پس ایسے ادغام کو " ادغام متقاربین " کہتے ہیں۔

ادغام متقاربین کے لئے بھی دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ مدغم حرف حلقی نہ ہو جیسے " لا تَزِعْ قُلُوبَنَا كَيْزُكَ حَرْفِ حَلْقِي " کا ادغام غیر حلقی میں جائز نہیں۔ . .
 دوم یہ کہ مدغم لام فعل نہ ہو جیسے " قُلْنَا. فَعَلْنَا. قَتَلْنَا. جَعَلْنَا. ضَلَلْنَا
 ظَلَلْنَا. أَرْسَلْنَا. أَنْزَلْنَا. فَضَلْنَا. أَدْخَلْنَا. أَنْزَلْنَا. أَجْعَلُنِي
 قَدْ نَعَمُ. قَدْ نَارُ. فَلْتَقَطُهُ. وَلْتَأْتِ. الرُّتْقِي. فَلْتَقْسِمَهُ
 قَدْ سَمَوْهُمْ. فَقَدْ سَلِمُوا. قَدْ تَمَتَّعُوا. قَدْ تَعَالَوْا.
 قَدْ صَدَقَ. وغیرہ کلمات میں ادغام نہیں بلکہ سختی کے ساتھ اظہار کرنا چاہیے
 تاکہ لام فعل اپنے ما بعد میں خلط نہ ہو جائے بلکہ جدا اور ممتاز رہے۔ . . .

ایسا ہی لام: هَدْ وَبَلُّ: ہادغام: سا کے علاوہ کسی اور حرف متقارب
 میں جائز نہیں ہے لہذا: هَلْ تُجِزِي: هَلْ تُنَبِّئُكُمْ: هَلْ تَدْرِكُكُمْ
 هَلْ تُجْرُونَ. هَلْ تَعْلَمُ. هَلْ تُؤْتِي. بَلْ تَقْدِرُ
 بَلْ نَحْنُ. بَلْ نَتَّبِعُ. بَلْ تَأْتِيهِمْ. بَلْ زَعَمْتُمْ. بَلْ
 طَبَعَ. بَلْ ظَنَنْتُمْ. بَلْ ضَلُّوا. وغیرہ الفاظ میں ادغام نہیں بلکہ شدت
 کے ساتھ اظہار کرنا چاہیے تاکہ لامِ هَدْ و بَلُّ اپنے مابعد سے جدا اور متاثر رہے
 اسی طرح جب: بَلُّ دَانَ میں لامِ بَلُّ پر سکتہ کیا جائے تو ادغام نہ ہوگا۔
 ادغام متقاربین کے لئے بھی مدغم کو مدغم فیہ کا مثل بنانا لازم اور ضروری ہوتا
 ہے کیونکہ بغیر اس کے ادغام ممکن نہیں ہے نیز یہ ادغام بھی مدغم کی مخصوص نوعیت کے
 پیش نظر دو قسم پر ہوتا ہے تام اور ناقص

ادغام متقاربین ناقص بروایت حفص بن سلیمان عن العاصم نون ساکن و
 تنوین کا بطور قاعدہ کلیہ کے ہوتا ہے جس کا مفصل حال آگے معلوم ہوگا انشاء اللہ
 اوراق: ک: ۱: میں ادغام ناقص فقط ایک جگہ سورۃٴ مرسلات میں لفظ: أَنْكُرُ
 نَخْلُقُكُمْ میں جواز آمدی ہے۔ پس ق کی صفت استعلاء کو باقی
 رکھتے ہوئے ادغام کرنا چاہیے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ: ک. کے مخرج میں اقصیٰ
 زبان لگتے وقت جڑ زبان کو بھی اُدیرتالو کی طرف بلند کرنا چاہیے تاکہ ق
 کی صفت استعلاء ادا ہو جائے اور زبان مخرج میں لگی رہے تا وقتہ کہ ک
 شد و ادا ہو جائے اور مذکورہ لفظ میں ادغام ناقص اگرچہ جائز ہے مگر تمام اولیٰ و
 افضل ہے۔

ادغام متقاربین تام ب کا مر میں فقط ایک ہی جگہ ثابت و مروی ہے لفظ
 "اِسْ كَبُّ مَعَنَا" میں اور اس میں اظہار اگرچہ جائز ہے لیکن ادغام اولیٰ ہے اور
 ادغام کی صورت میں جب کب کو مر سے بدل دیا جائے تو غنہ لازم ہوگا اور اظہار
 کی صورت میں قلفلہ واجب ہوگا۔

لام کا ادغام . س . میں بطور قاعدہ کلیہ کے ہوتا ہے لیکن اس کا عکس یعنی راء
 کا ادغام . ل . میں باوجود علت چائے جانے کے بھی جائز نہیں ہے لہذا: اِسْتَغْفِرُ لَكُمْ
 اَوْ لَا تَسْتَغْفِرُ لَكُمْ . نَغْفِرُ لَكُمْ . اِغْفِرْ لِي . اِنْ اَشْكُرْ لِي جیسے کلمات میں
 ادغام نہیں بلکہ انتہائی سختی کے ساتھ اظہار کرنا چاہیے تاکہ . راء . لام سے جدا اور منقطع
 رہے۔

الْقَاعِدَةُ

اَقَاكَ اَبَمَّ اَلْ رَّ

وَالْاَمْثَلَةُ

اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ	:	يٰۤاِبْنٰٓءِ اٰدَمُ كَبِّ مَعَنَا
قُلْ رَبِّي	:	بَلْ رَّبُّكُمْ
بَلْ "رَّ" اِنَّ	:	بَلْ رَفَعَهُ اللهُ

۱ : یہ صورت ادغام کی ہے۔ اور سکتے کرتے وقت لام کا اظہار ہوگا کیونکہ سکتے مانع
 ادغام ہے۔

لَامُ التَّعْرِيفِ

س : لام تعریف کسے کہتے ہیں ؟

ج : اہل عرب جب اسم نکرہ کو معرّفہ بنا تے ہیں اور کسی عام اسم کو خاص کرتے ہیں تو اسے شروع میں الف لام لگا دیتے ہیں جسے وہ اپنی اصطلاح میں

لَامُ تَعْرِيفُ کہتے ہیں اور کتب تجوید و قراءت میں اسے " لَامِ اَلْ " کہتے ہیں۔

تَوْضِيْحُ الْجَوَابِ۔ جاننا چاہیے کہ اہل لسان اور مجودین کرام باستثناء الف

حروف ہجاء کو کثرت استعمال کی وجہ سے دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں اور شمس و قمر کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ چنانچہ چودہ حروف کو لَامِ اَلْ سے بعید المخرج

قرار دیتے ہیں اور شبیہا ہا لقم حروف قمری کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور

چودہ حروف کو لَامِ اَلْ سے قریب المخرج قرار دیتے ہیں اور شبیہا ہا شمس حروف

شمسی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور جب حروف ہجاء کو قمری اور شمسی

میں تقسیم کر چکے تو اس مناسبت سے لَامِ اَلْ کو نجم سے شبیہہ دینے لگے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ۷

فَزَيْنَبُ شَمْسٌ وَالنِّسَاءُ كَوَاكِبٌ

اِذَا مَا طَلَعَتْ لَمْ تَبْقَ مِنْ سِوَا كَوْكَبٍ

پس زینب سورج کی مانند اور باقی عورتیں ستاروں کی مانند جس طرح سورج کے طلوع ہونے پر ستارے معدوم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح زینب کی آمد سے عورتیں غائب ہو جاتی ہیں۔

کوکب و لام است ظاہر باقمرتہ چون برآید شمس بود جلوه گر

پس لام تعریف یا لامِ اَلْ کا حال مابعد کے حروف بدر موقوف ہوتا ہے

الْقَاعِدَةُ

الْأَلِفُ . النَّبَاءُ . الْغَيْنُ . الْحَاءُ . الَّيْسِيُّ .
 الْكَافُ . التَّوَاءُ . النَّعَاءُ . الْفَاءُ . الْعَيْنُ .
 الْقَافُ . الْيَاءُ . الْمِيمُ . الْهَاءُ .

وَالْأَمْثَلَةُ

الْأَمْرُ	الْأَرْضُ	الْأَمْنُ	الْأَخِرَةُ	الْأَرْفَةُ	الْأَيْتُ
الْبَرْقُ	الْبَحْرُ	الْبِرُّ	الْبِلَادُ	الْبَصِيرُ	الْبِغَالُ
الْغَنَمُ	الْغَنَمُ	الْغَنَمُ	الْفَيْظُ	الْقَضْبُ	الْفُرُورُ
الْحَقُّ	الْحَرُّ	الْحَاجُّ	الْحَكْمُ	الْحَكِيمُ	الْحَيَوَةُ
الْجِنُّ	الْجَنَّةُ	الْجُلُودُ	الْجَعِيمُ	الْجِرَادُ	الْجِبَالُ
الْكِتَابُ	الْكَرِيمُ	الْكَبِيرُ	الْكُفْرُ	الْكُفْرُونَ	الْكُظَيْمِينَ
الْوِزْنُ	الْوَعْدُ	الْوَقُودُ	الْوَاقِعَةُ	الْوَاجِفَةُ	الْوِلْدَانُ
الْخَمْرُ	الْخَيْطُ	الْخَيْرُ	الْخُرُوجُ	الْخِرُونَ	الْخَشْمُونَ
الْفَجْرُ	الْفَصْلُ	الْفَضْلُ	الْفِتْنَةُ	الْفَسَادُ	الْفَسِيقُونَ
الْعِلْمُ	الْعَلِيمُ	الْعَلَمِينَ	الْعَذَابُ	الْعِقَابُ	الْعَظِيمُ
الْقَمَرُ	الْقَدْرُ	الْقُرْآنُ	الْقَارِعَةُ	الْقِيَمَةُ	الْعُقُودُ
الْيَوْمُ	الْيَسْرُ	الْيَتِيمُ	الْيَمِينُ	الْيَقِينُ	الْيَاقُوتُ

الْمَيْحُ الْمَيْرُ الْمَلِكُ : الْمَزْمَلُ الْمَدْرُ الْمَلِكُ
الْهُدَى الْهَزْلُ الْهُدَى : الْهُونُ الْهَالِكُ الْهَمُّ

الْلَامُ الشَّمْسِيَّةُ وَالْحُرُوفُ الشَّمْسِيَّةُ

س : لامِ شمسی کے کہتے ہیں اور حروفِ شمسی کسے ؟
ج : دیکھئے یہ چودہ حرف :-

« ت ث ذ ز س ش ص ض ط ظ ل ن »

حروفِ شمسی کے نام سے مشہور ہیں۔ پس جب لامِ اَل کے بعد ان
حرفوں میں سے کوئی حرف واقع ہو تو لامِ اَل کا بعد والے حرف میں
ادغام کرنا چاہیے اس لئے اسے : لامِ شمسی کہتے ہیں۔

توضیح الجواب : جانتا چاہیے کہ شمس کے ہوتے ہوئے نجوم ظاہر نہیں رہتے بلکہ

غائب ہو جاتے ہیں اور ان کی روشنی شمس کی روشنی میں پوری کی پوری مدغم ہو

جاتی ہے لہذا لامِ اَل جو بمنزلہ نجم کے ہے شمس کے ہوتے ہوئے غائب ہو جانا

چاہیے یعنی وہ اپنی ذات و صفات کے ساتھ شمس کے اندر غائب ہو چاہیے۔ پس

جیسا کہ لفظ الشمس میں لامِ اَل شمس میں مدغم ہے اسی طرح دیگر حروفِ

شمسیہ میں بھی لامِ اَل کا ادغام کرنا چاہیے اس لئے اسے لامِ شمسی کہتے

ہیں۔ پس گویا جزء کے نام پر کل کا نام رکھا گیا ہے اور علتِ ادغام قرب و اتحاد

مخرج ہے۔

اہل لسان اور محدودین کرام. لَام. اَل. کا ادغام حروفِ شمسی میں انہی تینوں قسموں
 متماثلین. متجانسین اور متقاربین میں شمار کرتے ہیں. چنانچہ لَام. اَل. کا ادغام لام
 میں متماثلین ہوتا ہے اور باقی حروف میں متقاربین اور ایک قول کے مطابق
 ن. س. میں متجانسین ہوتا ہے اور باقی میں متقاربین. اور چونکہ متجانسین اور متقاربین
 لضرورتہ الادغام غم کو مدغم فیہ کا مثل بنانا ضروری ہوتا ہے اس لئے لَام. اَل.
 کو مابعد کے حرف سے بدل کر اور اس کا مثل بنا کر ادغام کرنا چاہیے.

الْقَاعِدَةُ

اَلشَّاءُ . اَلشَّاءُ . اَلدَّالُ . اَلدَّالُ . اَلرَّاءُ . اَلرَّاءُ
 اَلزَّامِ . اَلسِّينُ . اَلشِّينُ . اَلصَّادُ . اَلضَّادُ
 اَلظَّاءُ . اَلظَّاءُ . اَللَّامُ اَلنُّونُ .

وَالْاَمْثَلَةُ

اَلتَّكَاثُرُ اَلتَّوْبَةُ : اَلتَّمَاثِيلُ اَلتَّوْبَةُ اَلتَّائِبُونَ
 اَلثَّقَابُ اَلثَّلْتُ اَلثَّمَرَةُ : اَلثَّمَنُ اَلثَّقَلَنُ اَلثَّلْثَةُ
 اَلدِّينُ اَلدَّهْرُ اَلدَّرَجَاتُ : اَلدَّرَكُ اَلدُّنْيَا اَلدَّخُولُ
 اَلذَّهَبُ اَلذَّبَابُ اَلذِّلَّةُ : اَلذُّوبُ اَلذِّكْرُ اَلذِّرِيْتُ
 اَلرَّحْمَنُ اَلرَّحِيمُ اَلرُّهْبَانُ : اَلرِّجَالُ اَلرَّسُولُ اَلرَّاسِخُونَ
 اَلزَّانِيَةُ اَلزَّاجِرَةُ اَلزَّكْوَةُ : اَلزَّانِيُ اَلزَّيْتُونُ اَلزُّبُرُ

الشَّمْسُ	الشَّجَرَةُ	الشُّكُورُ	الشَّرُّ	الشَّهَادَةُ	الشَّيْطَانُ
السَّارِقُ	السُّدُسُ	السَّبِيلُ	السَّمَاءُ	السُّفَهَاءُ	السَّاجِدُونَ
الصُّلْحُ	الصُّمُّ	الصَّلَاةُ	الصَّلِيَّةُ	الصَّدَقَاتُ	الصَّادِقُونَ
الضَّرَرُ	الضَّلَكُ	الضُّعْفَاءُ	الضَّرَاءُ	الضَّلَلَةُ	الضَّالِّينَ
الطَّارِقُ	الطَّارِقُ	الطَّيِّبُ	الطُّورُ	الطِّيبُ	الطَّائِفِينَ
الظِّلُّ	الظُّلُمَةُ	الظُّنُونَا	الظُّلُكُ	الظُّهْرَةُ	الظُّلَمِيْنَ
اللَّهُ	اللَّهُمَّ	اللَّطِيفُ	اللَّذِينَ	اللَّيْلُ	اللَّعِينُونَ
النَّارُ	النَّاسُ	النُّورُ	النَّوْمُ	النَّوَاصِي	النَّاصِحُونَ



الجزء العاشر في الصفات العارضة

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الصفات العارضة المحسنة المحلّية المزينة

س : صفات عارضة محسنة مجلّية . مزينة کسے کہتے ہیں ؟
 ج : صفات عارضة محسنة مجلّية . مزينة وہ ہوتی ہیں جن کی ادا کرنے سے حروف کی ہیئت کذابیہ منزلہ قائم ہو جاتی ہے اور اس کے حسن و جمال کی تکمیل ہو جاتی ہے۔
 توضیح الجواب :- جاننا چاہیے کہ صفات عارضة یعنی کسی عارضة سے پیش آنے والی صفات : مُحَسَّنَةٌ یعنی حسن و جمال پیدا کرنے والی صفات : مُحَلِّیَةٌ یعنی زیور پہنانے والی صفات : مُجَلِّیَةٌ یعنی کسی خاص محل پر پیدا ہونے والی صفات : مُزینَةٌ یعنی زینت دینے والی صفات : یہ صفات بلحاظ وجود و سبب دو قسم پر ہوتی ہیں اول وہ جو کسی صفت لازمہ مقومہ کی وجہ سے پیدا ہو جیسے کسی حرف کا پُر اور مخم ہونا بوجہ صفت استعلاء کے۔ یا کسی حرف کا بار یک اور مرقق ہونا بوجہ صفت استفال کے۔ یعنی حروف مستعلیہ کے اداء کے وقت استعلاء افضی لسان کی وجہ سے تفخیم عارض ہو جاتی ہے اور یہی تفخیم ان حروف کی ہیئت منزلہ ہوتی ہے اور اسی سے ان کا حسن و جمال درجہ کمال کو پہنچتا ہے۔ ایسا ہی حروف مستقلہ میں بوجہ استفال یعنی عدم استعلاء افضی لسان کی وجہ سے

ترقیق عارض ہو جاتی ہے اور یہی ترقیق ان حروف کی ہیئت منزہ ہوتی ہے اور اسی سے ان کا حسن و جمال درجہ کمال کو پہنچتا ہے۔ ان دونوں قسم کی صفات کو "عارض بالصفات" کہتے ہیں۔

وہ وہ جو کہ اتصال حروف بالحواف کی وجہ سے پیدا ہوں یعنی ایک حرف کو دوسرے حرف سے ملاتے وقت اور وصل کرتے وقت موقع محل کے لحاظ سے کچھ مخصوص قسم کی کیفیات و صفات پیدا ہو جاتی ہیں جو اس خاص حالت میں اس حرف کے لیے ہیئت منزہ ہوتی ہے اور اسی کیفیت کی ادائیگی اس کے لیے باعث حسن و جمال ہوتی ہے۔ اس قسم کی صفات کو "عارض بالحواف" کہتے ہیں۔

عارض بالحواف یا صفات عارضہ محسنہ، مجلیہ، مزینہ، اگرچہ حتمی اور یقینی طور

پر تجوید میں داخل ہیں اور اس کا جز ہیں لیکن محل اور وقوع کے اعتبار سے ان کا تعلق علم قرأت سے ہے اور ثبوت نقل پر موقوف ہے۔ پس تا وقتیکہ امر قرأت اور ان کے منتخب اور مخصوص روایات سے ثابت نہ ہوں صفات عارضہ محسنہ کی ادا معتبر نہ ہوگی۔

صفات عارضہ آٹھ حروف میں پائی جاتی ہیں جن کا مجموعہ "اویرملان" ہے۔ نیز ان دو حروف میں پائی جاتی ہیں جو ہم مثل ہوں یا ہم مخرج۔ یا قریب المخرج ہوں۔

صفات عارضہ یعنی عارض بالحواف، بروایت حفص بن سلیمان عن العاصم کی چند قسمیں ہیں۔

(۱) مد و قصر (۲) غنہ (۳) اظہار (۴) ادغام (۵) انقلاب (۶) اخفاء

(۷) تغنیم (۸) ترفیق (۹) تسہیل (۱۰) روم (۱۱) اشام

الْمَدُّ وَالْقَصْرُ

س : مد کسے کہتے ہیں اور قصر کسے ؟

ج . کسی حرف کو دو چند سے چند یعنی دو گونہ سے گونہ وغیرہ (موافق روایت کے)

بڑھانے کو مد کہتے ہیں اور موافق روایت نہ بڑھانے کو قصر کہتے ہیں .

توضیح الجواب۔ جاننا چاہیے کہ مد کے لغوی معنی "الزَّيَادَةُ" یعنی زیادتی علی الاصل

کے ہیں قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يُمِدُّكُمْ وَقَالَ يُمِدُّكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَيْنِينَ. وَكَمَا تَقُولُ الْعَرَبُ مَدَّتْ مَدًّا. أَمْ زِدْتُ زِيَادَةً۔

اور اصطلاح قرآن میں اِطَالَةُ الصَّوْتِ بِحَرْفٍ۔ مِنْ حُرُوفِ الْمَدِّ

وَاللَّيْنِ یعنی حرف مدہ اور حرف لین کی آواز کو اس کی اصلی مقدار سے بڑھانے اور بشرط روایت دو اڑھائی تین الف یا تین چار یا پانچ الف بڑھانے اور لمبا کرنے کو "مد" کہتے ہیں

قصر کے لغوی معنی "الْجُبُودُ" یعنی روکنے اور منع کرنے کے ہیں۔ حُورٌ مَقْصُورَةٌ

فِي الْغِيَامِ أَمْ مَحْبُوسَاتٌ فِيهَا. كَمَا تَقُولُ الْعَرَبُ قَصُرَتْ فُلَانًا عَن حَاجَتِهِ أَمْ مَنَعَتْهُ عَنْهَا وَمِنْهُ قَوْلُهُ تَعَالَى قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ

اصطلاح قرآن میں حرف مد و لین کو اس کی اصلی مقدار پر قائم رکھنے اور اسے کمی زیادتی سے بچانے کو "قصر" کہتے ہیں .

پھر مد و قصر پر ہوتا ہے اصلی اور فرعی

الْمَدُّ الْأَصْلِيُّ

س . مد اصلی کسے کہتے ہیں اور اس کی مقدار منزلہ کیا ہے ؟

ج : جب حرف مدہ اور حرف لین کے بعد اسباب مد میں سے کوئی سبب

موجود نہ ہو اور اس کو اس کی اصلی مقدار پر قائم رکھا جائے اور اس میں کمی

بیشی نہ کی جائے تو اسے "مد اصلی" کہتے ہیں اور اس کی مقدار منزلہ ایک الف

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ۔ جاننا چاہئے کہ مد اصلی کی ذات میں یعنی حروف

مدہ : ا ، ہ ، و ، ی کی ذات میں چونکہ ایک ہی الف مد

ہے اور سلیم الطبع انسان اور حق شناس آدمی اسے اسی مقدار پر قائم رکھتا ہے

اس لیے اہل اداء اسے : مَدِّ ذَاتِيّ : اور : مَدِّ طَبِيعِيّ : کے نام سے موسوم

کرتے ہیں۔

مد اصلی ، مذ ذاتی اور مد طبعی اس وقت ہوتا ہے جب کہ حروف مدہ —

اور حروف لین : ا ، ہ ، و ، ی کے بعد وہ اسباب مد موجود نہ ہوں ، جن کا

ذکر "مد فرعی" کے ضمن میں آئے گا۔ کیونکہ مد طبعی اسباب آئینہ میں سے کسی

سبب پر موقوف نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ بلا سبب ہی ہوتا ہے۔

مد اصلی ، مذ ذاتی اور مد طبعی کی مقدار منزلہ من عند اللہ بقدر ایک الف

ہے۔ اور الف کی مقدار دو حرکت کی برابر ہوتی ہے۔ یعنی الف کی مقدار

دو فتح کی برابر، واؤ کی مقدار دو ضمہ کی برابر۔ اور یاء کی مقدار دو کسرہ کی برابر

ہوتی ہے۔

الْمَدُّ الْفُرْعِيُّ

س : مد فرعی کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب حرف مد اور حرف لین کی آواز اس کی اصلی مقدار سے بڑھا کر کھینچی جائے اور کسی مقدار منزلہ معینہ تک پہنچایا جائے تو اسے "مد فرعی" کہتے ہیں۔

توضیح الجواب :- جاننا چاہیے کہ مد فرعی کی ابتداء مد طبعی کی انتہا سے ہوتی ہے اور مقدار معینہ مقررہ میں شمار دونوں کا ہوتا ہے لیکن مد فرعی کی پوری حقیقت معلوم کرنے کیلئے اولاً چھ چیزوں کا جاننا اشد ضروری ہے۔

- | | |
|-----------------------------|-------------------------------|
| ۱ : مَحَلُّ مَدِّ فُرْعِيِّ | ۴ : مِقْدَارِ مَدِّ فُرْعِيِّ |
| ۲ : سَبَبُ مَدِّ فُرْعِيِّ | ۵ : أَحْكَامِ مَدِّ فُرْعِيِّ |
| ۳ : عِلَّتُ مَدِّ فُرْعِيِّ | ۶ : أَقْسَامِ مَدِّ فُرْعِيِّ |

مَحَلُّ الْمَدِّ الْفُرْعِيِّ

س : محل مد فرعی کسے کہتے ہیں :-

ج : حروف مدہ اور حروف لین کو : محل مد فرعی کہتے ہیں۔

توضیح الجواب :- جاننا چاہیے کہ حرف مد میں ذاتاً و طبعاً اور حرف لین میں شبہتہ مد پایا جاتا ہے اور یہی مد بڑھ کر مد فرعی کی صورت اختیار کر جاتا ہے اس لئے حرف مد اور حرف لین کو محل مد فرعی کہتے ہیں اور چونکہ اس کا موجود ہونا مد کیلئے ضروری ہوتا ہے

اس لئے اُسے "شَرْطِ مَدِّ" بھی کہتے ہیں، گویا محل مد اور شَرْطِ مَد ایک ہی شے کے دو نام ہیں۔
فَا فَهَذَا أَنْتَ وَمَنْ مَعَكَ.

سَبَبُ الْمَدِّ الْفَرَعِيِّ

س : سبب مد فرعی کسے کہتے ہیں؟

ج : حرف مدہ کے بعد ہمزہ یا سکون واقع ہو جائے اور حرف لین کے بعد سکون آجائے تو اُسے "سَبَبٌ" کہتے ہیں اور چونکہ ہمزہ یا سکون کے ہوتے ہوئے حرف مد ولین میں زیادتی ضروری ہوتی ہے اس لئے اُسے "مُوجِبٌ" بھی کہتے ہیں۔ قائل۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ :- جاننا چاہیے کہ سبب کا وجود، کسی شے کی وجود کا باعث ہوتا ہے، یعنی اگر سبب موجود ہے تو مسبب بھی موجود ہوگی۔ اور اگر سبب مفقود ہے تو مسبب بھی مفقود ہوگی۔

پس ہمزہ اور سکون "مَدِّ فَرَعِيِّ" کے لئے سبب ہوتا ہے۔ یعنی اگر حرف مدہ کے بعد ہمزہ یا سکون پایا جائے۔ اور حرف لین کے بعد صرف سکون پایا جائے۔ تو حرف مدہ اور حرف لین پر مد ہوگی ورنہ نہیں ہوگی۔

عِلَّتُ الْمَدِّ الْفَرَعِيَّةُ

س : عِلَّتُ مَدِّ فَرَعِيَّةٌ كَيْسَ كَقِيَّتِهِ هِيَ ؟

ج : جب حرف مدہ کے بعد ہمزہ یا سکون واقع ہو یا حرف لین کے بعد سکون واقع ہو تو از روئے روایت حرف مد ولین پر مد فرعی کیا جاتا ہے اس لئے اُسے "عِلَّتُ مَدِّ" کہتے ہیں۔

تَوْضِيْحُ الْجَوَابِ :- جانا چاہیے کہ عِلَّتُ مَدِّ فَرَعِيَّةٌ دو قسم پر ہوتا ہے ایک لفظی و ظاہری . دوم معنوی و باطنی پس جب شرط مد اور سبب مد کا اتصال رسماً و لفظاً یا صرف لفظاً پایا جاتے تو روایتاً صوت الشرط کو بڑھا کر مد کیا جاتا ہے اس لئے اس اتصال رسمی و لفظی کو "عِلَّتُ مَدِّ لفظی و ظاہری" کہتے ہیں۔

ثُمَّ ط مد یعنی حرف مد ولین اخف الحروف اور اسهل الاداء ہوتے ہیں اور سبب مد یعنی ہمزہ اور سکون اصعب الحروف اور اثقل الاداء ہوتے ہیں اس لئے دونوں میں منافات اور عدم مناسبت ہوتی ہے جس کی وجہ سے ہر ایک کا یعنی شرط مد اور سبب مد کا پورا پورا حق ادا کرنا دشوار ہوتا ہے۔ لہذا اتصال اخف و اصعب اور منافات و عدم مناسبت بین آخرین کو "عِلَّتُ مَدِّ معنوی و باطنی" کہتے ہیں ، ہمزہ حروف کے اعتبار سے ابدال المخرج ہے اور ذاتی صفت شدت یعنی صفت کی وجہ سے اصعب الاداء ہے اسی وجہ سے حرف مد ضعیف کے بعد ہمزہ واقع ہونے سے حرف مد کے ادا میں ایک خاص قسم کا ثقل پایا جاتا ہے۔ اسی طرح حرف مد کے بعد سکون آنے سے اجتماع ساکنین کی وجہ سے حرف مد کے ادا میں خاص قسم کا

ثقل ہوتا ہے۔ پس گویا شرط مد اور سبب مد کے درمیان معنوی منافات پایا جاتا ہے۔ سو اس معنوی منافات اور عدم مناسبت کو دفع کرنے کے پیش نظر صوت الشرط کی مقدار میں اضافہ کیا جاتا ہے تاکہ اس کی خفت کو دور کیا جائے اور اس میں کسی قدر قوت پیدا ہو جائے۔ نیز یہ کہ سبب مد کے ادار کرنے کیلئے تیاری کی جائے تاکہ اخف و اصعب اسهل العار ہو جائیں اور ہر ایک کو کما حقہ ادا کیا جاسکے۔

مِقْدَارُ الْحَدِّ الْفُرْعِيِّ

س : مقدار مد فرعی کسے کہتے ہیں ؟

ج : حرف مد ولین کی آواز بقدر دو الف یا اڑھائی الف یا بقدر تین الف یا پانچ الف بڑھا کر لمبا کرنے کو "مِقْدَارُ مَدِّ فُرْعِيِّ" کہتے ہیں۔

تَوْضِيْحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ شرط مد محل مد میں ذاتاً و طبعاً اس قدر نرمی اور لچک پاتی جاتی ہے کہ اسے کھینچ کر جتنا بھی لمبا کرنا چاہیں کر سکتے ہیں لیکن اس لمبا کرنے میں طرح طرح کی بے اعتدالیوں کا احتمال رہتا ہے اور شرط مد حدود منزلہ مقررہ سے تجاوز کر جاتا ہے اس لئے حفص بن سليمان نے نقلاً عن العاصم عن النبي صلّى اللہ علیہ وسلم مدود کی مخصوص مقدار میں مقرر کر کے حد بندی کر دی ہے تاکہ بوقت تلاوت ان مقادیر مقررہ کی باندی کی جائے اور محل مد حد اعتدال پر قائم رہے اور تلاوت شرط مد و غیر شرط مد درود سے محفوظ رہے۔

مدود منزلہ مقررہ کی مقدار میں نہیں ہیں :-

۱ : اگر صوت الشرطی علی مد بقدر تین الف یا پانچ الف لمبا کیا جائے تو اسے "طویل" کہتے ہیں۔

۲ : اگر صوت الشرط بقدر دو الف . اڑھائی الف یا چار الف لمبا کیا جائے تو اسے "توسط" کہتے ہیں۔

۳ : اگر صوت الشرط یعنی حرف مد و لین کو اس کی اصلی مقدار یعنی ایک ہی الف کے برابر رکھا جائے تو اسے "قصر" کہتے ہیں۔

قصر کا اطلاق ایک الف کی مقدار پر اس وقت ہوتا ہے جبکہ شرط اور سبب مد میں اتصال لفظی پایا جائے اور اگر کسی وجہ سے انفصال لفظی واقع ہو جائے تو وہاں قصر کا اطلاق نہیں ہوگا بلکہ مد طبعی اور ذاتی کہلاتے گا۔ پس قصر اور مد طبعی میں اطلاق کا فرق ہے مقدار کا نہیں۔ فتدبر۔

مقدار مد و یعنی طول . توسط . قصر کا اندازہ الف کے ذریعہ کیا جاتا ہے اس لئے قرآن کریم مقدار مد کو الف سے تعبیر کیا کرتے ہیں اور مقدمہ الف کی مقدار جاننے پر ہوتا ہے . سو جاننا چاہیے کہ الف کی مقدار حرکت کی دونی ہے . یعنی فتح کی دونی الف مد ہوتا ہے جیسے قتل سے قتلہ کہہ کر دونی یا مدہ جیسے قبل سے قبلی اور ضمہ کی دونی واؤ مدہ ہوتا ہے جیسے قتل سے قوتل اسی وجہ سے مد کرنا حرف مد کے مرسوم ہونے پر موقوف نہیں ہوتا بلکہ حرف مد مقرر ہونے سے پہلے مرسوم ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ یہ آریحی پر مد ہوتا ہے اور انا اخول مد ہوتا ہے۔
 باوجود حرف مد مرسوم ہونے کے مد نہیں ہوتا اس لئے کہ حرف مدہ مرسوم ہے وہ مقرر نہیں۔

أَحْكَامُ الْمَدِّ الْفُرْعِيِّ

س : احکام مد فرعی کسے کہتے ہیں ؟

ج : حروف مد اور حروف لین کی درازی آواز کو مطابق روایت پورا کرنے کو "احکام

مد فرعی" کہتے ہیں۔ اور اس کی تین قسمیں ہیں۔ لازم۔ واجب۔ جائز۔

توضیح الجواب :- جاننا چاہیے کہ صوت الشرط یعنی حرف مد ولین کی

درازی صوت کی جو منزلہ اور مخصوص مقدار میں روایت مقرر ہیں ان کو حد انتہا تک

پہنچانا ٹیکہ لے کر روایت قاری پر لازم ہوتا ہے یا واجب یا جائز۔ اس لئے باعتبار

حکم مد فرعی کی تین قسمیں ہیں۔

۱ : جس مد فرعی کے طول پر قرار کا اتفاق و اتحاد ہو۔ مقدار خواہ تین الف ہو یا

پانچ الف اُسے "مَدِّ لَازِمٌ" کہتے ہیں۔

۲ : جس مد فرعی کے توسط پر قرار کا اتفاق و اتحاد ہو۔ مقدار خواہ دو الف ہو یا

ارہائی الف یا چار الف اُسے "مَدِّ وَاجِبٌ" کہتے ہیں۔

۳ : جس مد فرعی میں طول۔ توسط کے علاوہ عند القراء قصر بھی جائز ہو۔ سبب خواہ

مختلف ہو۔ اُسے "مَدِّ جَائِزٌ" کہتے ہیں۔

اقسام المدّ الفرعی

س : اقسام مدّ فرعی کیسے کہتے ہیں اور وہ کتنے ہیں ؟
 ج : حرف مدّ اور حرف بین کی درازی آواز کی چند صورتیں جو مختلف اسباب کے مختلف حالات سے پیدا ہوتی ہیں ان کو اقسام مدّ فرعی کہتے ہیں اور اقسام مدّ فرعی چھ ہیں۔

(۱) مدّ متصل (۲) مدّ منفصل (۳) مدّ لازم (۴) مدّ عارض (۵) مدّ بین لازم (۶) مدّ بین عارض۔

توضیح الجواب :- جانا چاہیے کہ صوت الشرط والمحل یعنی حرف مدّ بین کی درازی صوت کی جو متعدد صورتیں پیدا ہوتی ہیں وہ اسباب کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں اور اسباب مدّ وہ ہیں ہمزہ یا سکون اور مدّ فرعی چونکہ اسباب پر موقوف ہوتا ہے اس لئے اسباب کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اور اسباب مدّ جدیداً کہ بلحاظ وجود مختلف ہیں اسی طرح بلحاظ وقوع بھی مختلف ہوتے ہیں کہ کبھی کلمہ میں ہوتے ہیں اور کبھی حرف میں کبھی رسماً متصل ہوتے ہیں اور کبھی منفصل کبھی لازم ہوتے ہیں اور کبھی عارض۔ لہذا ان مختلف حالات کی وجہ سے بروایت حفص رحمہ اللہ مدّ فرعی کی چھ قسمیں بنتی ہیں۔

۱ : مدّ متصل	۴ : مدّ عارض
۲ : مدّ منفصل	۵ : مدّ بین لازم
۳ : مدّ لازم	۶ : مدّ بین عارض

الْمَدُّ الْمُنْتَصِلُ

س : مد متصل کسے کہتے ہیں اور اس کی مقدار منزلہ کیا ہے ؟

ج : جب حرف مدہ کے بعد ہمزہ واقع ہو اور یہ مدہ اور ہمزہ دونوں ایک ہی کلمہ

میں جمع ہوں تو ایسے موقع پر حرف مدہ کو بڑھا کر مد کرنا ضروری ہوتا ہے

اور حرف مدہ اور ہمزہ کے ایک کلمہ میں جمع ہونے کی وجہ سے اسے "مد متصل"

کہتے ہیں اور مد متصل کی مقدار منزلہ مقررہ توسط ہے

تَوْضِيْحُ الْجَوَابِ - باننا چاہیے کہ جب شرط مد اور سبب مد، رسماً

ایک کلمہ میں متصل واقع ہوں تو اس اتصالِ رسمی کی وجہ سے اسے "مد متصل" کہتے

ہیں اور مد متصل میں دو چیزیں ہوتی ہیں ایک محل اتفاق دوم محل اختلاف۔

محل اتفاق یہ کہ عند القراءِ حروف مدہ میں اثر ہمزہ کی وجہ سے زیادتی علی الاصل

واجب ہوتی ہے اسی وجہ سے اسے مد واجب کہتے ہیں جس کے لئے علامت یہ "س"

وضع کی گئی ہے۔ اور محل اختلاف یہ کہ علی حسب مذاہب قرآن۔ زیادتی علی الاصل کی مقدار

میں تفاوت ہوتا ہے۔ پس کوئی دو الف مد کرتے ہیں اور کوئی اڑھائی الف اور کوئی

چار الف مگر حفص عن العاصم نقلاً عن ابی بنی صلی اللہ علیہ وسلم "وَرِیَا اَرْحَاۤیِ الْفِ مَد"

کرتے ہیں اور اس وقت زیر بحث یہی ہے کیونکہ ہمارے ہاں روایت حفص رح ہی

مروج ہے۔

مد متصل کو مد واجب اس لئے کہتے ہیں کہ زمانہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

تعالیٰ جمع قرآن اس کی زیادتی علی الاصل پر متفق ہیں اور کوئی اختلاف ان میں نہیں ہے
حتیٰ کہ امام المتاخرین محرفین علامہ جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے مقدار پر مدود کی
روایات کی تلاش و تتبع کی مگر کہیں بھی متصل میں قصر نہیں ملی نہ قراءات متواترہ میں نہ
شاذہ میں۔

بلکہ ایک نص مجھے مل گئی وہ یہ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شخص کو
پڑھا ہے تھے اور جب انما الصدقات لفقر اعدو المناکین: برہنہ ہو چکے تو اس نے قصر کر کے
پڑھا۔ حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نہیں
پڑھایا ہے۔ پوچھا آپ کو کیسے پڑھایا ہے۔ فرمایا کہ اس طرح پڑھایا ہے ۳ لفقر اعدو یعنی
توسط سے پڑھ کر سنایا۔ علامہ جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ متصل کی مقدار توسط کی وجہ
پر یہ حدیث حجۃ قطعی ہے۔

مد متصل میں شرط اور سبب مد کا اتصال چونکہ حقیقتاً ہوتا ہے اور انفصال غیر جائز۔ اس لئے
مد کسی صورت میں ساقط نہیں ہوتا بلکہ وصلاً و تفاتیاً ثابت رہتا ہے۔ پس اگر مد متصل
کئی جگہ جمع ہو تو توسط میں توافق و تساوی اشد ضروری ہے کیونکہ تساوی فی المدود تجویذ
میں داخل ہے جیسا کہ علامہ جزری فرماتے ہیں واللفظ فی نظیرہ کثلہ۔ لہذا اگر پہلی جگہ دو
الف مد کیا ہے تو دوسری جگہ بھی دو ہی الف کرنا چاہئے اڑھائی الف جائز نہیں اور
اگر پہلی جگہ اڑھائی الف مد کیا ہے تو دوسری جگہ بھی اڑھائی الف کرنا چاہئے دو
الف جائز نہیں کیونکہ غلط فی المقادیر عند القراءہ کر وہ ہوتا ہے یا مینوب۔

اور چونکہ حروف مد میں ہیں اس لئے مد متصل کو تین قاعدوں میں تقسیم کیا جاتا ہے
اور توسط قینوں قاعدوں میں علی التساوی ہوگی اور حروف مدہ کے بیش نظر

مقررہ اصطلاحات پر علی الالف. علی الواو. علی الیاء جیسے الفاظ کا اضافہ کیا جاتا ہے تاکہ
بجھنے میں آسانی ہو۔

الْمَدُّ الْمُتَّصِلُ عَلَى الْأَلْفِ

س: مد متصل علی الالف کسے کہتے ہیں؟

ج: جب الف مدہ کے بعد ہمزہ ایک ہی کلمہ میں واقع ہو تو الف مدہ کی آواز بڑھا کر دو

الف یا اڑھائی الف تو وسط کرنی چاہیے اسے "مد متصل علی الالف" کہتے ہیں۔

توضیح الجواب: جاننا چاہیے کہ جب محل مد الف ہو تو وہ مرسوم ہو یا غیر

مرسوم اور سبب مد ہمزہ اور یہ دونوں ایک ہی کلمہ میں واقع ہوں، جس کی صورت یہ

"کے" ہوتی ہے تو الف مدہ کو الفتحاح فم اور ارتقاع صوت کے ساتھ ادا کرنا

چاہیے اور امتداد صوت بقدر دو الف یا اڑھائی الف مونی چاہیے یعنی تو وسط کی کسی ایک

مقدار کو اختیار کرنا چاہیے اور آخر تلاوت تک اسی مقدار پر قائم رہنا چاہیے اور اس مد میں چونکہ

محل مد الف ہوتا ہے اس لئے اسے "مد متصل علی الالف" کہنا چاہیے۔

الْقَاعِدَةُ

ءَاءَ بَاءَ شَاءَ جَاءَ خَاءَ ذَاءَ ذَاكَ سَاءَ
زَاءَ سَاءَ شَاءَ صَاءَ ضَاءَ طَاءَ ظَاءَ عَاءَ غَاءَ فَاءَ
قَاءَ كَاءَ رَاءَ مَاءَ نَاءَ وَاءَ هَاءَ يَاءَ

وَالْأَمْثَلَةُ

جَاءَتْ . جَاءَكَ . جَاءَهُمْ . جَاءَكَ . جَاءَكَ . جَاءَكَ .
 جَاءَنَا . جَاءُوا . وَبَاءُوا . شَعَلُوا . شَرَعُوا . شَرَعُوا .
 عَلِمُوا . رَحِمُوا . شُهِدُوا . أَغْنَيْبُوا . أَوْلِيَا . كَتَبُوا .
 بَيَضُوا . صَفَرُوا . سَيَّنُوا . حَفَّأُوا . كَبَّرُوا . ضَعَّفُوا .
 السُّفْهَاءُ . الْفَحْشَاءُ . السَّمَاءُ . الْعَمْرَاءُ . الضَّرَائِعُ . الْبَقِصَاءُ .
 جَزَاءٌ . عَطَاءٌ . سَوَاءٌ . هَبَاءٌ . غُنَاءٌ . نِسَاءٌ .
 رُخَاءٌ . فِدَاءٌ . نِدَاءٌ . دُعَاءٌ . جُفَاءٌ . غَدَاءٌ .
 بَرَاءٌ . حُنْفَاءٌ . فَجْرَاءٌ . يَشَاءٌ . نَشَاءٌ . بَرَاءَةٌ .
 بَصَائِرُ . شَعَائِرُ . سَرَائِرُ . حَدَائِقُ . طَرَائِقُ . إِسْرَائِيلُ .
 شَفَعُوا . شُرَكَوَا . عَلِمُوا . أَنْبَأُوا . ابْنُوا . نَشُوا .
 الضُّعْفُ . الضَّمْتُ . أَوْلِيكَ . الْغَلِيظُ . السُّحْبِيُّ . نَبِيٌّ .
 لِلْمَلِكَةِ . أَوْلِي الشُّهُرِ . هَاءُ . فَبِأَيِّ آلَاءِ الرَّحْمَنِ الدَّرَائِعُ .
 عَائِدَةٌ . قَائِمَةٌ . سَائِفَةٌ . قَائِمَةٌ . خَائِمَةٌ . مَائِدَةٌ .
 يَتَسَاءَلُونَ . يَشَاءُونَ . دَائِمُونَ . قَائِمُونَ . يَرَاءُونَ . تَائِمُونَ .

الْمَدُّ الْمَتَّصِلُ عَلَى الْوَاوِ

س : مد متصل علی الواو کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب واو مدہ کے بعد ہمزہ ہو اور دونوں ایک ہی کلمہ میں واقع ہوں تو واو

مدہ کی آواز بڑھا کر دو الف یا اڑھائی الف توسط کرنی چاہیے اسے "مد متصل

علی الواو" کہتے ہیں۔

توضیح الجواب : جب محل مدہ واو مدہ ہو خواہ مرسوم ہو یا غیر مرسوم اور

سبب مد ہمزہ ہو اور یہ دونوں ایک ہی کلمہ میں واقع ہوں جس کی صورت یہ "وے وء" اور

ہوتی ہے تو واو مدہ کو انضمام شفتین اور امامت صوت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے اور

امتداد صوت بقدر دو الف یا اڑھائی الف ہونی چاہیے یعنی توسط کی کسی ایک مقدار

کو اختیار کرنا چاہیے اور آخر تلاوت تک اسی مقدار پر قائم رہنا چاہیے۔ اور اس مد میں

چونکہ محل مدہ واو مدہ ہوتا ہے اس لیے اسے "مد متصل علی الواو" کہتے ہیں۔

الْفَاعِلَةُ

اَوَّءَ	بَوَّءَ	نَوَّءَ	شَوَّءَ	جَوَّءَ	حَوَّءَ	خَوَّءَ
دَوَّءَ	ذَوَّءَ	رَوَّءَ	زَوَّءَ	سَوَّءَ	شَوَّءَ	ضَوَّءَ
ضَوَّءَ	طَوَّءَ	ظَوَّءَ	عَوَّءَ	غَوَّءَ	فَوَّءَ	قَوَّءَ
كَوَّءَ	لَوَّءَ	مَوَّءَ	نَوَّءَ	وَوَّءَ	هَوَّءَ	عَوَّءَ

وَالْأَمْثَلَةُ

لَتَنْوَعًا لِّبِسْوَةٍ أَمْرًا قُرُوءًا ۖ السُّوءَ بِالسُّوءِ تَبَوُّءًا
سُوءًا سُوءًا بِسُوءٍ ۖ السُّوءُ سُوءٌ

الْمَدُّ الْمَتَّصِلُ عَلَى الْيَاءِ

س : مد متصل علی ایام کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب یاء مدہ کے بعد ہمزہ ہو اور دونوں ایک ہی کلمہ میں واقع ہوں تو یاء مدہ کی آواز بڑھا کر دو الف یا اڑھائی الف تو وسط کرنی چاہیے اسے "مد متصل علی ایاء" کہتے ہیں۔

توضیح الجواکب :- جاننا چاہیے کہ جب محل مد یاء مدہ ہو خواہ مرسوم ہو یا غیر

مرسوم اور سبب مد ہمزہ ہو اور یہ دونوں ایک ہی کلمہ میں واقع ہوں جس کی صورت

یہ "سے" ہوتی ہے تو یاء مدہ کو انخفاض فہم اور انکسار صوت کے سامنے ادا کرنا

کرنی چاہیے اور امتداد صوت بقدر دو الف یا اڑھائی الف ہونی چاہیے یعنی تو

کی کسی ایک مقدار کو اختیار کرنا چاہیے اور آخر تلاوت تک اسی مقدار پر قائم رہنا

چاہیے اور اس مد میں چونکہ محل مد یاء مدہ ہوتی ہے اس لئے اسے "مد متصل

علی ایاء" کہتے ہیں۔

الْقَاعِدَةُ

أَمِيءٌ	—	بِقِيءٌ	—	جِيءٌ
بِقِيءٌ	—	دِيءٌ	—	رِيءٌ
رِيءٌ	—	سِيءٌ	—	ضِيءٌ
ضِيءٌ	—	ظِيءٌ	—	فِيءٌ
فِيءٌ	—	كِيءٌ	—	يِيءٌ
يِيءٌ	—	هِيءٌ	—	بِيءٌ
بِيءٌ	—	هِيءٌ	—	بِيءٌ

وَالْأَمْثَلَةُ

هَنِيئًا	مَرِيئًا	وَجَائِيءًا	تَفِيئًا	بَرِيئًا	بَرِيئُونَ
سِيءًا	سِيئًا	يُضِيءًا	الْمِسِيءُ	النَّسِيءُ	خَطِيئَتِي
خَطِيئَةً	خَطِيئَةً	خَطِيئَتَهُ	خَطِيئَتِكُمْ	خَطِيئَتِهِمْ	

الْمَدُّ الْمَنْفَعِلُ

س : مد منفصل کسے کہتے ہیں اور اس کی مقدار منزلہ کیا ہے ؟

ج : جب حرف مدہ کے بعد ہمزہ واقع ہو خواہ مرسوم ہو یا غیر مرسوم اور یہ مدہ اور ہمزہ دونوں ایک کلمہ میں نہ ہوں بلکہ دو کلمہ میں ہوں۔ اس طرح کہ ایک کلمہ کے آخر میں حرف مدہ اور دوسرے کلمہ کے شروع میں ہمزہ ہو اور یہ دونوں کلمے ملا کر پڑھے جائیں تو ایسے موقع پر حرف مدہ کو بڑھا کر مد کرنا چاہیے اسے ”مد منفصل“ کہتے ہیں۔ اور ”مد منفصل“ کی مقدار منزلہ مقررہ ہرابت حفصؒ توسط ہے یا قصر۔

توضیح الجواب : جاننا چاہیے کہ جب شرط مد اور سبب مد رسماً و کتابتاً منفصل ہوں اور لفظاً و تلاوتاً متصل تو اس اتصال لفظی کی وجہ سے محل مد پر بڑوا حفصؒ رحمہ اللہ توسط کرنا چاہیے۔ یعنی مد منفصل میں زیادتی علی الاصل وصل کلمات پر موقوف ہوتی ہے۔ پس اگر کسی وجہ سے وقف کیا جائے اور بین الکلمات انفصال لفظی واقع ہو جائے تو مد فرعی ساقط ہو جاتا ہے اور مد طبعی باقی رہ جاتا ہے سو شرط و سبب کا انفصال رسمی یا سقوط مد انفصال لفظی کی وجہ سے اسے —

مَدًّا مَنفَعِلًا کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

مد منفصل میں بھی دو چیزیں ہوتی ہیں ایک محل اتفاق دوم محل اختلاف محل اتفاق یہ کہ عند القراء وصلاً حرف مدہ میں اثر ہمزہ کی وجہ سے زیادتی علی الاصل جائز ہوتی ہے اسی وجہ سے ”مد جائز“ بھی کہتے ہیں جس کیلئے علامت یہ

دوسرا وضع کی گئی ہے۔ اور محل اختلاف یہ کہ علی حسب مذاہب قرآن زیادتی
 علی الاصل کی مقدار میں تفاوت ہوتا ہے پس کوئی قصر کرتے ہیں۔ کوئی دو الف
 یا اڑھائی الف مد کرتے ہیں اور کوئی تین یا چار الف مد کرتے ہیں۔

مد منفصل کو مد جائز اس لئے کہتے ہیں کہ عند القراء اس میں قدر واحد شیع
 منقول نہیں ہے بلکہ تفاوت فی المد منقول ہے اور مد کرنے والے علی حسب ترتیل
 و حد و غیرہ متفاوت ہیں اور اگرچہ حفص عن العاصم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 قصر و توسط دونوں کرتے ہیں لیکن بطریق شاطبی رحمہ اللہ نقلاً عن حفص توسط
 ہی منقول ہے اور ہمارے ہاں یہی مروج ہے۔

مد منفصل کے بارے میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مرفوعاً منقول ہے
 کہ جس نے "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" پر آواز بڑھا کر مد کیا تو اللہ تعالیٰ اسے دار الجلا
 یعنی اپنے قرب میں جگہ دے کر شرف دیدار نصیب فرمائیں گے۔ اسی طرح حضرت
 انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" پر مد کیا اس کے چار
 ہزار گناہ مٹ جاتے ہیں۔ علامہ جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں حدیثیں
 اگرچہ ضعیف ہیں مگر فضائل اعمال میں معمول بہا ہیں۔

جب مد منفصل کئی جگہ جمع ہوں جیسے "بِمَا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ وَمَا
 أَنْزَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ" تو تسویہ بین الوجوہ لازم اور ضروری ہوتا ہے اس
 لئے جو درجہ پہلی جگہ اختیار کی گئی ہو تو دوسری جگہ بھی وہی وجہ اختیار کرنا چاہیے
 ایسا نہ ہو کہ کسی جگہ دو الف مد کیا جائے اور کسی جگہ اڑھائی الف کیونکہ تزییح بلا
 مزحیح جائز نہیں ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ متصل قوی ہے اور مد منفصل ضعیف پس جب مد متصل اور منفصل جمع ہوں اور مثلاً متصل مقدم ہو جیسے **وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ** اور متصل میں اڑھائی الف مد کیا جائے تو منفصل میں دو الف اور اڑھائی الف مد کرنا درست ہے اور اگر متصل میں دو الف مد کیا جائے تو منفصل میں دو الف ہی کر سکتے ہیں اڑھائی الف جائز نہیں ہے۔

اور اگر منفصل مقدم اور متصل مؤخر ہے جیسے **قَالُوا أَنْتُمْ مِمَّن كَمَأَمِّنَ السُّفَهَاءِ** اور منفصل میں دو الف مد کیا جائے تو متصل میں دو الف اور اڑھائی الف مد کرنا صحیح ہے اور اگر منفصل میں اڑھائی الف مد کیلئے تو متصل میں اڑھائی الف ہی کر سکتے ہیں دو الف جائز نہیں کیونکہ ان دونوں صورتوں میں ترجیح ضعیف کی قوی پر لازم آتی ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔ — حروف مدہ کے پیش نظر مد منفصل کو بھی تین قاعدوں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور تینوں قاعدوں میں مقدار توسط علی التساوی ہوگی۔ فافہم۔

المد المنفصل على الألف

س . مد منفصل على الألف کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب الف مدہ کے بعد ہمزہ دو سرے کلمہ میں واقع ہو تو الف مدہ کی آواز بڑھا کر دو الف یا اڑھائی الف توسط کرنی چاہیے اسے ”مد منفصل علی

الألف“ کہتے ہیں .

توضیح الجواب : جاننا چاہیے کہ جب محل مد الف ہو یا اس کا قائم مقام

فتح قائم ہو اور اس کے بعد ہمزہ دو سرے کلمہ میں واقع ہو جس کی صورت یہ

”آ۔ ا۔ ی۔ ہ“ ہوتی ہے اور ان دونوں کلموں میں اتصال لفظی ہو

یعنی ملا کر پڑھے جائیں تو الف مدہ کو افتتاح خم اور ارتفاع صوت کے ساتھ

ادا کرنا چاہیے اور امتداد صوت بقدر دو الف یا اڑھائی الف ہونی چاہیے یعنی

توسط کسی ایک مقدار کو اختیار کرنا چاہیے اور آخر تلاوت تک اسی مقدار پر قائم

و دائم رہنا چاہیے . اور اس مد میں چونکہ محل مد الف ہوتا ہے اس لئے اسے ”مد منفصل

علی الألف“ کہتے ہیں .

القاعدة

ءآأ۔ بآأ۔ ثآأ۔ جآأ۔ حآأ۔ دآأ۔ ذآأ۔

رآأ۔ زآأ۔ سآأ۔ شآأ۔ صآأ۔ ضآأ۔ طآأ۔ ظآأ۔ عآأ۔

غآأ۔ فآأ۔ قآأ۔ گا۔ لا۔ ما۔ نا۔ وا۔ ها۔ يا۔

وَالْأَمْثَلَةُ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ : لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
 لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ : لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ
 لَا أِكْرَاهَةَ فِي الدِّينِ : لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ
 فَلَا إِشْمَ عَلَيْهِ : إِلَّا آلَ لُوطٍ
 إِلَّا أَنْ أَمِنَّا : إِلَّا أَنْفُسَهُمْ
 إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ : إِلَّا ابْنُ بَلِيسِ بْنِ أَبِي
 لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ : إِلَّا إِنْ أَوْلِيَاءَ لِلَّهِ
 إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ : إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ
 إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ : إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا
 إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ : إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ
 رَبَّنَا إِنَّا أَمِنَّا : لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ
 بِمَا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ : وَمَا أَنْزَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
 مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ : وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ
 وَمَا أَمْرُوا بِالْإِسْرِ : إِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ
 وَمَا آدَارِيكَ مَا بَلَّغْتُ : وَمَا آدَارِيكَ مَا نَفَعْتُ

(۱) یاد رکھو یہ متنفس علی اللغات

وَمَا أَمِنَ مَعَهُ ۖ مَا عَبَدُ لَكُمْ دِينَكُمْ
 وَمَا أُوتِيْتُمْ ۖ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ
 فَعَسَىٰ أَنْ تَكَرُّوا شَيْعًا ۖ عَسَىٰ أَنْ أَكُونَ
 عَسَىٰ أَنْ يَنْفَعَنَا ۖ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ
 وَعَصَىٰ آدَمَ رَبَّهُ ۖ فَتَلَاقَىٰ آدَمَ مِنْ رَبِّهِ
 مُوسَىٰ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ۖ أَتَىٰ أَمْرًا اللَّهُ
 فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ ۖ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ
 حَتَّىٰ أَتْنَا الْيَقِينَ ۖ حَتَّىٰ إِذَا سَاوَىٰ
 حَتَّىٰ أَتْنَا الْيَقِينَ ۖ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ
 إِلَىٰ الرَّسَالَةِ ۖ إِلَىٰ إِلَهِ مُوسَىٰ
 إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ فَأَبَىٰ أَكْثَرُ النَّاسِ
 أَوْىٰ إِلَيْهِ أَخَاهُ ۖ عَلَىٰ إِثْرِهِمْ
 عَلَىٰ أَمْرِهِمْ ۖ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ
 فَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا ۖ أَحْبَبُوا إِلَىٰ آيِنَانِمَا
 وَإِذَا بَتَلَىٰ أَبْرَاهِيمَ ۖ يَعِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ
 إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ ۖ يَمُوسَىٰ إِنَّهُ

يَا أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ قِمِ اللَّيْلَ ۖ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُونَ قُمْ فَأَنْذِرْ
 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ ۖ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوَا ۖ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ
 يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أُنْتُونِي ۖ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحِلُّوَا
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُونَ لَا أَعْبُدُ
 يَا أَيُّهَا الشُّجِرَا ادْعُ لَنَا ۖ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا
 يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۖ يَا سَفِي عَلَىٰ يُوْسُفَ
 يَا أَدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ ۖ يَا بَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ
 يَا خُتَّ هَرُونَ مَا كَانَ ۖ يَا أَبَانَا إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ
 يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ ۖ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ
 يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ۖ يَا بَرِّهِمْ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا
 يَا بَرِّهِمْ لَئِن لَّمْ تَنْتَه ۖ يَا بَلِيسُ مَا مَنَعَكَ
 يَا بَلِيسُ مَا لَكَ إِلَّا تَكُونُ ۖ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا

هَآءَآنْتُمْ هَآءَ... أَوْلَادِ ۖ هَآءَ... أَوْلَادِ ۖ جَدَلْتُمْ
 أَهْلَ أَوْلَادِ الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ ۖ هَآءَ... أَوْلَادِ الْقَوْمِ

(۱) یاد رکھو کہ متصل علی الالف

المد المنفصل على الواو

س : مد منفصل علی الواو کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب واو مدہ کے بعد ہمزہ دوسرے کلمہ میں واقع ہو تو واو مدہ کی آواز بڑھا کر دو الف یا اڑھائی الف توسط کرنا چاہیے اسے "مد منفصل علی

الواو" کہتے ہیں۔

توضیح الجواب : جانا چاہیے کہ جب محل مد واو مدہ ہو یا اس کا قائم مقام

ضمہ مقلوب ہو۔ اور اس کے بعد ہمزہ دوسرے کلمہ میں واقع ہو جس کی صورت یہ وَإِلَّا : كُلٌّ : أَوْ : أَوْ ہوتی ہے اور ان دونوں کلموں میں اتصال لفظی ہو

یعنی ملا کر پڑھے جائیں تو واو مدہ کو کامل انضمام شفتین اور امامت صوت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے اور امتداد صوت بقدر دو الف یا اڑھائی الف ہونی چاہیے۔ یعنی

توسط کی کسی ایک مقدار کو اختیار کرنا چاہیے اور آخر تلاوت تک اسی مقدار پر قائم رہنا چاہیے۔ اور اس مد میں چونکہ محل مد واو مدہ ہوتا ہے اس لئے اسے

"مد منفصل علی الواو" کہتے ہیں۔ . . . واو مدہ جب کلمہ کے آخر میں ہوتا ہے تو اکثر مقامات پر اس کے آگے ایک الف زائد مرسوم ہوتا ہے جسے الف جمع

یا الف جمع کہتے ہیں مگر یہ الف پڑھنا نہیں جاتا کیونکہ اس سے قبل ہمیشہ واو ساکن یا قبل مضموم ہوتا ہے۔

الْقَاعِدَةُ

أَوَّاءٌ	بَوَّاءٌ	تَوَّاءٌ	شَوَّاءٌ	جَوَّاءٌ
مَخَوَّاءٌ	خَوَّاءٌ	دَوَّاءٌ	ذَوَّاءٌ	رَوَّاءٌ
زَوَّاءٌ	سَوَّاءٌ	شَوَّاءٌ	صَوَّاءٌ	ضَوَّاءٌ
طَوَّاءٌ	ظَوَّاءٌ	عَوَّاءٌ	غَوَّاءٌ	فَوَّاءٌ
قَوَّاءٌ	كَوَّاءٌ	لَوَّاءٌ	مَوَّاءٌ	نَوَّاءٌ
وَوَّاءٌ	هَوَّاءٌ	ءَوَّاءٌ	يَوَّاءٌ	

وَالْأَمْثَلَةُ

تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً ۖ سَارِعُونَ إِلَى مَغْفِرَةٍ
قُورِ أَنْفُسِكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا ۖ لَوْ تَقَاتَلُوا أَوْلَادَكُمْ
قَالُوا أَقْرَبُ نَاقَالَ فَاشْهَدُوا ۖ لَوْ تَرَفَعُوا صُورَاتِكُمْ
وَلَاتَمِيزُوا أَنْفُسَكُمْ ۖ لَوَاتَكُمُ أَمْوَالِكُمْ
وَلَأَنْتُمْ نُوَّالٌ كَافِرِينَ ۖ فَتُوبُوا إِلَى بَارِعِكُمْ
وَأَنْصُرُوا إِلَهَتَكُمْ ۖ فَسَجِدُوا ۖ إِلَّا إِيَّائِي
أَعْبُدُوا ۖ وَإِنْ سَكَنُوا أَيْمَانَكُمْ
فَاتَّبِعُوا أَحَدَكُمْ ۖ لَأَتَّخِذُوا إِلَهَيْنِ

فَقَالُوا أَنُؤْمِنُ ۖ رَاجِعُوا إِلَيْهِمْ
وَقَالُوا عَزِيزًا كُنَّا عِظَامًا ۖ اٰمَنُوا أَنْطَعِمُ

وَلَا يَتَمَنَّوْنَہٗ اَبَدًا ۖ اَنْزَلَهُ اِلَيْكُمْ

وَرَسُولُهُ اٰحَقُّ ۖ اَمْرُهُ اِلَى اللّٰهِ

اِنَّہٗ اَهْلَكَ ۖ فَلَمَّا اَسْلَمُوا

عِنْدَہٗ اَجْرٌ ۖ فَاِنَّہٗ اَشْمُ

لَہٗ اَخٌ ۖ لَہٗ اِخْوَةٌ

فَكْفَارَتُہٗ اِطْعَامٌ ۖ سُبْحٰنَہٗ اِذَا قَضٰی

اَزْوَاجَہٗ اُمَّہٖنَّہُمْ ۖ تَاْوِيْلَہٗ اِلَّا اللّٰهُ

وَدَاۤءُہٗ اَنْ يَّكُوْنَ ۖ وَلَہٗ اَسْلَمَ

لَہٗ اَسْرٰی ۖ عِنْدَہٗ اِلَّا

نِيْرَہٗ اَحَدٌ ۖ ضَرْبُہٗ اَقْرَبُ

وَاِنْ تَلَّوْا اَوْ تَعْرَضُوْا ۖ فَاُوْا اِلَى الْكٰفِرِيْنَ

الْمَدُّ الْمُنْفَصِلُ عَلَى لِيَاءٍ

س : مد منفصل علی الیاء کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب یاء مدہ کے بعد ہمزہ دوسرے کلمے میں واقع ہو تو یاء مدہ کی آواز بڑھا کر

دو الف یا اڑھائی الف توسط کرنا چاہیے اسے مد منفصل علی الیاء کہتے ہیں

توضیح الجواب : باننا چاہیے کہ جب محل مد یاء مدہ ہو یا اس کا قائم مقام

کسرہ قائم ہو اور اس کے بعد ہمزہ دوسرے کلمے میں واقع ہو جس کی صورت یہ

حِیَ اُ : ہوتی ہے اور ان دونوں کلموں میں اتصال لفظی ہو یعنی ملا

کر پڑھے جائیں۔ تو یاء مدہ کو انخفاض فم اور انکسار صوت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے اور

امتداد صوت بقدر دو الف یا اڑھائی الف ہونی چاہیے یعنی توسط کی کسی ایک

مقدار کو اختیار کرنا چاہیے اور آخر تلاوت تک اسی مقدار پر قائم دائم رہنا چاہیے

اور اس مد میں چونکہ محل مد یاء مدہ ہوتی ہے اس لئے اسے "مد منفصل علی الیاء"

کہتے ہیں

الْقَاعِدَاتُ

حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ
حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ
حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ
حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ
حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ
حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ
حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ
حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ
حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ
حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ	حِیَ اُ

وَالْأَمْثَلَةُ

بَنِي آدَمَ فِي أَمْرِي : فِي أَنْفُسِكُمْ. ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ
 فِي أَوْلَادِكُمْ. فِي أَمْوَالِكُمْ : الَّتِي أُعِدَّتْ : الَّتِي أُسْرَى
 بِسِرِّي أَمْرِي. إِنِّي أَخَافُ : إِنِّي أَمِرْتُ. إِنِّي أُعِيدُ هَا
 إِنِّي أَعُوذُ. إِنِّي أَسْتُ : فَقُولِي إِنِّي تَرْحَمُنِي أَكُنُ
 رَبِّي إِلَى يَوْمِ رَأَيْتِي أَنْتِيكُمْ : إِذْ تَشَى أَخْتُكَ. إِنِّي أَرَى
 إِنِّي أَسْرَيْتِي. إِنِّي أَعْلَمُ : إِنِّي أَسْتُ. أَسْرَيْتِي أَعْصُرُ
 أَرِنِي أَحْمِلُ لِعَلِّي أَرْجِعُ : عِبَادِي أَنِّي. فَأَنْظِرِي إِنِّي يَوْمَ
 إِنِّي أَسْكَنْتُ. تَهْوِي إِلَيْهِمْ : تَهْدِي إِلَى. يَا ذَنْ لِي إِنِّي
 الَّذِي آتَيْتُكَ. نُوحِي إِلَيْهِمْ : بَأْسِي إِبْرَاهِيمَ. بَيْنِي إِسْرَائِيلَ
 سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ. سَبِيلِي أَدْعُو : فَادْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ. الَّذِي أَنْزَلَ

بِهِ أَسْرَيْتِي. بِهِ إِشْمًا بِهِ أَنْتِ : دُونَهُ إِلَهًا. هَذِهِ إِيْمَانًا
 ضَرَّةً أَوْ أَسْرَادِي. هَذِهِ أَمْتِكُمْ : أَيْتُهُ أَنْتِ. أَنْ خَلَقَ
 بِيَدِهِ الرَّأْيُ. يَوْمَ رَأَيْتُكَ : عِبَادَةَ الرَّأْيِ. عِلْمُهُ الرَّأْيُ
 عِبَادَةُ إِذَا هُمْ بِهِ إِيْمَانَكُمْ : رَبِّي أَوْلَمُ مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءُ

ياد رکھو یہ متصل علی الالف

الْمَدُّ الْاِلَّاٰزِمُ

اس : مد لازم کے کہتے ہیں اور اس کی مقدار مندرجہ لیا ہے :
 ج . جب حرف مدہ یا حرف لین کے بعد سکون آگئی و تفریح ہو یعنی وائفت
 کی وجہ سے سکون نہ ہوگا ہو بلکہ وہ پہلے سے سر بود ہوں گے ایسے موقع پر حرف
 مدولین کی آواز کو بڑھا کر مد کرنا لازم ہوتا ہے اسے "مد لازمی" کہتے ہیں ۔
 اس کی مقدار مندرجہ مقررہ طویل ہے جس کی علامت مد متصل و متصرف ہے اس
 وضع کی گئی ہے

توضیح الجواب ۔ جاننا چاہیے کہ اگر شرط : محل مد حرف مدہ ہو اور
 سبب مد سکون اصلی و لازمی منظر ہو خواہ مد غم جس کی صورت یہ ہوتی ہے
 کے آء ، کے آء ، ء و ء ، ء و ء یا شرط : محل مد حرف لین
 ہو اور اس کے بعد سکون اصلی و لازمی ہو جس کی صورت یہ ہے کہ آء ، آء ، آء ، آء
 ہے تو ایسے موقع پر محل مد کو اس کی اصلی مقدار سے بڑھا کر طویل کرنا لازم ہوتا
 اس لئے اسے "مد لازمی" کے نام سے موسوم کرتے ہیں

مد لازم کا سبب چونکہ لازم حالین ہوتا ہے یعنی وصلًا و تعلقًا ثابت ہوتا ہے
 نیز جملہ قرآنی آیات و عشرہ نقلًا عن ابی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے حوالے پر متفق و متفق
 ہیں اور بالائزہ اس پر عمل اس لئے اسے "مد لازمی" کہتے ہیں ۔ مد لازم کے
 لزوم پر وہ حدیث نص قطعی ہے جو مد متصل کے ضمن میں گذری ہے ۔
 اِتُّكُمُ الرَّسُوْلُ فَاخَذُوْهَا وَمَا نَهَاكُمُ عَنْهَا فَاتَّقُوا

وَاتَّقُوا اللَّهَ

مد لازم باعتبار وقوع کبھی کلمات میں واقع ہوتا ہے اور کبھی حروف مقطعات میں اس لئے اس کی دو قسمیں بنتی ہیں، "مَدِّ لَازِمٍ كَلِمِيٍّ" اور "مَدِّ لَازِمٍ حَرْفِيٍّ"

پھر یہ سکون اصلی جو مد لازم کا سبب و موجب بنتا ہے کبھی تو ظاہر ہوتا ہے اور کبھی مدغم۔ لہذا ہر ایک کی دو دو قسمیں بن کر کل چار قسمیں بن جاتی ہیں اور عند القراءۃ علی حسب التلاوة چاروں قسموں میں طول علی التساوی ہوگی۔

- | | |
|-----------------------|-----------------------|
| ۱ : مد لازم کلمی مشغل | ۱ : مد لازم کلمی مخفف |
| ۲ : مد لازم حرفی مشغل | ۲ : مد لازم حرفی مخفف |

اَلْمَدُّ اللّٰزِمُ الْكَلِمِي الْمَخْفَفُ

س : مد لازم کلمی مخفف کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب کسی کلمہ میں الف مدہ کے بعد سکون اصلی واقع ہو اور وہ ظاہر اور موجود

ہو، تو الف مدہ کی آواز بڑھا کر تین یا پانچ الف طول کرنا چاہیے۔ اُسے

”مَدِّ لَازِمٍ كَلِمِي مَخْفَفٌ“ کہتے ہیں۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ جب کسی کلمہ میں محل مد کے بعد سکون اصلی غیر

مدغم ہو یعنی ظاہر اور موجود ہو جس کی صورت یہ ”أَلٌ“ ہوتی ہے تو الف مدہ کو افتتاح

فہم اور ارتفاع صوت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے اور امتداد صوت بقدر تین الف یا

پانچ الف ہونی چاہیے یعنی طول کی کسی ایک مقدار کو اختیار کرنا چاہیے اور اس مد

میں چونکہ الف مدہ کے بعد سکون اصلی منظر کلمہ میں ہوتا ہے اس لئے اسے ”مَدِّ لَازِمٍ

كَلِمِي مَخْفَفٌ“ کہتے ہیں۔

مد لازم کلمی مخفف میں چونکہ سبب اور موجب مد سکون منظر ہوتا ہے اس لئے

وہ نسبتاً اخف و اسہل ہوتا ہے اور اسی وجہ سے وہ مخفف کے نام سے موسوم کیا جاتا

ہے۔

حروف مدہ کے پیش نظر مد لازم کلمی مخفف کے تین قواعد ہونے

چاہئیں لیکن بروایت حفص عن العاصم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم واومده اور بیا مدہ

پر مد لازم کلمی مخفف قرآن مجید میں موجود نہیں ہے اور الف مدہ پر ایک ہی کلمہ میں

وارد ہے جو سورۃ یونس میں دو جگہ واقع ہے۔

کی کسی ایک مقدار کو اختیار کرنا چاہیے اور اگر محل مد واؤ مدہ ہو تو واؤ مدہ کو کامل انضمام
 شفتین کے ساتھ ادا کرنا چاہیے اور امتداد صوت بقدر تین الف یا پانچ الف
 ہونی چاہیے یعنی طول کی کسی ایک مقدار کو اختیار کرنا چاہیے اور اس مد میں چونکہ
 الف کے بعد سکون اصلی مدغم کلمہ میں ہوتا ہے اس لئے اُسے مَدِّ لَازِمٍ کَلِمٰی
 مُثَقِّلٍ کہتے ہیں۔

مد لازم کلمی مثقل میں چونکہ سبب اور موجب مد سکون مدغم ہوتا ہے اس لئے
 وہ نسبتاً اشد و اثقل ہوتا ہے اسی وجہ سے مثقل کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔
 حروف مدہ کے پیش نظر مد لازم کلمی مثقل کے بھی تین قواعد ہونے چاہیے
 لیکن بروایت حفص عن العاصم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاء مدہ پر مد لازم کلمی مثقل
 قرآن مجید میں موجود نہیں ہے اور واؤ مدہ پر فقط دو جگہ وارد ہے جو آخر امثلہ
 میں موسوم ہے۔

الْقَاعِدَاتُ

آبَا	آجَا	آخَا	آدَا	آدَا
آسَا	آصَا	آصَا	آصَا	آفَا
آقَا	آلَا	آلَا	آلَا	آلَا

﴿

وَالْأَمْثَلَةُ

دَابَّةٌ دَابَّةٌ كَافَّةٌ : نَخَاصَةٌ حَاجَةٌ جَائِكِ
 وَرَاجَانٌ حَادٌّ لِلَّهِ : لِيُحَاجُّوكُمْ أَنْتَجُوجُونَنَا
 يَتَحَاجُّونَ أَنْتَجُوجُونِي : حَاجُوكَ عِمَارَةَ الْحَاجِّ
 الصَّافِرُونَ الصَّالُونَ : الظَّالِمِينَ وَالصَّالِينَ
 الْعَادِينَ بِضَارِّينَ : يُوَادُّونَ يِرَادُّونَ
 شَاقِقُوا اللَّهَ يَشَاقِقُ اللَّهَ : يَشَاقِقُونَ تَحْضُونَ
 ضَالِّينَ حَافِينَ : وَلَا تَضَارُّوهُنَّ
 غَيْرُ مَضَارٍّ لَا تَضَارُّ : بِضَارِّهِمْ رَادُّوهُ
 الْعَاقِقَةُ مَالْعَاقِقَةُ : الطَّامَّةُ صَاحِبَةُ
 إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ : مِنْ قَبْلِ أَرْنَمَاسَا
 مَدُهَامَيْنِ صَوَافٍ : وَالصَّفِيفِ صَسِيفِ
 قُلِ الذِّكْرَيْنِ حَرِّمَ : وَلَا أَمِينَ الْبَيْتِ
 قُلِ اللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ : اللَّهُ خَيْرُ أَمَّا يُشْرِكِينَ
 أَنْتَجُوجُونِي : تَأْمُرُونِي

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أَرِيكُمْ بِخَيْرٍ

الْمَدُّ الْأَزِمُّ الْجَرَفِيُّ الْمُخَفَّفُ وَالْمُنْقَلُ

س : مد لازم حرفی مخفف کسے کہتے ہیں اور حرفی منقل کسے ؟

ج : بعض سورتوں کے شروع میں کچھ حروف اس قسم کے لکھے ہوتے ہوتے ہیں جو الگ الگ پڑھے جاتے ہیں ان کو "حُرُوفٌ مُّقَطَّعَاتٌ" کہتے ہیں یہ حروف دو طرح کے ہوتے ہیں۔ دو حرفی جیسے "ح ی ط ہ ز" اور تین حرفی جیسے "ک م ع س ل ن ق ص" پس دو حرفی میں اگر جہ الف مدہ موجود ہے مگر اس کے بعد سبب مد یعنی سکون موجود نہیں ہے اس لئے ان پر مد فرعی نہیں ہوتی بلکہ مد اصلی اور طبعی ہوتی ہے جس کی مقدار فقط ایک الف ہے۔ اور تین حرفی میں چونکہ درمیان کا حرف حرف مدہ یا حرف لین ہے اور اس کے بعد سکون اصلی لازمی واقع ہے جو سبب و موجب مد ہے اس لئے ان پر تین یا پانچ الف طول کرنا چاہیے۔ اسے "مَدُّ الْأَزِمِّ حَرَفِيٌّ" کہتے ہیں۔ پھر اگر حرف مدہ کے بعد سکون کے بجائے تشدید ہے تو اسے "مَدُّ الْأَزِمِّ حَرَفِيٌّ مُنْقَلٌ" کہتے ہیں۔

البتہ عین میں چونکہ درمیان کا حرف حرف لین ہے اس لئے اسے "مَدُّ لَيْنِ الْأَزِمِّ" کہتے ہیں اور اس میں تو وسط بھی جائز ہے مگر طول اولیٰ ہے باقی رہا "الف" سو اس میں حرف مدہ نہیں ہے اس لئے مد کی بحث سے خارج ہے۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ۔ جاننا چاہیے کہ بعض سورتوں کے اوائل میں حروف مقطعات ہوتے ہیں جو مفرد حروف کی طرح علیحدہ علیحدہ پڑھتے جاتے ہیں، یہ حروف دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جن کی ہجاء دو حرفوں پر مشتمل ہے اور وہ ثنائی یا دو حرفی کہلاتے ہیں جن کا مجموعہ "سُحُطِ طِهْرٌ" ہے، ان کا تجزیہ یہ ہے "حَا بَ كَ طَ هَا سَا" ان پانچ حرفوں میں اگرچہ محل مد یعنی الف مدہ موجود ہے، مگر اس کے بعد سبب و موجب مد مفقود یعنی سکون موجود نہیں ہے اس لیے ان پر مد فرعی نہیں ہوتی بلکہ اصل اور طبعی مد ہوتی ہے جس کی مقدار فقط ایک ہی الف ہے اس سے کمی زیادتی جائز نہیں۔

دوم وہ جن کی ہجاء تین حرفوں پر مشتمل ہے اور ثلاثی یا سہ حرفی کہلاتے ہیں جو مجموعہ "كَمْ عَسَلٍ نَقْصٌ" میں مرکب ہیں اور جن کا تجزیہ یہ ہے "كَ اُفٌ مِيْمٌ عَيْنٌ سَيْنٌ لَامٌ نُونٌ قَافٌ صَادٌ" ان آٹھ حرفوں میں چونکہ درمیان کا حرف، حرف مدہ ہے یعنی محل مد موجود ہے اور اس کے بعد سبب و موجب یعنی سکون اصلی لازمی بھی موجود ہے اس لیے ان میں محل مد کی آواز برہا کر نہیں یا پانچ الف طول کرنا چاہیے یعنی طول کی کسی ایک مقدار کو اختیار کرنا چاہیے خواہ محل مد کے بعد سکون اصلی ظاہر ہو خواہ مدغم

اب اگر محل مد کے بعد سکون ظاہر ہے جیسے "كَمْ عَسَلٍ نَقْصٌ" اور اگر سکون مدغم ہے یعنی محل مد کے بعد سکون کے بجائے حروف مشدوبے جیسے "كَمْ عَسَلٍ نَقْصٌ" تو اسے "مَدِّ لَازِمٌ حَرْفِيٌّ مُخَفَّفٌ" کہتے ہیں اور اگر سکون مدغم ہے یعنی محل مد کے بعد سکون کے بجائے حروف مشدوبے جیسے "كَمْ عَسَلٍ نَقْصٌ" تو اسے "مَدِّ لَازِمٌ حَرْفِيٌّ مُنْقَلَبٌ" کہتے ہیں ہاں البتہ "ع"۔

پس چونکہ محل مد حرف لیں ہے اور اس کے بعد سکون لازم ہے اس لئے اسے "مَدَّ
 لِسْبِنُ لَازِمٌ" کہتے ہیں اور اس میں طول کے علاوہ توسط بھی جائز ہے مگر طول
 اولیٰ و افضل ہے اور قصر متروک و اضعف۔ اور مد لیں لازم قرآن کریم میں فقط دو
 جگہ وارد ہے اور مشہور ہے عین مریم و عین شوری۔۔۔ باقی رہا "اَلِفٌ" جو حروف
 مُقَطَّعات کا پہلا حرف ہے تو اس میں حرف مدہ ہی نہیں ہے اس لئے مد کی بحث
 سے خارج ہے فافہم۔

سورۃ ال عمران کے شروع "اَلَمْ" کے میم کو اگر لفظ "اَللّٰہ" سے ملانا ہو
 تو "اَللّٰہ" کا ہمزہ وصل ساقط کر کے اور میم کو فتح دینے پر "اَللّٰہ" سے ملانا چاہیے جس
 کی صورت یہ ہوتی ہے "اَلِفٌ لَامٌ مِّمَّ اَللّٰہ" پس اس صورت میں یا مد
 مدہ پر طول اور قصر دونوں جائز ہے طول اعتدالاً بالسکون لازم اور قصر اعتدالاً
 بالحرکت العارض، اور توسط جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے لئے کوئی علت نہیں اور
 اس حالت میں جبکہ میم کو لام سے ملا دیا جائے خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے کہ میم
 مفتوح مشدّد ہو جائے۔

حروف مُقَطَّعات کی خصوصیت عند حفص یہ ہے کہ وہ غیر مقطعات میں
 مد نہیں ہوتے یہی وجہ ہے کہ نَّ وَالْقَلْبِ اور یس وَالْقُرْآنِ میں
 نون ساکن نفویہ اور نام واد میں نہیں ہوتا بلکہ اظہار ہوتا ہے اس لئے کہ نون ساکن
 مد ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ سورہ اور مکتوب نہیں ہے۔

مد لازم و غیر مد لازم جملہ حروفی، مُخَفَّف ہو تو وہ منقل جملہ حروفی، اس کی مقدار واحد
 پر مُنْقَطِع ہیں سو جب تلاوت واحد میں کئی جگہ جمع ہوں تو تقدیر و تاخیر کا لحاظ رکھنے بغیر

— مقدار واحد اختیار کرنی چاہیے۔ اور جو بھی مقدار اول مقام پر اختیار کی جائے آخر تلاوت تک اسی مقدار پر مداومت کرنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ کسی جگہ تین الف طول کیا جائے اور کسی جگہ پانچ الف۔ کہ یہ عدم تساوی عند القراءۃ مستحسن نہیں ہے۔ بلکہ وہ تساوی بین المدود بقسمہ کو لازم قرار دیتے ہیں۔

الْفَاعِدَةُ

ح ، ی ، ط ، ہ ، ز ،
ک ، ل ، ص ، ق ، م ، س ، ن ، س ، ح

وَالْأَمْثَلَةُ

ظہ ○ ص ، ق ، ن ، طس ، لیس ○
ظم ○ حم ○ عسق ○ کھیمص ○
الر ، الم ○ المر ، طسم ○
المص ○

الم ○ اللہ ○ الم ○ اللہ ○
الف لوم میم ○ اللہ ○ الف لوم میم ○ اللہ ○

الْمَدَّ الْعَارِضُ لِلسُّكُونِ

س : مد عارض للسكون کسے کہتے ہیں اور اس کی مقدار منزلہ کیا ہے ؟
 ج : جب حرف مدہ کے بعد سکون واقع ہو لیکن اصلی لازمی نہ ہو بلکہ عارضی ہو
 یعنی وقف کی وجہ سے سکون ہو گیا ہو۔ تو حرف مدہ کی آواز بڑھا کر مد کرنا
 چاہیے اسے "مَدَّ عَارِضُ لِلسُّكُونِ" کہتے ہیں اور اس کی مقدار منزلہ
 طول، توسط، قصر ہے۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ جب شرط و محل مد حرف مدہ ہو اور
 اس کے بعد سبب مد سکون عارض ہو یعنی بوجہ وقف کے سکون عارض ہو گیا ہو
 جس کی سورت یہ "اے و و اے ح ح" ہوتی ہے، تو ایسے موقع
 پر محل مد یعنی مدہ کی آواز بڑھا کر طول، توسط یا قصر کرنا چاہیے یعنی مقدار پر
 ثلاثہ میں سے کسی ایک مقدار کو اختیار کرنا چاہیے اسے "مَدَّ عَارِضُ لِلسُّكُونِ"
 یا مَدَّ عَارِضٌ وَقْفِي" کہتے ہیں نیز اسے "مَدَّ جَائِزٌ" بھی کہتے ہیں کیونکہ
 عند القراء اس میں قصر جائز ہے۔

مد عارض للسكون میں اول درجہ طول کا ہے بوجہ اجتماع ساکنین اغداداً بالعارض
 کے دوسرے درجہ توسط کا ہے بوجہ مراعات اجتماع ساکنین موہ ملاحظہ عارض کے اور
 تیسرے درجہ قصر کا ہے بوجہ عارض کے یعنی اس قسم کے اجتماع ساکنین چونکہ مد کو مقتضی
 ہوتا ہے اس لیے سکون کے عارض ہونے کو کوئی حیثیت دینے سے بغیر اولاً طول کیا
 جاتا ہے اور فی الجملہ اجتماع ساکنین کی رعایت کرنے ہوتے اور کچھ سکون

کے عارض ہونے کو خثیت دیتے ہوئے ثانیاً توسط کیا جاتا اور سکون کے
عارض ہونے کو پوری خثیت دے کر اور اسے کالعدم قرار دیتے ہوئے ثالثاً
قصر کیا جاتا ہے۔

مدنارض چونکہ موقوف علی الوقف ہوتا ہے اس لیے وقف کی طرف منسوب
کیا جاتا ہے اور وقف کے طریقے مختلف ہیں یعنی حرف مدہ کے بعد جس حرف کو
ساکن کیا جاتا ہے اور جس کا سکون عارض مد کا سبب بنتا ہے وہ کبھی مفتوح و منسوب
ہوتا ہے۔ کبھی مکسور و مجرد اور کبھی مضموم و مرفوع۔

پس اگر مؤذون علیہ مفتوح و منسوب ہے تو اس پر وقف بالاسکان
المجرد ہوگا اور مد میں تین وجہیں جائز ہوں گی۔ طول، توسط، قصر۔
اگر مؤذون علیہ مکسور و مخفوض ہے تو اس پر وقف بالاسکان مجرد
اور وقف بالروم ہوگا اور مد میں چار وجہیں جائز ہوں گی۔ طول، توسط
قصر بالاسکان مجرد اور قصر مع الروم۔

اور اگر مؤذون علیہ مضموم و مرفوع ہے تو اس پر وقف بالاسکان
المجرد، وقف بالاسکان مع الاشمام اور وقف بالروم ہوگا۔ اور مد میں سات وجہیں
جائز ہوں گی۔ طول، توسط، قصر مع الاسکان مجرد، طول، توسط، قصر بالاسکان
مع الاشمام اور قصر مع الروم۔

اگر حرف مدہ کے بعد مد کے دونوں سبب پائے جائیں یعنی ہمزه اور سکون
عارض جیسے: قَرُوْا نَسِيْءًا تَوَابِيْئِيًّا جگہ پر مد عارض کے
پیش نظر قصر جائز نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں سبب اصلی کا الغاء اور سبب

عارضی کا اعتبار لازم آئے گا۔

مدعارض کی وجہ اختیار کرنے میں قاری خود مختار ہوتا ہے اور اس کی وجہ ثلاثہ میں سے جو وجہ چاہے اختیار کر سکتا ہے مگر لَا تَبْطُلُوا أَعْمَالَكُمْ کے مقتضی پر اور لَزِمَ النَّفْلُ بِالشَّرُوحِ کے تحت جو وجہ اختیار کر لی جائے تا آخر ثلاثہ اسی پر قائم اور عامل رہنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ کبھی کوئی وجہ پڑھ لی جائے اور کبھی کوئی وجہ کیونکہ عند النقر بخلط فی الوجہ بھی مکروہ و معیوب ہوتا ہے اور ایسا ہی عدم تسوؤ فی مقدار الوجہ کما وَاللَّفْظُ فِي تَطْبِيرِهِ كَمَثَلِهِ ہاں اگر اعلان وجوہ جائزہ مطلوب و مقصود ہو تو پھر مباح اور غیر ممنوع ہے

مدعارض کی وجوہ ثلاثہ کو باہم دیگر ملائے اور ضرب وینے سے عقل و جہیں بہت سی بنتی ہیں مگر یہاں وجوہ جائزہ بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ قواعد کو ترتیب دینا مطلوب ہے۔ لہذا حروف مدہ ثلاثہ کے پیش نظر مدعارض کو بھی تین قاعدوں میں ترتیب دیا جاتا ہے۔

المدَّ العارضُ الوقفيُّ على الألفِ

س : مد عارض و قفی علی الف کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب کسی کلمہ میں الف مدہ یا اس کے قائم مقام فتحہ قائمہ کے بعد سکون کامل

وقف کی وجہ سے عارض ہو جائے تو الف مدہ پر طول، توسط یا قصر

کرنا چاہیے اسے "مدَّ عارضُ وقفیُّ علی الألفِ" کہتے ہیں

توضیح الجواب : جاننا چاہیے کہ جب کسی کلمہ میں محل مد الف مدہ

ہو خواہ مرسوم ہو یا غیر مرسوم، اور اس کے بعد سکون، بوجہ وقف علی الکلمہ

کے عارض ہو جائے جس کی صورت یہ "ا، ا، ا، ا" ہو جاتی ہے۔

تو الف مدہ کو کامل الافتتاح فم اور ارتفاع صوت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے اور

امتداد صوت بقدر مقدار طول، توسط یا قصر ہونی چاہیے یعنی مقدار پر ثلاثہ

میں سے کسی ایک مقدار کو اختیار کرنا چاہیے۔ اس میں چونکہ محل مد الف اور

سبب مد عارض بوجہ وقف ہوتا ہے اس لیے اسے "مدَّ عارضُ

وقفیُّ علی الألفِ" کہتے ہیں۔

القاعدة

أَنْ بَانَ شَانُ شَانُ جَانُ حَانُ دَانُ ذَانُ

سَانَ زَانَ سَانَ شَانَ صَانَ ضَانَ طَانَ ظَانَ

عَانَ غَانُ فَاَنَّ قَانَ كَانَ لَانَ مَانَ سَانَ
وَإِنَّ هَانَ ءَانَ يَانَ

وَالْأَمْثَلَةُ

- إِنَّ هَذَا الشَّيْءَ عَجَابٌ ○ : إِنَّ هَذَا الشَّيْءَ عَجَابٌ ○
○ إِنَّ هَذَا إِلَّا اخْتِلَافٌ ○ : إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ○
○ وَأَخْرَمِينَ شَكْلِهِ أَرْوَاجٌ ○ : كُنَّا نَعُدُّ هَرَمِينَ الْأَشْرَاسِ ○
○ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّاسُ ○ : وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَرِيْرُ الْفَقَّاسُ ○
○ إِرَامَ ذَاتِ الْعِمَادِ ○ : رَبِّكَ الْعَزِيْزُ الْوَهَّابُ ○
○ وَلَا تَحْسِبَنَّ مَنَاصِدُ ○ : سَبِيحٌ لِّلرَّحْمٰنِ الْوَهَّابِ ○
○ فَكَثُرَ فِيهَا الْفَسَادُ ○ : إِنَّ رَبِّيَّ بِالْمَرْصَدِ ○
○ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○ : ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ○
○ إِنَّكَ سَبِيحُ الدُّعَاءِ ○ : يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَاءُ ○
○ لَمْ تَفْدُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ ○ : وَنَحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ ○
○ فِيهِمَا عَيْنٌ تَجْرِيْنِ ○ : فِيهِمَا عَيْنٌ نَّضَافَتِنِ ○
○ وَمِنْ دُونِهِمَا جَنَّتِنِ ○ : فَبِأَيِّ الْأَعْرَابِ كَمَا تُكذِّبِنِ ○
○ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ ○ : الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ○

الْمَدُّ الْعَارِضُ الْوَقْفِيُّ عَلَى الْوَاوِ

س : مد عارض وقفی علی الواو کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب کسی کلمہ میں واو مدہ یا اس کے قائم مقام ضمہ مقلوبہ کے بعد سکون کا محل وقف کی وجہ سے عارض ہو جائے تو واو مدہ پر طول توسط یا قصر کرنا چاہیے اسے " مَدٌّ عَارِضٌ وَقْفِيُّ عَلَى الْوَاوِ " کہتے ہیں۔

توضیح الجواب : عانا چاہیے کہ جب کسی کلمہ میں محل مدہ واو مدہ ہو، خونہ مرسومہ یا غیر مرسومہ اور اس کے بعد سکون کامل بوجہ وقف علی النغمہ کے عارض ہو جائے جس کی صورت یہ " تے و تے " ہو جاتی ہے، تو واو مدہ کو کامل انضمام شفتین اور امامت صوت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے اور امتداد صوت بقدر مقدار طول توسط یا قصر ہونی چاہیے یعنی متساویہ ثلاثہ میں سے کسی ایک مقدار کو اختیار کرنا چاہیے، اس مد میں چونکہ محل مدہ واو مدہ اور سبب مد عارض بوجہ وقف ہوتا ہے اس لئے اسے " مَدٌّ عَارِضٌ وَقْفِيُّ عَلَى الْوَاوِ " کہتے ہیں۔

الْقَاعِدَاتُ

اَوْنٌ بُونٌ تُونٌ ثُونٌ جُونٌ حُونٌ خُونٌ دُونٌ ذُونٌ
رُونٌ زُونٌ سُونٌ شُونٌ صُونٌ ضُونٌ طُونٌ ظُونٌ
عُونٌ غُونٌ فُونٌ قُونٌ كُونٌ لُونٌ مُونٌ نُونٌ وُونٌ
ءُونٌ هُونٌ يُونٌ

وَالْأَمْثَلَةُ

- وَمِثَارًا قَدْ هَرُيْفِقُونَ ○ : ○ وَيَا آخِرَةَ هُمْ يُوْقِنُونَ ○
 وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ : ○ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ○
 وَاللَّهُ بِصِيرَتِهِمْ أَعْيُنُونَ ○ : ○ وَنَحْنُ لَهُ مُسِيمُونَ ○
 وَأَشْكُرُوكَ وَلَا تَكْفُرُونَ ○ : ○ إِنْ كُنْتُمْ آيَاةً تَعْبُدُونَ ○
 وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ○ : ○ إِنْ سَأَلْتُمْ رَحِيمَ اللَّهِ وَدُونَهُ ○
 وَيَسَّ الْوَرْدَ الْمَوْرُودُ ○ : ○ عَدَفًا غَيْرَ مَجْدُودٍ ○
 نَصِيبُهُ غَيْرَ مَنْقُوصٍ ○ : ○ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ ○
 وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ : ○ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ○
 مَا فِي أَنْفُسِكُمْ فَأَخْذَرُوكَ ○ : ○ فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ○
 فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاعِلُونَ ○ : ○ كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَّا يَسْتَوُونَ ○

الْمَدَّ الْعَارِضُ الْوَقْفِيُّ عَلَى الْيَاءِ

س : مد عارض وقفی علی یاء کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب کسی کلمہ میں یاء مدہ یا اس کے قائم مقام کسرۃ قائم کے بعد سکون کامل وقف

کی وجہ سے عارض ہو جائے تو یا مدہ پر طول، توسط یا قصر کرنا چاہیے اسے

”مَدَّ عَارِضٌ وَقْفِيُّ عَلَى الْيَاءِ“ کہتے ہیں۔

توضیح الجواب :۔ جاننا چاہیے کہ جب کسی کلمہ میں محل مدہ یاء مدہ ہو

خواہ مرسوم ہو یا غیر مرسوم اور اس کے بعد سکون کامل بوجہ وقف علی الکلمہ کے عارض

ہو جائے جس کی صورت یہ ”حی ۲ ۲ ۲“ ہو جاتی ہے تو یاء مدہ کو

استخفاف فہم اور انکسار صوت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے اور امتداد صوت بقدر مقدار

طول، توسط یا قصر ہونی چاہیے یعنی مقادیر ثلاثہ میں سے کسی ایک مقدار کو اختیار

کرنا چاہیے۔ اور اس مد میں چونکہ محل مدہ یا مدہ اور سبب مد عارض بوجہ وقف

ہوتا ہے اس لئے اسے ”مَدَّ عَارِضٌ وَقْفِيُّ عَلَى الْيَاءِ“ کہتے ہیں۔

الْقَاعِدَاتُ

اَيْنُ يَيْنُ تَيْنُ شَيْنُ جَيْنُ حَيْنُ خَيْنُ دَيْنُ ذَيْنُ رَيْنُ

زَيْنُ سَيْنُ شَيْنُ صَيْنُ ضَيْنُ طَيْنُ ظَيْنُ عَيْنُ غَيْنُ

فَيْنُ قَيْنُ كَيْنُ لَيْنُ مَيْنُ نَيْنُ وَيْنُ هَيْنُ ثَيْنُ يَيْنُ

وَالْأَمْثَلَةُ

- أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ○ : بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○
 الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ : الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○
 مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ ○ : أَيَّاكَ نَعْبُدُ وَأَيَّاكَ نَسْتَعِينُ ○
 اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ○ : غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ○
 فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ○ : وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ ○
 وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ○ : وَاللَّهُ مُجِيبُ الدُّعَاءِ الْكَافِرِينَ ○
 فَتَكُونُوا مِنَ الظَّالِمِينَ ○ : وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ○
 وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ : وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ○
 بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ○ : وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○
 وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ○ : وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ○

وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ ○ : أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَمَارِ ○

الْمَدُّ اللَّيِّنُ الْعَارِضُ

س : مدّ لیں عارض کسے کہتے ہیں اور اس کی مقدار منزلہ کیا ہے ؟
 ج : جب حرف لیں کے بعد سکون واقع ہو لیکن یہ سکون اصلی نہ ہو بلکہ عارضی ہو یعنی وقف کی وجہ سے سکون ہو گیا ہو تو حرف لیں کی آواز بڑھا کر مد کرنا جائز ہے اسے "مَدِّ لَيْنٍ عَارِضٌ" کہتے ہیں اور اس کی مقدار منزلہ قصر تو وسط طول ہے۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ :- جاننا چاہیے کہ جب شرط و محل مد حرف لیں ہو اور اس کے بعد سبب مد سکون عارض ہو یعنی بوجہ وقف عارض ہو گیا ہو جس کی صورت یہ "ء و ؓ ۚ ۛ ۞" ہوتی ہے تو ایسے موقع پر محل مد یعنی حرف لیں کی آواز بڑھا کر قصر تو وسط یا طول کرنا چاہیے یعنی مقدار بڑھانے میں سے کسی ایک مقدار کو اختیار کرنا چاہیے اسے "مَدِّ لَيْنٍ عَارِضٌ" کہتے ہیں نیز اسے مد لیں وقفی بھی کہتے ہیں مد لیں عارض میں شرط و محل مد حرف لیں ہے اور حرف لیں کی ذات میں مدیت اصل نہیں بلکہ ثبوت مد کی وجہ سے ہے اس لیے مد لیں عارض میں اول درجہ قصر کا ہے پھر تو وسط کا اور پھر طول کا یعنی اس قسم کا اجتماع ساکنین بھی چونکہ مد کو مقتضی ہوتا ہے اس لیے قصر کے بعد تو وسط اور طول بھی جائز ہے۔ قصر بوجہ عدم اعتداد بالعارض کے۔ تو وسط بوجہ اجتماع ساکنین مع ملاحظہ عارض کے اور طول بوجہ اعتداد بالعارض کے۔

مد لیں عارض بھی موقوف علی الوقف ہوتا ہے اس لیے وقف کی طرف منسوب ہوتا ہے اور وقف کے طریقے مختلف ہیں۔ یعنی کلمہ موقوف علیہ میں حرف لیں کے بعد

جس طرف کو ساکن کیا جاتا ہے اور جو مد کا سبب بنتا ہے وہ مفتوح ہوگا یا مکسور یا
مضموم۔ پس اگر موقوف علیہ مفتوح ہے تو اس پر وقف بالاسکان المبرور ہوگا اور
مد میں تین وجہیں جائز ہوں گی قصر، توسط، طول۔

اور اگر موقوف علیہ مکسور ہے تو اس پر وقف بالاسکان المبرور اور وقف بالاروم
ہوگا اور مد میں چار وجہیں جائز ہوں گی قصر، توسط، طول بالاسکان المبرور اور قصر بالاروم
اور اگر موقوف علیہ مضموم ہے تو اس پر وقف بالاسکان المبرور وقف بالاسکان
مع الاشمام اور وقف بالاروم ہوگا اور مد میں سات وجہیں جائز ہوں گی قصر، توسط
طول بالاسکان المبرور قصر، توسط، طول بالاسکان مع الاشمام اور قصر مع الاروم۔

مدلین عارض کی وجہ اختیار کرنے میں بھی قاری کو اختیار ہوتا ہے کہ اس کے اوجہ
ثلاثہ میں سے جو وجہ چاہے اختیار کرے مگر لزوم النقل بالشرع کے تحت جو بھی وجہ اختیار
کر لی جائے آخر تلاوت تک اسی پر کار بند رہنا چاہیے۔ کبھی کوئی وجہ اور کبھی کوئی وجہ
پڑھنا اور اختیار کرنا مستحسن نہیں۔ الا لا اعلان الوجوہ ایسا ہی جب دوران تلاوت میں
مدلین عارض کسی جگہ جمع ہوں جیسے سورۃ قریش میں تو تسویہ بین الوجوہ اشد ضروری ہوتا
ہے۔ کما مر۔ واللفظ فی نظیرہ کثلہ۔ ولزم النقل بالشرع

یہ اصول پیش نظر رکھنا چاہیے کہ مد عارض للسکون قوی ہے اور اس میں طول
اولیٰ ہے پھر توسط کا درجہ ہے کہ یہ قریب الی الاولیٰ ہے اور پھر قصہ کام ترتیب ہے کہ
یہ بعید عن الاولیٰ ہے۔ بخلاف مدلین عارض کے کہ اس میں قصہ اولیٰ ہے پھر توسط
کا درجہ ہے کہ یہ قریب الی الاولیٰ ہے اور پھر طول کام ترتیب ہے کیونکہ یہ بعید عن الاولیٰ
ہے۔

پس جب دوران تلاوت میں مد عارض لسکون اور مد لین عارض جمع ہوں اور
 مثلاً مد عارض وقفی مقدم ہو اور مد لین عارض مؤخر جیسے ، اَلَّذِي اَطْعَمَهُمْ
 مِنْ جُوعِهِ وَ اَمَّنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ ۱۵ اور مد عارض وقفی میں طول اختیار کیا جائے
 تو مد لین عارض میں قصر توسط طول تینوں وجہیں جائز ہوں گی اور اگر مد عارض وقفی
 میں توسط اختیار کیا ہے تو مد لین عارض میں قصر توسط دو وجہیں جائز ہوں گی اور
 طول جائز ہوگا اور اگر مد عارض وقفی میں قصر اختیار کیا ہے تو مد لین عارض میں فقط
 قصر ہی جائز ہوگا ، توسط اور طول جائز نہیں ہوگا۔

اور اگر مد لین عارض مقدم ہے اور مد عارض وقفی مؤخر جیسے ، يَجْعَلُونَ
 اَصَابِعَهُمْ فِيْ اَازَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاغِ حَذْرَ الْمَوْتِ ۱۶
 وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ بِالْكَافِرِيْنَ ۱۷ اور مد لین عارض میں قصر کیا ہے تو مد
 عارض وقفی میں طول توسط قصر تینوں وجہیں جائز ہوں گی اور مد لین عارض میں
 توسط کیا ہے تو مد عارض وقفی میں طول توسط دو وجہیں جائز ہوں گی اور قصر جائز نہیں
 اور اگر مد لین عارض میں طول کیا ہے تو مد عارض وقفی میں فقط طول ہی جائز ہے
 توسط اور قصر جائز نہیں خلاصہ یہ کہ دونوں میں وجہ اولیٰ و افضل اختیار کرنا چاہیے
 یا پھر دونوں میں وہ وجہ اختیار کرنی چاہیے جو تہیب الی الاولیٰ ہو اور جو وجہ بعد
 عن الاولیٰ ہو اسے اختیار کرنے میں غیر اولیٰ کو اولیٰ پر ترجیح لازم آتی ہے اور یہ جائز
 نہیں ہے۔

مد لین عارض کی وجوہ ثلاثہ کو ضرب دینے یا اس کے آدھ ثلاثہ کو مد عارض وقفی
 کی وجوہ ثلاثہ سے ضرب دینے میں عقلی وجہیں بہت سی بنتی ہیں لیکن یہاں وجوہ جائزہ

بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ قواعد کو ترتیب دینا مطلوب ہے لہذا حروف لہین کے پیش نظر مد لہین عارض کو دو قاعدوں میں ترتیب دیا جائے۔

الْمَدُّ اللَّيِّنُ الْعَارِضُ عَلَى الْوَاوِ

اس مد لہین عارض علی الواو کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب کسی نیم موقوف عیبہ میں واو لہین کے بعد سکون کامل و وقف کی وجہ سے عارض ہو جائے تو واو لہین پر قصر، توسط یا طول کرنا چاہیے اسے "مد لہین عارض علی الواو" کہتے ہیں۔

توضیح الجواب : جانشا پہنچنے کے وقت کسی کلمہ میں محل مد واو لہین ہو اور اس کے بعد سکون محض ہو تو وقف علی الکر کے عارض ہو جانے کی صورت یہ ہے کہ وقت ہوتی ہے تو واو لہین کو کامل انضمام شفتین اور امامت صوت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے اور امتداد صوت بقدر مقدار قصر، توسط یا طول ہونی چاہیے یعنی مقدار پر نشانہ میں کسی ایک مقدار کو اختیار کرنا چاہیے اور اس مد میں چونکہ محل مد واو لہین ہوتا ہے اور سبب و موجب مد عارض ہو جو وقف ہوتا ہے اس لئے اسے "مد لہین عارض علی الواو" کہتے ہیں۔

مد لہین عارض علی الواو میں چونکہ محل مد واو لہین ہوتا ہے اور واو لہین کی حالت میں مد نہیں بلکہ شبہ مد کی وجہ سے اس میں مدیت پیدا کی جاتی ہے اس لئے اس کی ادائیگی میں خاص طور پر یہ خیال رکھنا چاہیے کہ وہ اپنی صفت لہین کے ساتھ بطریق احسن

ادارہ سوزالہا کے ادا کرنے میں کامل انضمامِ شقیین اور امامتِ صوت کے ساتھ
اس کی آواز نہایت نرمی سے بڑھانی چاہیے اور شقیین کی یہ مخصوص کیفیت انضمامِ بدتو
قائم رکھنی چاہیے تا وقتیکہ مقررہ مقادیر میں سے اختیار کردہ مقدار بطریق احسن پوری
ہو جائے۔

الْقَاعِدَةُ

اَوْنٌ هَوْنٌ عَوْنٌ سَوْنٌ غَوْنٌ خَوْنٌ قَوْنٌ كَوْنٌ
جَوْنٌ شَوْنٌ يَوْنٌ ضَوْنٌ كَوْنٌ جَوْنٌ شَوْنٌ سَوْنٌ
ضَوْنٌ لَوْنٌ نَوْنٌ رَوْنٌ ظَوْنٌ ذَوْنٌ ثَوْنٌ صَوْنٌ
زَوْنٌ سَوْنٌ فَوْنٌ بَوْنٌ مَوْنٌ وَوْنٌ

وَالْأَمْثَلَةُ

وَأَمَّنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ : فَأَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةُ الْمَوْتِ
إِذْ نَفَسْتُمْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ : لَا تَأْخُذْ لَأْسِنَةٍ وَلَا نَوْمِ
مَا لَا يَرْضَى مِنَ الْقَوْلِ : شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الصُّلْبِ
الظَّالِمِينَ بِاللَّهِ ظَنُّ السُّوءِ : عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السُّوءِ
بِالْخَيْرَةِ مَثَلُ السُّوءِ : لَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنَ
مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ : إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ
وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ :

الْمَدُّ اللَّيْنُ الْعَارِضُ عَلَى الْبَيَاءِ

س : مدین عارض علی البیاء کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب کسی کلمہ موقوف علیہ میں یاء لین کے بعد سکونِ کامل وقف کی وجہ سے عارض ہو جائے تو یاء لین پر قصر، توسط یا طول کرنا چاہیے اسے مَدِّ لَيِّنٌ

عَارِضٌ عَلَى الْبَيَاءِ کہتے ہیں۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ جب کسی کلمہ میں محل مد یا لین ہو اور اس کے بعد سکون محض بوجہ وقف علی الکلمہ کے عارض ہو جس کی صورت یہ ”سے می“ ہوتی ہے، تو یاء لین کو انکسارِ فم اور انخفاضِ صوت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے اور امتدادِ صوت بقدر مقدارِ قصر، توسط یا طول ہونی چاہیے یعنی مقدارِ ثلاثانہ میں سے کسی ایک مقدار کو اختیار کرنا چاہیے اور اس مد میں چونکہ محل مد یا لین ہوتی ہے اور سبب و موجب مد، عارض بوجہ وقف ہوتا ہے اس لیے اسے ”مَدِّ لَيِّنٌ عَارِضٌ عَلَى الْبَيَاءِ“ کہتے ہیں۔

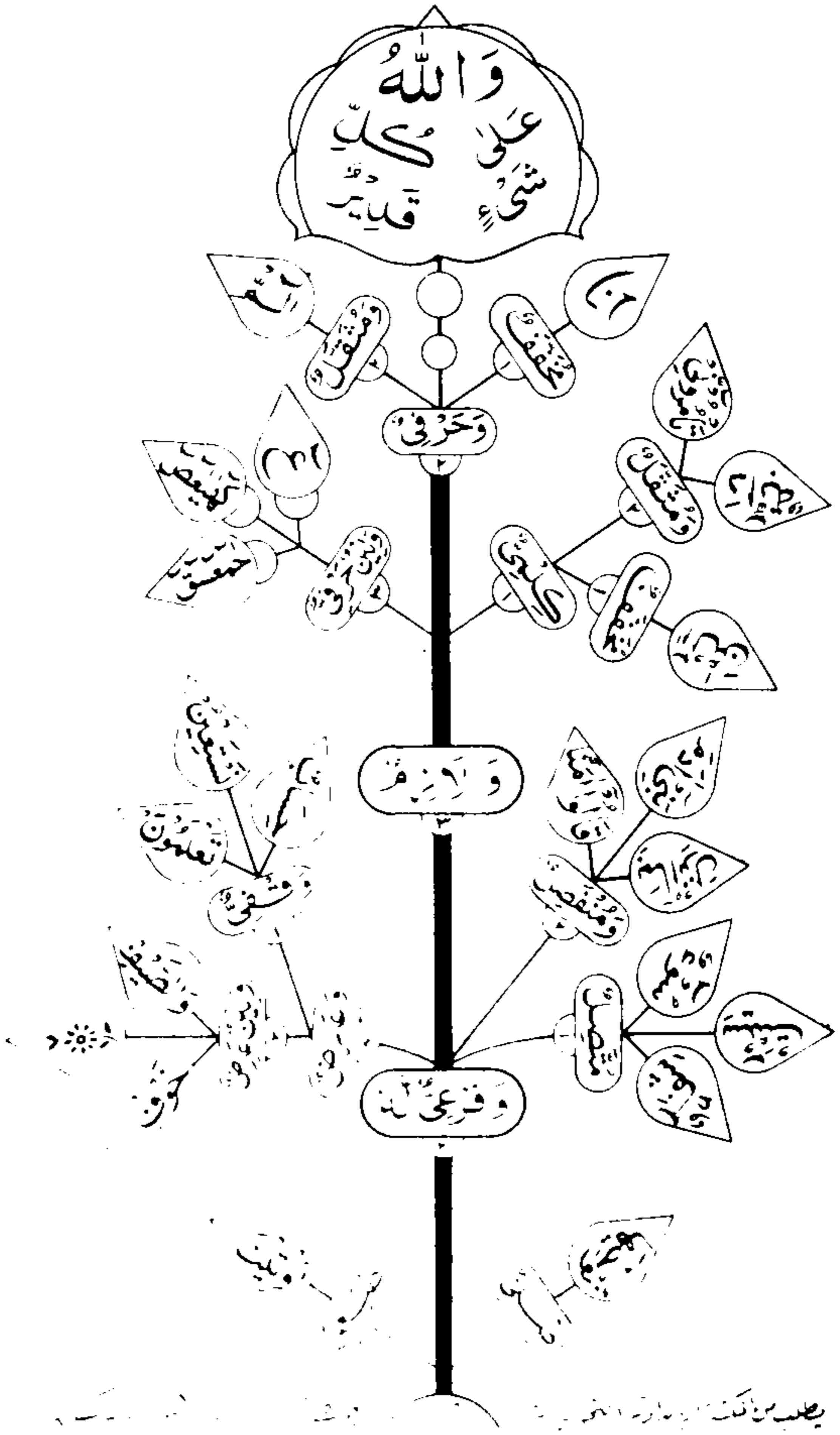
مدین عارض علی الیاء میں چونکہ محل مد یا لین ہوتی ہے اور یاء لین کی ذات میں مد نہیں بلکہ شبہ مد کی وجہ سے اس میں مدیت پیدا کی جاتی ہے اس لیے اس کی ادائیگی میں خاص طور پر یہ خیال رکھنا چاہیے کہ وہ اپنی صفت لین کے ساتھ بطریق احسن ادا ہو پس یاء لین کے ادا کرنے میں وسط لسان کو حرکت اعلیٰ سے اس طرح لگانا چاہیے کہ نوکِ زبان کی طرف خروجِ صوت کے لیے راستہ کھلا رہے اور زبان کی یہ مخصوص کیفیت بدستور قائم رہے تا وقتیکہ مقررہ مقدار میں سے اختیاً کردہ مقدار بطریق احسن پوری ہو جائے۔

الْقَاعِدَةُ

أَيْنَ هَيْنَ، عَيْنٌ حَيْنٌ، غَيْنٌ خَيْنٌ، قَيْنٌ كَيْنٌ، جَيْنٌ
 شَيْنٌ يَيْنٌ، ضَيْنٌ لَيْنٌ، نَيْنٌ رَيْنٌ، طَيْنٌ دَيْنٌ، تَيْنٌ
 ظَيْنٌ ثَيْنٌ، صَيْنٌ زَيْنٌ، سَيْنٌ فَيْنٌ، بَيْنٌ مَيْنٌ، وَوَيْنٌ

وَالْأَمْثَلَةُ

رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ۝ : فَالْيَعْبُدُ وَارَابَ هَذَا الْبَيْتِ ۝
 أَلَمْ نَجْعَلْهُ عَيْنَيْنِ ۝ : وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ۝
 وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ۝ : وَرَبُّ الْمَغْرِبِينَ ۝
 مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ ۝ : يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنِ ۝
 لَمْ تَسْفُدْهُ وَالْهَيْئِ اثْنَيْنِ ۝ : مِثْلِيهِمْ رَأَى الْعَيْنِ ۝
 أَنْتُمْ الصِّيَامُ إِلَى اللَّيْلِ ۝ : وَتَوَلَّى الْفِجَارَ فِي اللَّيْلِ ز
 عَلَيْكُمْ الْأَنَامِلُ مِنَ الْغَيْظِ ۝ : لَمْ تَكْثُرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۝
 أَنَارَبُكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۝ : وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ ۝
 وَذَرُوا الْبَيْعَ ۝ : وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۝
 يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۝ : بِسِرِّكَ الْخَيْرُ ۝



یطلب من اذنت الی ما اراد ان یخبر به

الجزء الحادى عشر فى احوال الميم والنون

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الغنة وحرف الغنة

س : غنة كسے کہتے ہیں اور حرف غنة كسے اور غنة كى مقدار منزلہ كیہ ہے ؟
ج : خیشوم . یعنی ناك میں آواز لے جانے كو غنة کہتے ہیں اور ميم و نون مشدوكو حرف
غنة کہتے ہیں اور غنة كا مقدار منزلہ ایک الف یعنی دو حرکت كے برابر ہے !

توضیح الجواب ، جاننا چاہئے کہ غنة ایک لذیذ خوش کن اور خوش سماعت آواز
ہے جو خیشوم سے ادا ہوتی ہے . الْغُنَّةُ صَوْتُ لَدِيذٍ يَخْرُجُ مِنْ
الْخِشْوَمِ اور غنة دو قسم پر ہے . اصلی و فرعى . اصلی غنة وہ ہے جو ميم اور نون
كے ساتھ بطور صفت لازمہ كے مخصوص ہوتا ہے اور تلفظ كرتے ہی ادا ہو جاتا ہے
جس سے ميم و نون كى ذات كمل ہو جاتی ہے . یہی وجہ ہے کہ اگر یہ ذاتی اور اصلی غنة ميم
و نون سے سلب كر لیا جائے تو یہ دونوں ادا نہیں ہوتے یا ناقص ادا ہو جاتے ہیں .

جب ميم و نون كو وضع كلمہ كے وقت مشدوكا جانا ہے تو ایسی حالت میں تيققہ
كلمہ میں حرف كمر ہو جاتا ہے . یعنی ميم مشدوكے ميم اور نون مشدوكے نون ہونے
ہیں . اس لئے دونوں كى سفت غنة لكمر مقدار دكنی ہو جاتی ہے اور صوت غنة خیشوم
میں دبرتك یعنی بقدر مقدار الف ركنی جاتی ہے . اور صوت خیشومى كو غنة ذاتی

اَنَا نَمَّا عَمَّا فَلَمَّا : اَلْيَمِّ الْغَمِّ اِثْمَةٌ عَمِيَّتْ
 اَمَلْتُ اَنْ دَمَّرَ مَسْمَى : تَعَدَّتْ فَتَنَتْ سَبَّكُمُ صَبَّ
 اِنَّا اِنَّا عَمَّا مِمَّا كُنَّا : اِنِّي اِنِّي عَنِّي مِمِّي لَوْ كُنِّي
 اِنَّهَا اِنَّهَا اِنَّهَا اِنَّهَا اِنَّهَا : اِنَّكَ اِنَّكَ اِنَّكَ اِنَّكَ اِنَّكَ
 هُنَّ لَهُنَّ اِنَّهِنَّ لَتَرُونَّ : لَتُرِيدُنَّ لَتَسْعَلُنَّ لَتَعُوذُنَّ
 لَتَهْلِكُنَّ تَهْوَتُنَّ فَلْيَغِيْرُنَّ : فَلْيَبْتَئِكُنَّ لَوَغَلِبُنَّ لَتُسْكِنَنَّكُمْ
 لِيَجْمَعَنَّكُمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ : لَا زِيْدَتَكُمْ وَلَا مَنِيْنَتَهُمْ
 وَلَا مَرِيْتَهُمْ وَلَا ضِلَّتَهُمْ : جَهَنَّمَ جَنَّتْ جَنَّةٌ سُنَّتْ
 لَتَجِدَنَّ لَكِنَّ لَكِنَّا هُوَ اللهُ : رَاقِسُنَّ وَكِسُوْتُهُنَّ كِيْدَهُنَّ
 وَعَاشِرُوْهُنَّ كَرِهَتْهُنَّ : لَا تَقْضُوْهُنَّ اَتَيْتُهُنَّ

أحكام الميم الساكنة

س : میم ساکن کے احکام کتنے ہیں ؟

ج : میم ساکن کے تین احکام ہیں۔

(۱) ادغام صغیر مثلین (۲) اخفاء شفوی (۳) اظہار شفوی۔

توضیح الجواب : جاننا چاہیے کہ میم ساکن اپنے مخصوص مخرج اور مخصوص صفت

غز کی وجہ سے دوسرے حروف سے ممتاز ہے اور اس کے احکام متعدد ہیں۔ اس نے

اہل فن اسے مستقل طور سے بیان کرتے ہیں۔

یہ جاننا چاہیے کہ میم ساکن : م : باعتبار وقوعہ قبل حروف الصجاء ،
تین مقام پر واقع ہوتا ہے۔ کبھی وہ میم متحرک سے قبل واقع ہوتا ہے۔ کبھی وہ
ب : متحرک سے قبل واقع ہوتا ہے۔ اور کبھی وہ دیگر حروف متحرک سے قبل واقع
ہوتا ہے۔

پس اس لحاظ سے محققین، مجودین، اور ماہرین بالقرآت کے نزدیک میم

ساکن "قبل حروف الصجاء" کے فقط تین احکام ہیں :

- ۱ :- الادغام الصغیر۔ فی المیم اللاتید۔
- ۲ :- الاخفاء شفوی، عند الباء المتحرکة۔
- ۳ :- الاظہار السفوی۔ قبل الحروف الباقیة۔

اب میم ساکن کے ان احکام ثلاثہ کا ان ہی عنوانات کے تحت مفصل بیان

کیا جاتا ہے :-

الإِدْغَامُ الصَّغِيرُ الْمُثَلِّينَ

س : ادغامِ صغیرِ مثلین کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب میم ساکن کے بعد دوسری میم واقع ہو جائے تو پہلے میم کو دوسری میم میں ملا کر ادغام کرنا چاہیے اور غزہ بقدر ایک الف بڑھا کر مثل ایک میم مشدد کے پڑنا چاہیے اسے « ادغامِ صغیرِ مثلین » کہتے ہیں۔

توضیحُ الجواب : جاننا چاہیے کہ جب اتصال کلمہ بالکلمہ کی وجہ سے دو میم مل جاتیں اور پہلا ساکن دوسرا متحرک ہو جس کی صورت یہ « مُمُّ مُمُّ » ہوتی ہے تو اجتماعِ مثلین یعنی میمین کی وجہ سے پہلے میم کو دوسرے میں ملا کر ادغام کرنا چاہیے اور غزہ بقدر ایک الف بڑھا کر مثل یکم واحد مشدد کے پڑنا چاہیے اسے « ادغامِ صغیرِ مثلین » کہتے ہیں۔

ادغامِ صغیرِ مثلین کے لئے یہ شرط ہے کہ پہلا میم ساکن اور دوسرا متحرک ہو اور اگر کسی جگہ پہلا میم متحرک ہو اور دوسرا ساکن جیسے « اَتَمَمْتُ » تو ادغام جائز نہ ہوگا کیونکہ ادغام اول کا دوسرے میں ہوا کرتا ہے نہ کہ دوسرے اول میں۔
میم ساکن کا یہ حکم اگرچہ ادغامِ متماثلین کے تحت اجمالاً گذر چکا ہے مگر میم ساکن کے ادغام میں چونکہ غزہ فرعی ہوتی ہے اس لئے دوسرے ادغام کے ساتھ اسے تفصیلاً اور تمہیناً لفظاً ذکر کیا جاتا ہے تاکہ کثرتِ امثال سے خوب ذہن نشین ہو جائے۔

الْقَاعِدَةُ

أَمْرٌ ، أَمْرٌ ، أَمْرٌ ، أَمْرٌ ، أَمْرٌ ، أَمْرٌ

وَالْأَمْثِلَةُ

إِلَيْكُمْ مَّرْسَلُونَ : أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ
 أَنْتُمْ مُؤْمِنُونَ : أَنْتُمْ مُظْلِمُونَ
 أَنْتُمْ مُدْهِنُونَ : إِنَّكُمْ مُشْرِكُونَ
 فِي تَلْوِينِهِمْ مَرَضٌ : مِنْهُمْ مَنْ آمَنَ
 بَيْنَهُمْ قِيَاسٌ : وَمَا هُمْ مِنْكُمْ
 إِنَّهُمْ مَعَكُمْ : وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى

الْإِخْفَاءُ الشَّفَوِيُّ

س : اخفاءِ شَفَوِی کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب میم ساکن کے بعد "ب" واقع ہو تو میم ساکن کو ادا کرتے وقت دونوں ہونٹوں کے خشکی کے حصّہ کو نرمی سے ملا کر اور صوتِ خیشوئی کو بقدر ایک الف بڑھا کر غنہ کرنا چاہیے اور پھر دونوں کے کھلنے سے پہلے ہی تری کے سترہ کو سختی سے دبا کر "ب" کو ادا کرنا چاہیے اسے "اخفاءِ شَفَوِی" کہتے ہیں۔

توضیح الجواب۔ جاننا چاہیے کہ جب میم ساکن کے بعد حرف "ب" واقع ہو جاتے تو ام ایک ہونٹوں پر زیادہ دباؤ میں جس کی صورت یہ "مِ ب" ہوتی ہے تو میم ساکن کو ادا کرتے وقت دونوں ہونٹوں کے خشکی کے حصّہ کو نرمی سے ملا کر اور میم کی صفت غنہ خیشووم پر لیجا کر بقدر دو حرکت یعنی ایک الف غنہ کی مقدار پوری کرنی چاہیے اور جب غنہ کی مقدار منزلہ پوری ہو جاتے تو دونوں کے تری کے حصّہ کو سختی سے دبا کر "ب" کو ادا کرنا چاہیے اسے "اخفاءِ شَفَوِی" کہتے ہیں۔ . . .

۱۱۔ اداء شَفَوِیاً لِلطَّلَابِ اکثر قواعد کو کسی نہ کسی طرف منسوب کر دیا کرتے ہیں چنانچہ حسب معمول اس اخفاء کو اس کے محل یعنی شفقتین کی طرف منسوب کیا گیا ہے اسی وجہ سے اسے "اخفاءِ شَفَوِی" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

الْقَاعِدَةُ

أَمْرٌ، إِبٌّ، أَمْرِبٌ، أَمْرِبٌ، أَمْرِبٌ

وَالْأَمْثَلَةُ

أَمْرِيهِ كُنْتُمْ بِهِ : فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ
 يَعْتَصِمُ بِاللَّهِ : بَيْنَهُمْ بِمَعْرُوفٍ
 مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ : أَلْسِنَتُهُم بِالْكِتَابِ
 وَمَا هُمْ بِسُكْرَى : عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ
 فَأَحْكُمُ بَيْنَهُمْ : بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ
 وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ : أَلْسِنَتُهُمْ بِقُوَّةٍ
 وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ : وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ
 فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ : رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ
 يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ : بَعْضُكُمْ بَعْضًا
 فَاسْتَنْعَمْتُمْ بِخَلْقِهِمْ : قَدِيدًا أَكْرَبُ بَرَهَانَ

الْأَظْهَارِ الشَّفَوِيَّةِ

س : اظہارِ شفوی کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب میم ساکن کے بعد ب . ب کے علاوہ کوئی اور حرف واقع ہو تو وہ ایک کلمہ ہیں، سو یاد ہیں، تو یہ ساکن کو اس کے مزین سے نالص سکون اور مختصر صفت غنہ کے ساتھ نہایت صاف اور واضح طور سے ادا کرنا چاہیے۔ اسے "اظہارِ شفوی" کہتے ہیں۔

توضیح الجواب : جانا چاہیے کہ یہ میم ساکن کے بعد ب . ب کے سوا کوئی اور حرف واقع ہو جائے خواہ ایک تہم ہو یا دو کلمہ ہیں تو میم ساکن کو اس کے مخرج سے بے انطباق شقیں سے نہایت صاف اور واضح طور سے ادا کرنا چاہیے اسے "اظہارِ شفوی" کہتے ہیں۔

اظہارِ شفوی کے وقت یہ خیال رکھنا چاہیے کہ آواز نوٹ لرنے نکلے اور نہ حرکت پیدا ہو خصوصاً جبکہ میم کے بعد ب . ب واقع ہو تو بڑی احتیاط سے اظہار کرنا چاہیے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب میم کے بعد ب . ب واقع ہو تو میم کو ادا کرنے کے لئے خشکی شقیں کو مذوق کرنا چاہیے تاکہ میم اپنے ذاتی صفت غنہ کے ساتھ کماحقہ ادا ہو جائے پھر اس کے فوراً ہی بعد ثنائی علیا کنارہ نیچے کے مرنے کے ساتھ سے لے کر "ف" کو ادا کرنا چاہیے اور جب میم ساکن کے بعد "و" واقع ہو تو انطباق شقیں کے فوراً بعد انہم شقیں سے "م" لیتے ہوئے "و" ادا کرنا چاہیے۔ یہ کہہ کر ایک صیح اور کماحقہ ادا ہو۔

الْقَاعِدَةُ

أَمْرًا، أَمْرِي، أَمْرِي : أَمْرَجَ، أَمْرَحَ، أَمْرَخَ
 أَمْرَدًا، أَمْرَدًا، أَمْرَسًا : أَمْرَزَ، أَمْرَسَ، أَمْرَشَ
 أَمْرَضَ، أَمْرَضَ، أَمْرَكَ : أَمْرَهَ، أَمْرَعَا، أَمْرَعَا
 أَمْرَفَ : أَمْرَوَا

وَالْأَمْثَلَةُ

جَعَلَكُمْ أُمَّةً : كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ
 فَأَجَلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ : لَهُمْ جَنَّةٌ
 أَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ : كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ
 لَكُمْ دِينُكُمْ : جَاءَ تَهُمُ ذِكْرُهُمْ
 بَعَثَ فِيكُمْ رَسُولًا : فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ
 بَدَأَ لَهُمْ سَيِّئَاتٍ : عَلَيْكُمْ شَيْدًا
 إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ : يُضِلُّهُمْ ضَلَالًا
 أَذْهَبَتْ طَيْبَتِكُمْ : وَمِنْ تَخْتِهِمْ ظُلَلٌ
 فَلَهُمْ عَذَابٌ : عَلَيْهِمْ غَيْرُ الْمَغْضُوبِ
 ذَلِكَ قَوْلُكُمْ : وَمَزَّقْتُمْ كُلَّ مِمْرَةٍ
 لِأَنْ شَكَرْتُمْ لَا زَيْدَ لَكُمْ : عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ

لَا خَوَانِيهِمْ هَلُمَّ : وَلَا هُمْ يَنْظُرُونَ
 مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم : كُنْتُمْ فِيهِ
 وَيَمْدُ هُمْ فِي طُعِينِهِمْ : أَصَابِعُهُمْ فِي آذَانِهِمْ
 وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلْمَتٍ : إِلَّا جَاهِدْهُمْ فَيَسْخَرُونَ
 سَيَجْزِيهِمْ وَصَفَرُهُمْ : نَظَرْتَهُمْ وَتَرَكَ كِبَرَهُمْ
 بِسْمِعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ : وَمَا ظَلَمْتَهُمْ وَلَكِنْ ظَلَمُوا
 وَأَزْوَاجَهُمْ وَذُرِّيَّتَهُمْ : عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ

اللَّهُ

كُلِّ شَيْءٍ

خَالٍ

أَذْهَبَتْ طَبِيبَتِكُمْ

بِأَمْرِ مَهَبَةِ

مِنْ فَوْقِهِ ظَلَّلَ

مَتَوَاتِرَ مَهَبِي

وَهُمْ عَذَابٌ

مِثْلَهُمْ كَثِيرٌ

سَيَهْدُ غَضَبٌ

وَمِنْهُمْ مَهَبِي

وَيَمُدُّهُمْ فِي طَفِينِهِمْ

مِثْلَهُمْ مَهَبِي

أَمْرِكُمْ قَوْلُكُمْ

مِثْلَهُمْ مَهَبِي

مُرِّيْتُهُمْ كُلَّ مُمَرِّقٍ

مِثْلَهُمْ مَهَبِي

تَبِيحُ مَكْرَتِهِمْ لَا زَيْدَتَكُمْ

مِثْلَهُمْ مَهَبِي

عَلَّامًا فَعَلْتُمْ سُدِّ مِثْلَهُمْ

مِثْلَهُمْ مَهَبِي

سَيَهْدُ وَلَا الصَّائِرِينَ

مِثْلَهُمْ مَهَبِي

لَا حَوْلَ لَهُمْ هَلُمَّ

مِثْلَهُمْ مَهَبِي

فَأَنَّهُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ

مِثْلَهُمْ مَهَبِي

لَا هُمْ يَنْظُرُونَ

مِثْلَهُمْ مَهَبِي

وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ

إِلَيْكُمْ فَسَدُونَ

جِدِّي حَذِيبٌ

عِنْدَ الْبَاءِ الْأَمِّيَّةِ

فِي مِيمِ الْأَمِّيَّةِ

الرُّطْبُ لِقَتْوِي

الرُّحْفَاءُ الشَّفْوِي

الرُّدْعَاءُ سَعْدُ

قَبْلَ حُرَّةٍ فِي يَهْدِي

شَرَكَةُ

أَحْكَامُ الْمِيمِ السَّاكِنَةِ

بِأَنَّ مِثْلَهُ عَادَ لَيْسَ بِالْمِيمِ السَّاكِنَةِ

طَلَبُ مِثْلِهِ لَكُنْتُمْ إِذَا دَرِيءُ الْعَجْرِيَّةِ

أحكام النون الساكنة والتنوين

ج : نون ساکن اور تنوین کے احکام کتنے ہیں ؟

ج : نون ساکن اور تنوین کے احکام چار ہیں۔

اظہار، ادغام، انقلاب اور اخفاء۔

توضیح الجواب : جاننا چاہیے کہ نون ساکن اور تنوین بھی اپنی مخصوص صفت غنہ کی وجہ سے دوسرے حروف سے جدا اور ممتاز ہے اور اس کے احکام متعدد ہیں اس لئے اہل ادب اسے بھی مستقل عنوان سے بیان کرتے ہیں دیکھیے یہ نون ساکن ہے یعنی نون ساکن حرکات ثلاثہ سے عاری اور خالی ہوتا ہے اور خطاً و لفظاً اور صدقاً و تقاً ثابت اور موجود رہتا ہے اور اسماء و انعال اور حروف میں متوسط واقع ہوتا ہے اور کبھی مختلف

اور نون تنوین " ن " ایک نون ساکن زائد ہوتا ہے جو فقط اسماء کے آخر میں ملحق ہوتا ہے اور لفظاً و وصلاتاً ثابت رہتا ہے اور خطاً و تقاً ساقط ہو جاتا ہے یعنی نون تنوین اسماء کے آخر حروف کے حرکات مکررہ میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ پس دو حرکتوں کے پڑھنے کے وقت جو نون ساکن کی آواز پیدا ہوتی ہے وہی نون تنوین ہوتا ہے جسے نون زائد بھی کہتے ہیں۔

اہل لسان اور عامۃ الجودین۔ نون ساکن و تنوین کے باب میں حروف ہجاء کو چار حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

حروف اظہار، حروف ادغام، حرف قلب اور حروف اخفاء۔

چنانچہ حروفِ حلقی کو حروفِ اظہار، حروفِ یرْلُون کو حروفِ ادغام،
حرفِ بَاء کو حرفِ اقلاب اور باقی پندرہ حروف کو حروفِ اخفاء کے نام
سے موسوم کرتے ہیں۔ اسی واسطے نون ساکن اور تنوین کے چار احکام ہیں۔ اظہار
ادغام، اقلاب، اخفاء۔

إِظْهَارُ النَّوْنِ السَّاكِنَةِ وَالتَّنْوِينِ

س : نون ساکن اور تنوین کا اظہار کیسے اور کب کیا جاتا ہے ؟
ج : نون ساکن اور تنوین کو اس کے مخرج سے نکال کر بغیر غنہ زائدہ کے ادا
کرنے کو اظہار کہتے ہیں۔ لیکن یہ دو قسم پر ہے، اظہارِ مطلق اور اظہارِ حلقی
تَوْضِيحُ الْجَوَابِ۔ جانتا چلیے کہ اظہار کے لغوی اور اصطلاحی معنی
وہی ہیں جو اظہار کے زیر عنوان بیان کئے جا چکے ہیں۔ یعنی مظہر کو ذاتاً و صفتاً
بلکسی تغیر و تبدل کے ادا کرنا۔ پس نون ساکن و تنوین کو اس کے اصل مخرج سے مع
بقا غنہ ذاتیہ اور بغیر غنہ زائدہ فرعیہ کے ادا کرنے کو اظہار کہتے ہیں لیکن یہ اظہار
دو قسم پر ہوتا ہے اِظْهَارِ مُطْلَقٍ اور اِظْهَارِ حَلْقِيٍّ

الْإِظْهَارُ الْمُطْلَقُ

س : اظہارِ مطلق کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب نون ساکن کے بعد "و، ی، یں سے کوئی حرف ایک ہی کلمہ میں واقع
ہو تو نون ساکن کو اس کے مخرج سے مع بقا غنہ ذاتیہ اور بغیر غنہ زائدہ فرعیہ

کے ادا کرنا چاہیے اسے "اِظْهَارِ مُطْلَقٍ" کہتے ہیں۔

تَوْضِيْحُ الْجَوَابِ۔ یاد رکھنا چاہیے کہ اظہارِ مطلق نون ساکن کے ساتھ مخصوص ہے، یعنی جب نون ساکن کے بعد "و۔ ی" میں سے کوئی ایک حرف کلمہ واحدہ میں جمع ہو۔ تو نون ساکن کا اظہار کرنا واجب ہوتا ہے جسے: اِظْهَارِ مُطْلَقٍ کہتے ہیں۔

و۔ ی: اگرچہ مجموعہ "رِ مَلُون" میں سے ہیں اور یہ دونوں حروف ادغام ہیں

اور اصول کے مطابق دونوں میں نون کا ادغام ہونا چاہیے مگر ادغام نہیں کیا جاتا۔ اس لیے

کہ ادغام کرنے سے کلمہ مشابہ بالمضاعف ہو جاتا ہے پس کلمہ کو التباس بالمضاعف سے

بچانے کیلئے خلاف اصول اظہار اختیار کیا گیا ہے اسی وجہ سے اسے اِظْهَارِ مُطْلَقٍ

کے نام موسوم کیا گیا ہے۔ فَنَامِل۔ کلمات عربیہ کا یہ قاعدہ ہے کہ جب اصول کلمہ میں یعنی

: ف ع ل : کلمہ کی جگہ میں حرف مکرر واقع ہو۔ جیسے صَوَّقَ اَنْ رَيَّا نَ، تو اسے

کلمہ مضاعف کہتے ہیں لیکن بعض کلمات میں یہ صورت پیش آجاتی ہے کہ وہ حقیقتاً تو

مضاعف نہیں ہوتا بلکہ صورت مضاعف ہو جاتا ہے اور اس صورت مضاعف ہونے

کے پیش نظر بجائے ادغام کے اظہار کرتے ہیں۔ جیسا کہ جب نون ساکن کے بعد میم

کلمہ واحدہ میں جمع ہو۔ تو فراراً عن الالتباس والاستتباہ اظہار کیا کرتے ہیں جیسے

ذَنِمٌ ذَنِمًا ذَنِمًا غَنِمٌ وَغَنِمٌ۔ لیکن قرآن کریم میں ایسے کلمات جن میں نون

ساکن و۔ یاء کے ساتھ کلمہ واحدہ میں جمع ہیں اور جن میں فراراً عن الالتباس

والاستتباہ اظہار کیا جاتا ہے۔ اس لیے اہل فن اظہارِ مطلق کے نام سے موسوم کرنے

پر غلط بیچارہ کلمات نہیں جوگئی جگہ وارد ہیں، گو ان کے ساتھ ضمیر ناخفی ہو۔

الأمثلة .

صِنَوَانُ قِنَوَانُ
بُنْيَانُ الدُّنْيَا

بُنْيَانًا بُنْيَانَهُمْ

الْاِظْهَارُ الْحَلْقِيُّ

س : اظہارِ حلقی کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب نون و تنوین کے بعد حروفِ حلقی یعنی "أ. ه. ع. ح. غ. خ" میں سے کوئی حرف واقع ہو تو نون ساکن و تنوین کو اس کے مخرج سے معہ بقا غنہ ذائیمہ اور بغیر غنہ زائدہ فریضہ کے ادا کرنا چاہیے اسے "اِظْهَارُ حَلْقِي" کہتے ہیں۔

تَوْضِيْحُ الْجَوَابِ : یاد رکھنا چاہیے کہ ان حروفِ ستہ یعنی حروفِ حلقی کو حروفِ اظہار بھی کہتے ہیں کیونکہ ان سے قبل نون ساکن و تنوین کا اظہار کیا جاتا ہے خواہ یہ دونوں ایک کلمہ میں واقع ہوں یا دو میں اور چونکہ یہ اظہار ان ہی حروف سے قبل کیا جاتا ہے اس لئے ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

اظہارِ حلقی کی علت بعدِ مخرج ہے کیونکہ نون ساکن و تنوین کا مخرج طرفِ لسان ہے اور وہ اپنی ادا میں کسی کلفت کا محتاج نہیں ہے اور حروفِ اظہار کا مخرج حلق ہے اور کلفت کے محتاج اور اداءِ اشداً المحروف ہیں۔ لہذا دونوں کے درمیان تباہی یعنی ایسی جدائی ہوتی ہے جس کی وجہ سے ادغام اور اخفاء مستحسن نہیں ہے۔ پس اظہار ہی ضروری ٹھہرا کیونکہ تجوید میں یہی اصل ہے۔ پھر بین المظہر والمظہر عنہ جس قدر بعدِ مخرج زیادہ ہوتا ہے اسی قدر اظہارِ اعلیٰ ہوتا ہے چنانچہ قبل از ہمزہ اور ہکاء اَعْلٰی ہوتا ہے اور قبل از ع. ح. اوسط اور قبل از غ. خ. ادنیٰ قدر۔

قاعدہ میں اولاً نون ساکن و تنوین پر ایسے انداز سے تلفظ کیجئے کہ وہ اپنے مخرج کو
 اداء ہو اور حملہ صفاً و خصوصاً غنہ ذائتہ سے مرصوف ہو اور ثابثہ حرکت اور
 قلقلہ یعنی حرکت فی المخرج سے بالکل عاری ہو۔ نیز نقل حرکت سے محفوظ بغیر فصل
 و سکتہ کے ادا ہو۔ ثانیاً امثلہ میں خوب مشق کیجئے تاکہ موقع محل پر بلا تکلف اظہار
 کر سکیں۔

الْقَاعِدَةُ

أَنْ أ. أَنْ هَ، أَنْ عَ : أَنْ حَ، أَنْ غَ، أَنْ خَ

أَاءَ، أَهَ، أَعَ : أَحَ، أَغَ، أَخَ
 إَاءَ، إَهَ، إَعَ : إِحَ، إِغَ، إِخَ
 أَوَّاءَ، أَوَّاهَ، أَوَّاعَ : أَوَّاحَ، أَوَّاغَ، أَوَّاخَ

وَالْأَمْثَلَةُ

يَنْتَوُونَ. عَنْ أَمْرِي. : إِنْ أُرِيدُ. أَنْ أَرْبِدَ. فَمَنْ أَوْقَدَ
 يَنْهَوْنَ. إِنْ هُوَ. مِنْ هَادٍ : مِنْهُ. عَنَّا. أَخَذْنَا. لَدَاتِ
 أَنْعَمْتَ. يَنْعِقُ. مِنْ عِلْمٍ : مِنْ عَذَابٍ. مِنْ حِلْمٍ. مِنْ عَدْوٍ
 يَنْحِتُونَ. مِنْ حُلْمٍ. مِنْ حَكِيمٍ : مِنْ حِلْمِيَّةٍ. مِنْ عِنِّ. مِنْ حَمِيَّةٍ
 فَسَيَنْغَضُونَ. مِنْ غَسَلِينَ : مِنْ غَضَبٍ. مِنْ سَعْدٍ. مِنْ غَسَلِيَّةٍ

وَالْمُنْفِقَةُ . مِنْ خَيْرٍ : مِنْ خَوْفٍ . مِنْ خَيْرٍ مِنْ خَيْرٍ

عَدَا أَبَا إِبِيمَا قُرَانًا عَجِيمًا ائْتَمَّا أَوْ كَفُورًا
بِعَدَابِ إِبِيمِ أَفَّاكَ أَتِيْمِ نُطْفَةٍ أَمْشَاجِ
عَدَا أَبَا إِبِيمِ كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ سَاحِرًا وَمَجْنُونًا

نُوحًا هَدَيْنَا كُلاًّ هَدَيْنَا مَنْسَكًا هُمْ
جُرُفٍ هَائِلٍ قَرْنٍ هُمْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ
أَفْسَحَرُ هَذَا مُحْكَمَاتٌ هُنَّ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ

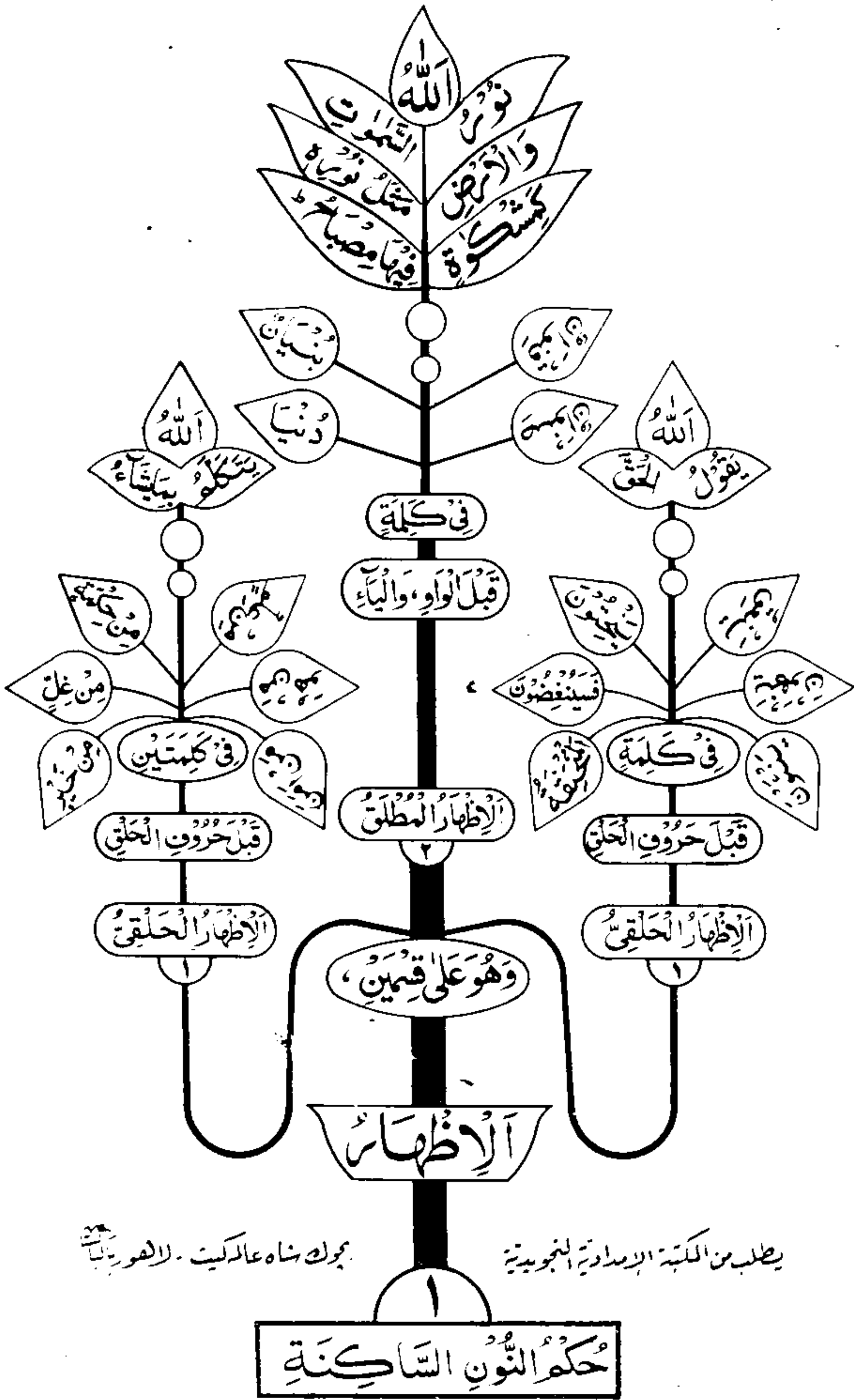
عَدَا أَبَا عَظِيمًا قُرَانًا عَرَبِيًّا أَبْكَارًا عُرْبًا
بِعَدَابِ عَظِيمِ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ صُرُصِرَاعَاتِيَّةٍ
عَدَا أَبَا عَظِيمِ عَجُوزٌ عَقِيْمٌ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ

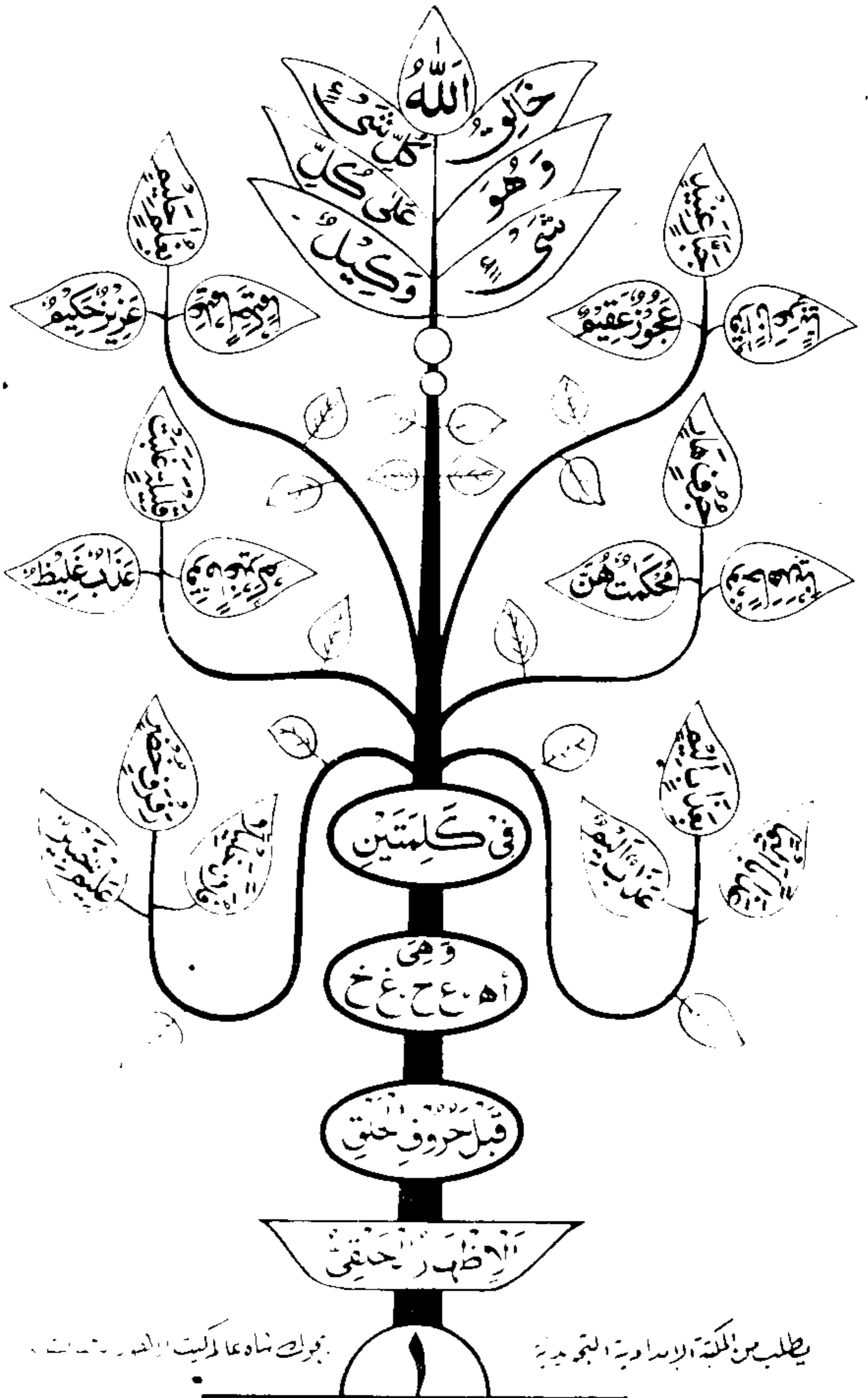
عَلِيًّا حَكِيمًا رِزْقًا حَسَنًا مَاءَ حَمِيْمًا
عَلِمَ حَكِيْمٌ بَعْلًا حَلِيْمٌ أَوَّابٌ حَفِيْظٌ
عَلِمَ حَكِيْمٌ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ خَيْرٌ حَسَنٌ

مِيثَاقًا غَلِيْظًا فَظًّا غَلِيْظًا قَوْمًا غَيْرَ كَرَمٍ

بِعَذَابٍ غَلِيظٍ سَفِينَةٍ غَصْبًا قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ
عَذَابٌ غَلِيظٌ عَذَابٌ غَيْرٌ وَعَدٌ غَيْرٌ

عَلَيْهَا خَيْرًا فَلَوْ نَاخَلِيْلًا حَمَلًا خَفِيْفًا
رَفْرَفٍ خُضْرٍ أَكُلْ خَمَطٌ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ
عَلَيْمٍ خَيْرٍ لَطِيْفٍ خَيْرٍ





بجواب شاه عالم کتبت انشاء رب العالمین

یطلب من اللہ العزیز الابدان البتومیر

حکمة نوب التنوین

ادغام النون الساكنة والتنوين

س : نون ساکن و تنوین کا ادغام کیسے اور کب کیا جاتا ہے ؟
 ج : جب نون ساکن اور تنوین کے بعد حروف "یر ملون" میں سے کوئی حرف واقع ہو تو نون ساکن و تنوین کو بعد والے حرف میں ملا کر ادغام کرنا چاہیے۔

توضیح الجواب : جانتا چاہیے کہ ادغام کے لغوی اور اصطلاحی معنی وہی ہیں جو اولاد غام کے زیر عنوان بیان ہو چکے ہیں یعنی مدغم کو مدغم فیہ میں اس طرح ملانا کہ زبان ایک مرتبہ اٹھے اور دیر دو حرفوں کے برابر لگے۔ جب نون ساکن و تنوین کے بعد ان چھ حرفوں میں سے "ی ر م ل و ن" جن کا مجموعہ "یر ملون" سے کوئی حرف دوسرے کلمہ میں واقع ہو تو نون ساکن و تنوین کو بعد والے حرف میں ملا کر ادغام کرنا چاہیے۔ لیکن یہ ادغام دو قسم پر ہے :

ادغام بغير الغنة : ادغام مع الغنة

الادغام بغير الغنة

س : انوم بغير غنة کسے کہتے ہیں ؟
 ج : جب نون ساکن و تنوین کے بعد ل ، س ، میں سے کوئی حرف واقع ہو تو وصل کرتے وقت نون ساکن و تنوین کو بعد والے حرف کا مثل بنا کر ادغام کرنا چاہیے اسے "ادغام بغير الغنة" کہتے ہیں اور ادغام تام

بھی کہتے ہیں۔

تَوْضِيْحُ الْجَوَابِ۔ جاننا چاہیے کہ نون ساکن و تنوین کا ادغام از قسم متقاربان ہوتا ہے اور ایک قول کی بنا پر از قسم متجانسین بہر حال مدغم کو مدغم فیہ کا مثل بنا کر ادغام کرنا چاہیے تاکہ نون کی صفت غنہ کا اثر باقی نہ رہے۔

الْقَاعِدَةُ

أَنَّ ، إِنْ ، أَنْ لَ ، إِنْ سَرَ ، إِنْ سَرَ ، أَنْ سَرَ
أَلَّ ، إِيَّ ، أَلَّ ، أَسَرَ ، إِيَّ ، أَسَرَ

وَأَمْثَلُهُ

مِنْ تَدُنْ مِنْ لَيْبَةٍ مِنْ رَمِيَوْمٍ مِنْ لُغُوبٍ أَنْ تَمِيرَ مِنْ عَنَّا
مِنْ رَحْمَةٍ مِنْ رَمِقٍ مِنْ رَجِيٍّ مِنْ رَبِّ طٍ مِنْ رَبِّكَ مِنْ تَمِيرٍ

هُدَى لِّلْمُتَّقِينَ	رَحْمَةً لِّلْعَلَمِيرِ	مَثَابَةَ لِمَا ر
مَنَاجِحَ لِّلْخَيْرِ	لَا يَتَّبِعُ يَتَّقُونَ	لِيَوْمِ رَبِّكَ
عَدَّةٌ لِّلَّهِ	فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ	مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ

غَفُورًا رَّحِيمًا	بَشَرًا رَّسُولًا	بِشْرَابٍ صَدْرًا
قُدُورًا رَّسِيمًا	رَبِّ رَّحِيمٍ	سَيِّئًا رَّفِيمًا
مُحَمَّدًا رَّسُولًا	رَجُلًا رَّسِيمًا	لَوْ وَفَّرْنَا رَحْمَةً

الِدَغَامُ مَعَ الْغُنَّةِ

س : ادغام مع الغنة کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب نون ساکن و تنوین کے بعد ان چار حروفوں میں سے "ی ن م و"۔

جن کا مجموعہ "یَمُو" ہے کوئی حرف دوسرے کلمہ میں واقع ہو تو وصل

کرتے وقت نون ساکن و تنوین کی صفت غنہ باقی رکھ کر ادغام کرنا چاہیے

اسے "ادغام مع الغنة" اور "ادغام ناقص" کہتے ہیں۔

توضیح الجواب : جاننا چاہیے کہ نون ساکن و تنوین کا ادغام حروف "یَمُو"۔

میں سے نون میں از قسم ادغام متماثلین ہوتا ہے اور غنہ بالاتفاق مدغم فیہ میں کیا جاتا

ہے اور تشدید کامل ہوتی ہے اس لئے اس کے ناقص ہونے میں کلام ہے اور

دیگر حروف ثلاثہ میں از قسم متقاربین ہوتا ہے اور غنہ نزدیک "و ی" کے

بالاتفاق اور نزدیک میم کے بالاتفاق مدغم میں کیا جاتا ہے اسی وجہ سے تشدید

ناقص ہوتی ہے۔ بہر کیف غنہ مدغم میں ہو خواہ مدغم فیہ میں مقدار غنہ ایک الف

کے برابر ہونی چاہیے۔ افراط و تفریط کسی صورت بھی جائز نہیں ہے۔

الْقَاعِدَةُ

أَنْ	أَمْرًا	أَنْ	أَنْ
أَنْ	أَمْرًا	أَنْ	أَنْ
أَنْ	أَمْرًا	أَنْ	أَنْ
أَنْ	أَمْرًا	أَنْ	أَنْ

وَالْأَمْثَلَةُ

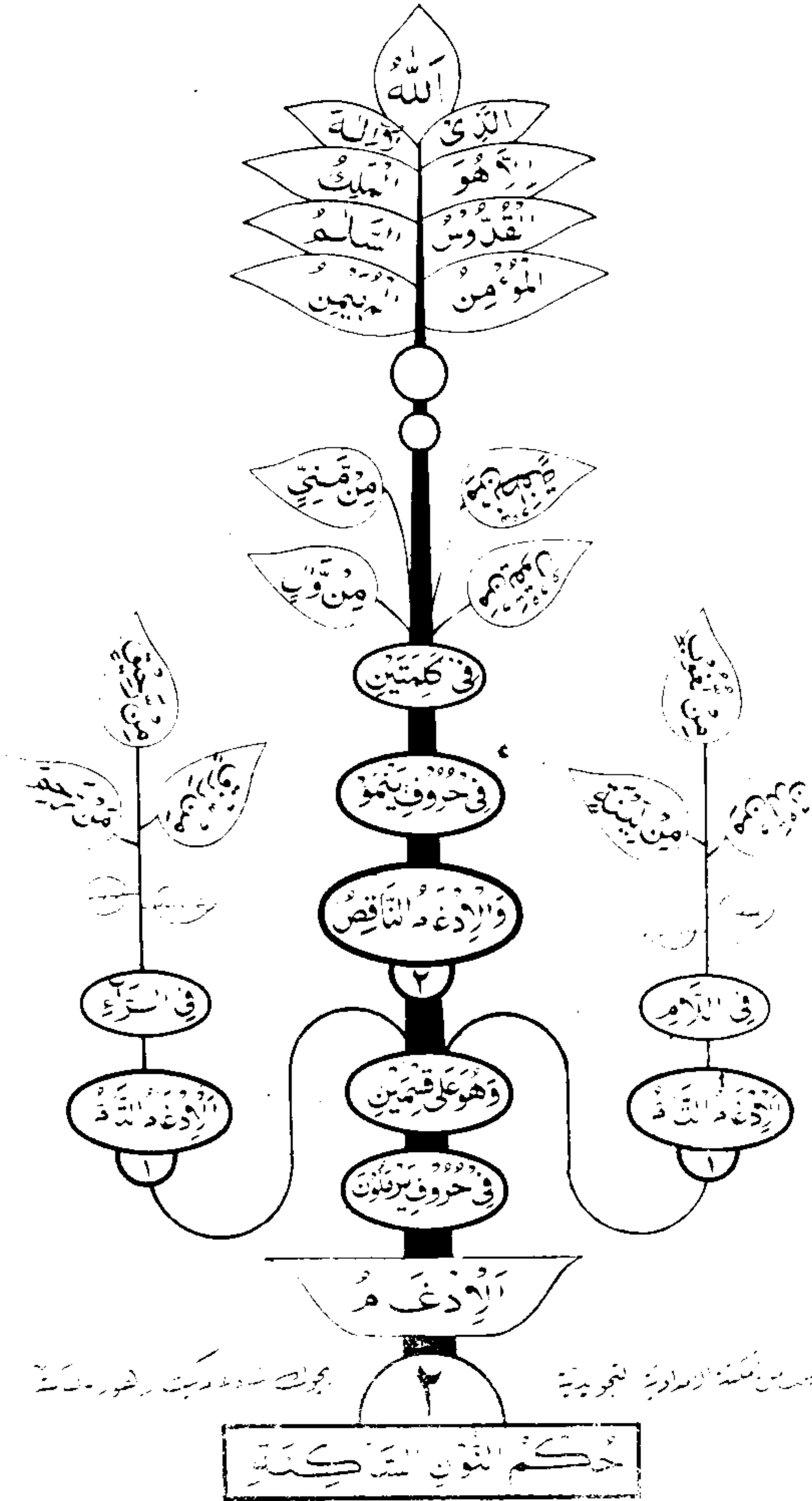
مَنْ يَقُولُ مِنْ يُؤْمِنُ مِنْ يَوْمٍ : مَنْ يُرِيدُ مِنْ يُنْكِرُ مَنْ يُكْفِرُ
 مِنْ نُصِيرٍ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ تُكِيرُ : مَنْ نَبِيٍّ مِنْ نُطْفَةٍ أَنْ نُطِيرَ
 مِنْ مَنْ مِنْ مَطَرٍ مِنْ مَنِيٍّ : مِنْ مُخَصَّصَةٍ مِنْ مَرْقَدٍ مِنْ مَكَانٍ
 مِنْ وَرَثَةٍ مِنْ وَرَاقَةٍ مِنْ وَاقٍ : مَنْ وَجِدَ مِنْ وَجِدِكُمْ مِنْ وَرَثَةٍ

عَيْنًا يَشْرَبُ : مِيقَاتًا يَوْمٍ : خَيْرًا يَرَى : شَرًّا يَرَى
 بِبَاسِطِ يَدَيْ : يَوْمًا يَنْظُرُ : لِحِيٍّ يَنْفُسُهُ : مَنِيٍّ يَمْنَى
 دَرِيٍّ يَوْقَدُ : وَجْهًا يَوْمِيٍّ : قَوْمًا يَشْهَدُونَ : قِيَامًا يَنْظُرُونَ

صِدْقًا يَنْبِيًّا : رَسُولًا نَبِيًّا : عِظَامًا تَخِرَّةً : كِتَابًا تَقْرَأُ
 يَوْمًا يَنْعَمُ : يَوْمًا يَنْعَمُ : خَلْقًا يُعِيدُهُ : شَيْءًا يُنْكِرُ
 عَالِيَةً تَنْصِبُهُ : شَاعِرًا تَنْزِلُ : خَيْرًا نَزَلَ : مَا خَعَّ نَفْسَكَ

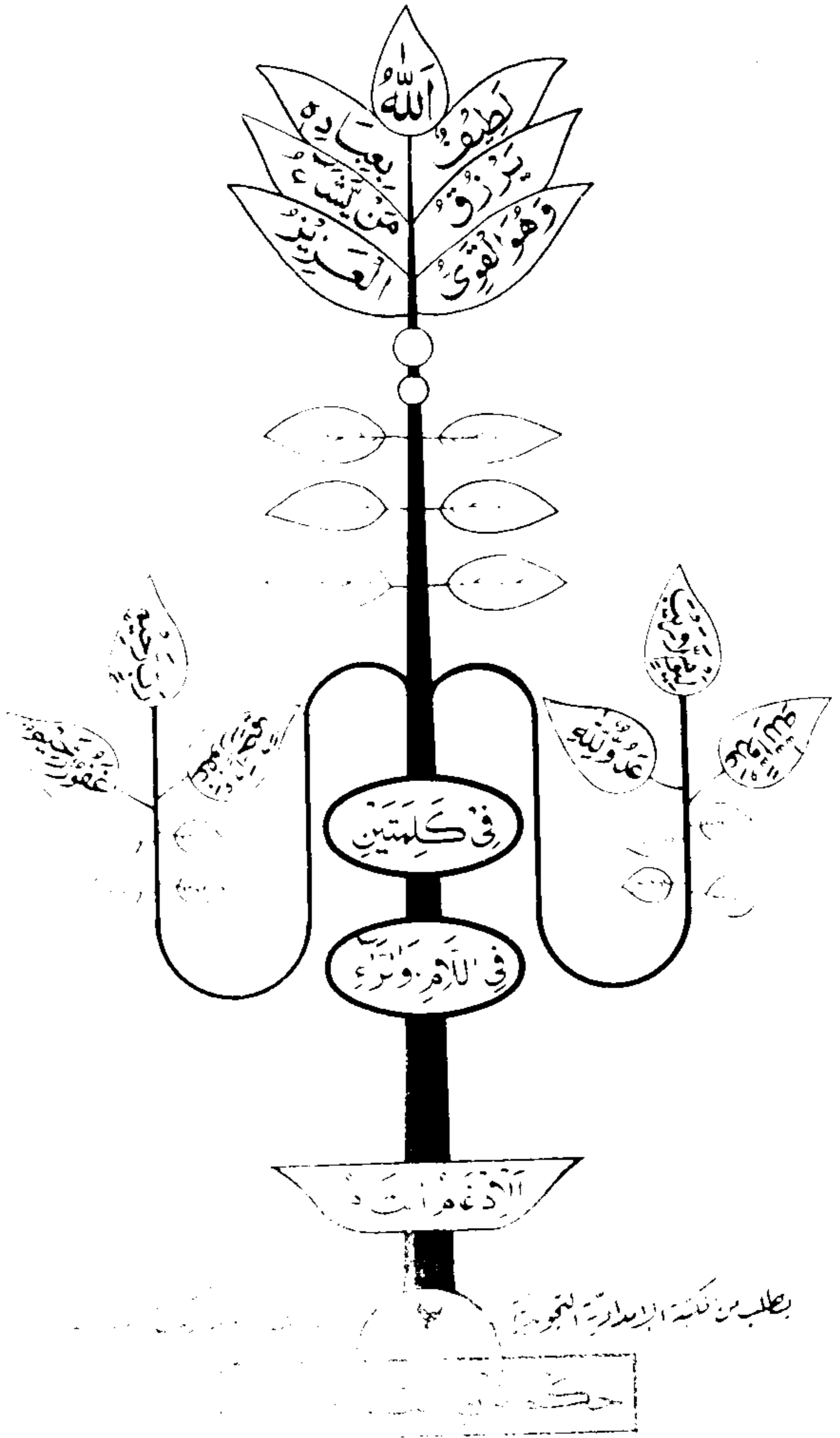
قَمْرًا مُنِيرًا : سِرَاجًا مُنِيرًا : سُلْطَانًا مُبِينًا : خُسْرَانًا مُبِينًا
 قَصْرًا مُشِيدًا : بَدُ خَانَ مُبِينًا : لَيْلَةً مُبَارَكَةً : مَغْرَمًا مُثْقَلُونَ
 عَدَابًا مُبِينًا : رَسُولًا مُبِينًا : عَدْوًا مُبِينًا : مَعْلَمًا مُجَنِّزُونَ

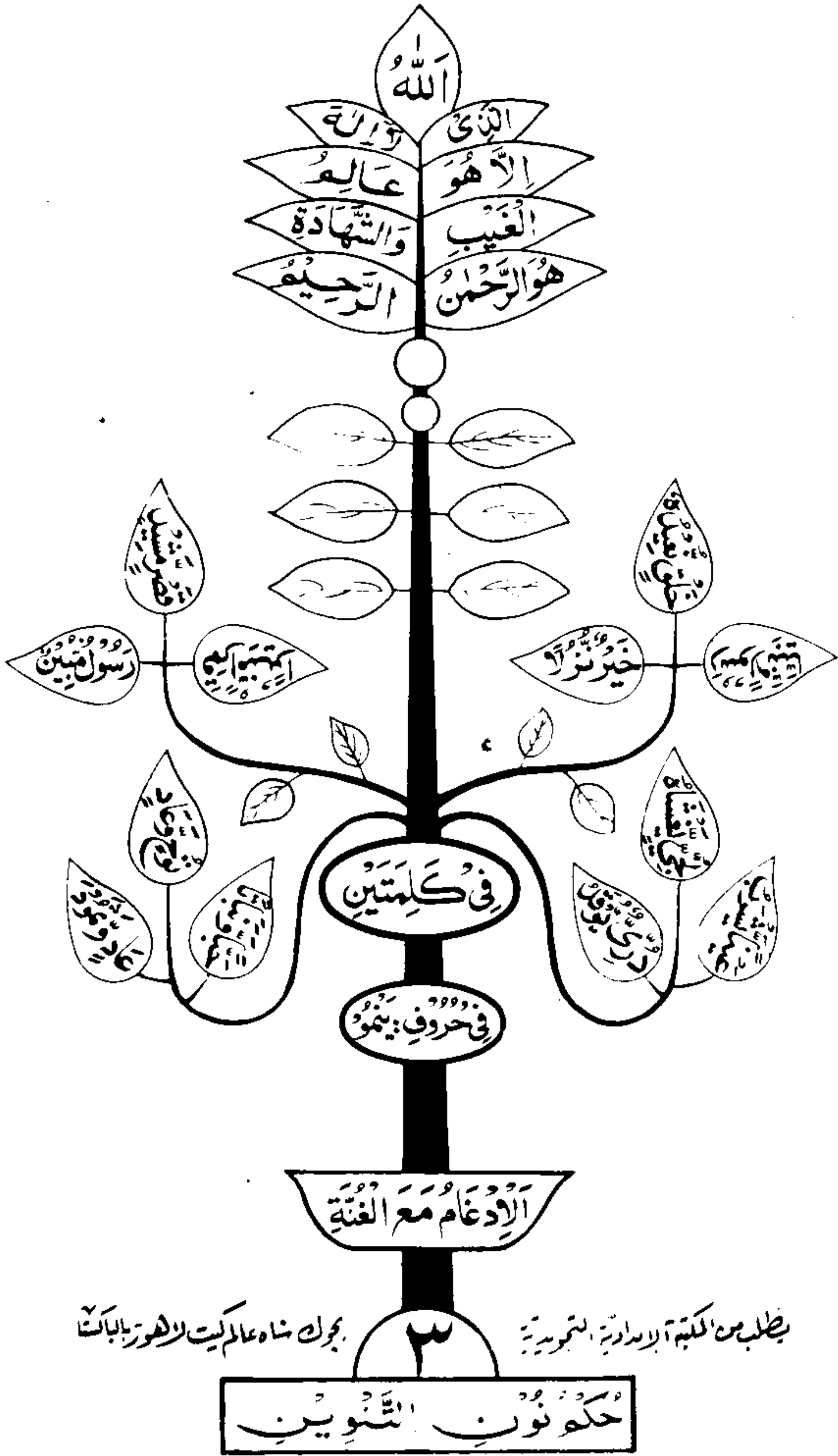
سِرَاجًا وَهَاجًا : حَبَابًا وَنَبَاتًا : عِظَامًا وَرَفَاتًا : جَزَاءً وَفَاتًا
 نَوْجًا وَعَادٍ : عَادٍ وَشَمُودًا : فِضَّةً وَآكُوبًا : خُضْرًا وَعَبْقَرِيٍّ
 خُضْرًا وَاسْتَبْرَقًا : مُسْتَقَرًّا وَمَتَاعًا : عَادًا وَشَمُودًا : عَدُوًّا وَلَكُمْ



بِحُكْمِ شَدِيدِ كَيْفِيَّةِ رُحُوْرِيَّةِ

بِحُكْمِ نَسْبَةِ الرِّدْغِ لِعَجْوِيَّةِ





بجود شاه عالم ليت لا الهـ وبالله

يطلب من الكلمه الابدانية التمجيدية

اِقْلَابُ

س : اقلاب کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب نون ساکن اور تنوین کے بعد ضبط ہو تو وہ نون ساکن اور تنوین کے بعد
کو متلاہم ساکن کے اخفام اور غنہ سے متلاہم ساکن کے اخفام اور غنہ سے متلاہم ساکن کے

اور غنہ سے متلاہم ساکن کے

تو خصوصاً ان حسیہ اب اور جاننا یعنی کہ اقلاب کے لغوی معنی بدلنے کے ہیں اور
اصطلاحاً یہ نون ساکن اور تنوین کو مجموعہ سے مدلتے سے ہیں اور یہ نون
ثابت اور تنوین سے بعد ضبط ہو تو وہ نون ساکن اور تنوین کے بعد
کو متلاہم ساکن کے اخفام اور غنہ سے متلاہم ساکن کے اخفام اور غنہ سے متلاہم ساکن کے

اور غنہ سے متلاہم ساکن کے

یہی فرق ہے اور یہ نون ساکن اور تنوین کو مجموعہ سے مدلتے سے ہیں اور یہ نون
ثابت اور تنوین سے بعد ضبط ہو تو وہ نون ساکن اور تنوین کے بعد
کو متلاہم ساکن کے اخفام اور غنہ سے متلاہم ساکن کے اخفام اور غنہ سے متلاہم ساکن کے
اور اقلاب کے بعد نون ساکن اور تنوین کے بعد ضبط ہو تو وہ نون ساکن اور تنوین کے بعد
کو متلاہم ساکن کے اخفام اور غنہ سے متلاہم ساکن کے اخفام اور غنہ سے متلاہم ساکن کے
یہی نسبت قاعدہ، حرفی تبدیلی اور نون ساکن اور تنوین کے بعد ضبط ہو تو وہ نون ساکن اور تنوین کے بعد
کو متلاہم ساکن کے اخفام اور غنہ سے متلاہم ساکن کے اخفام اور غنہ سے متلاہم ساکن کے

جب نون ساکن و تنوین سے بعد ضبط ہو تو وہ نون ساکن اور تنوین کے بعد

طور پر انہماک لڑنا چاہیے لیکن چونکہ نون ساکن اور تنوین کے بعد ضبط ہو تو وہ نون ساکن اور تنوین کے بعد
تقسیمیت الفز کو متقنسی ہے پس نون ساکن اور تنوین کے بعد ضبط ہو تو وہ نون ساکن اور تنوین کے بعد

انتقال من الحرف متعہ اور و نشوار ہوتا ہے اس لئے انہا
مستحسن نہیں ہے۔

یہ سب تباہی مخرج اور عدم جنسیت کی وجہ سے ادغام بھی مستحسن نہیں ہے۔
اور اسباب میں الطباق شفتین مع الشدت مانع تراخی اور نسویت الفتح ہے۔
اور سب اظہار و ادغام دونوں مستحسن نہیں تو اظہار حقیقی بھی مستحسن نہیں ہے کیونکہ
اظہار حقیقی نہیں ان اظہار و ادغام ہے۔

یہ سب چیزیں یہ تینوں حالتیں اپنی مخصوص عمل کی وجہ سے متعہ اور معیوب ہوتی ہیں
تو خود ہیں اور ذرا کراد نون ساکن و تنوین کو: ہر سے بدل دیتے ہیں تاکہ صفت
تعمیر و غنہ میں نون ساکن و تنوین کے ساتھ اور مخرج وجہ ہیں: ب کے ساتھ
مثلاً سبب اور موخات پیدا ہو جائے اور اظہار مستحسن ہو سکے اور چونکہ یہ اظہار
حقیقی نہیں ہے بلکہ بواسطہ: ہر: ہوتا ہے اس لئے اس کی اصطلاح انہوں نے
مخصوص اور شجرہ مقرر کر دی ہے جو: "قلب و انقلاب" کے نام سے
موسوم کی گئی ہے۔

اس اظہار میں عدم ذات بالیکہ نہیں ہوتی بلکہ اشعار اور سنن ذات فی الجملہ
ہوتا ہے یعنی یہ طلب نہیں کہ میم مقلوبہ کی ذات بالیکہ معدوم ہو جائے بلکہ مطلب
یہ ہے کہ اس کے مخرج پر اعتماد صوت اور الطباق شفتین اس قدر ضعیف ہو کہ میم
مخفاۃ اپنے مخرج سے نہایت ضعیف ادا ہو جائے اور اس اظہار کا طریقہ ادا
یہ ہے جو اظہار شفقوی کا ہے فَانظُرْ هَذَا كَ اور قرآن مجید میں اقلاب کے موقع پر
نون ساکن و تنوین کے ساتھ ایک ننھی سی میم: ن اے م م لکھ دی جاتی

ہے تاکہ وقت تلاوت نون لے بدلے میم پر صی جائے

الْقَاعِدَةُ

أَنْ بَ
بَ

أَنْ بَ ، اِنْ بَ
بَ

أَنْ بَ
بَ

وَالْأَمْثَلُ

بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ

بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ

بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ

بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ

بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ

بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ

بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ

بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ

بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ

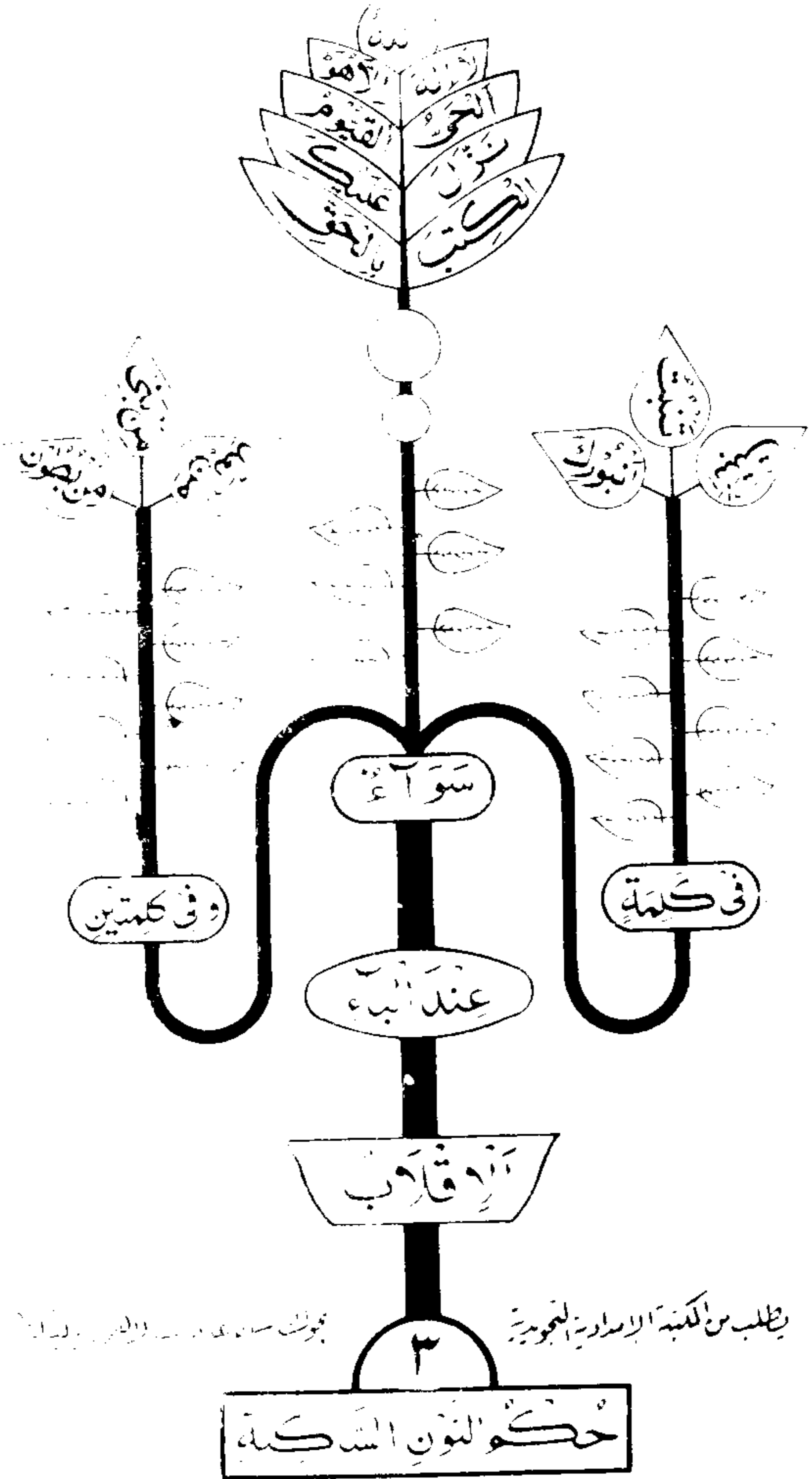
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ

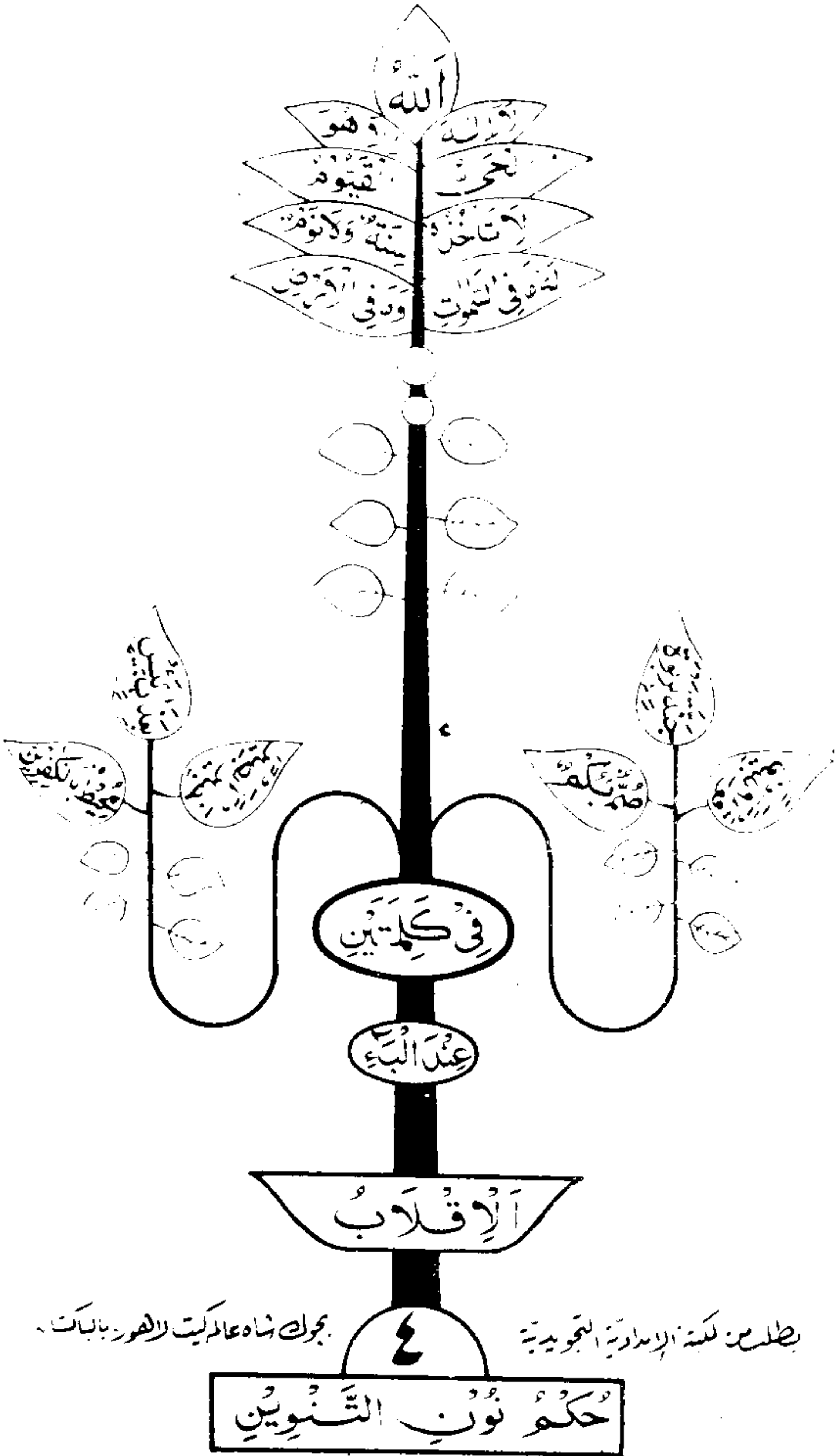
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ

بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ
بِأَنَّ بَ

جَنَّةِ اَبْرٰوَةَ : حَدِيثِ اَعْدَاةٍ : زَوْجِ اَبِيهِجٍ : اَعْدَابِ اَبِي نَيْسٍ
 ضَلِّ اَبِي عَبِي : اَبِي اَبِي نَيْسٍ : ذَهَابِ اَبِيهِ : سَبَا اَبِي نَبَاةٍ

سَبِيحِ اَبِي عَبِي : اَبِي اَبِي نَيْسٍ : اَبِي اَبِي نَيْسٍ : اَبِي اَبِي نَيْسٍ
 اَبِي اَبِي نَيْسٍ : اَبِي اَبِي نَيْسٍ : اَبِي اَبِي نَيْسٍ : اَبِي اَبِي نَيْسٍ





الإخفاء الحقيقي

س : اخفاء حقیقی کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب نون ساکن و تنوین نے بعد ان پندرہ حرفوں میں سے کسی حرف و

ذکر سے ش ص ض ط ظ ف ق ک ، کوئی حرف و

ہو تو نون ساکن و تنوین کو چھپا کر صرف اس کی صفت غنہ کو خیشوم سے نہ کرنا

چاہیے اسے ، "إخفاء حقیقی" کہتے ہیں۔

توضیح الجواب۔ جانا چاہیے کہ اخفاء کے معنی میں "استتر یعنی چھپانا

يَقَالُ: اخْتَفَى الرَّجُلُ عَنْ أَعْيُنِ النَّاسِ بِمَعْنَى اسْتَرَ عَنْهُمْ

جیسا کہ اہل لسان کہتے ہیں آدمی چھپ گیا لوگوں کی آنکھوں سے یعنی پوشیدہ ہو گیا۔

اور اصطلاح قرآنیہ میں "هِيَ حَاةٌ بَيْنَ الرَّظْهَارِ وَالرِّدْغَامِ" یعنی اظہار و

ادغام کی درمیانی حالت کا نام اخفاء ہے۔

پس اخفاء حرف ساکن پر ایسے

فَرَوَ النَّطْقُ بِحَرْفٍ

انداز سے تلفظ کرنا ہے کہ وہ اظہار و ادغام

سَاكِنٍ عَلَى صِفَةٍ بَيْنَ

کی درمیانی حالت ہو اور تشدید سے عاری

الرِّظْهَارِ وَالرِّدْغَامِ عَارٍ

اور خالی ہو موعود تقار غنہ ازائدہ سے

أَيُّ خَالٍ عَنِ التَّشْدِيدِ مَعَ

اول میں اور وہ نون ساکن و تنوین ہے۔

بَقَاءِ الْغَنَّةِ فِي الْحَرْفِ

الْأَوَّلِ وَهُوَ النُّونُ السَّاكِنَةُ

وَالنُّونُ

اعْلَمُ أَنَّ لِلنُّونِ السَّاكِنَةِ
وَالنُّونِ ذَاتِ وَصِفَتَهَا الْغُنَّةُ
لِذَاتِهَا مَخْرَجٌ وَهُوَ طَرَفُ
اللِّسَانِ وَلِصِفَتِهَا الْغُنَّةُ
مَخْرَجٌ وَهُوَ الْخِشُومُ .

فَكَانَتْهَا مُرَكَّبَةً مِنْ ذَاتِهَا
وَصِفَتِهَا الْغُنَّةُ مَعًا .

فَإِذَا وَقَعَتْ عِنْدَ حُرُوفِ
الرُّظْيَانِ تَطْبُرُ ذَاتِهَا وَصِفَتِهَا
مَعًا .

وَإِذَا وَقَعَتْ عِنْدَ حُرُوفِ
الرُّدْغَامِ التَّامِّ تَدْغَمُ
ذَاتِهَا وَصِفَتِهَا مَعًا .

وَإِذَا وَقَعَتْ عِنْدَ الْبَاءِ
تَقْلُبُ مِيمًا لِلْإِخْفَاءِ .

وَإِذَا وَقَعَتْ عِنْدَ
حُرُوفِ الْإِخْفَاءِ تَدْهَبُ
أَيُّ تَقْدِمُ ذَاتِهَا بِالْعَكِيَّةِ
وَتَبْقَى صِفَتُهَا الْغُنَّةُ بِكَمَا لَهَا

جاننا چاہیے کہ نون ساکن و تنوین
کے لئے ایک ذات ہے اور ایک صفت
غنہ اس کی ذات کا الگ مخرج ہے اور
وہ ہے طرفِ لسان اور اس کی صفت
کے لئے مستقل مخرج ہے اور وہ ہے
خیشوم؛ پس گویا وہ مرکب ہے اپنی ذات
و صفت دونوں سے .

پس جب وہ واقع ہوتا ہے قبل
حروفِ اظہار کے تو ظاہر ہوتی ہے
اس کی ذات و صفت دونوں .

اور جب وہ واقع ہوتا ہے قبل حروفِ
ادغام تام کے تو مدغم ہوتی ہے اس کی
ذات و صفت دونوں .

اور جب وہ واقع ہوتا ہے قبل باء
کے تو بدلا جاتا ہے میم سے برائے اخفاء .

اور جب وہ واقع ہوتا ہے قبل
حروفِ اخفاء کے تو چلی جاتی ہے یعنی
معدوم ہو جاتی ہے اس کی ذات بالکل
اور باقی رہ جاتی ہے اس کی صفت غنہ

مخفی ہو جاتی ہے اسی طرح اس کی ذات فی الجملہ ظاہر اور باقی بھی رہتی ہے جیسے: لا تَأْمَنَّا
کے نون میں اِخْفَاءِ حُرُوفٍ بِاِسْعَابِ ذَوَاتِ حُرُوفٍ کی وجہ سے ذات حرکت فی الجملہ
باقی اور موجود ہوتی ہے، کالاً یخفی علی القراء

اور آخر الذکر یعنی اِخْفَاءِ حُرُوفٍ بِاِسْعَابِ ذَوَاتِ حُرُوفٍ بِالطَّلَبِ، یہ اِخْفَاءِ نُونِ
سائروں کی طرح ان کا قبل حرکت اِخْفَاءِ ہوتا ہے، اور چونکہ یہ بغیر کسی واسطہ اور ذریعہ کے
ہوتا ہے، اس لئے نون ساکن و تنوین کے مخرج پر کسی قسم کا اعتما رکتے بغیر ہی بالطلب
مخفی اور پوشیدہ ہو جاتا ہے، اور مخفی کی ذات بالکل معدوم ہو جاتی ہے، اسی واسطے
ات اِخْفَاءِ حَقِيقِي کے نام سے موسوم کرتے ہیں

اعْلَمِ اَنَّ الْاِخْفَاءَ عَلٰی
جان نون اِخْفَاءِ دو قسم پر ہے اِخْفَاءِ
حُرُوفِ اِخْفَاءِ حُرُوفِ
وَاِخْفَاءِ الْحُرُوفِ

الْاَوَّلُ بِمَعْنَى تَبْعِيضِ
اور معنی تبعیض حرکت جیسا کہ
لَا تَأْمَنَّا، وغیرہ میں ہوتا ہے،
اَوْثَانِي دُو قِسْمٍ پَر ہے اِک تَبْعِيضِ
اور ستر ذات حروف فی الجملہ سے ہوتا ہے
جیسا کہ مِمِّ سَائِنِ اَصْلِي كَمَا اِدْر مِمِّ مَقْلُوبِهِ اِز
نون ساکن و تنوین کا،
كَمَا فِي الْمِيمِ السَّاكِنَةِ اَصْلِيَّةً
اَوْ مَقْلُوبَةً مِنَ النُّونِ السَّاكِنَةِ
وَالْتَّنْوِينِ

وَتَأْتِيهِمَا رِجَالُ الْعَدَاءِ ذَاتِ
 الْعُرْفِ بِالنُّكْلِيَّةِ وَإِبْقَاءِ
 غَنَّتْ كَمَا فِي إِخْفَاءِ الثُّبُوتِ
 السَّائِنَةِ عِنْدَ الْعُرْوَةِ الْخَمْسَةِ
 عَشَرَ الْمُنْقَلِ مَوْجِي مَسَاكِنِ
 حُرُوفِ الْخَلْقِ وَيُزَمُّونَ وَالْبَدَاءِ
 اور اس کے بعد اس کے بعد
 حرفت اور اس کے بعد
 ہوتے ہیں جیسا کہ ان کے بعد
 و تمہیں وہ فعل پڑے گا اور اس کے
 ا حفا کے بعد اس کے بعد
 اور اس کے بعد اس کے بعد

نہایتہ القول المفید:

جاننا چاہیے کہ نون ساکن ہو یا نون تنوین اور اس کے بعد دو یہ ہے جو آتے ہیں
 ہیں جن کا مخرج جداگانہ ہے، ایک اس کی ذات ہے جس کا مخرج طائفتا ہے اور
 دوسرے اس کی صفت غنہ ہے جس کا مخرج غیشو ہے۔ اس کی ذات
 اس کی ذات و صفت دونوں شہر اور مخرج ہوتے ہیں اور وہ اس کی ذات
 اس کی ذات اور صفت دونوں مدغم ہیں اور داخل ہوتے ہیں جو اس کی ذات
 ہو جاتے ہیں۔

لیکن اس کی صورت میں اس کی ذات یعنی نون طوف لسان سے غیشو
 کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، پس ارتقاں مخرج سنہ اور اس کے بعد اس کے بعد
 اس کی ذات باطل معدوم ہو جاتی ہے اور صرف صفت غنہ باقی رہ جاتی ہے
 ہوتی ہے، اسی وجہ سے ا حفاً بعل حسب ما قبل ذب و بیا و اس کے بعد
 ال الاظہار ہوتا ہے اور کہیں قریب الی و غار و غار ہوتا ہے اور اس کے بعد
 والعجدة ان الاخفاء
 اور اس کے بعد اس کے بعد

التُّونِ السَّاكِنَةِ وَالتَّنْوِينِ عِنْدَ
 هَذِهِ الْأَحْرَفِ. أَتَّهَمًا لَمْ
 يَقْرَبَا مِنْ هَذِهِ الْأَحْرَفِ
 كَقُرْبِهِمَا مِنْ حُرُوفِ
 الْوَدْغَامِ فَيَجِبُ الْوَدْغَامُ هُمَا
 فَيَسِرُّنَّ مِنْ أَجْلِ الْقُرْبِ
 وَلَمْ يَبْعَدَا مِنْهُنَّ كَبَعْدِ هُمَا
 مِنْ حُرُوفِ الْإِظْهَارِ فَيَجِبُ
 الْإِظْهَارُ هُمَا عِنْدَهُنَّ مِنْ أَجْلِ
 قَلْبِ الْأَعْدَمِ الْقُرْبِ
 الْمَوْجِبِ لِلْوَدْغَامِ وَالْبَعْدِ
 الْمَوْجِبِ لِلْإِظْهَارِ: أُعْطِيَ
 حُكْمًا مُتَوَسِّطًا بَيْنَ الْإِظْهَارِ
 وَالْوَدْغَامِ وَهُوَ الْإِخْفَاءُ لِأَنَّ
 الْإِظْهَارَ هُوَ إِبْقَاءُ ذَاتِ الْحَرْفِ
 وَصِفَتِهِ مَعًا. وَالْوَدْغَامَ التَّامَّ
 إِذْ هَابَ هُمَا مَعًا.
 وَالْإِخْفَاءُ هُنَا إِذْ هَابَ
 ذَاتِ التُّونِ وَالتَّنْوِينِ مِنْ

اخفاء کی ان حروف کے نزدیک یہ
 ہے کہ نہ تو یہ دونوں ان حروف کے اتنے
 قریب ہیں جتنے کہ حروفِ وادغام قریب
 ہوتے ہیں کہ واجب ہو وادغام ان
 کا ان حروف میں بوجہ قرب نخرج کے اور
 نہ یہ دونوں اتنے بعید ہیں ان سے جتنے
 کہ حروفِ اظہار سے بعید ہوتے ہیں کہ
 واجب ہو اظہار ان کا بوجہ بعد نخرج کے

پس قرب جو موجب وادغام ہے
 اور بعد جو موجب اظہار ہے، نہ رہا؛
 تو اسے ایک حکم متوسط دیا گیا جو بین
 الاظہار والادغام ہے اور وہ ہے
 'إخفاء'۔ اس لئے کہ اظہار
 وہ حرف کی ذات و صفت دونوں کا
 ابقا ہے اور وادغام نام وہ حرف کی ذات
 و صفت دونوں کا اذباب و اعدام ہے۔

اور اخفاء یہاں پر نون ساکن و تنوین
 کی ذات کا لفظاً اذباب و اعدام ہے اور

اللَّفْظِ : وَابْقَاءُ صِفَتَيْهِمَا الَّتِي
 هِيَ الْغُتَّةُ فَانْتَقَلَ مَخْرَجُهُمَا
 مِنَ اللِّسَانِ إِلَى الْخِشْوِمِ لِأَنَّكَ
 إِذَا قُلْتَ «عَنْكَ» وَأَخْفَيْتَ
 تَجِدَ اللِّسَانَ لَا يَرْتَفِعُ وَلَا عَمَلٌ
 لَهُ وَلَعَرِيكَنُ بَيْنَ الْعَيْنِ وَالْكَافِ
 الْأَعْتَنَةُ مَجْرَدَةٌ

ان کی صفت غنٹہ کا وجود و بقاء سر
 اس حالت میں نون ساکن و تنوین کا
 مخرج طرف لسان سے خیشویم کی طرف
 منتقل ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ جب نو
 پڑھے : عَنْكَ : اور اشارہ کرے
 تو پائے گا لسان کو کہ نہ وہ اٹھتی ہے اور
 نہ اس کا کچھ عمل ہے اور نہیں ہے عین اور
 کاف کے درمیان مگر فقط یہ مجرود ہے۔

وَلَا يَرِدُ : أَنْتُمْ وَنَحْوَهُ
 فَإِنَّ أَرْتِفَاعَ الظَّرْفِ مِنَ
 اللِّسَانِ لِخُرُوجِ التَّاءِ لَا لِلنُّونِ
 فتامل نہایۃ القول المفید

اور نہیں وارد ہوتا۔ اس پر کہ
 وغیرہ اس لئے کہ ارتفاعِ ظرفِ لسان
 خروجِ تاء کے ہے نہ کہ نون کے لئے
 فتدبر

ثُمَّ اعْلَمَنَّ أَنَّ الْأَخْفَاءَ
 يَكُونُ تَارَةً إِلَى الْأُظْهَارِ
 أَقْرَبُ وَتَارَةً إِلَى الْأُدْغَامِ
 أَقْرَبُ وَذَلِكَ عَلَى حَسْبِ بُعْدِ
 الْحُرُوفِ مِنْهُمَا وَقُرْبِهِ، وَلَفْظُ
 ذَلِكَ قَرِيبٌ بَعْضُهُ مِنْ بَعْضٍ.
 نہایۃ القول المفید

پھر جان لو کہ بلشبہ الاخفاء کبھی ظاہر
 ال الاظہار ہوتا ہے اور کبھی ادغام
 الاوغام۔ اور یہ علی حسب البعد
 مخرج کے ہوتا ہے اور اقرب
 دوسرے کے قریب ہوتا ہے۔

مَعَهُنَّ مِنَ الْغَيْثِ وَمَرِّقَطٍ لَأَحْظُ
 كَچھ حصّہ نہیں ہے ان دونوں کے لئے نہ
 لَرَبِّمَا مَعَهُنَّ فِي الْفَيْدِ رَاثَةً لَا
 میں اس لئے کہ بے شک ان دونوں میں
 عَمَلٌ لِلِّسَانِ فِيهَا حَيْثُ شِدَّةٌ
 اس وقت اسان کو فوراً برابر و عمل و
 عمل نہیں ہے۔

یہ ایک بدیہی اور ظاہر ہے کہ کوئی شئی بڑی مقدار میں محبوب نہیں ہوتی بلکہ
 ایک شئی کو دوسری شئی میں ترجیح دیتے ہیں اور دوسری شئی کا اثر اور اثر
 لینا اور نہ صرف اس لئے ہے بلکہ اس شئی کی طرف سے اور یہی شہدہ ہے اس کے
 حرم یا پاراللہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ
 اس اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ
 غیثوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ
 آنے والا حرفت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اس لئے اس میں کوئی اور اثر
 طرف کسی قسم کی حرکت و عمل کرنے اور رفت پیش نہیں آتی ہے۔ اس لئے اس کے ساتھ ساتھ
 کے ساتھ ساتھ بیان کرتے ہیں۔

لَا عَمَلٌ لِلِّسَانِ كَلِمَةٌ مَرِّقَطٍ لَأَحْظُ
 برتنا امر رکھتے ہوئے، قرآن عرب و غیرہ تناقی و اتحاد ہے اور اس کے ساتھ ساتھ
 شاہد ہے کہ تو ان ساکن اور متحرک کو مخفی کرنے کے لئے اس کے ساتھ ساتھ
 معیبت لازم اور لا بدی ہے ورنہ اگر شور و فواج کے لئے یہ امر اور اس کے ساتھ ساتھ
 حقیقی، یعنی انفقانہ حروف باذباب و غیرہ کے ساتھ ساتھ اس کے ساتھ ساتھ
 حروف باذباب ذات حروف فی الابد ہو جاتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ

کے پیش نظر اور جس ضرورت کی خاطر ایک متوسط صورت اور درمیانہ حالت اختیار
 کی گئی تھی وہی کلفت درپیش ہوگی اور اخفائے کام مقصد فوت ہو جائے گا۔ اور
 یہ سوال بالکل لغو ہے کہ: اَنْتُمْ. اَنْدَادًا. وغیرہ میں تو راس لسان اٹھتی ہے اور
 عمل کرتی ہے۔ اس لئے کہ ان الفاظ میں جو لسان متحرک اور اٹھتی معلوم ہوتی ہے
 یہ دراصل مخرج مخفی کی طرف نہیں بلکہ مخرج مخفی فیہ کی طرف اٹھتی ہے جسے اہل آراء
 اعتمادِ ضعیف علی ما بعد سے تعبیر کرتے ہیں۔ فتدبر۔

قَالَ الْمِيهِي فِي شَرْحِ تَحْفَةِ
 الْأَطْفَالِ وَيَكُونُ مَخْرَجَهَا
 آيَ النَّوْنِ السَّاكِنَةِ وَالنَّوِينِ
 مِنَ الْخِشْمِ لَا عَمَلَ لِلِّسَانِ
 فِيهِ. ثُمَّ قَالَ. وَالْفَرْقُ بَيْنَ
 الْإِخْفَاءِ وَالْإِدْغَامِ النَّاقِصِ
 أَنَّ الْإِخْفَاءَ لَا تَشْدِيدَ مَعَهُ
 بِخِلَافِ الْإِدْغَامِ. وَإِنَّ
 إِخْفَاءَ الْحُرُوفِ عِنْدَ غَيْرِهِ
 لَا فِي غَيْرِهِ. وَإِدْغَامَ الْحُرُوفِ
 فِي غَيْرِهِ لَا عِنْدَ غَيْرِهِ: تَقُولُ
 أَخْفَيْتُ النَّوْنَ عِنْدَ السِّينِ
 لَا فِي السِّينِ. وَأَدْغَمْتُ النَّوْنَ

علامہ میہی شرح تحفۃ الاطفال میں
 فرماتے ہیں اور مخرج ان کا یعنی نون ساکن
 و تنوین کا مخرج فقط خیشوم سے ہے
 لسان کو اس میں زور برابر عمل نہیں ہے
 پھر فرماتے ہیں اور اخفائے و ادغام ناقص
 کے درمیان فرق یہ ہے کہ اخفائے کے ساتھ
 تشدید نہیں ہوتی بخلاف ادغام ناقص کے
 کہ اس کے ساتھ تشدید ہوتی ہے۔ اور یہ
 کہ اخفائے حروف اس کے غیر کے پاس
 ہوتا ہے نہ کہ اس میں۔

آپ کہتے ہیں کہ میں نے اخفائے کیا
 ہے نون کا سین کے پاس نہ کہ سین میں
 اور ادغام کیا میں نے نون کا لام میں نہ کہ

فِي اللَّامِ لَا عِنْدَ اللَّامِ.

لام کے پاس۔

وَقَالَ: تَجْوِيدُ الْإِخْفَاءِ،
إِعْلَمُ أَنَّكَ إِذَا أَخْفَيْتَ النَّوْنَ
السَّاكِنَةَ وَالنَّوَيْنَ فَاظْطُرُّ
مَا قَبْلَهَا مِنَ الْحُرُوفِ فَلَا
تَخْرُجُهُ عَنْ حَدِّهِ كَقَوْلِكَ
"كُنْتُمْ" فَالنُّونُ مَا قَبْلَهَا
الضَّمُّ فَلَا تَمُدُّ قَبْلَ الْإِخْفَاءِ
فَيَتَوَلَّدُ وَأَوْقَبْتَنِي "كُونْتُمْ"
وَلَا تَنْقُلُ حُرُوفَ النَّوْنِ بِالصَّاقِ
بِاطْنِ لِسَانِكَ بِاللَّحْمِ
فَوْقَ الثَّنَائِيَا الْعُلْيَا عِنْدَ
إِخْفَاءِهَا فَاحْتَرِضْ مِنْ ذَلِكَ
لِأَنَّ الْإِخْفَاءَ مَا يُسَمَّى إِخْفَاءً
إِلَّا إِخْفَاءَ النَّوْنِ عِنْدَ
الْحُرُوفِ الْمَذْكُورَةِ (وَهِيَ تَاءُ
كُنْتُمْ) لِأَنَّ مَخْرَجَ الثَّنَائِيَّةِ
جُزْءٌ مِنَ مَخْرَجِ النَّوْنِ.

اور فرمایا کہ تجویدِ اخفاءِ جان لو کہ
جب تو نون ساکن و تنوین کا اخفاء
کرنے لگے تو دیکھا سکے ما قبل حروف کو
سو اس کو حد سے نہ بڑھاؤ جیسا کہ تو
"کُنْتُمْ" بڑھنے لگو تو نون سے قبل
ضمہ ہے پس قبل اخفاء کے اس کو
نہ کھینچو۔ جس سے واو پیدا ہو اور وہ
ہو جائے "کُونْتُمْ" اور نون ساکن
و تنوین کا اخفاء کرتے وقت حروف
نون کو اپنی لسان کے باطن کے انصاف
سے ثنایا علیا کے اوپر گوشت یعنی مشورہ
کی طرف منتقل نہ کر سو اس سے نہ در
پنج اور احتیاز کر اس لئے کہ اخفاء وہ
ہے جو اخفاء کے نام سے موسوم کیا
گیا ہے مگر اخفاء نون کے لئے نزدیک
حرف مذکورہ کے اور وہ تاء "کُنْتُمْ"
اس لئے کہ بتا: کا مخرج نون کے

مخرج کا جز ہے

وَكَيْفِيَّتُهُ أَنْ تَجْعَلَ لِسَانَكَ
بَعِيدًا عَنِ مَخْرَجِ النُّونِ قَلِيلًا
فَيَقَعُ اخْفَاءُهَا.

وَفِي شَرْحِ النَّوِيِّ: مَخْرَجُ
النُّونِ السَّاكِنَةِ وَالتَّنْوِينِ مَعَ

حُرُوفِ الْإِخْفَاءِ مِنَ الْخِيُومِ
فَقَطُّ لَوْحَتِ لَهَا فِي النَّسْرِ

لِأَنَّهَا لَا عَمَلَ لِلِّسَانِ فِيهِمَا
كَعَمَلِهِ فِيهِمَا مَعَ مَا يُظْهِرَانِ

عِنْدَهُ أَوْ يَدُ غَمَانٍ فِيهِ بَعْنَةٌ
فَالْفَرْقُ بَيْنَ الْإِخْفَاءِ وَالْإِدْغَامِ

التَّاقِصِ ظَاهِرٌ وَهُوَ أَنَّ
الْإِخْفَاءَ لَا تَشْدِيدَ مَعَهُ.

بِخِلَافِ الْإِدْغَامِ. وَأَنَّ الْإِخْفَاءَ
عِنْدَ غَيْرِهِ لَا فِي غَيْرِهِ وَلَا فِي ذَاتِ

الْمَخْفِيِّ. وَإِدْغَامِ الْحُرُوفِ فِي
غَيْرِهِ لَا عِنْدَ غَيْرِهِ.

فَإِذَا اخْفَيْتِ النُّونُ
السَّاكِنَةَ أَوِ التَّنْوِينَ عِنْدَ

اور اس کی کیفیت افادہ یہ ہے کہ تو
اپنی سان کو مخرج نون سے کچھ دور رکھ
تو اس طرح اخفائے تار ادا ہو جاتے گا

اور شرح نوری میں ہے۔ مخرج
نون ساکن اور تنوین کا حروف اخفائے

کے ساتھ فقط خیشوم ہی ہے منہ میں ان
کے لئے ذرہ برابر حصہ نہیں ہے اس لئے

کہ سان کو ان میں مطلقاً دخل و عمل نہیں ہے،
جیسا کہ ان کے اظہار اور ادغام باغز کے

وقت ہوتا ہے پس اخفائے اور ادغام
ناقص میں فرق۔ ظاہر ہے اور وہ یہ کہ

اخفائے میں تشدید کا شائبہ تک نہیں ہوتا
بمخلاف ادغام کے؛ نیز یہ کہ اخفائے عند

غیرہ ہوتا ہے نہ کہ فی غیرہ اور نہ ہی
فی ذات المخفضی اور ادغام حروف فی غیرہ

ہوتا ہے نہ عند غیرہ۔

لہذا جب تو نون ساکن اور تنوین
کا حروف اخفائے کے پاس اخفائے کرے

غَيْرَهَا وَهِيَ مَا بَعْدَهَا مِنْ
 حُرُوفِ الْإِخْفَاءِ قَطَعَتْ
 عَنْ مَخْرَجِ ذَاتِهَا وَعَدَّامَتْ
 بِالْكُلِّيَّةِ وَبَقِيَتْ الْغُنَّةُ
 الْمَحْضَةُ الْمَمْرُوجَةُ الَّتِي
 تَتَعَلَّقُ بِمَا بَعْدَهَا لِأَنَّ الْحُرُوفَ
 لَا يَخْفَى فِي ذَاتِهَا بَلْ يَخْفَى
 عِنْدَ غَيْرِهَا فَإِذَا لَا بُدَّ مِنْ
 الْإِعْتِمَادِ الضَّعِيفِ عَلَى مَا
 بَعْدَ النَّوْنِ السَّاكِنَةِ وَالنَّوْنِ
 وَذَلِكَ لِضُرُورَةِ الْإِخْفَاءِ
 فَانْهَرُوا وَاللَّهُ أَعْلَمُ

اخفای ایک ایسی طبعی ادارہ ہے جو کہ ہر لسان اور خصوصاً قرآنی لسان میں بغیر
 کسی بناوٹ اور کلفت کے خود بخود ادا ہو جاتا ہے تاہم اخفای کرتے وقت یہ
 خیال رکھنا چاہیے کہ نون مخفی کی صوت خیشومی اور غزہ زائدہ فرجید بعد والے حرف
 میں جذب نہ ہو جائے اور نہ ہی مخفی فیہ شدید ہونے پائے۔ ورنہ ادغام ناقص
 باغزہ کی صورت اختیار کر کے اخفای غلط ہو جائے گا۔ کیونکہ اخفای اور ادغام ناقص
 باغزہ میں فرق یہ ہے کہ ادغام میں نون کی ذات ما بعد کے حرف یعنی مدغم فیہ میں مل
 جاتی ہے اور صفت غزہ کلی طور پر اس میں جذب ہو جاتی ہے بخلاف اخفای کے

تو قطع کر دے گا اسے اس کی ذات
 کے مخرج سے اور معدوم و فنا کر دے
 گا اسے بالکل اور باقی رکھے گا غزہ
 جو ملا ہوا ہو اس کے ما بعد سے اس
 لئے کہ حرف مخفی نہیں ہوتا اپنی ذات
 میں بلکہ مخفی ہوتا ہے اپنے غیر کے پاس
 پس اب اعتماد ضعیف نون ساکن
 اور نونین کے ما بعد پر اشد ضروری ہے
 اور یہ ہے ضرورتہ الاخفای۔ خوب
 سمجھ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

کہ اس میں نون کی ذات مستورہ و معدوم ہو جاتی ہے اور صفت غنہ مابعد کے حرف
یعنی حرف اخفآء میں جذب ہوئے بغیر ظاہر ہوتی ہے۔

قَالَ الْقَارِي بِسَاءُ
الَّذِينَ أَحْمَدُ رَحِمَهُ اللَّهُ
فِي خُلُوصَةِ الْبَيَانِ: وَ
الْمُخْفَاءُ هِيَ حَالَةٌ بَيْنَ
الْأَظْهَارِ وَالْإِدْغَامِ. أَيْ
إِبْطَالِ الذَّاتِ مَعَ بَقَاءِ
الْغُنَّةِ الْمَمْرُوجَةِ بِمَا
بَعْدَهَا.

حضرت قاری ضیاء الدین احمد
رحمہ اللہ خلاصۃ البیان میں فرماتے ہیں
اور اخفآء۔ اظہار و ادغام کی ایک
درمیانی حالت ہے جس میں ابطن
ذات اور ابفآء غنہ جو ممزوج ہو مابعد
کے حرف کے ساتھ ضروری ہے
اس سے مراد ہے۔

قاعدہ میں نون ساکن اور تنوین کو مخفی کرتے وقت مابعد کے حرف پر
نہایت ضعیف اور غیر معلوم اعتماد کرتے ہوئے نون مخفی کی صرف صفت غنہ
زائدہ فریضہ شوم سے ادا کرنے کی مشق کیجئے اور غنہ کی مقدار بقدر ایک ہی الف
بڑھائیے تاکہ غنہ فریضہ کامل ادا ہو۔ نیز امثلہ میں خوب اجراء کیجئے تاکہ اخفآء کرنے
میں مہارت تامر حاصل ہو جائے اور علم و عمل میں مطابقت پیدا ہو جائے۔

الْقَاعِدَةُ

أَنْتَ ، أَنْتَا ، أَنْج ، أَنْد ، أَنْذ
أَنْز ، أَنْس ، أَنْش ، أَنْص ، أَنْض

أَنْزِلَ إِذَا جُنُدٌ : مِنْ دَبِيرٍ مِنْ دُونِهِ : عَنْ دِرَاسَتِهِمْ
 وَأَنْزَلَتْهُمُ أَنْزِلُ : مِنْ ذِكْرِ مِنْ ذَهَبٍ : عَنْ ذِكْرِ
 أَنْزَلَ كَنْزٌ : مِنْ زَخْرٍ : كَمَنْ زَيْنَ : فَمِنْ زُخْرٍ

مَنْزِلَةٌ نَسِيهَا : مِنْ سُدْرٍ مِنْ سِهْرٍ : مِنْ سُوْرٍ
 أَنْشَأَ نَشْرَهُ : مِنْ شَرٍّ مِنْ شَيْءٍ : فَمِنْ شَأْنٍ
 الصَّارِغُ الصَّرِغَاتُ : مِنْ صِيٍّ : مِنْ صِلَالٍ أَنْ صَارَ

مَنْصُورٌ : مِنْ ضُرٍّ : مِنْ ضَرٍّ : أَنْ ضَلَّتُمْ
 مَقْطَرٌ يَقْطَرُ : مِنْ صَوْرٍ : أَنْ صَلْتُمْ
 أَنْظَرَ وَأَنْظُرِي : أَنْ ظَنَّ : مِنْ ظَمِيٍّ : مِنْ طَبْرِهِ

أَنْفَسَكُمْ أَنْفَسْتُمْ : مِنْ فِضَّةٍ : مِنْ فِطْرٍ : مِنْ فِرْوَجٍ
 يَنْقَبُ فَنَقَبُوا : مِنْ قَبْدٍ : مِنْ قَرْنٍ : مِنْ قَرَانٍ
 مِنْكُمْ عَنْكُمْ : أَنْ كُنْتُ : مِنْ كُتِبَ : لَنْ كُفَرْتُمْ

صَدَقَةٌ صَدْرُهُمْ : كَثِيرَةٌ تَأْخُذُ وَهَبًا : فَرِيْفًا تَقْتُلُونَ
 جَنَّتِ تَجْرِي : بَيِّنَاتٍ تَعْرِفُونَهَا : حِينِيذٍ تَنْظُرُونَ
 حَسَنَةٌ سَوْهُمْ : عِبْرَةٌ تَرَاهُمْ : لِحَوْ تَخَاصِمُ

أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً
مُطَاعٍ تَمَّ آمِينَ

قَوْلًا ثَقِيلًا
بِجَهَالَةٍ شُرَّ

سَعَابًا ثَقَالًا
يَوْمَئِذٍ ثَمَنِيَّةٍ
شِهَابٌ ثاقِبٌ

عَسَا جَمًّا
شَيْءٌ جَرَلًا
عَيْنٌ جَارِيَةً

ظَلُّوْ مَا جِهَوْرًا
مُتَكَبِّرٌ جَبَّارًا
عَادٌ جَحْدُوْرًا

خَلَقًا جَدِيدًا
يَخْلُقُ جَدِيدًا
فَصْرٌ حَيْلٌ

كَاسًا دِهَانًا
مِنْ مَاءٍ دَافِقٍ
قِيمَانٌ دَائِبَةٌ

دَكَاءٌ دَكَاةٌ
بَخْسٍ دَرَاهِمًا
كَوْكَبٌ دَرِيٌّ

عَدَا بَادُونَ ذَلِكَ
بَعْضٌ دَرَجَاتٍ
ضُرْدَعَانَا

قَرِيْبًا ذَرِيَّةً
كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةٌ
عَبْرٌ ذَوَالِقَةٌ

مِسْكِينًا ذَامِرِيَّةً
إِلَى رُبُوَّةِ ذَاتِ قَرَارٍ
تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ذَلِكَ

يَتَّبِعُ ذَامِرِيَّةً
فِي يَوْمِ مَدِيٍّ مَنَعِيَّةً
بَاسِطٌ ذَالِقَةٌ

عَمْرًا زَمَانِيَّةً
إِنِّي بَعْضٌ زُخْرَفٌ

صَعِيدًا زَلْفًا
فَاكِرَةً زَمِينًا

عَمْرًا زَمَانِيَّةً
يَوْمَئِذٍ زُرْقًا

قَوْلًا سَدِيدًا
فِي غَمْرَةٍ سَاهُونَ
وَأَمِّمْ سَنِيئَةً

رَجُلًا سَلَمًا
مِائَةً سِنِينَ
خَمْسَةَ سَادِسُهُمْ

رُكْعًا سَجْدًا
بَقَرَاتٍ سَيِّئَاتٍ
كَلِمَةً سَبَقَتْ

زَلْزَالَاتٍ سَدِيدَاتٍ
مُتَقَالِ ذَرَّةٍ شَرًّا
سَبْعَ شِدَادٍ

رَسُولًا شَرِيهًا
إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ
عَذَابٍ شَدِيدٍ

عَبْدًا اشْكُورًا
بِأَسْمَاءٍ شَدِيدَةٍ
غُفُورًا شُكُورًا

عَدَابًا صَعْدًا
نَخِيلًا صَبْرًا

عَمَلًا صَالِحًا
عَمَلٍ صَالِحٍ
جَمَالَهً صَفْرًا

صَفَاءً صَفَاءً
بِرِّيحٍ صَوَّصِي
رِجَالًا صَدَقُوا

مَعِيشَةً ضَنْكًا
ذَرِيَّةً ضَعْفَاءَ

مَسْجِدًا ضِرَارًا
لِكُلِّ ضِعْفٍ
مُسْفِرَةً ضَاكِكَةً

مَكَانًا ضَيْفًا
قُوَّةً ضِعْفًا
قِسْمَةً ضَيْرِي

لَحْمًا طَرِيًّا
سَهْوَةً طَبَاقًا
بَلَدَةً طَيِّبَةً

حَلَلًا طَيِّبًا
وَنَخْلًا طَلْعَهَا
كَفَّارَةَ طَعَامٍ

شَرَابًا طَهُورًا
كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ
فِدْيَةَ طَعَامٍ

ظَلَّ أَظْلِيلًا قَوْمًا ظَلَمُوا مِرَاءً ظَاهِرًا
 قَوْمٍ ظَلَمُوا نَفْسٍ ظَلَمَتْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا
 سَعْبٌ ظَلَمْتُ

خَالِدًا فِيهَا بَطْشًا فَتَقَبُّوا جَمِيعًا فَيَنْبِئُهُمْ
 قَبْلَ فَصَدَقَتْ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ
 سُنَّ فَيَسِيرُوا قَائِمَةٌ فَضَحِكْتُ ذَلَّةً فِي الْحَيَاةِ

تَمَنَّا قَلِيلًا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَذَا صَالِحًا قَالُوا
 سِدْرٍ قَلِيلٍ سُوءٍ قَالُوا يَتَابِعُ قَبْلَنَّهُمْ
 ائْتَمَّ قَلْبُهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ عَدَاةً قَرِيبٌ

عَلِيًّا كَبِيرًا إِنَّ عَادًا كَفَرُوا مَثَرَةً كَبِيرَةً
 شَيْءٍ كَذَّبُوا خَيْثَةَ كَشَجَرَةٍ بِيَدِهِ كَذِبٌ
 مَلِكٌ كَرِيمٌ عَيْنٌ كَانَتْ عَشْرَةَ كَوْمًا

فَبِشْرِ عِبَادِ اللَّهِ بِنِيسْتَمِعُونَ
 فَيَسْتَمِعُونَ أَحْسَنَهُ

والله

وَيَكِينُ
رَاقِعُونَ

مُسْرَةٌ
أَكْثَرُ النَّاسِ

مَنْ تَقِيَهُ

مَنْ تَقِيَهُ

مَنْ تَقِيَهُ مِنْ عِيَابِهِمْ

مَنْ تَقِيَهُ مِنْ عِيَابِهِمْ

مَنْ تَقِيَهُ مِنْ عِيَابِهِمْ

مَنْ تَقِيَهُ مِنْ عِيَابِهِمْ

مَنْ تَقِيَهُ مِنْ عِيَابِهِمْ

مَنْ تَقِيَهُ مِنْ عِيَابِهِمْ

مَنْ تَقِيَهُ مِنْ عِيَابِهِمْ

مَنْ تَقِيَهُ مِنْ عِيَابِهِمْ

مَنْ تَقِيَهُ مِنْ عِيَابِهِمْ

مَنْ تَقِيَهُ مِنْ عِيَابِهِمْ

مَنْ تَقِيَهُ مِنْ عِيَابِهِمْ

مَنْ تَقِيَهُ مِنْ عِيَابِهِمْ

مَنْ تَقِيَهُ مِنْ عِيَابِهِمْ

مَنْ تَقِيَهُ مِنْ عِيَابِهِمْ

مَنْ تَقِيَهُ مِنْ عِيَابِهِمْ

مَنْ تَقِيَهُ مِنْ عِيَابِهِمْ

وَفِي كِتَابَيْنِ

فِي كَلِمَةٍ

سَوَاءٌ

خَمْسَةَ عَشَرَ حُرُوفًا

عِنْدَ حُرُوفِ الْأَخْفَاءِ

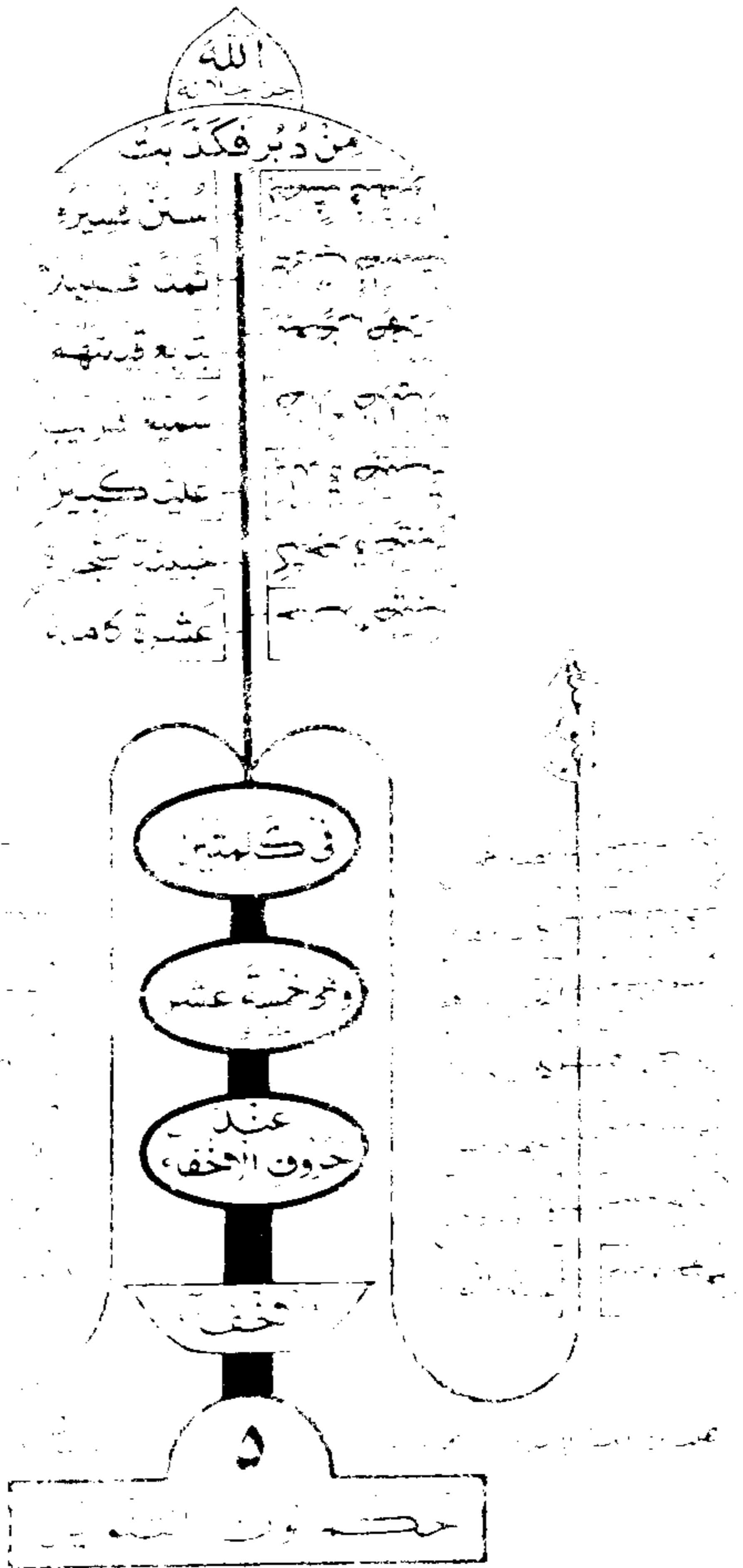
أَلْأَخْفَاءِ

بجواب شاه عادل کتبت لافور بیاکانه

بجواب من اسئله ان رسد ديه انجونه

۴

عَوَّلَكُمْ التَّوَنَ لَسَا كِنَتَ



الجزء الثاني عشر في التفخيم والترقيق

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

التَّفْخِيمُ

س : تفخیم کسے کہتے ہیں ؟

ج : کسی حرف کو منہ بھر کر پڑھنے کو تفخیم کہتے ہیں اور جو حرف تفخیم سے پڑھا جائے اسے "مفخماً" کہتے ہیں !

توضیح الجواب : جانا چاہیے کہ یہ تفخیم کے انوی معنی استثناء یعنی بہرنے کے ہیں اور اصطلاح قراء میں ایک ایسی حالت اور کیفیت جو حرف کے جسم و صوت پر طاری ہو کر اسے پُر اور موٹا کر دے اور اس کے اداء کے وقت منہ آواز سے بھر جائے اسے "تفخیم" کہتے ہیں اور جو حرف اس خاص کیفیت کے ساتھ منہ بھر کر اداء کیا جائے تو اسے "مفخماً" کہتے ہیں۔

تفخیم دراصل استثناء اقصی لسان کا ثمرہ ہوتا ہے یعنی جڑ زبان کے اٹنے سے تفخیم عارض اور پیدا ہو جاتی ہے لیکن تفخیم بحاظ اطلاق دو قسم پر ہوتا ہے ایک مستقل جو حروف مستعیدہ کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے، دوسرے غیر مستقل جو بعض حروف مستعیدہ میں کسی وقت عارض اور لاحق ہو جاتی ہے۔

حروف مستعیدہ میں چونکہ تفخیم مستقل ہوتی ہے اس لئے وہ ہمیشہ اور بہ حال میں

مفخّم اور پُر پُرھے جاتے ہیں خواہ متحرک ہوں خواہ ساکن لیکن باعتبار حرکت خود اور حرکت ماقبل ان کی تفخیم میں نسبتاً فرق ہوتا ہے۔ چنانچہ جب وہ مفتوح قبل الف کے واقع ہوں تو ان کی تفخیم اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے اس سے کم صرف فتح کی حالت میں اس سے کم ضمہ کی حالت میں اور اس سے کم کسرہ کی حالت میں ہوتی ہے۔

اسی طرح حروف مستعلیہ ساکن ہوں تو ماقبل مفتوح ہونے کی صورت میں ان کی تفخیم اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔ اس سے کم ماقبل مضموم ہونے کی صورت میں اور اس سے کم ماقبل مکسور ہونے کی صورت میں ہوتی ہے۔ لیکن تفخیم کرتے وقت یہ خیال رکھنا چاہیے کہ حروف مستعلیہ کے تفخیم سے اس کا ماقبل اور ما بعد متاثر نہ ہونے پائے۔ پس قاعدہ میں حروف مستعلیہ کو حرکات ثلاثہ کے ساتھ پڑھتے ہوئے درجات تفخیم معلوم کیجئے اور امثلہ میں خوب مشق کیجئے کہ ہر حرف کو اس کے درجہ کے مطابق مفخّم پُرہ سکیں۔

الْقَاعِدَةُ

خَا صَا ضَا غَا طَا وَا ظَا
 خُ خُ : صُ صُ : ضُ ضُ : غُ غُ : طُ طُ
 طُ طُ : قُ قُ : ظُ ظُ
 اُحُ اُضُ اُغُ اُطُ اُقُ اُظُ
 وَالْأَمْثَلَةُ

وَلَا الضَّالِّينَ. الظَّالِمِينَ : الظَّالِمَةَ. الصَّاحَّةُ

الظالم	الظالم	الغارمين	الغاون
الصلحت	الصادقين	الصابرين	الصلعقة
القانت	الخاسرون	الضالون	بضارين
فقص	فصفح	مصبحين	عصص الحق
افرع عصبه	اصب عصب	فاصدع	عصاصة
اضغات	وانفض عر	اعصر خيرا	انفض ظر
مصبحين	بضلعة	فيصيب ضيف	فخذ يقبصي
ضرب يضرب	ظلم يظلم	مضطرر	خضري قطع
مقصرين	لقد تقطع	تفيض تفيض	فقد سرق
مقنطرة	بضع منضود	خطيتكم	خطيكم

الترقیق

س : ترقیق کسے کہتے ہیں؟

ج : کسی حرف کے باریک پڑھنے کو : ترقیق کہتے ہیں۔ اور جو حرف باریک پڑھا جائے اُسے : مُرَقِّق کہتے ہیں۔

توضیح الجواب : جاننا چاہیے کہ ترقیق کے لغوی معنی : نُحُول یعنی باریک اور ڈبلا پتلا ہونے کے ہیں۔ اور اصطلاح قراء میں ایک ایسی حالت و کیفیت جو حرف کے دسوت پر طاری ہو کر اسے پتلا اور باریک کر دے اور اس کے اداء کے وقت مزاج سے : بھرا سے : ترقیق کہتے ہیں اور جو حرف اس خاص کیفیت کے ساتھ باریک ادا کیا جائے اُسے : مُرَقِّق کہتے ہیں۔

ترقیق دراصل استفال لسان یعنی عدم استعلاء اقصی لسان کا ثمرہ ہونے سے یعنی جڑ زبان نہ اٹھنے کی وجہ سے حرف باریک اور مرقق ہو جاتا ہے۔
حروف مستقلہ ہمیشہ اور ہر حال میں باریک اور مرقق پڑھتے جاتے ہیں خواہ وہ ہوں خواہ ساکن لیکن حروف مستقلہ میں کبھی کسی وجہ سے تغخیم یا منقض عارض ہوتا ہے اور ہے اور بروایت حفص بن سلیمان عن العاصم ایسے حروف بالاشفاق ہیں اور
الفعل . س . اب ان تینوں حروف کا حکم علیحدہ علیحدہ بیان کیا جاتا ہے

حُكْمُ الْاَلِفِ

س : الف کو کیا حکم ہے ؟

ج : الف اگر باریک حرف کے بعد واقع ہو تو اُسے باریک پڑھنا چاہیے اور اگر پُر حرف کے بعد واقع ہو تو اُسے پُر پڑھنا چاہیے۔

توضیح الجواب :- جاننا چاہیے کہ الف مدہ کے اداء میں چونکہ حروفِ دہن یعنی اجزاء حلق و فم میں سے کسی جزیرے میں اور عضو مخصوص کو اصلاً و قطعاً دخل نہیں ہوتا۔

اس لئے وہ بذاتِ خود تقخیم و ترقیق سے موصوف نہیں ہوتا بلکہ جیسا کہ وہ اپنے وجود میں ماقبل کا محتاج ہوتا ہے ایسا ہی وہ تقخیم و ترقیق میں بھی ماقبل کا تابع ہوتا ہے پس جب

اس سے پہلے حرف مرقق ہوتا ہے تو وہ بھی مرقق ہوتا ہے اور جب اس سے پہلے حرف مفخم ہوتا ہے تو وہ بھی مفخم ہوتا ہے۔ لہذا قاعدہ میں حروفِ "مفخمہ" کے بعد

الف کو پُر پڑھیے اور حروفِ مرققہ کے بعد باریک اور امثلہ میں خوب مشق کیجئے تاکہ الف ماقبل کے مطابق مفخم یا مرقق پڑھا جائے۔

الْقَاعِدَةُ

حَا صَا ضَا غَا طَا قَا سَا

ءَا بَا تَا شَا جَا حَا دَا ذَا زَا سَا شَاعَا
فَا لَا مَا نَا وَا هَا يَا

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ: جاننا چاہیے کہ لام درجہ ذات میں مرقق اور باریک ہے اور جب تک باعثِ تفخیم موجود نہ ہو اسے باریک ہی پڑھنا چاہیے۔ جیسے مَا

وَلَهُمْ، وَلِي، وَلِيَّتِي، وَلِيَّتِي، اللَّعِينُونَ، اللَّعِينِينَ، أَلَا إِلَهَ،
السَّلَامُ، الصَّلَاةُ، الصَّلَاةُ، اللَّتِ، أَلَا.

لیکن جب باعثِ تفخیم موجود ہو اور مانعِ ترقیق منقوذ نہ ہو اسے منخم اور پُر

پڑھنا چاہیے۔

لام درجہ ذات میں اگرچہ مرقق اور باریک ہے مگر صلاحیتِ تفخیم اس

میں موجود ہے۔ لہذا جب لفظِ جلالت یعنی اسم ذات میں واقع ہو جائے اور

ما قبل اس کا مفتوح یا مضموم ہو تو تفخیم اس میں عارض ہو جاتی ہے کیونکہ فتح

اور ضمہ میں بھی تفخیم کی صلاحیت پائی جاتی ہے اور استعلاء اقصیٰ لسان جو کہ

علتِ تفخیم ہے۔ دونوں میں ممکن ہے۔ نیز دونوں میں فی الجملہ ارتفاعِ صوت

پایا جاتا ہے جو کہ معاونِ تفخیم ہے اس لئے لفظِ اللہ، اللَّهُ، كَاللَّهِ تَعْظِيمًا

و تَكْرِيمًا لِلسَّانِ مَفْخَمٌ أَوْ پُرٌّ پُرٌّ صَاحِبِيَّةً تَأْكُلُ اس کی عظمت اور جلال و جمال میں مڑ

اضافہ ہو اور حسین و جمیل اداء ہو۔

اور کسرہ میں چونکہ انخفاضِ فم کی وجہ سے کامل انکسارِ صوت ہوتا ہے

جس کے بعد دفعتاً ارتفاع اور تفخیم متعسر ہونے کے علاوہ معیوب اور کریمہ

بھی ہوتا ہے اس لئے وہ مانعِ تفخیم اور موجبِ ترقیق ہے۔ لہذا ما قبل مکسور ہونے

کی حالت میں، اللَّهُ، اللَّهُ، كَاللَّهِ، كَاللَّهِ مَرَّقٌ أَوْ بَارِيكٌ پُرٌّ صَاحِبِيَّةً تَأْكُلُ

صوتِ کریمہ کی وجہ سے اسم ذات اور اس کی عظمت میں سقم و نقصان واقع

اسم ذات میں لام کی تفخیم کے وقت یہ خیال رکھنا چاہیے کہ اس کا ماقبل

تفخیم سے متاثر نہ ہو جائے کیونکہ جیسا کہ حرفِ مفخم کو مرقق پڑھنا غلطی ہے اسی طرح حرفِ مرقق کو مفخم پڑھنا بھی غلطی ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ اسم ذات میں تفخیم لام کے ساتھ مابعد کا الف بھی مفخم پڑھنا چاہیے کیونکہ وہ ماقبل کا تابع ہے۔ نیز لفظ **اللَّهُ، اللَّهُ** کا لام چونکہ مشدد ہے اور مشدد حرف میں حقیقتہً دو حرف ہوتے ہیں اس لیے تفخیم کے وقت دونوں لام مفخم پڑھنا چاہیے۔ لامِ اول ^{نظت} لحفاظت الاوغام اور لام ثانی لحفاظت التعمیم والتکریم۔ اور ترقیق کے وقت دونوں لام لحفاظت التشدید مرقق پڑھنا چاہیے

الأمثلة

اللَّهُ، وَاللَّهُ، فَاللَّهُ، أَنَاللَّهُ، وَمَاللَّهُ، هُوَ اللّٰهُ، أَمْرَ اللّٰهُ،
 نَحْمَ اللّٰهُ، عِلْمَ اللّٰهُ، رَضِيَ اللّٰهُ، كَرِهَ اللّٰهُ، خَلَقَ اللّٰهُ، شَهِدَ اللّٰهُ،
 قَالَ اللّٰهُ، مَنَّ اللّٰهُ، جَعَلَ اللّٰهُ، حَرَّمَ اللّٰهُ، كَلَّمَ اللّٰهُ، إِنَّ اللّٰهُ،
 مِنَ اللّٰهِ، إِلَى اللّٰهِ، عَلَى اللّٰهِ، أَخَذَ اللّٰهُ، وَعَدَ اللّٰهُ، عِنْدَ اللّٰهِ،
 عَذَابَ اللّٰهِ، عَرَّ اللّٰهُ، اللَّهُمَّ، مَرِيَمَ اللّٰهُمَّ

يُرِيدُ اللّٰهُ، جَعَلَهُ اللّٰهُ، رَفَعَهُ اللّٰهُ، لَهُمُ اللّٰهُ،
 آتَاهُ اللّٰهُ، فَأَخَذَهُ اللّٰهُ، لَعَنَهُمُ اللّٰهُ، أَتَاهُمُ اللّٰهُ

غَيْرُ اللَّهِ . نَاقَةٌ اللَّهِ : أَمْرُ اللَّهِ ، أَرْضُ اللَّهِ
 رَحْمَةُ اللَّهِ ، آيَةُ اللَّهِ : رَسُولُ اللَّهِ ، فَضْلُ اللَّهِ
 عَلَيْهِ اللَّهِ ، أَطِيعُوا اللَّهَ : لَا يُحِبُّ اللَّهُ ، إِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ

لِلَّهِ ، بِإِلَهِهِ ، أَفِي اللَّهِ : بِسْمِ اللَّهِ ، بِيَدِ اللَّهِ ، بِإِذْنِ اللَّهِ
 مِنْ دُونِ اللَّهِ ، فِي كِتَابِ اللَّهِ : أَعُوذُ بِاللَّهِ ، فِي سَبِيلِ اللَّهِ
 مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ، مِنْ رِزْقِ اللَّهِ : بِعَهْدِ اللَّهِ ، بِآيَةِ اللَّهِ
 بِنِعْمَةِ اللَّهِ ، بِذِكْرِ اللَّهِ : فِي دِينِ اللَّهِ ، يَجْعَلِ اللَّهُ
 لَمْ يَكُنِ اللَّهُ ، اسْتَغْفِرِ اللَّهَ : أَحَدُنِ اللَّهُ ، قُلِ اللَّهُمَّ

أَحْكَامُ الرَّاءِ

س : راء کے احکام کتنے ہیں ؟

ج : راء کے احکام تین ہیں (۱) تَفْخِيمٌ (۲) تَرْقِيقٌ (۳) خُلْفٌ !

توضیح الجواب : جازنا چاہیے کہ راء کے احکام ۳ کی ذات، حالات اور اسباب و علل پر موقوف ہوتے ہیں اس لئے کہ راء کی ذاتی اور طبعی تفخیم و ترقیق میں اہل اداء کا اختلاف ہے بعض اسے ذاتاً منفرق قرار دیتے ہیں اور ترقیق اس میں عارضی سمجھتے ہیں اور بعض ذاتاً مرفق قرار دیتے ہیں اور تفخیم اس میں عارضی تصور کرتے ہیں۔

راء کبھی مبتدأ ہوتی ہے کبھی متوسطہ اور کبھی منظرہ، پھر کبھی متحرک ہوتی

اور کبھی ساکن، متحرک ہونے کی حالت میں کبھی مفتوح ہوتی ہے کبھی مضمومہ اور کبھی

مکسورہ، اسی طرح ساکن ہونے کی صورت میں اس کا سکون کبھی اصلی ہوتا ہے اور

کبھی غارسی، اور اس کا ما قبل کبھی مفتوح ہوتا ہے کبھی مضمومہ اور کبھی مکسورہ نیز

اس کے ما قبل اور ما بعد کبھی حرف مستعلیہ ہوتا ہے اور کبھی مستفعلیہ، پس ان مختلف

حالات کی وجہ سے اس کے احکام بھی مختلف اور متعدد ہیں جو تفخیم، ترقیق اور خلف میں منحصر ہیں۔

حُكْمُ الرَّأْيِ الْمُتَحَرِّكِ

س :- رآء متحرکہ کا کیا حکم ہے ؟
 ج :- رآء متحرکہ کے دو حکم ہیں ، تفخیم یا ترقیق
 توضیح الجواب : جاننا چاہئے کہ رآء متحرکہ (یعنی رآء مفتوحہ ،
 مضمومہ اور مکسورہ) اگرچہ وہ مشدد اور منون ہو —
 اپنی مستقل حرکت کی وجہ سے ما قبل اور ما بعد سے متاثر ہوئے
 بغیر — خود اپنی حرکت کے مطابق مَفْخَمٌ یا مَرْقُوقٌ پڑھی جاتی
 ہے۔

نیز جاننا چاہئے کہ رآء کی ذاتی اور طبعی تفخیم میں اہل ادا کا اگرچہ
 اختلاف ہے مگر استعلاء اور صد حیت تفخیم بالثناق اہل ادا بدرجہ
 اتم اس میں موجود ہے۔

پس جب علت اور سبب تفخیم بھی اس میں پائی جائے تو تفخیم
 اس میں عارض ہو جاتی ہے — اور جب علت تفخیم اس میں
 مفقود ہو جائے تو ترقیق اس میں عارض ہو جاتی ہے — سو
 علت کے موجود اور مفقود ہونے کی وجہ سے رآء متحرکہ کے دو حکم ہیں
 ایک حکم رآء مفتوحہ اور مضمومہ کا — اور دوسرا حکم رآء مکسورہ کا۔

اب رآء متحرکہ کے ہر دو احکام بالتفصیل بیان کئے جاتے ہیں :-

حکم الرأى المفتوحة والمضمومة

س : راء مفتوحة اور مضمومہ کا کیا حکم ہے ؟

ج : راء مفتوحة اور مضمومہ کا حکم تقخیم ہے یعنی جب راء پر فتح یا ضمہ ہو تو اسے مفخم اور پُر پُر صنا چاہیے۔

توضیح الجواب : جانا چاہیے کہ یہ راء مفتوحة اور مضمومہ خواہ مبتدأہ ہو خواہ متوسطہ یا منظرہ ہو، وہ ایسی حرکت سے متحرک ہے جو اس کے لئے سبب اور علت تقخیم ہے۔ یعنی فتح اور ضمہ میں استعلاء و قضی لسان اور ارتفاع صوت ممکن الوقوع ہونے کی وجہ سے اس کے لئے سبب و علت اور معاون و موجب تقخیم ہے اس لئے راء مفتوحة اور مضمومہ کو مفخم اور پُر پُر صنا چاہیے تاکہ اس کی وہ صلاحیت تقخیم جو باتفاق اہل اداء اس میں موجود ہے، ظہور میں آئے اور اس کے حسن و جمال میں اضافہ کا باعث بنے۔

الأمثلة

رَبُّكَ، رَجِيمٌ، رَعُوفٌ، رَحْمَةٌ : رَسُولٌ، رَجُلٌ، رَشِيدٌ، وَحِيدٌ
 رَاعِنًا، رَاغِبُونَ، رَاجِعُونَ : رَاشِدُونَ، رَاكِعُونَ، رَازِقُونَ
 مَرَضٌ، غَرَفٌ، خَرَجٌ : صَدْرَكَ، ظَهْرَكَ، وَزْرَكَ
 صِرَاطٌ تَظَاهَرًا، ظَرِيرًا : قَرَّاطِيْسٌ، اِبْرَاهِمَ، اِسْرَائِيلَ
 حَرَامًا، كِرَامًا، صِرَاطًا : ضِرَارًا، قَرَارًا، مِدْرَارًا

تَرَى ، يُرَى ، كُبْرَى : أَخْرَى ، تَتَّارَى ، سُكْرَى
 قُرَّةٌ ، كَرَّةٌ ، غَرْهَمٌ : مَرَّةٌ ، ذَرَّةٌ ، مَكْرَمَةٌ
 الرَّحْمَنُ ، الرَّحِيمُ ، الرَّسُولُ : الرَّحْمَةُ ، الرَّجْفَةُ ، الرَّجِيمُ
 قَدَّرَ ، لِيُنْذِرَ ، لِيُنْذِرَ : لِيَقْدِرَ ، نَقْدِرَ ، قَدَّرَةَ

رُبَمَا ، رُبِقُوا ، رُسُلٌ : رُكَّعًا ، رُفِعَتْ ، رُنِقْنَا
 جُرُونٌ ، قُرْبَاتٌ ، قُرُونًا : كَفَرُوا ، مَكْرُوا ، ظَهَرُوا
 هَرُونَ ، قَارُونَ ، هَارُونَ : وَمَارُونَ ، يَخْرُونَ ، يَقْرَعُونَ
 يَكْفُرُ ، يَصْدِرُ ، يَنْصُرُ : يَظْهَرُ ، تَخْرُجُ ، نَخْرُ
 غَفْوًا ، شَكْوًا ، قَدِيرٌ : نَذِيرٌ ، كَبِيرٌ ، بَصِيرٌ
 خَيْرٌ ، عَزِيرٌ ، غَيْرٌ : بَشِيرٌ ، مَصِيرٌ ، نَصِيرٌ
 ضُرٌّ ، مُتَقَرٌّ ، مُتَمِرٌ : مُسْتَقَرٌّ ، فَمِرُوا ، فَخَرُوا
 الْحُرُّ ، الرَّشِدُ ، الرَّسُلُ : الرَّوْحُ ، الرَّوْمُ ، الرَّهْبَانُ
 قَمَرًا ، مُنِيرًا ، قَدَسًا : مَقْدُورًا ، مَهْجُورًا ، مَنثورًا

حُكْمُ الرَّاءِ الْمَكْسُورَةِ

س : راء مکسورہ کا کیا حکم ہے؟

ج : راء مکسورہ کا حکم ترقیق ہے یعنی جب راء پر کسرہ ہو تو اسے مرقق اور باریک پڑھنا چاہیے!

توضیح الجواب: جانا چاہیے کہ راء میں اگرچہ ہدات خود استعلاء و ارتفاع کی صلاحیت موجود ہے لیکن وہ یہی حرکت سے متحرک ہے جو تفخیم کا باعث اور سبب و علت بنتے ہیں۔ بل نہیں ہے یعنی سر میں بوجہ انخفاض فہم اور انکسار صوت کے وہ صلاحیت ہی موجود ہے جو تفخیم کا باعث اور موجب بن سکے۔ نیز اسے من حیث اللمسہ ترقیق و دخول کو مستثنیٰ ہے اور استعلاء و ارتفاع کا ضد اور مقابل ہے اس لئے راء مکسورہ کو مرقق اور باریک پڑھنا چاہیے تاکہ اس کی طبعی تفخیم ظہور میں نہ آئے اور ترقیق اس کے لئے زبیر و زینت کا باعث بنے۔

الْأَمْثَلُ

رِجَالٌ ، رِيَاحٌ ، رِمَاحٌ ، رِثَاءٌ ، رِيحًا ، رِيثًا
تَجْرِي ، مَرِيضٌ ، حَرِيضٌ ، فَرِيقٌ ، شَرِيكٌ ، عَرِيضٌ
قَدِيرٌ ، كَفِيرٌ ، نَاصِرٌ ، شَاكِرٌ ، دَاخِرٌ ، خَارِجٌ
مَطَرٌ ، خُسْرٌ ، حَجْرٌ ، شَهْرٌ ، أَمْرٌ ، بِقَدَرٍ
لِبَشَرٍ ، بِنَهْرٍ ، بِشَرِيٍّ ، نَذِيرٌ ، نَصِيرٌ

مِنْ شَرِّ، بِالْبُرِّ، بِالْحُرِّ : الصَّبْرِ، الْفَجْرِ، الْعَصْرِ
وَقَرِّي، عَابِرِي، حَاضِرِي : الرَّجَالُ، الرِّيَاحُ، الرَّعَاءُ

حُكْمُ الرَّاءِ السَّاكِنَةِ

س : راء ساکنہ کا کیا حکم ہے ؟

ج : راء ساکنہ باعتبار وقوع اور ماقبل و مابعد مختلف ہوتی ہے اس لئے اس کے احکام بھی مختلف ہوتے ہیں !

توضیح الجواب : جانا چاہیے کہ راء ساکنہ چونکہ حرکت سے عاری اور خالی ہوتی ہے اس لئے وہ بذاتِ خود کوئی مستقل حکم نہیں رکھتی بلکہ جیسا کہ وہ تلفظ میں ماقبل کا محتاج ہوتی ہے ایسا ہی وہ تفخیم و تفریق میں بھی ماقبل کا محتاج رہتی ہے۔ پس اگر ماقبل اس کا ایسی حرکت سے متحرک ہے جو اس کے لئے باعث اور علتِ تفخیم بن سکے، تو وہ مفخم پڑھی جاتی ہے اور اگر ماقبل اس کا ایسی حرکت متحرک ہے جو اس کے لئے باعثِ تفخیم نہیں ہے تو وہ مرقق پڑھی جاتی ہے۔

نیز راء ساکنہ باعتبار محل کے کبھی ابتداء کلمہ میں ہوتی ہے اور کبھی وسط کلمہ میں اور کبھی آخر کلمہ میں لہذا ان مختلف حالات کی وجہ سے اس کے احکام بھی مختلف اور متعدد ہیں۔ ایک حکم راء ساکنہ مبتدأ کلمہ ہے۔ دوسرا حکم راء ساکنہ متوسطہ کا اور تیسرا حکم راء ساکنہ منتظرہ کا ہے۔

حُكْمُ الرَّاءِ السَّاكِنَةِ الْمَبْتَدِئَةِ

س ، راء، ساکنہ مبتدئہ کا کیا حکم ہے ؟

ج : راء، ساکنہ مبتدئہ کو ہر حال میں مفخم اور پُر پُر ہونا چاہیے خواہ ماقبل حرکت کوئی سی ہو !

توضیح الجواب : باننا چاہیے کہ : راء، ساکنہ مبتدئہ اگرچہ بذاتِ خود حرکت سے عاری اور حال ہے مگر ماقبل اس کا یا توفتحہ اور ضمہ جیسی حرکت سے متحرک ہوتا ہے جو اس کیلئے باعثِ تفخیم ہوتا ہے، اور یا وہ کسرہ جیسی حرکت سے متحرک ہوتا ہے جو بذاتِ خود اگرچہ وہ مانعِ تفخیم ہے، مگر بوجہ عارض اور منفصل ہونے کے اس کی وہ ثقینت جو مانعِ تفخیم ہوتی ہے ضعیف اور کمزور ہو جاتی ہے، پس کسرہ عارضہ اور منفصلہ مانعِ تفخیم نہیں ہے اس لئے ماقبل خواہ فتحہ ہو، ضمہ ہو یا کسرہ، ہو ہر حال میں اسے مفخم اور پُر پُر ہونا چاہیے تاکہ وہ حسین و جمیل اداء ہو۔

الْأَمْثَلُ

ارْجِعْ، اَرْكَبْ، اِرْتَضَى : اِرْكَعُوا، اِرْتَابُوا، اِرْتَدَّ
ارْجِعِي، اِرْجِعُوا، اِرْتَقِبْ : اِرْجِعُونَ، اِرْجِعْنَ، اِرْحَمْنَا
اِرْتَبْتُمْ، اِرْكَبُوا، اِرْتَدُّوا : اِرْكُضْ، اِرْتَقْنَا، اِرْحَمْهُمَا

وَارْتَقْنَا، وَاِرْحَمْنَا، فَارْجِعْنَا : فَارْتَقِبْ، فَارْجِعْ، ثُمَّ ارْجِعْ

يُنْتَىٰ اَرْكَبُ، وَالَّذِيْنَ اُرْتَدُّوْا ۙ وَقَالَ اَرْكَبُوْا، لَكُمْ اَرْجِعُوْا
 النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ اَرْجِعِيْ ۙ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَرْكَعُوْا
 رَبِّ اَرْجِعُوْنَ، اَمْرًا تَابُوْا ۙ مِّنْ اُرْتَضَىٰ، وَعَذَابِ اِنْ اَرْكُضْ
 رَبِّ اَرْحَمُهُمَا، اِنْ اُرْتَبْتُمْ ۙ لِمَنْ اُرْتَضَىٰ، الَّذِي اُرْتَضَىٰ
 قَبْلَ اَرْجِعُوْا، فَارْجِعُوْهُمْ ۙ فَارْغَبْ، وَارْتَابَتْ

حُكْمُ الرَّاءِ السَّاكِنَةِ التَّوَسُّطِ

س : راء ساکنہ متوسط کا کیا حکم ہے ؟

ج : راء ساکنہ متوسط سے پہلے حرف مفتوح یا مضموم ہو تو اسے مفتوح اور پڑھنا چاہیے اور اگر مکسور ہو تو اسے مرقق اور باریک پڑھنا چاہیے۔ بسطہ طبع کے بعد حرف مستعربہ مفتوح اسی کلمہ میں نہ ہو، اگر ایسا ہو تو اسے بھی مفتوح اور پڑھنا چاہیے !

تَوْضِيْحُ الْجَوَابِ : جانا چاہیے کہ راء ساکنہ متوسط کا ما قبل کبھی مفتوح ہوتا ہے اور کبھی مضموم اور کبھی مکسور۔ پھر راء کے بعد کبھی حرف مستعربہ ہوتا ہے اور کبھی غیر مستعربہ، نیز حرف مستعربہ کبھی مفتوح ہوتا ہے اور کبھی مکسور۔ پس اگر ما قبل اس کا مفتوح یا مضموم ہے تو چونکہ فتح اور ضم راء کے لئے موجب تغخیم ہے اس لئے اسے مفتوح پڑھنا چاہیے اسی طرح اگر ما قبل اس کا مکسور ہے اور بعد اس کے حرف مستعربہ مفتوح کلمہ واحدہ میں نہیں ہے تو چونکہ حرف مستعربہ مفتوح

متصل واقع ہونے کی وجہ سے ما قبل کسرہ کی وہ حیثیت جو موجب ترقیق ہوتی ہے
ضعیف اور کمزور ہو جاتی ہے اس لئے اسے بھی مفخم پڑھنا چاہیے۔ اور ایسے کلمات
قرآن مجید میں صرف پانچ ہیں۔

البتہ اگر حرف مستعلیہ بھی مکسور ہے تو اس حالت میں راء، چونکہ دو کسروں
کے درمیان واقع ہو جاتی ہے اس لئے اس میں: حُلْفُ: پایا جاتا ہے۔ پس حرف
مستعلیہ متصل واقع ہونے کی وجہ سے مفخم پڑھی جاتی ہے اور دو کسروں کے درمیان
میں واقع ہونے کی وجہ سے مرقق پڑھی جاتی ہے۔ اور ایسا کلمہ قرآن کریم میں صرف
ایک ہی ہے: فِرْقٍ: اور اگر ما قبل اس کا مکسور ہے اور بعد اس کے حرف مستعلیہ
کلمہ واحدہ میں نہیں ہے تو چونکہ یہ کسرہ اصلی ہے اور کسرہ اصلی موجب ترقیق ہے
اس لئے اسے مرقق پڑھنا چاہیے۔ مثلاً میں راء ساکنہ متوسطہ کو پیش نظر رکھ کر اصول
مقررہ کے مطابق پڑھیے۔

الْأَمْثَلَةُ

أَرْسَلٌ، أَرْحَمٌ، أَرْبَابًا : تَرَحَّمْنَا، تَرْتَابُوا، يَرْجِعُونَ
تَرْبُونَ، تَرْزُقُ، وَرَدَةٌ : خَرَدَلِي، بَرَقٌ، بَرْنَحٌ
حَرِثٌ، قَرُضًا، قَرْنًا : فَرْدًا، ضَرَبًا، عَرُضًا
مَرَقِدْنَا، مَرَجُوا، مَرْدُودٌ : مَرَحِبًا، مَرَعِبًا، أَرْسَهَا
تَرْكَبُوا، تَرْكُضُوا، تَرْفَعُوا : تَرْتَدُّوا، يَرْشُدُونَ، يَرْهَبُونَ
الْبَرَقُ، الْأَرْضُ، الْعَرِشُ : الْحَرِثُ، الْمَرَعُ، الْمَرَجَانُ

قُرَانًا، فُرْقَانًا، بُرْهَانًا، مُرْتَفَقًا، عُرْفَةً، تَرْزُقْنِيهِ
 مُرْجُونَ، يَرْجِعُونَ، يَرْزُقُونَ، تَرْحَمُونَ، قُرْبَةً، مُرْتَقِبُونَ
 الْقُرْآنُ، الْفُرْقَانُ، الْعُرْفَةُ، يَطْهَرُونَ، أَنْظَرْنَا، فَاَنْصَرْنَا

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قُرْطَابٍ
 إِنَّ كَرَامَتَكَ . . . لِئَلَّا يَرُصَّادِ ۖ فَمَا الْإِنْسَانُ
 وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَارْصَادًا ۖ لِمَنْ حَارَبَ اللَّهَ
 إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۖ لِلطَّاغِيْنَ مَا بَا
 فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ
 فَاَنْقَلَقَ فَاَكَانَ كُلُّ فِرْقَةٍ
 فَلَمَسُوا بِأَيْدِيهِمْ
 كَالطُّورِ الْعَظِيمِ

فِرْعَوْنَ، شِرْذِمَةً، شِرْعَةً، مِرْيَةً، مِرْفَقًا، شِرْكِيكُمْ
 وَذِكْرَهُمْ، وَيُجْرِكُمْ، مَضْطَرَيْتُمْ، فَبَشِّرْهُمْ، أَنْظَرْنِي، أَنْذَرَهُمْ

حُكْمُ الرَّاءِ السَّاكِنَةِ الْمُتَطَرِّفَةِ

س : راء ساکنہ متطرفہ کا کیا حکم ہے ؟

ج : راء ساکنہ متطرفہ سے قبل اگر فتح یا ضم ہو تو اسے مفتوح اور بربرٹھنا چاہیے اور اگر کسرہ ہو تو اسے مرقق اور باریک پڑھنا چاہیے !

توضیح الجواب : جانتا چلیے کہ راء ساکنہ متطرفہ سکون کبھی اصل ہوتا ہے اور کبھی عارض للوقف۔ پس اگر سکون اس کا اصل ہے اور ما قبل مفتوح یا مضموم ہے تو چونکہ فتح اور ضم اس کے لئے موجب تفخیم ہے اس لئے اسے وصلاً و وقفاً مفتوح پڑھنا چاہیے۔ اور اگر ما قبل اس کا مکسور ہے تو چونکہ کسرہ اس کے لئے موجب تزیق ہے اس لئے اسے وصلاً و وقفاً ترقق پڑھنا چاہیے۔

اسی طرح اگر راء ساکنہ متطرفہ سکون عارض للوقف ہے یعنی وقف کی وجہ سے سکون ہو گیا ہے اور ما قبل اس کا مفتوح یا مضموم ہے تو اسے مفتوح پڑھنا چاہیے اور اگر ما قبل مکسور ہے تو اسے مرقق پڑھنا چاہیے۔

ایسا ہی اگر راء ساکنہ متطرفہ موقوفہ سے قبل کوئی حرف ساکن واقع ہو، مگر اسی ساکنہ نہ ہو، اور اس سے قبل مفتوح یا مضموم ہو تو اسے بھی فتح پڑھنا چاہیے اور اگر اس سے قبل مکسور ہو تو اسے مرقق پڑھنا چاہیے۔

لیکن اگر راء ساکنہ متطرفہ موقوفہ سے قبل یا ساکنہ ہی واقع ہو تو چونکہ یہ ساکنہ بمنزلة دو کسہ وں کے ہوتی ہے اس لئے ما قبل خواہ کوئی کسی حرکت ہوتی ہے اس میں مرقق پڑھنا چاہیے۔

البتہ اگر راساکنہ منظر نہ موقوفہ سے قبل : ص. ط : واقع ہو تو اسے منحنم اور مرتق
 دونوں طرح پڑھنا جائز ہے مگر بہتر یہ ہے کہ راساکنہ موقوفہ کے سابقہ حرکت کے
 پیش نظر اور قیاساً علی الاصل : مَصْرُ : کی راء کو منحنم اور عین القَطْرِ : کی راء مرتق
 پڑھی جائے

الْأَمْثَلَةُ

وَأَنْحَرُ ، لَا يَسْخَرُ ، فَلَا تَقْهَرُ ، فَلَا تَهْرُ ، لَا تَذَرُ ، لَمْ يَتَغَيَّرْ

أَنْظُرُ ، أَنْ اشْكُرُ ، أَنْصُرُ ، فَمَنْ يَكْفُرُ ، وَلَا تَكْفُرُ ، وَلَا تَغْرُرُ
 تَأْمُرُ ، تَنْصُرُ ، أَذْكَرُ ، وَأَهْجُرُ ، وَأَكْفُرُ ، وَأَمُرُ

وَأَصْبِرُ ، وَأَضْطَبِرُ ، أَبْصِرُ ، اسْتَغْفِرُ ، أَوْلَا تَسْتَغْفِرُ ، إِغْفِرُ
 فَاغْفِرُ ، فَاسْتَغْفِرُ ، فَبَشِيرُ ، وَلَا تُبْذِرُ ، وَذِكْرُ ، فَاصْبِرُ
 فَاصْبِرْ صَبْرًا ، وَأَنْذِرْ قَوْمَكَ ، وَلَا تُصْفِرْ خَدَّكَ .

مَزْدَجِرُ ○ مَخْتَضِرُ ○ فَعْقِرُ ○ بِسَخَرُ ○ مَنْ شَكَرُ ○ بِقَدَرُ ○
 بِالْبَصْرِ ○ مُسْتَطَرُ ○ مَسَّ سَقَرُ ○ وَالْقَمَرُ ○ أَيَّامِ أَخْرَطُ ○ وَأَطْهَرُ ○
 أَيْنَ الْمَفْرُ ○ الْمُسْتَقَرُّ ○ فِي لِحْرُ ○ وَأَمْرُ ○
 بِالنُّذْرِ ○ فِي الزَّبْرِ ○ شَيْءٌ تَكْرُ ○ تَعْنِ النَّذْرُ ○ يُولُونَ الدَّبْرُ ○

وَسُورًا ، وَنَذْرًا ، وَدُسْرًا ۖ سَنَنِ النَّصْرِ ، الْخَرَّ بِالْحَرْطِ

مَقْتَدِرًا ، مَنْتَشِرًا ، مَنْرِهَرًا ۖ يَوْمَ عَسِيرٍ ، قَدَّ قَدِيرًا ، مَنَقِرًا
وَرَدَّجِرًا ، مَدَّ كَبِيرًا ، مَنْتَصِرًا ۖ الْأَشْرُ ، كَانَتْ كَفْرًا ، اَلْمُنْتَصِرُ
مُسْتَبِرًا ، مُسْتَقِيمًا ، بِالْبِرَّةِ

فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ، مَا أَيْلَةُ الْقَدْرِ ۖ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ ، مَطْلَبُ الْفَجْرِ
بِالصَّبْرِ ، إِذَا يَسُرُّ ، وَالْوَتْرُ ۖ وَالْعَصْرُ ، وَالْفَجْرُ ، وَيَالِ عَشْرُ
النَّارِ ، النَّهَارُ ، الْبَوَارُ ۖ الْأَبْصَارُ ، مُتَكَبِّرِيًّا ، غَيْرَ مُضَارُّ

لَفِي خَسْرٍ ، بِكُمُ الْيَسْرِ ۖ بِكُمُ الْعَسْرِ ، بِمَالَةٍ صَفْرُ
إِلَى النُّورِ ، بِذَاتِ الصُّدُورِ ۖ وَلَا الْحُرُورُ ، مَنْ فِي الْقُبُورِ

لِذِي جُجْرٍ ، ذِي الذِّكْرِ ۖ السِّحْرُ ، وَلَا بِكْرُهُ هَذَا ذِكْرُ

خَيْرٌ ، ضَيْرٌ ، وَالطَّيْرُ ۖ فِيهَا السَّيْرُ ، الْخَيْرُ ، عَزِيرٌ
قَدِيرٌ ، وَنَذِيرٌ ، كَبِيرٌ ۖ خَيْرٌ ، بَصِيرٌ ، مِنْ قَطِيرٍ

أَدخَلُوا مِصْرَهُ بِمِصْرِهِ ۖ مِنْ مِصْرٍ عَيْنِ الْقَطْرِ

الِمَالَةُ

س : امالہ کسے کہتے ہیں اور وہ کس لفظ میں کیا جاتا ہے ؟

ج : صوت فتح کو کسرہ کی طرف، اور صوت الف کو یاء کی طرف مائل کرنے کو : امالۃ

کہتے ہیں اور وہ بروایت حفص بن سلیمان فقط لفظ مَجْرُہَا میں مروی ہے

تَوَنِيهِ سِيحِ الْجَوَابِ : جاننا چاہتے ہیں کہ ادار کی لغوی معنی مائل کرنے اور جھکانے

میں اور اصطلاح قرآنیہ صوت فتح کو کسرہ کی طرف اور اس کے بعد الف کو یاء کی طرف

مائل کرنے کو امالہ کہتے ہیں اور یہ بروایت حفص بن سلیمان عن ابی صم عن ابی ذر

مَجْرُہَا میں منقول ہے

مَجْرُہَا اصل میں "مَجْرُہَا" ہے جب صوت فتح کو کسرہ کی طرف

اور اس کے بعد الف کو یاء کی طرف مائل کر دیا جائے تو لفظ "مَجْرُہَا" کہیں جاتا

ہے یعنی تحۃ الرء جو کمری زیر صوت سبب یہ والی الامالہ ہے نہ کہ ادار اس لئے کہ ادار

ایک صوتی اداس ہے جو تحزیر میں نہیں آسکتی

امالہ کرتے وقت اگر میان صوت بین الفظین یعنی بین الالف والیاء ہے تو اسے

امالۃ تُعْمَرُی کہتے ہیں اور اگر قریب بیا خالص ہے تو اسے "امالۃ کُبْرُی"

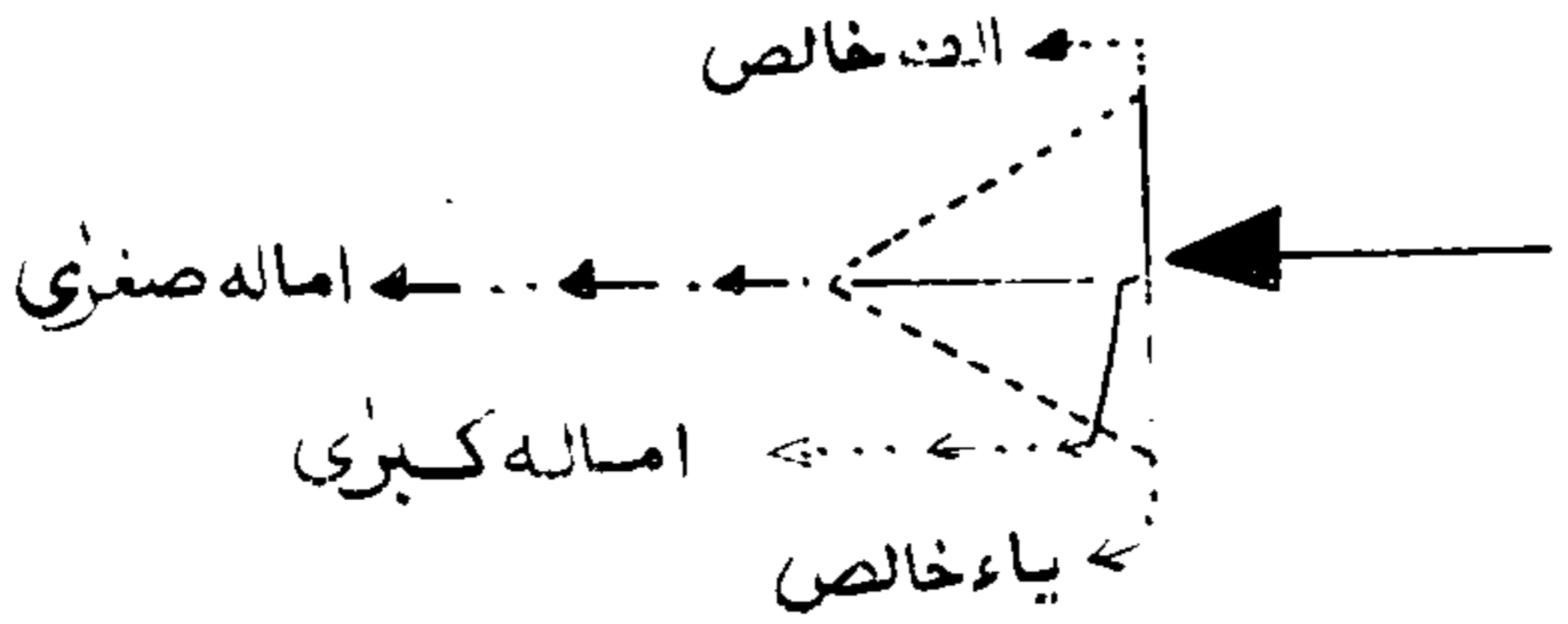
کہتے ہیں

امالہ کی ہر دو قسمیں علیحدہ علیحدہ اور الگ الگ ایک مخصوص قسم کی اداعے جسے

امالۃ لسان اور امالۃ اداعہ فم اور لسان کی ایک خاص انداز سے ادا کرتے ہیں کہ نہ تو وہ پورا

فتح اور الف ہے ہوتا ہے اور نہ پورا کسرہ اور یاء خالص بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک

جدا ناکہ اور نرائی قسم کی صوتی ادار ہے جو کبھی تو بین اللفظین یعنی بین الالف والیاں ہوتی ہے اور کبھی قریب بہ یاءِ خالص ہوتی ہے۔ جیسے میلان صوت اور آواز کا رخ



امالہ صغریٰ بروایت حفص منقوٰں نہیں ہے اور امالہ کبریٰ فقط ایک جگہ سورۃ ہود میں
 بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرَسًا وَمُرْسَلًا میں مردی ہے پس راہ ممالہ مرفق پڑتی جاتی ہے اور
 اس کی صوتی ادار ایسی ہوتی ہے جیسے لفظ قدرے اور قطرے میں راہ کی صوتی اداء
 ہے۔ قائل۔

الجزء الثالث عشر في أقسام الهمزة

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

أقسام الهمزة

س : همزة کے اقسام یہ ہیں :

ج : ہمزة بلحاظ وقوع تین قسم پر ہوتا ہے۔ ہمزة مبتدأہ، ہمزة متوسطة، ہمزة منتهیہ۔
توضیح الجواب : جاننا چاہیے کہ ہمزة کی باعتبار وقوع فی العکرتین قسمیں ہیں۔
مبتدأہ، متوسطة، منتهیہ۔ ہمزة مبتدأہ ہمیشہ مرسوم بصورت الف ہوتا ہے جیسے : أَمَرَ
أَحَدًا، وَغَيْرُہِ اور ہمزة متوسطة اور منتهیہ کبھی ماقبل کی حرکت کے مطابق اور کبھی اپنی حرکت
کے موافق حروف علت : واو، یعنی واو، الف اور یا سے لکھا جاتا ہے اور کبھی مخدوف
الرسم ہوتا ہے جیسے فَاتٍ، نَشَأُ، الْمَلَأُ، يَوْمٍ، يَوْمَانٍ، نَوْلُوا، جِئْتُ
سِتُّ، قَرِيٌّ وغیرہ میں ماقبل کی حرکت کے مطابق حروف علت سے مرسوم ہے
اور الْمَلَأُوا، الْعَلَّمُوا، يَوْمَيْنِ، أَيْتَكْرُ وغیرہ میں ہمزة خود اپنی
حرکت کے موافق حروف علت سے مرسوم ہے اور شَيْءٌ، دِفْءٌ، الْخَبَاءُ،
قُرُوءٌ، مَاءٌ، تَرَاءٌ، يَشَاءُ وغیرہ میں ہمزة مخدوف الرسم ہے۔

لیکن روایت حفص بن سلیمان رحمہما اللہ ہمزة متوسطة اور منتهیہ میں کسی قسم کا

تذکرہ ہے اس لیے صرف ہمزة مبتدأہ کی اقسام و احکام بیان کی

جاتی ہیں۔

پس ہمزہ مبتدأہ کی دو قسمیں ہیں۔

۱۱، هَمْزَةُ الْقَطْعِ (۲) هَمْزَةُ الْوَصْلِ

پھر هَمْزَةُ الْقَطْعِ دو قسم پر ہے

۱۱، هَمْزَةُ الرَّصْلِ (۲) هَمْزَةُ الْإِسْتِفْرَافِ

هَمْزَةُ الرَّصْلِ

س : ہمزۃ الاصل کسے کہتے ہیں ؟

ج : جو ہمزہ مبتدأہ جزء کلمہ ہوتا ہے یعنی بنیاد کلمہ میں شامل ہوتا ہے اسے ہمزۃ

الرَّصْلِ کہتے ہیں !

توضیح الجواب : جاننا چاہیے کہ جو ہمزہ مبتدأہ معنی کلمہ اور بنیاد کلمہ میں شامل ہوتا ہے

کلمہ نواہ اسم ہو، فعل ہو، نواہ حرف اور نواہ ثانی مجرور ہو وہ مزید نواہ اسے ہمزۃ

الرَّصْلِ کہتے ہیں اور ہمزۃ الاصل سات قسم پر ہوتا ہے۔

۱۱، هَمْزَةُ الْبِنَاءِ (۲) هَمْزَةُ الْجَمْعِ (۳) هَمْزَةُ الرَّعْلَامِ

(۴) هَمْزَةُ الْمُتَكَلِّمِ (۵) هَمْزَةُ بَابِ اِفْعَالٍ (۶) هَمْزَةُ اَفْعَلٍ

التَّفْضِيلِ (۷) هَمْزَةُ فِعْلِ التَّعَجُّبِ

اب ان جملہ اقسام کو علیحدہ علیحدہ اور منتقل عنوانات سے بیان کیا جاتا

هَمْزَةُ الْبِنَاءِ

س : ہَمْزَةُ الْبِنَاءِ کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے ؟
 ج : جو ہَمْزہ مَبْتَدَاةُ بِنَاءِ کلمہ میں شامل ہوتا ہے یا اصول کلمہ یعنی کسی کلمہ کے : فاء :
 کلمہ کی جگہ میں واقع ہوتا ہے اُسے : هَمْزَةُ الْبِنَاءِ کہتے ہیں۔ ہَمْزَةُ الْبِنَاءِ
 ہمیشہ ثابت رہتا ہے اس لیے اُسے ہمیشہ اور بہر حال میں پڑھنا چاہیے۔
 تَوْضِيحُ الْجَوَابِ :۔ جاننا چاہیے کہ ہَمْزَةُ الْبِنَاءِ کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ وضع کلمہ
 کے وقت بنیاد کلمہ میں شامل کیا جائے اور اس کے بغیر کلمہ قائم نہ رہ سکے جیسے : اَبٌ
 اَخٌ وغیرہ۔

دوم یہ کہ کسی کلمہ کے : فاء : کلمہ کے مقام میں واقع ہو جیسے : اَمْرٌ بَرُوْرٌ
 فَعْلٌ : تو ایسے ہَمْزہ کو : هَمْزَةُ الْبِنَاءِ کہتے ہیں۔ پس ہَمْزَةُ الْبِنَاءِ ہمیشہ ثابت
 رہتا ہے اور ابتداءً و وصلًا پڑھا جاتا ہے ، اور کسی نہ کسی حرکت سے متحرک ہوتا ہے۔

الْأَمْثَلَةُ

أَنْ. إِنْ. أَنَّ. إِنْ. أَنَا. إِنَّا. إِنِّي. إِنِّي.
 إِذْ. إِذَا. إِلَى. أُولَى. إِلَّا. إِلَّا. أَوْ. أَمْرٌ. إِلَهُ.
 أَبٌ. أَخٌ. أُمٌّ. أُخْتُ. أَرْضٌ. أَنْفٌ. أَلْفٌ. أَهْلٌ.
 أَمْرٌ. أَشْلٌ. أَجْرٌ. أَحَدٌ. أَكْلٌ. أَحَدًا. أَبَدًا. أَمْرًا.

هَمْزَةُ الْجَمْعِ

س : ہَمْزَةُ الْجَمْعِ کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے ؟
 ج : جو ہَمْزہ مبتدأہ صیغہ جمع میں واقع ہوتا ہے اسے هَمْزَةُ الْجَمْعِ کہتے ہیں۔
 اس میں ہَمْزَةُ الْجَمْعِ ہمیشہ ثابت رہتا ہے اس لیے اسے ہر حال میں پڑھنا چاہیے۔
 توضیح الجواب : جانا چاہیے کہ بی عرب جب کسی اسم مفرد کو جمع بناتے ہیں تو
 عموماً اس کے شروع میں ایک ہَمْزہ لکھ دیتے ہیں اسے هَمْزَةُ الْجَمْعِ کہتے ہیں۔
 اس ہَمْزہ جمع ہمیشہ ثابت رہتا ہے اور ہمدرد و صدیق پر بھی لکھا جاتا ہے۔

الْأَمْثَلُ

أَعْمَالُ	أَمْوَالُ	أَمْوَاتُ	أَزْوَاجُ
أَصْدِقَاءُ	أَحْكَامُ	أَصْدِقُ	أَنْقَابُ
أَصْحَابُ	أَوْثَانُ	أَطْرَافُ	أَصْوَاتُ
أَقْرَابُ	أَقْطَارُ	أَسْفَارُ	أَرْحَامُ
أَشْرَافُ	أَلْوَانُ	أَنْسَابُ	أَرْبَابُ
أَعْرَابُ	أَقْوَانُ	أَبْيَادُ	أَسْوَابُ

هَمْزَةُ الْأَعْلَامِ

اس ہَمْزہ کو علامت کے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے ؟
 ج : ہر جملہ ہمبندہ اسماء عجمی میں واقع ہوتا ہے ہَمْزَةُ الْأَعْلَامِ کہتے ہیں
 اس ہَمْزہ کو علامت کہتے ہیں اس لیے اسے ہر حال میں پڑھنا چاہیے !
توضیح الجواب : جانا چاہیے کہ قرآن کو عربی عجمی اور غیر عربی اسماء عجمی والہ میں
 ان کے شروع میں ہمبند ہوتا ہے اسے ہَمْزَةُ الْأَعْلَامِ کہتے ہیں اس
 کے ساتھ ہمیشہ ثابت رہتا ہے اور ہمدردی سے پڑھا جاتا ہے

الْإِمْتِلَاءُ

رُحَيْمٌ سَعِيدٌ نَحْوٌ : دَرِينٌ رِيَّاسٌ رِنَجِيدٌ
 سُرَائِدٌ رِيَّاسٌ

هَمْزَةُ الْمُتَكَلِّمِ

اس ہَمْزہ کو متکلم کے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے ؟
 ج : ہر جملہ ہمبندہ صیغہ و ہمد متکلم کے شروع میں واقع ہوتا ہے اسے ہَمْزَةُ الْمُتَكَلِّمِ
 کہتے ہیں اس ہَمْزہ کو ہمیشہ ثابت رہتا ہے اس لیے اسے ہمیشہ اور ہر حال میں
 پڑھنا چاہیے !

توضیح الجواب : جانا چاہیے کہ فعل مضارع کے تیرے صیغہ یعنی واحد متکلم

اَكْرَمَ يَكْرُمُ بِرُوزْنِ اَفْعَلٍ يَفْعَلُ. باب افعال کے نام سے مشہور ہے اس کے ماضی کے چودہ صیغوں میں معلوم ہوں خواہ مجھوں اور امر کے کل صیغوں میں جو ہمزہ مبتدأ ہوتا ہے اسے ۱۱ ہَمْزَةُ بَابِ اَفْعَالٍ کہتے ہیں۔ سو باب افعال کا ہمزہ ہمیشہ ثابت رہتا ہے اور ابتداء و وصل پر لڑھا جاتا ہے۔

الْاُمَثَلَةُ

اَكْرَمَ . اَنْزَلَ . اُرْسِلَ . اُخْرِجَ . اُسْلِمَ . اُبْصَرَ .
 اَحْسَنَ . اُفْسِدَ . اُطْعِمَ . اُعْلِنَ . اُعْرِضَ . اُسْقَى .
 ادْخَلَ . اَكْرَمَ . اَحْسَنَ . اَنْزَلَ . اَفْرَعُ . اَقْبَلُ

هَمْزَةُ اَفْعَلِ التَّفْضِيلِ

س : ہَمْزَةُ اَفْعَلِ التَّفْضِيلِ کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے ؟
 ج : ہَمْزَةُ مَبْتَدَاً جب کسی ایسے کلمہ میں واقع ہو جس سے عظمت و رفعت اور بڑھائی معلوم ہوتی ہو تو اسے هَمْزَةُ اَفْعَلِ التَّفْضِيلِ اور اسم تفضیل بھی کہتے ہیں۔ پس ہَمْزَةُ اَفْعَلِ التَّفْضِيلِ یا اسم تفضیل ہمیشہ ثابت رہتا ہے اس لیے اسے ہمیشہ اور ہر حال میں پڑھنا چاہیے !

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جانا چاہیے کہ اہل عرب جب کسی بات یا کسی کام میں رفعت و عظمت اور بڑھائی بیان کرنا چاہتے ہیں تو اس کے مناسب کلمہ ۱۱ اَفْعَلُ

کے وزن پر لگتے ہیں۔ پس ایسے کلمہ کے شروع میں جو ہمزہ ہوتا ہے اُسے ہمزہ
 اَفْعَلِ التَّفْضِيلِ اور اسم تفضیل بھی کہتے ہیں سو اسم تفضیل کا ہمزہ ہمیشہ
 ثابت رہتا ہے اور مفتوح ہوتا ہے اور ابتداءً دو وصلاً پڑھا جاتا ہے۔

الْأَمْثَلَةُ

أَكْبَرُ أَكْثَرُ : أَظْلَمُ : أَعْلَمُ : أَقْرَبُ أَقْرَبُ
 أَضْعَفُ أَحْسَنُ : أَعْظَمُ : أَحَبُّ : أَضَلُّ أَصَمُّ
 أَقْسَطُ أَبْكُمْ : أَحْكَمُ : أَشَدُّ : أَجْدَرُ أَظْلَمُ

هَمْزَةُ فِعْلِ التَّعَجُّبِ

س : ہمزہ فعل التعجب کے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے ؟
 ج : ہمزہ مبتدأء جب کسی ایسے کلمہ میں واقع ہو جس سے ظہار تعجب معلوم ہوتا ہو تو
 اُسے ہمزہ فعل التَّعَجُّبِ کہتے ہیں۔ پس ہمزہ فعل تعجب ہمیشہ
 ثابت رہتا ہے اس لیے اُسے ہمیشہ اور یہ حال میں پڑھنا چاہیے :
 تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جانا چاہیے کہ اہل عرب جب کسی بات یا کسی چیز
 اظہار تعجب چاہتے ہیں تو اس کے مناسب جو ہمارا استعمال کرتے ہیں وہ بروزن مَکَا
 اَفْعَلَهُ لَئِنِّي يَابِرُوزَنِ اَفْعِلْ بِهٖ۔ سو اس کے شروع میں جو ہمزہ ہوتا
 ہے اُسے ہمزہ فعل التَّعَجُّبِ کہتے ہیں پس فعل تعجب کا ہمزہ ہمیشہ

ثابت رہتا ہے اور مفتوح ہوتا ہے اور ابتداءً دو وصلاً پڑھا جاتا ہے۔

الْأَمْثَلَةُ

أَبْصُرِيهِ وَأَسْمِعْ : أَسْمِعْ بِرَبِّهِ وَأَبْصُرْ
فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ : ؟

هَمْزَةُ الْإِسْتِفْهَامِ

س : ہمزۃ الاستفہام کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے ؟

ج : جس ہمزہ کے دخول سے جملہ خبریہ جملہ انشائیہ اور سوالبہ بن جائے اُسے

هَمْزَةُ الْإِسْتِفْهَامِ کہتے ہیں۔ ہمزۃ الاستفہام ہمیشہ ثابت رہتا

ہے اس لیے اُسے ہمیشہ درہر حال میں پڑھنا چاہیے !

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ اہل عرب جب کسی سلسلہ میں مخاطب سے سوال

کرنا چاہتے ہیں تو اُس کے مناسب جملہ پر ایک ہمزہ مفتوح زائد لگا دیتے ہیں اُسے هَمْزَةُ

الْإِسْتِفْهَامِ کہتے ہیں

ہمزۃ الاستفہام اگرچہ زائد ہوتا ہے مگر وہ ایک مستقل کلمہ تصور کیا جاتا ہے اس لیے

وہ ہمیشہ اور ہر حال میں پڑھا جاتا ہے اور کبھی حذف نہیں کیا جاتا ہے۔

ہمزہ استفہامیہ کے دخول علی الجملہ کی کئی صورتیں ہوتی ہیں ایک یہ کہ ہمزہ استفہامیہ

ایسے کلمہ پر داخل ہو جس کے شروع میں اور کوئی ہمزہ از اقسام سابقہ یعنی ہمزہ بنائیمہ وغیرہ

نہ ہوں تو اس کو بصورت الف لکھتے ہیں جیسے **اَلْحَرَشَوُ** وغیرہ اور اگر ایسے کلمہ
 پر داخل ہو جس کے شروع میں اور کوئی ہمزہ اصلی اور سابقہ موجود ہو تو اسے
 بصورت ہمزہ مخدوف الرسم (ع) لکھتے ہیں جیسے **اَلْاَسْرَارُ** اور **اَلْاَسْرَارُ**
 لیکن اگر ہمزہ استفہامیہ کسی ایسے کلمہ پر داخل ہو جس کے شروع میں ہمزہ اولیٰ
 غیر مفتوح واقع ہو تو ہمزہ وسطیٰ مفتوح کو رسماء لستائہ ف کر دیتے ہیں اور جو اسے
 بصورت الف لکھ دیتے ہیں جیسے **اَلْفَنَوُ** **اَلْحَضَنُ** **اَلْمَسْرُوعُ** **اَلْحَبِ**
 اور اگر ہمزہ استفہامیہ سے کلمہ پر داخل ہو جس کے شروع میں ہمزہ اولیٰ غیر مفتوح واقع ہو
 تو اس حالت میں ہمزہ استفہامیہ بصورت الف لکھ دیتے ہیں اور جو اسے **اَلْمَسْرُوعُ**
 حذف کر دیتے ہیں اور لفظ الف سے اس کی جگہ پر یا میسر اس کی جگہ پر **اَلْمَسْرُوعُ**
 واصل کرتے ہیں تاکہ جملہ اشعار میں یکجہ ہو یہ نہ ہو جیسے **اَلْمَسْرُوعُ** **اَلْمَسْرُوعُ**
 اس استفہام کو سمجھنے کی کوشش کیجئے اور یہ بہت واصلات ثابت ہوئے۔

الأمثلة

اَلْمُرْتَر	اَلْمُرْتَر	اَلْمُرْتَر
اَلْمُرْتَر	اَلْمُرْتَر	اَلْمُرْتَر
اَلْمُرْتَر	اَلْمُرْتَر	اَلْمُرْتَر
اَلْمُرْتَر	اَلْمُرْتَر	اَلْمُرْتَر
اَلْمُرْتَر	اَلْمُرْتَر	اَلْمُرْتَر
اَلْمُرْتَر	اَلْمُرْتَر	اَلْمُرْتَر
اَلْمُرْتَر	اَلْمُرْتَر	اَلْمُرْتَر
اَلْمُرْتَر	اَلْمُرْتَر	اَلْمُرْتَر
اَلْمُرْتَر	اَلْمُرْتَر	اَلْمُرْتَر
اَلْمُرْتَر	اَلْمُرْتَر	اَلْمُرْتَر

أَشْرِدُوا : أَسْتَبِدُّ لَوْ تَو : أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ . أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْمَدَ

ءَأَنْذَرْتَهُمْ : ءَأَلِدُوا أَنَا كَجَوْزٍ : ءَأَعْجَبْتَنِي وَعَرَفْتَنِي : ءَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا
 ءَأَشْفَقْتُمْ : ءَأَسْلَمْتُمْ : ءَأَتَّخِذُنَا هَوًى وَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ
 ءَأِذَا كُنَّا عِظْمًا ءَأِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا : ءَأَشْكُرُكُمْ أَمْ أَكْفُرُكُمْ
 ءَأَرَأَيْتُمُ الْبَيْعُوتَ الَّتِي بَيْنَ يَدَيْكُمْ : ءَأَرَأَيْتُمُ الْبَيْعُوتَ الَّتِي بَيْنَ يَدَيْكُمْ
 ءَأَرَأَيْتُمْ لَو أَنَّ يَوْمَ يَوْمٍ : ءَأَنْزَلْنَا سُرَّاتِنَا : ءَأَنْزَلْنَا سُرَّاتِنَا

أَفْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا : أَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ
 أَطَّلَعَ الْغَيْبَ : أَتَّخَذَ شُرَكَاءَ : أَتَّكَبَّرْتَ : أَمْ كُنْتَ

أَلَمْ تَرَ أَنَّكَ كُنْتَ تَكْفُرُ بِهِ : أَلَمْ تَرَ أَنَّكَ كُنْتَ تَكْفُرُ بِهِ
 أَلَمْ تَرَ أَنَّكَ كُنْتَ تَكْفُرُ بِهِ : أَلَمْ تَرَ أَنَّكَ كُنْتَ تَكْفُرُ بِهِ
 أَلَمْ تَرَ أَنَّكَ كُنْتَ تَكْفُرُ بِهِ : أَلَمْ تَرَ أَنَّكَ كُنْتَ تَكْفُرُ بِهِ
 أَلَمْ تَرَ أَنَّكَ كُنْتَ تَكْفُرُ بِهِ : أَلَمْ تَرَ أَنَّكَ كُنْتَ تَكْفُرُ بِهِ

ہَمْزَةُ الْوَصْلِ

س : ہَمْزَةُ الْوَصْلِ کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے ؟
 ج : جب کسی اسم یا فعل کے شروع میں ہَمْزہ زائدہ ہوتا ہے تو اسے ہَمْزَةُ الْوَصْلِ
 کہتے ہیں اور چونکہ یہ ہَمْزہ وصلی زائدہ ہوتی ہے اس لئے ابتداءً ثابت رہتا ہے اور
 وصلاً حذف کی جاتا ہے ۔

تَوْصِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ سان عربی میں ابتداءً بہ سنوان محال اور تاء
 ہونے کے عدوہ نہایت کریمہ اور مکر وہ تصور کیا جاتا ہے اس لیے جب کسی ہَمْزہ
 ابتدائی حرف ساکن ہوتی ہے تو اس کے شروع میں ایک ہَمْزہ زائدہ لکھ دینے میں تاکہ اس کی
 مدد سے حرف ساکن پر تلفظ ممکن ہو سکے۔ ایسے ہَمْزہ زائدہ کو ہَمْزَةُ الْوَصْلِ
 کہتے ہیں اور یہ دو قسم پر ہوتا ہے۔ هَمْزَةُ الْاِسْمِ اور هَمْزَةُ الْفِعْلِ

ہَمْزَةُ الْاِسْمِ

س : ہَمْزَةُ الْاِسْمِ کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے ؟
 ج : جو ہَمْزَةُ الْوَصْلِ کسی اسم کے شروع میں واقع ہوتی ہے اسے هَمْزَةُ الْاِسْمِ
 کہتے ہیں۔ ایسے ہَمْزہ الاسما ابتداءً ثابت رہتا ہے اور وصلاً حذف نہیں ہوتا۔
 تَوْصِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ سان عربی میں کلمہ میں قسم پر ہوتا ہے
 حرف اِسْمِ۔ فِعْلٌ ایسے اول الذکر یعنی حرف میں اگر ہَمْزہ واقع ہو تو وہ ہَمْزَةُ
 ابتداءً ہونے کی وجہ سے ہمیشہ ثابت رہتا ہے اور ابتداءً وصلاً پڑھا جاتا ہے۔ دیکھتے ہَمْزَةُ

اِسْمًا اور ثانی الزکر یعنی اسم میں اگر ہمزہ وصلی زائدہ واقع ہو تو وہ دو قسم پر ہوتا ہے
 مَعْرُوفٌ بِاللَّامِ اور غیر مَعْرُوفٌ بِاللَّامِ پس اگر معروف باللام ہے تو ابتداء
 میں ثابت رہتا ہے اور مفتوح پڑھا جاتا ہے اور درج کلام یعنی وصل میں لازماً حذف
 کیا جاتا ہے دیکھیے۔ لَامُ التَّعْرِيفِ۔ اور اگر غیر معروف باللام ہے تو ایسے اسماء میں ہمزہ
 اول ابتداء میں ثابت رکھنا چاہیے اور اسے حرکت لازماً کسرہ کی دینی چاہیے اور وصل کرنے
 ہوئے اسے لازماً ساقط اور حذف کرنا چاہیے۔ ثابت رکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ زائدہ
 علی الکلمہ ہوتا ہے مثلاً میں دیکھتے ہمزہ وصل کو ابتداء ثابت اور وصل حذف کر کے دکھایا
 گیا ہے۔

الْأَمْثَلَةُ

اِسْتِقَامٍ عَزِيْزٍ ذُو اِسْتِقَامٍ : اِسْتِقَامًا مِنْهُ اِسْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ
 اِسْتِغَاءً . وَاِسْتِغَاءً تَاوِيْلِيَةً : اِسْتِغَاءً اِلَّا اِسْتِغَاءً وَجْهٍ رَبِّهِ
 اِسْتِغَاثًا كَرِهَ اللّٰهُ اِسْتِغَاثَهُمُ

اِسْمٌ . سَبِّحْ اِسْمَ رَبِّكَ الرَّعْلِيَّ : اِسْمٌ . وَاذْكُرْ اِسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً
 اِسْمٌ . وَاذْكُرْ اِسْمَ رَبِّهِ فَصَلِّ : اِسْمٌ . وَاذْكُرْ اِسْمَ اللّٰهِ
 اِسْمٌ . فَادْكُرْ اِسْمَ اللّٰهِ عَنِّيْ : اِسْمٌ . وَاذْكُرْ اِسْمَ اللّٰهِ
 اِسْمٌ . اِقْرَبِ اِسْمِ رَبِّكَ الَّذِي : اِسْمٌ . وَاذْكُرْ اِسْمَ اللّٰهِ
 اِسْمٌ . فَسَبِّحْ بِاِسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ : اِسْمٌ . تَبَارَكَ اِسْمُ رَبِّكَ الَّذِي الْجَلَالِ

إِسْمُهُ مِنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ : اسْمُهُ : يُغْلَمُ اسْمُهُ يَحْيَى
 : اسْمُهُ : مِنْ بَعْدِ اسْمِهِ أَحْمَدُ

إِبْنُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَحَدِيثًا : ابْنُ ذَلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ
 : ابْنُ قَالَ ابْنُ أُمَّ إِنْ الْقَوْمَ : ابْنُ وَأَجَعَدُ ابْنُ مَرْيَمَ
 : ابْنُ يَعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ : ابْنُ يَعِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ
 : ابْنُ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ : ابْنُ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي ذُرِّيَةً

إِسْمُهُ مَنَادَى نُوحٍ ابْنَهُ : ابْنُهُ وَإِذْ قَالَ لَهْمَنْ رَبِّيبِ
 : ابْنُهُ وَتِلْكَ آيَةٌ لِلْعَالَمِينَ : ابْنِي فَقَالَ رَبِّ ابْنِ لِي ذُرِّيَةً
 : ابْنُهُ إِنْ بِنْتِكَ سَرَقَ : ابْنُوا فَقَالُوا ابْنُوا عَمِيرَةً
 : ابْنَتُ وَمَرْيَمَ ابْنَتُ عِمْرَانَ : ابْنَتِي إِحْدَى ابْنَتِي هُنَّ سِتْرِينَ

إِمْرَاتٍ : امْنُوا امْرَاتٍ فِرْعَوْنَ : امْرَاتٍ وَقَالَتْ امْرَاتٍ فِرْعَوْنَ
 : امْرَاتٍ كَفَرُوا امْرَاتٍ نُوْحٍ : امْرَاتٍ وَالْمَرْءُ كَفَرُوهَا
 : امْرَاتٍ فَرِحْنَ وَامْرَاتِنِ : امْرَاتٍ قَالَتْ امْرَاتٍ فِرْعَوْنَ
 : امْرَاتٍ فِي الْمَدِينَةِ امْرَاتٍ : امْرَاتٍ وَالْمَرْءُ كَفَرُوهَا
 : امْرَاتِهِ فَأَقْبَلَتْ امْرَاتُهُ : امْرَاتِي وَامْرَاتِي عَاقِرٌ
 : امْرَاتِي وَصَفَ امْرَاتِي بِرَبِّهَا

إِمْرَأَةٌ. أَوْ امْرَأَةٌ وَوَلَةٌ أَخٌ : إِمْرَأَةٌ. وَإِنْ امْرَأَةٌ خَافَتْ
 إِمْرَاتَيْنِ. مِنْ دُونِهِمَا امْرَاتَيْنِ : إِمْرَأَةٌ إِنْ وَجَدَتْ امْرَأَةً

إِمْرِي. لِكُلِّ امْرِيٍّ مِنْهُمْ : إِمْرًا. مَا كَانَ أَبُوكَ امْرَأَسَوْءٍ
 إِمْرَةً. إِنْ امْرَأٌ هَلَكَ : إِمْرِيٍّ. كُلُّ امْرِيٍّ مِنْهُمْ
 إِمْرِيٍّ. كُلُّ امْرِيٍّ بِمَا كَسَبَ :

إِشْنٌ حَيْدَ الوَصِيَّةِ اشْنِ : إِشْنَيْنِ. مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ اشْنَيْنِ
 إِشْنَيْنِ. لَا تَتَّخِذُوا الرِّهَيْنِ اشْنَيْنِ : إِشْنَى. مِنْهُمْ إِشْنَى عَشْرَ نَقِيبًا

إِشْنًا. مِنْهُ اثْنَا عَشْرَةَ عَيْنًا : إِشْنَتَى. وَقَطَّعْنَهُمُ اثْنَتَى عَشْرَةَ
 إِشْنَيْنِ. فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ : اثْنَتَيْنِ. فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ

هَمْزَةُ الْفِعْلِ

س : ہمزۃ الفعل کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے ؟

ج : جو ہمزہ زائدہ۔ ابواب ثلاثی مجرد کے امر یا مزید فیہ کے ماضی اور امر کے شروع

میں واقع ہوتا ہے اسے ہَمْزَةُ الْفِعْلِ کہتے ہیں پس ہمزۃ الفعل ابتداء

میں ثابت رکھنا چاہیے اور وصل میں حذف کرنا چاہیے پھر ابتداء کی حالت میں اگر

فعل کا تیسرا حرف مفتوح یا مکسور ہے یا مضموم بضم عارضہ یعنی ہے تو ہمزہ زائدہ

یعنی ہمزہ وصلی کو حرکت کسہ کی دینی چاہیے جیسے اَضْرِبْ اِفْتَحْ اَمْشْ

اور اگر تیسرا حرف مضموم یا مکسور وصلی ہے تو ہمزہ وصلی کو حرکت مضموم کی دینی چاہیے

جیسے اَنْظُرْ اَدْخُلْ

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ عند الف و ت کی کتابوں میں جو اب ثلاثی مجرد

اور ثلاثی مزید فیہ مشہور ابواب ہیں پس ابواب ثلاثی مجرد کے امر کے بعد میں

ثلاثی مزید فیہ کے ماضی اور امر کے بعد ہیں جو ہمزہ زائدہ وصلی ہوتا ہے اسے ہَمْزَةُ الْفِعْلِ

کہتے ہیں پس ہمزۃ الفعل کو ہمزۃ وصلی کی طرح وصل ثابت کرنا چاہیے

اور ثابت رکھنا درست نہیں کیونکہ وہ زائدہ وصلی فعل ہوتا ہے۔

ہمزۃ الفعل کو ابتداء حرکت دینے سے ہمزۃ وصلی کی طرح وصل ثابت کرنا چاہیے

حرف ثالث کو دیکھنا چاہیے اگر حرف ثالث مفتوح یا مضموم بضم عارضہ ہے تو ہمزہ وصلی

مضموم اس عارضہ ماضی ہے تو تینوں حالتوں میں ہمزہ وصلی کو ہمزۃ وصلی چاہیے

اَضْرِبْ اِدْفَعْ اِنْفِقُوا اور اگر حرف ثالث مضموم بضم عارضہ ہے تو ہمزہ وصلی

حُرکت ضمک دینی چاہیے۔ اُقْتُلُوا۔ اَدْخُلُوا۔ اَنْصُرُوا۔ وَغیره۔
 اور اَمْشُوا۔ اِتَّقُوا۔ اِقْضُوا۔ وِرَاصِلٌ : اَمْشُوا۔ اِتَّقُوا۔
 اِقْضُوا۔ اِبْنُوا۔ اِیْتُوا، ہیں ان افعال میں یا ضمہ ماقبل کو دیدیا گیا اور
 یا کو حذف کر دیا گیا ہے اس لیے ان الفاظ میں ضمہ عارضی ہے اسی وجہ سے ہمزہ کو
 کسرہ دیا گیا ہے۔ فافہم۔

الْأَمْثَلُ

اَضْرِبُ . اِرْجِعُ . اِهْبِطُ : اِشْرَحُ . اِفْتَحُ . اِرْكَبُ
 اَصْبِرُ . اِرْحَمُ . اِذْهَبُ : اِدْفَعُ . اِقْرَأُ . اِعْلَمُ
 اَعْمَلُ . اِسْمَعُ . اِمْنَعُ : اِغْفِرُ . اِنْخِفْضُ . اِجْعَدُ
 اِرْكَبُوا . اِرْجِعُوا . اِهْبِطُوا : اِرْكَعُوا . اِذْهَبُوا . اِعْلَمُوا
 اِرْكَعِي . اِرْجِعِي . اِبْلَعِي : اِعْمَلُوا . اِرْءُوا . اِجْعَلُوا

اِرْتَضَى . اِهْتَدَى . اِفْتَرَى : اِصْطَفَى . اِبْتَلَى . اِشْتَقَى
 اِشْتَرَى . اِسْتَوَى . اِسْتَسْقَى : اِتَّقَى . اِجْتَبَى . اِفْتَدَى
 اِكْتَسَبَ . اِعْتَبَرَ . اِسْتَخَفَّ : اِتَّبَعَتْ . اِسْتَكْبَرَتْ . اِبْتَغَيْتَ
 اِنْفَجَرَتْ . اِنْبَجَسَتْ . اِتَّقَمَ : اِثْقَلْتُمْ . اِشْتَدْتُمْ . اِنْتَثَرَتْ
 اِسْتَبَقُوا . اِنْتَظَرُوا . اِسْتَعِينُوا : اِسْتَمَعُوا . اِجْتَنَبُوا . اِعْتَصَمُوا
 اِشْتَرَوْا . اِتَّقَوْا . اِعْتَدُوا : اِهْتَدَوْا . اِسْتَجَابُوا . اِسْتَطَعُوا

إِتَّقُوا . اتَّقُوا . اقضُوا . ابْتُوا . اَيْتُوا

أَصْرُ . أَنْظِرْ . أَذْكَرْ . أَشْدَدُ . أَرْكُضُ . أَخْرِجْ
 أَسْجُدْ . أَقْتُلْ . أَعْبُدْ . أَتَلْ . أَرْشُقْ . أُسْكِنُ
 أَقْتِنِي . ادْخُلِي . اسْتَعِدِّي . أَغْفِقِي . أَذْكَرِي . أَسْأَلُ
 أَنْصُرُوا . أَنْظِرُوا . أَعْبُدُوا . اسْجُدُوا . اقْتُلُوا . ادْخُلُوا
 أَذْكَرُوا . اسْكُنُوا . اقْعُدُوا . أَرْكُضُوا . انْفُخُوا . ادْخُلُوا
 أَنْصُرْ . أَنْتَهِي . أَنْتَهِي . أَنْتَهِي . أَنْتَهِي . أَنْتَهِي

أحكام الهمزة

س۔ ہمہ کے احکام کیا ہیں اور کتنے ہیں ؟

ج۔ ہمہ کے احکام چوبیس تکمیل و واجب تسہیل و واجب جہاں و واجب

عطف و واجب تسہیل جائز و واجب مختار

توضیح الجواب۔ جانا چاہیے کہ ہمہ یا عباد ذات کہیں نہیں آتا

کہیں تنہا ہوتا ہے اور کبھی دو جمع ہو جاتے ہیں یہاں تکلف نہیں ہوتا

ہوتا ہے اور کبھی بار خال ہمہ استعمال ہوا اور کبھی اتصال ہمہ استعمال ہوتا ہے

ہوتے ہیں اور کبھی پہلا نسی دوہا عارضی ہو کبھی پہلا عارضی ہوتا ہے اور دوہا

اصلی

اور باعتبار حرکت مفترح ہوتا ہے کبھی مکسور اور کبھی مضمومہ کبھی متفق الحکت ہوتے ہیں اور کبھی مختلف الحکت کبھی دونوں متحرک ہوتے ہیں اور کبھی پہلا متحرک دوسرا ساکن ہوتا ہے۔ اس لیے بروایت حفص بن سلیمان عن العاصم رحمہم اللہ اس کے احکام چھ ہیں (۱) تحقیق واجب (۲) تسبیل واجب (۳) ابدال واجب (۴) حذف واجب (۵) تسبیل جائز (۶) ابدال مختار۔

التَّحْقِيقُ الْوَاجِبُ

س : تحقیق واجب کسے کہتے ہیں ؟

ج : یہ وہ کو صاف طور سے ادا کرنے کو تحقیق کہتے ہیں :

توضیح الجواب : جاننا چاہیے کہ تحقیق کے لغوی معنی صیغہ ظاہر کرنے اور واضح کرنے کے ہیں اور اصطلاح قرآن میں ہمزہ کو اس کی مخصوص صفت صغیرہ کے ساتھ ادا کرنے کو تحقیق کہتے ہیں اور جو ہمزہ اس مخصوص صغیرہ کے ساتھ ادا کیا جائے اسے مُحَقَّقٌ کہتے ہیں۔

تحقیق کا اطلاق عموماً اجتماع ہمزتین کے موقع پر ہوتا ہے اور وہ ایک مخصوص درجہ تقسیم کی ادا ہے جسے اہل فن ہمزہ کے مخرج میں ایک قسم کی معتدل اور لطیف صغیرہ سے ادا کرتے ہیں جو افراط و تفریط سے مستبراء ہوتا ہے اور چونکہ یہ صغیرہ امتیاز اور تعین روایت کیلئے زیادہ ضروری ہوتا ہے اور دراصل یہ نہایت صغیرہ ہی میسر روایت ہوتا ہے اس لیے اسے "تَحْقِيقٌ وَاجِبٌ" کہتے ہیں۔

وَالْأَمْثِلَةُ

ءَ أَنْتُمْ ءَ أَقْرَبُكُمْ ءَ أَمِنْتُمْ ءَ أَنْتَ ءَ أَسَدُّ رُتَبِهِمْ ءَ أَسْلَمْتُمْ
 ءَ أَسْجُدُ ءَ أَشْكُرُ ءَ إِلَهِنَا ءَ أَرْبَابُ ءَ إِلِدُ
 ءَ أَنْزَلَ ءَ أَلْقَى ءَ وَنَبَّأَكُمْ
 أَيْمَةً ءَ إِلَهُ ءَ إِيَّاكُمْ ءَ إِذَا مِتْنَا ءَ إِنَّا

جَاءَ أَفْرُنَا جَاءَ أَحَدُ
 جَاءَ أَجْلُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابُ
 جَاءَ أَشْرَاطُنَا شَاءَ أَنْشَرَهُ
 شَاءَ أَوْ يَتُوبُ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ

هُوَ لَأَنَّ هُوَ لَأَنَّ إِلَّا
 مِنَ السَّمَاءِ إِلَى أَبْنَاءِ إِخْوَانِنَا
 الْفُقَرَاءِ إِلَى اللَّهِ الْعُلَمَاءِ إِنَّ
 بِالْفَحْشَاءِ اتَّقُوا لَوْ شَرِدَ إِذَا
 هُوَ لَأَنَّ إِيَّاكُمْ مِنْ وَسْوَءِ إِسْحَاقِ
 نَشَاءُ أَصْبْنَا يَشَاءُ إِنَّا نَا
 هُوَ لَأَنَّ أَضَلُّونَا هُوَ لَأَنَّ أَمَّ
 وَجَاءَ إِخْوَةٌ بِالْبَغْضَاءِ إِلَى

التَّسْهِيلُ الْوَاجِبُ

س : تسہیل واجب کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب دو ہمزہ قطعی جمع ہوں اور دونوں متحرک ہوں تو دوسرے ہمزہ کو ذرا نرم کر کے پڑھنا چاہیے اسے تسہیل واجب کہتے ہیں اور جو ہمزہ اس طرح نرم پڑھا جائے اسے ہمزہ "مَسْهُلَةٌ" کہتے ہیں۔ جیسے : **ءَاَعْجَبِي** : حسم سجدہ میں اور بروایت حفص فقط اسی لفظ میں تسہیل واجب ہے :

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ :- جاننا چاہیے کہ تسہیل کے لغوی معنی نرم اور آسان کرنے کے ہیں اور اصطلاح قراءت میں جب دو ہمزہ قطعی جمع ہوں خواہ ایک کلمہ میں ہوں یا دو کلمہ میں اور دونوں متحرک ہوں تو دوسرے ہمزہ کو اس کے مخرج اور اس کی حرکت سے پیدا ہونے والے حرف مد کے مخرج سے ادا کرتے ہیں اس کو "تَسْهِيلٌ" کہتے ہیں اور اس کیفیت سے ادا ہونے والے ہمزہ کو "مُسْهَلَةٌ" کہتے ہیں۔ تسہیل کرتے وقت ہمزہ سہلہ کو اس قدر نرم کیا جاتا ہے کہ وہ قریب بہ حرف مد ہو جاتا ہے اس لیے اسے تسہیل کا حرف المد بھی کہتے ہیں اور چونکہ بروایت حفص یہ حرف ہمزہ مفتوح میں ہوتا ہے اس لیے اسے تَسْهِيلٌ كَالدَّالِفِ کہتے ہیں۔

تسہیل بھی ایک مخصوص اور نرالی قسم کی ادا ہے جسے اہل فن ایک مخصوص انداز سے ادا کرتے ہیں اور وہی اس پر قدرت رکھتے ہیں اور کما حقہ ادا کر سکتے ہیں اور یہ چونکہ تخصیص و تعیین روایت کیلئے لازم اور ضروری ہوتا ہے اس لیے

اُسے ”تَسْبِيْلٌ وَاجِبٌ“ کہتے ہیں اور تسبیل واجب بروایت حفص فقط ایک ہی جگہ منقول ہے حم سجدہ میں۔
ءَ اَعْجَبِيَّ وَّعَرَبِيَّ

الْاِبْدَالُ الْوَاجِبُ

س: ابدال واجب کسے کہتے ہیں؟

ج: جب دو ہمزہ قطعی ایک کلمہ میں جمع ہوں اور پہلا متحرک دوسرا ساکن ہو۔
تو دوسرے ہمزہ کو پہلے ہمزہ کی حرکت کے موافق حرف مدہ سے بدل دیتے
ہیں اسے ”اِبْدَالُ وَاجِبٌ“ کہتے ہیں۔

تَوْضِيْحُ الْجَوَابِ: جانا چاہیے کہ اجتماع ہمزتین فی کلمہ کی صوت میں جب دوسرا
ہمزہ ساکن ہو تو ہمزہ ساکنہ کو پہلے ہمزہ کی حرکت کے موافق حرف مدہ سے بدلنا
چاہیے۔ پس اگر پہلا ہمزہ مکسور ہے تو ہمزہ ثانیہ ساکنہ کو یا۔ سے بدلنا چاہیے اور
اگر پہلا ہمزہ مضموم ہے تو ہمزہ ثانیہ ساکنہ کو وا۔ سے بدلنا چاہیے۔

اسی طرح اگر دو ہمزہ ایک کلمہ میں جمع ہوں اور پہلا ہمزہ وصلی ہو اور دوسرا
ہمزہ اصلی ساکن ہو۔ تو ابتداء کی حالت میں ہمزہ ثانیہ ساکنہ کو ہمزہ وصلی کو دی جانے
والی حرکت کے موافق حرف مدہ سے بدلنا چاہیے۔

لیکن جب کلمہ سابقہ سے ملا کر وصل کیا جائے اور ہمزہ وصلی کو حسب اصول نہ
کیا جائے تو ہمزہ ثانیہ ساکنہ کو پھر اپنی اصلی اور سابقہ حالت پر محقق پڑھنا چاہیے اور
اسلمہ میں ایسے ہمزتین کو ابتداء و وصلاد کھایا گیا ہے۔ فتیلمین و تعمر

الْأَمْثَلَةُ

أَدَمَ اسْرَدَ أَمَنَ أَدَانَ : أَشَرَ. ائْتَنَا. أَتَى. ائْتَيْتُمْ
 أَسَى ائْتَانِي ائْتُونِي أَمِنُوا : أَمِنْتُمْ. أَدْنَيْتُمْ

أُوتِي ، أُوتُوا ، أُودُوا : أُودِينَا ، أُوتِينَا ، أُوتَيْتُمْ
 إِيْمَانًا ، بِإِيْمَانٍ ، بِإِيْمَانِهِ : إِيْتَاءً

إِيْتِ ، لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ : إِيْتِنَا ، إِلَى الْهُدَى ائْتِنَا
 إِيْتُوا ، شُرَا ئْتُوا صَفًّا : إِيْتِنَا ، لِصِرْحِ ائْتِنَا
 إِيْتُونِي ، فِرْعَوْنَ ائْتُونِي : إِيْتِنَا ، قَالُوا ائْتِنَا
 إِيْتِنَا ، أَوْعَيْنَا بَعْدَ ائْتِنَا : إِيْتُونِي ، فِي السَّمَوَاتِ ائْتُونِي
 أَوْثَمَنَ ، فَلْيُؤَدِّ الَّذِي أَوْثَمَنَ

الْحَذْفُ الْوَاجِبُ

س : حذف واجب کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب دو ہمزہ ایک کلمہ میں جمع ہوں اور پہلا ہمزہ قطعی ہو اور دوسرا ہمزہ وصلی مکسور ہو تو ہمزہ وصلی کو رسماً ہی حذف کر دیتے ہیں۔ اسے "حذف واجب" کہتے ہیں۔

توضیح الجواب :- جاننا چاہیے کہ جب اجتماع ہمزتین فی کلمہ ہو اور پہلا ہمزہ استفہام کا ہو اور دوسرا ہمزہ وصلی مکسور ہو جیسے : اِنْتَرَى . اِصْطَفَى . اِطَّلَعَ . اِتَّخَذْتُ . اِتَّخَذْتُ لَهُمْ . اِسْتَكْبَرْتُ . اِسْتَغْفَرْتُ . تو ہمزہ وصلی کو رسماً و لفظاً حذف کرنا چاہیے اور یہ حذف چونکہ اشد ضروری ہوتا ہے اس لئے اسے "حذف واجب" کہتے ہیں۔ اقلہ میں دیکھتے ہمزہ الاستفہام مفتوح موجود ہے اور ہمزہ الوصل رسماً حذف کیا گیا ہے۔ فتدبر۔

الْأَمْثَلَةُ

اَفْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا : اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ
اَطَّلَعَ الْغَيْبِ اِمْرًا تَخَذَ : اِتَّخَذْتُكُمْ عِنْدَ اللَّهِ عَرَبًا
اِتَّخَذْتُكُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ : اِسْتَكْبَرْتُ اَمْ كُنْتُ مِنَ الْعَالَمِينَ
اِسْتَغْفَرْتُ لَهُمْ . . .

الْبَدَالُ الْمُخْتَارُ وَالتَّسْوِيلُ الْجَائِزُ

س : ابدال مختار کسے کہتے ہیں اور تسویل جائز کسے ؟

ج : جب دو ہمزہ ایک کلمہ میں جمع ہوں اور پہلا ہمزہ قطعی استفہام کا ہو اور دوسرا ہمزہ وصلی مفتوح ہو تو ہمزہ وصلی کو یا تو الف سے بدل دیتے ہیں جسے "ابْدَالُ الْمُخْتَارِ" کہتے ہیں اور پھر تسویل بین بین کرتے ہیں جسے "تَسْوِيلُ جَائِزٌ" کہتے ہیں۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ جب دو ہمزہ جمع ہوں اور پہلا ہمزہ استفہام کا ہو اور دوسرا ہمزہ وصلی لام تعریف کا ہو تو ایسی حالت میں ہمزہ وصلی کا حق تو یہ ہے کہ اُسے کلیتہً حذف کیا جائے۔ مگر حذف کرنے کی صورت میں چونکہ جملہ استفہامیہ کا التباس جملہ خبریہ کے ساتھ لازم آتا ہے اس لیے قرآن کرام عَدْرًا وَّفِرَارًا عَنِ الْاِتِّبَاسِ وَالِاشْتِبَاطِ اَوَّلًا ہمزہ وصلی کو الف سے بدل دیتے ہیں کیونکہ بدلنے میں تغیر تام بلکہ قریب بہ حذف ہے جو ہمزہ وصلی کا اصلی حق ہے اسی وجہ سے اسے "اَبْدَالُ مُخْتَارٌ" کہتے ہیں جو عند الناقلین اولیٰ و افضل ہے۔

ثانیاً: ہمزہ وصلی کو تسویل بین بین سے پڑھتے ہیں۔ یعنی ہمزہ وصلی کی تسویل بین الہمزہ والالف کرتے ہیں (اگرچہ یہ بعید از حذف ہے) تاکہ ہمزہ وصلی اپنی اصلی صورت پر نہ رہے اور اس میں کسی قدر تغیر ہو جائے اسی لیے اُسے "تَسْوِيلُ جَائِزٌ" کہتے ہیں۔ جو عند الناقلین غیر اولیٰ و غیر افضل ہے۔

ابدال المختار تسویل جائز کے پیش نظر ہی لام تعریف کے ہمزہ وصلی کو ثابت

رکھا جاتا ہے ورنہ ہمزہ استفہام کی وجہ سے اسے حذف کرنا چاہیے تھا، پس جب ہمزہ وصلی کو باقی اور ثابت رکھا گیا تو ہمزہ الاستفہام کو حسب اصول اجتماع ہمزتین بصورت ہمزہ محذوف الرسم لکھا گیا ہے اور یہ چھ جگہ واقع ہے جو تحت الامثلة مذکور ہے۔

الْأَمْثَلَةُ

ءَالْتَنَ وَقَدْ كُنْتُ بِهِ ۖ ءَالْتَنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ
 ءَالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ ۖ ءَالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ
 ءَاللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ ۖ ءَاللَّهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُونَ

نَقْلُ الْحَرَكَةِ وَصُورَةُ النَّقْلِ

س : نقل حرکت کہتے ہیں اور صورتِ نقل کسے ؟

ج : جب ہمزہ وصلی کی حرکت نقل کر کے ماقبل ساکن کو دی جائے تو اسے "نقلِ

حَرَكَتٌ" کہتے ہیں، اور جب ہمزہ وصل کی حرکت نقل کر کے ماقبل ساکن کو دے

دی جائے تو اسے "صُورَةُ النَّقْلِ" کہتے ہیں۔

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ جب ہمزہ الوصل اور ہمزہ قطعی کی منتقل اور

حقیقی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دی جائے اور ہمزہ وصلی اور قطعی کو لفظاً حذف کیا

جائے، تو اسے "نَقْلِ حَرَكَتٌ" کہتے ہیں اور نقل حقیقی بھی کہتے ہیں، جیسے

قَدْ افلَحَ فَمَنْ اَظْلَمَ . اَلَا رَضَ . اِلِهِنَا . اَلَا خِصَّةٌ . لیکن بروایت

حفص بن سلیمان عن العاصم نقل حقیقی منقول نہیں ہے۔

اور اگر یہی عمل ہمزہ وصلی کی حرکت میں کیا جائے، یعنی ہمزہ وصلی کو دی جانے والی حرکت ماقبل ساکن کو دے دی جائے اور ہمزہ وصلی کو لفظاً حذف کیا جائے تو بظاہر اگرچہ یہ بھی نقل حرکت ہے مگر نقل حقیقی نہیں ہے اس لیے اہل ادب اسے "صُوْرَةُ النَّقْلِ" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

صُوْرَةُ النَّقْلِ بروایت حفص رحمہ اللہ فقط ایک جگہ سورۃ حجرات میں لفظ "بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوْقُ" میں بحالت وصل منقول ہے اور "الْاِسْمُ" سے ابتدا اور اعادہ کی صورت میں نقل اور عدم نقل دونوں جائز ہے۔

وَالْاِمْتِلَاةُ

بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوْقُ

اِسْمُ الْفُسُوْقُ : الْاِسْمُ الْفُسُوْقُ

الجزء الرابع عشر في المتفرقات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اجتماع الساكنين

س : اجتماع ساكنين کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب دو حرف ساکن ایک کلمہ میں یا دو کلموں میں جمع ہوں تو اسے :

اجتماع ساکنین کہتے ہیں۔

توضیح الجواب :- جاننا چاہیے کہ جب دو حرف ساکن حقیقتاً یا صورتاً و لفظاً

ایک کلمہ میں یا دو کلموں میں جمع ہوں تو اسے : اجتماع ساکنین کہتے ہیں اور یہ دو قسم پر ہوتا

ہے

۱ : اجتماع ساکنین علی حدہ (۲) اجتماع ساکنین علی غیر حدہ

اجتماع الساكنين على حدہ

س : اجتماع ساکنین علی حدہ کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب دو حرف ساکن ایک کلمہ میں جمع ہوں یا کسی حرف منقطعہ میں جمع ہوں

اور پہلا ساکن حرف مدہ ہو تو اسے اجتماع ساکنین علی حدہ کہتے ہیں :

جیسے : آ ل ن . ق . ن .

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ اجتماع ساکنین علی حدہ خواہ کلمہ میں ہو خواہ
 حرفِ مقطوعہ میں پہلا ساکن ہمیشہ حرفِ مدہ ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ ساکن بہ سکون لازم
 ہوتا ہے۔ اور دوسرا ساکن اگر حرفِ مقطوعہ میں ہو تو بہ سکون لازم ہی ہوتا ہے۔ اور
 اگر کلمہ میں ہو تو کبھی بہ سکون لازم ہوتا ہے اور کبھی بہ سکون عارض۔
 پس اگر دوسرا ساکن بہ سکون لازم ہے تو چونکہ حقیقتہً دو ساکن جمع ہیں اس لئے
 یہ اجتماع ساکنین و صلًا و وقفًا جائز ہے جیسے : اَلنَّاسِ اَنْ يَكْتُمُوهُ
 مد لازم کلمی و حرفی، مخففت و منقل۔

اور اگر دوسرا ساکن بہ سکون عارض ہے تو چونکہ صورتہً و لفظاً دو ساکن جمع
 ہیں اس لئے اس قسم کا اجتماع ساکنین علی حدہ وقفًا تو جائز ہوتا ہے جیسے
 يَعْطُونَ، مگر وصلًا جائز نہیں ہوتا کیونکہ وصل میں حرکت عود کرا آتی ہے اور
 ساکن حرفِ اپنی حرکت سے پھر متحرک ہو جاتا ہے جیسے : يَعْطُونَ النَّاسَ
 السِّحْرَ۔ مثلاً کے لئے دیکھئے مد عارض لسکون کے انواع ثلاثہ۔

اجتماع ساکنین علی حدہ کیلئے مستقل مثلاً لکھنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ
 مد لازم اور مد عارض کی مثلاً بعینہ اجتماع ساکنین علی حدہ کی مثلاً ہیں قَانظُرُ
 هُنَاكَ وَاَعْمَلْ بِمَا نَقُولُ۔

اجْتِمَاعُ السَّاكِنِينَ عَلَى غَيْرِ حِدَّةٍ

س : اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کسے کہتے ہیں ؟

ج : جب دو حرف ساکن جمع ہوں اور پہلا ساکن حرف مدہ نہ ہو یا اگر پہلا ساکن حرف مدہ ہو تو پھر دونوں ایک کلمہ میں نہ ہوں تو اسے : اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کہتے ہیں !

تَوْصِيحَةُ الْجَوَابِ :- جانا چاہیے کہ اجتماع ساکنین علی غیر حدہ باعتبار وقوع کبھی : فِي كَلِمَةٍ : یعنی ایک کلمہ میں ہوتا ہے اور کبھی : فِي كَلِمَتَيْنِ : یعنی دو کلموں میں اور ہر ایک کا حکم جدا گانہ ہے ۔

اجْتِمَاعُ السَّاكِنِينَ عَلَى غَيْرِ حِدَّةٍ فِي كَلِمَةٍ

س : اجتماع ساکنین علی غیر حدہ فی کلمۃ کسے کہتے ہیں اور اس کا حکم کیا ہے ؟

ج : جب دو حرف ساکن ایک کلمہ میں جمع ہوں اور پہلا ساکن حرف مدہ نہ ہو تو اسے : اجتماع ساکنین علی غیر حدہ فی کلمۃ کہتے ہیں اور اس قسم کا اجتماع ہمیشہ حالت وقف میں ہوتا ہے اور وقف ہی میں جائز ہوتا ہے ، وصل میں جائز نہیں جیسے : لَيْلَةُ الْقَدْرِ !

تَوْصِيحَةُ الْجَوَابِ :- جانا چاہیے کہ اجتماع ساکنین علی غیر حدہ فی کلمۃ میں چونکہ پہلا ساکن بسکون لازم ہوتا ہے اور دوسرا ساکن بسکون عارضی ۔

اس لئے یہ اجتماع ساکنین و قفاً تو جائز ہونا ہے، لیکن وصلاً جائز نہیں ہے۔
 حَذَرَ الْمَوْتِ، وَالصَّيْفِ: پس اگر پہلا ساکن حرف بین ہے تو مثلہ کے لئے
 دیکھئے مثلہ مد بین عارض، اور اگر پہلا ساکن غیر حرف بین ہے تو مثلہ ذیل ملاحظہ کیجئے

الْأَمْثَلَةُ

- | | |
|--|--------------------------------------|
| ○ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ | ○ مَالِيَةَ الْقَدْرِ |
| ○ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ | ○ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ |
| ○ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ | ○ وَلِيَالِ عَشْرِ |
| ○ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ | ○ وَالْبَيْتِ إِذَا يَسُرُّ |
| ○ قَسَمٌ لِّذِي حَبْرٍ | ○ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ |
| ○ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ | ○ إِنَّهُ لَقَوْلُ فَصْلٍ |
| ○ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ | ○ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ |
| ○ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ | ○ صَفِيٍّ وَيَقِضْنَ |
| ○ قَائِمًا بِالْقِسْطِ | ○ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ |
| ○ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ | ○ فَلْيَمِلْ وَلِيَّهُ بِالْعَدْلِ |
| ○ نَصِيبٌ مِّمَّا تَسْبَنُ | ○ سَأَلَ مُوسَى مِنْ قَبْلُ |
| ○ يَعْلَمُونَ النَّاسَ السَّحْرَ | ○ أَكْبَرُ مِنْ لُقْتُلِ |
| ○ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ | ○ وَلَا يُرِيدُ بِكُمْ الْعُسْرَ |
| ○ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا | ○ مِنْ قَبْلُ |

اجتماع الساکنین علی غیر حدہ فی کلمتین

س : اجتماع ساکنین علی غیر حدہ فی کلمتین کسے کہتے ہیں اور اس کا حکم کیسا ہے ؟
 ج : جب دو حرف ساکن دو کلموں میں جمع ہوں تو اسے اجتماع ساکنین علی غیر حدہ فی کلمتین کہتے ہیں اور اس کا پڑھنا جائز نہیں ہے، لہذا پہلے ساکن کو حسب اصول یا تو حذف کرنا چاہیے جیسے تَحْتَهَا الرَّسُهَا سُ. قَالُوا لَانَ فِي الْأَمْرِ يَا سَ فَتَحْرُوبًا جَائِئِي جَيْسِي مِنَ اللَّهِ يَا سَ فَمَرَدِيًا جَائِئِي جَيْسِي عَلَيْكُمْ الْمَنْ يَا سَ كَسْرًا دِيًا جَائِئِي جَيْسِي إِنْ أُرْتَبْتُمْ أَحَدٌ فِي اللَّهِ الصَّمَدُ

توضیح : اجواب :- جانا چاہیے کہ اجتماع ساکنین علی غیر حدہ فی کلمتین میں جو دو ساکن رسماً جمع ہوتے ہیں اور دونوں بہ سکون رہ رہتے ہیں اور تلفظ بہ دو سکون مہیوب لہذا اگر پہلا ساکن حرف مد ہے تو اسے تلفظ نہ کرنا چاہیے جیسے قَالُوا الْحَمْدُ. قَالُوا لَانَ. فِي الْأَخِرَةِ وَكَيْسِي آتِي وَالْمَدُ -

اور اگر پہلا ساکن نون، من، جارہ، یا حرف مقطر ہے تو اسے تلفظ نہ کرنا چاہیے جیسے مِنَ اللَّهِ، السَّمِ اللَّهُ، جَيْسِي شَدَّ آتِي۔ اور اگر پہلا ساکن معیم جمع ثابت یا اولین جمع ہے تو اسے تلفظ نہ کرنا چاہیے جیسے : عَلَيْكُمْ الصِّيَامُ. وَأَتُوا الزَّكَاةَ وَكَيْسِي أَتِي۔ لہذا اگر پہلا ساکن مذکورۃ الصدر کے علاوہ کوئی اور حرف ہے تو اسے کسرہ

وینا چاہیے جیسے ام ارتابوں۔ اِن اَرْتَبْتُمْ، قُلِ الْحَمْدُ۔ اسی طرح اگر پہلا ساکن نون تنوین ہے تو اسے بھی کسرہ دینا چاہیے جیسے قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ۔
 ۱۰ اللّٰهُ الصّٰمِدُ۔

الْمِثْلَةُ

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ : فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ : فَقُلْنَا ادْخُلُوا : ذَاقَا الشَّجَرَةَ
 فَقُلْنَا اذْهَبَا : وَاسْتَبَقَا الْبَابَ : زَكَرِيَّا الْبُعْرَابَ : اَسْلَمْنَا الرِّيَّاحَ
 اَوْسْنَا الْكِتَابَ : وَاَوْرَثْنَا الْاَرْضَ : وَقَوَّدهَا النَّاسُ : قُلْنَا اهْبِطُوا
 خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ : لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ : فِيهَا الَّذِينَ : مِنْهَا الْبَطْرُونَ

يَمْرُوسَى ادْعُ لَنَا، يَمُوسَى اجْعَلْنَا : مُوسَى الْكِتَابَ، عَيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ
 الْعُلَى الرَّحْمَنُ الْكُبْرَى اذْهَبُ : وَاَقَى الْمَالَ، وَاَقَى الزَّكْوَةَ
 اَوْعَلَى هِ الْذِي، اَلَا شَقَى هِ النَّوَى : وَتَرَى النَّاسَ، وَتَرَى الْجِبَالَ
 اِلَى الْاَرْضِ، اِلَى السَّمَاءِ : اِلَى اللّٰي، اِلَى الصَّلْوَةِ
 اِلَى اللّٰهِ، عَلَى الْعَلَمِينَ : عَلَى اللّٰهِ، فَتَعَلَى اللّٰهُ

وَاتَّبِعُوا الصَّلَاةَ، وَآتُوا الزَّكَاةَ : وَعَمَلُوا الصَّالِحَاتِ : قَالُوا اِنَّا
 قَالُوا ادْعُ لَنَا، وَاذْكُرُوا اللّٰهَ : وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ : اَوْتُوا الْكِتَابَ
 تَعَدُّوا اَعْدُوًّا، لَنْ تَنَالُوا الْبَيْتَ : قَالُوا اسْتَخَذَ اللّٰهُ، لَمْ يَلْعَبُوا الْحَمْدُ

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِأَمْنُوا اتَّقُوا اللَّهَ : فَذُوقُوا الْعَذَابَ : أُولَ الْأَرْبَابِ
وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ : إِذْ قَالُوا اللَّهُ سَمٌّ

أَرَأَيْتَ الْهَيْكَلُ الْحَكْمُ، قَوْلُهُ الْحَقُّ : لَهُ الدِّينُ : وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ
أَنَّهُ الْحَقُّ : أَنَّهُ اسْتَمَعَ : لَهُ الرَّسُولُ : وَلَهُ الْحَمْدُ

فِي الْأَرْضِ : فِي الْأَخِرَةِ : ذِي الذِّكْرِ وَلَا تَقْنِي الْحَرِثَ
وَبِذِي الْقُرْبَى : الَّذِي ارْتَضَى : لِنَفْسِي أَذْهَبُ : فِي ذِكْرِي أَذْهَبَا
أَخِي أَشُدُّدِيهِ : أُولَى الْقُرَّةِ : مِنْ بَعْدِي أَسْمُهُ : وَالْجَارِذِي الْقُرْبَى
الَّذِي اصْطَفَيْتَهُ : أَفِي اللَّهِ شَكٌّ : وَمَا يَسْتَوِي لِأَحْيَاءَهُ : لِأُولَى النَّهْيِ
يَلِيَّتِي اتَّخَذْتُ : إِنْ قَوْمِي اتَّخَذُوا

فَأَحْيَا بِهِ أَرْضَ لِقَوْمِهِ أَذْكَرُوا : وَإِلَيْهِ النُّشُورُ : لِقَوْمِهِ أَعْبُدُوا
وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ : فِيهِ اخْتِلَافَاتٌ : وَبِدَارِهِ الْأَرْضُ : بِيَدِ الْحَقِّ

الْأَمْثَلَةُ

مِنَ اللَّهِ - مِنَ الْأَرْضِ : مِنَ الْأَمْرِ : مِنَ الْأَخِرَةِ : مِنَ الْجِبَالِ : وَمِنَ النَّاسِ
مِنَ الْأَمْوَالِ - مِنَ الشَّيْطَانِ : مِنَ الظُّلْمِ : مِنَ التَّمَرَاتِ
مِنَ الْمَشْرِقِ مِنَ الْمَغْرِبِ : مِنَ الْخَيْرَيْنِ : مِنَ الظُّلْمَيْنِ

لِمَنِ الظَّالِمِينَ - لِمَنِ الضَّالِّينَ : لِمَنِ الشَّخِرِينَ - لِمَنِ الْمُرْسَلِينَ
 اَللّٰهُ (الْمَيِّمَ اللّٰهُ) : اَللّٰهُ (الْمَيِّمَ اللّٰهُ)

الْاَمْثَلَةُ

عَلَيْكُمْ الصِّيَامُ : عَلَيْكُمْ الْقِتَالُ : عَلَيْكُمْ النَّمَامُ : عَلَيْكُمْ الْمَمَنُ
 فَوْقَكُمْ الطُّورُ : رَزَقَكُمْ اللّٰهُ : عَلَيْكُمْ الْمَيْتَةُ : ذَلِكُمْ النَّاسُ
 عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ - مِنْهُمْ الْقِرْدَةُ : وَيَعْلَمُهُمُ الْكِتَابُ : فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ
 اَمْوَالَهُمْ ابْتِغَاءَ عَذَابِ الْعَذَابِ : جَاءَهُمُ الْحَقُّ : عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ
 اَنْفُسَكُمْ اسْتَكْبَرْتُمْ : ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِبَادَ

وَاتَّوُا الزَّكَاةَ - فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ : وَلَا تَسْؤُوا الْفَضْلَ - فَالْقُرْآنُ السَّلَامُ
 وَعَصَوُا الرَّسُولَ - وَوَالْعَذَابِ : فَدَخَشُوا النَّاسَ - لَوُتُوا الرَّدْبَ بَارِ
 يَرُؤُ الْعَذَابِ : ابْتِغَاءَ الْفِشَّةِ : اِسْتَرَوْا الْحَيَوَةَ - اِسْتَرَوْا الضَّلَلَةَ
 اِسْتَرَوْا الْكُفْرَ بِاِيْمَانِ

الْاَمْثَلَةُ

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ : قُلِ الْعَفْوُ، اِنْ اِحْكُمُ
 اِنْ الْحَمْدُ - اِنْ اَعْبُدُ وَاللّٰهُ : اِنْ اَشْكُرْ لِي - لِمَنِ الْمُلْكُ
 لَمْ يَكُنِ الدِّينَ - اَوِ الطِّفْلِ : وَلَقَدْ اسْتَهْزَيْتُ - وَخَرَضِ الْمُؤْمِنِينَ

فَوَالْبَلِّ أَقِمِ الصَّلَاةَ : قَالَتْ أَخْرُجْ قَالَتْ الْمَلَكَةُ
 إِذْ قَالَتْ امْرَأَةٌ : قَالَتْ الْأَعْرَابُ : سَبِّحْ اسْمَ، وَادْكُرْ اسْمَ

فَخُورًا ○ نِ الَّذِينَ : أَيْمًا ○ الَّذِينَ
 جَمِينًا ○ نِ الَّذِينَ : عَرْضًا ○ نِ الَّذِينَ
 نَفُورًا ○ نِ اسْتِكْبَارًا : شَيْبًا ○ نِ السَّمَاءِ
 شَهِيدًا ○ نِ الرِّجَالِ : مَسْخُورًا ○ نِ النُّظُرِ

قَوْمًا نِ اتَّخَذَهَا : قَوْمًا نِ الَّذِينَ
 عَادًا نِ الْأُولَى : قَوْمًا نِ اللَّهِ
 خَيْرًا نِ الْوَصِيَّةِ : أَوْلَهُوَا نِ انْقِضُوا
 سَوَاءً نِ الْعَاكِفُ : جَزَاءً نِ الْحُسْنَى
 طَوَى ○ نِ ذَهَبُ

مُبِينًا ○ نِ اقْتُلُوا : مُبِينًا ○ نِ ادْخُلُوهَا
 فَخُورًا ○ نِ الَّذِينَ : لَمْرَةً ○ نِ الَّذِي

إِلَى بَعْضِ نِ الْقَوْلِ : قَرِيَّةً نِ اسْتَطَعَمَا
 كَرَمَادًا نِ اشْتَدَّتْ : خَبِيثَةً نِ جَنَّتْ
 فِي زُجَاجَةٍ نِ الزُّجَاجَةُ : يَوْمًا نِ الْمُسْتَقَرُّ

قَوْمَ لُوطٍ الْمُرْسَلِينَ : قَوْمِ نُوحٍ وَالْمُرْسَلِينَ
جَنَّتِ عَدْنُ الْآتِي : بِزِينَةِ الْكَوَاكِبِ

مُرْتَابُ الَّذِينَ : قَدِيرٌ وَالَّذِي
شَكُورٌ وَالَّذِي : عَلِيمٌ وَالَّذِي
بَصِيرٌ وَالَّذِينَ : عَلِيمٌ وَاللَّهُ
عَلِيمٌ وَالَّذِينَ : عَظِيمٌ وَالَّذِينَ
قُلُّ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَاللَّهُ الصَّمَدُ

مِصْبَاحٌ وَالْمِصْبَاحُ : خَيْرٌ أَوْ طَمَّانٌ بِهِ
فِتْنَةٌ وَالْقَلْبُ : عَزِيزٌ وَالْبَنُ اللَّهِ
وَنَادَى نُوحٌ ابْنَهُ

إِذَا حُنِ فِتُّ هَمْزَةٌ الْوَصْلِ كَسْرُ التَّنْوِينِ
وَحُذِفَتِ الْأَلِفُ الَّتِي رُسِمَتْ بَعْدَ حُرُوفِ الْمُنَوَّنِ

التَّمَاثُلُ فِي الرَّسْمِ

س : تماثل فی الرسم کسے کہتے ہیں اور اس کا حکم کیا ہے ؟
 ج : جب کسی کلمہ میں دو حرف ہم مثل جمع ہوں اور وہ متصل واقع ہوں تو اسے
 (تَمَاثُلٌ فِي الرَّسْمِ) کہتے ہیں اور اس کے احکام مختلف ہیں !
 تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ تماثل فی الرسم اور مماثلت حروف یعنی دو
 حرف ہم مثل کا اجتماع کلمہ واحدہ میں کثیر الوقوع ہے، لیکن اجتماع حروف علت
 کلمہ واحدہ میں چونکہ غیر مستحسن اور معیوب تصور کیا جاتا ہے اس لئے بعض کلمات میں
 جب دو الف، دو و او یا دو باء جمع ہوں اور متصل واقع ہوں تو علماء رسم الخط ایک
 حرف لکھ دیتے ہیں اور دوسرے کو حذف کر دیتے ہیں تاکہ تماثل فی الرسم لازم نہ آئے
 اور کلمہ مستحسن لکھا جائے۔

پس جو حرف تماثل فی الرسم کی وجہ سے محذوف ہوتا ہے وہ لفظاً ثابت رہتا
 ہے اور وصلاً و تقادیراً ٹھہرا جاتا ہے، البتہ اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کی وجہ
 حذف کیا جاتا ہے لیکن چند مقامات پر یہ محذوف رسم پر واجب ہے
 مفتوح پڑھو جاتی جاتی ہے۔ ان میں سے کسی کو سورۃ قیامہ میں
 بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں پڑھو جاتی ہے۔
 ان کو سورۃ نمل میں شہا تین یے اللہ علی یا : حذف رسم
 شَرِکَآءِی الذِّیْنِ : ان یا متکلم مفتوح پڑھو جاتی ہے۔

الأمثلة

جَاءَ، مَاءً، شَاءَ، يَشَاءُ : تَرَاءَ، قُرْنَاءً، بُرْعَاءً، بَرَاءَةً
 يَدَاءً، فِدَاءً، سَوَاءً، جَزَاءً : بِمَاءٍ، مِنْ مَّاءٍ، السَّمَاءُ

فَأَنْ، دَاوُدَ، تَلُّوا، يَلُونُ : تَلُّونَ، مَاؤِ رِيَاءٍ، لِيَسْتَوُوا، الْفَاوِنَ

أُحِي، يَحِي، تَحِي، نُحِي : يَسْتَحِي، نَسْتَحِي، فَيُحِي

أُحِي الْمَوْتَةَ، يُحِي اللَّهُ ، : يُحِي الْأَرْضَ، تَحِي الْمَوْتَةَ
 فَطَوَّبَ لِمَنْ تَقَلَّبَ رَسْمَ الْعُثْمَانِيَّةِ

الصَّلَاةُ وَالْإِشْبَاعُ

س : صلہ کسے کہتے ہیں اور اشباع کسے۔ اور اس کی مقدار کیا ہے ؟
 ج : جب حسب روایت کسی حرکت کو کھینچ کر اس قدر بڑھا دی جائے کہ وہ حرف
 مدہ کی صورت اختیار کر لے۔ تو اسے : صلہ اور اشباع کہتے ہیں۔ اور اس کی
 مقدار ایک الف ہے !

تَوْضِيحُ الْجَوَابِ : جاننا چاہیے کہ صلہ اور اشباع اگرچہ ہم معنی اور مترادف
 الفاظ ہیں، مگر اطلاق دونوں میں تھوڑا سا فرق ہے۔ وہ یہ کہ اشباع عام ہے اور ہر
 حرکت مشعرہ پر بولا جاتا ہے۔ لیکن صلہ کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے جب کہ
 ہاء کنایہ یا میم جمع کی حرکت کو اشباع دی جائے۔

بروایت حفص رحمہ اللہ صلہ کا تعلق ہاء کنایہ یعنی ہاء ضمیر واحد مذکر غائب
 کے ساتھ خاص ہے۔ اس لئے صرف ہاء کنایہ ” هِ “ کا حال بیان کیا جاتا ہے
 ہاء کنایہ کو حرکت دینے کا اصول یہ ہے کہ جب اس سے قبل کسرہ ہو یا یاء
 ساکنہ ہو تو اس سے حرکت کسرہ کی دی جاتی ہے جیسے ” بِهٖ . عَلَيْهِ “ دیکھیے امثلہ
 آتب ع۔

لیکن دو جگہ خلاف قاعدہ ضمہ دیا گیا ہے ایک (وَمَا آتَانِيهِ سُوْرَةُ كَرِيْمٍ
 رُكُوْعٍ اَمْثَلِيْنَ) اور دوسرا (عَلَيْهِ اللّٰهُ) سُوْرَةُ فَتْحٍ مَبِيْنٍ۔ نیز دو جگہ ساکن کی کمی ہے
 ایک اَدْرِجَهُ سُوْرَةُ اَعْرَافٍ رُكُوْعٍ تَبْرَهٗ مَبِيْنٍ اور سُوْرَةُ شَعْرَاءٍ رُكُوْعٍ دُوْرِيْنَ۔
 اور دوسرا فَالِقَهُ سُوْرَةُ نَمْلِ رُكُوْعٍ دُوْرِيْنَ۔

اور اگر ہاء کنایہ سے قبل نہ کسرہ ہو نہ یاد ساکنہ، تو اسے حرکت ضمہ کی وہی جاتی ہے
دیکھیے مثلہ آیتہ ۲ مگر (وَ يَتَّقِيهِ) سورۃ نور رکوع سات میں خلاف اصول
کسرہ دیا گیا ہے۔

اسی طرح ہاء کنایہ کی حرکت کو صلہ اور انشباع دینے کا طریقہ اور ضابطہ یہ ہے
کہ جب اس سے ماقبل و مابعد دونوں متحرک ہوں تو اس کی حرکت کو صلہ دے کر
پڑھنا چاہیے۔

لہذا، اگر ہاء کنایہ مکتور ہے تو اس کے بعد یاد ساکنہ زائد غیر مرسوم ہوگی جیسے
(فِي كَحْلِهِ) دیکھیے مثلہ آیتہ ۳۔۔۔

اور اگر ہاء کنایہ مضموم ہے تو اس کے بعد واو ساکن زائد غیر مرسوم ہوگی
جیسے (وَرَسُولُهُ) دیکھیے مثلہ آیتہ ۴۔

لیکن سورۃ زمر رکوع اول میں (وَ اِنْ تَشْكُرْ وَاَبْرَضْهُ لَكُمْ) میں خلاف ضابطہ
ضمہ غیر موصولہ ہے۔

اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ سورۃ ہود رکوع آٹھ میں (مَا نَفَقَهُ كَثِيرًا)
اور سورۃ مریم رکوع دو میں (لَيْتَنَّمْ تَنْتَهَيْ لَأَسْ جُمَّتَكَ) اور سورۃ شعراء رکوع
چھ میں (لَيْتَنَّمْ تَنْتَهَيْ يَنْوُحْ)، اور رکوع نو میں (لَيْتَنَّمْ تَنْتَهَيْ يَلُو ط)
اور سورۃ علق میں (لَيْتَنَّمْ يَنْتَهَيْ) میں چونکہ ہاء کنایہ نہیں ہے اس لئے اسے صلہ
نہیں دینا چاہیے۔ فقہر۔

اور جب ہاء کنایہ کے ماقبل یا مابعد ساکن ہو تو اس کی حرکت کو صلہ نہیں
دینا چاہیے جیسے (عَلَيْهِ، قَوْلُهُ الْحَقُّ) دیکھیے مثلہ آیتہ ۵۔

لیکن سورۃ فرقان رکوع آخر میں (فِيهِ مَرْهَاتًا) میں خلاف ضابطہ
صلہ دیا گیا ہے ایسا ہی اگر اسم اشارہ مؤنث کے بعد اگر حرف ساکن واقع ہو تو
اس کے کسرہ کو صلہ نہیں دینا چاہیے۔

الْأَمْثَلَةُ

فِيهِ، أَخِيهِ، رَقَبِيهِ، نُوحِيهِ : يَأْتِيهِ، قُصِيدِهِ، نُصَلِّيهِ
يُؤْتِيهِ : فَالْقِيهِ،

إِلَيْهِ، عَلَيْهِ، يَدِيهِ : لَدَيْهِ، أَبَوَيْهِ

الْأَمْثَلَةُ

مِنْهُ، عَنَّهُ، أَخْنَهُ، لَدُنُّهُ : أَرْسَلَهُ، اسْتَأْجَرَهُ، اسْتَخْلَصَهُ
أَبُوهُ، أَخُوهُ، رَأَيْتُمُوهُ : فَالْقُوهُ، سَأَلْتُمُوهُ، فَكَذَّبْتُمُوهُ
أَخَاهُ، أَبَاهُ، إِنَاهُ، اتَاهُ : أَبَوَاهُ، فَرَأَاهُ، مَا أَوْلَاهُ
فَرَدَدْنَاهُ، اتَيْنَاهُ، فَانْحَيْنَاهُ : أَنْزَلْنَاهُ، جَعَلْنَاهُ، أَلْقَاهُ
حَسِبْتُهُ، عَمِلْتُهُ، تَوَقَّعْتُهُ : جَعَلْتُهُ، أَخَذْتُهُ، مَسَّتُهُ

الْأَمْثَلَةُ

فِي رَحْلِهِ فَهُوَ فِي بَطُونٍ مِنْ بَيْنِ : وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بِهِ وَقَدْ خَلَّتْ
مِنْ فَضْلِهِ لَعَلَّكُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ : وَقِيلَ يَا رَبِّ وَيْهِ يَعْدِلُونَ

مِنْ خَلِيلِهِ وَيُنزِلُ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ : وَقَوَاهُ مَا تَعْبُدُونَ، لِنَفْسِهِ وَمَنْ
 قَبْلِهِ مُسْلِمُونَ، عِنْدَهُ وَمَنْ تَكُونُ : مِنْ دُونِهِ الرَّهْمَةُ، بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ
 عَلَى بَطْنِهِ وَمِنْهُمْ : إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ

الْأَمْثَلَةُ

وَلَوْ يَكُنُ لَهُ كُفْرًا : فَإِنَّهُ مِنِّي، فَاتَّبِعْهُ شَرَابُ
 نَسْلِكَهُ فِي قُلُوبِ، خَلَقَهُ مِنْ تَرَابٍ : فَلَنْحَيِّيَنَّهُ حَيَوَةً، إِنَّهُ هُوَ
 الْوَالِدُ كَذَلِكَ، يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ : يُسَيِّغُهُ وَيَأْتِيهِ، خِيَمَةٌ مِسْكُ
 إِسْمُهُ أَحْمَدُ إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ : وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ، فَلَهُ أَجْرُ

الْأَمْثَلَةُ

فَلِأَمِّهِ الثَّلَاثُ، فَلِأَمِّهِ السُّدُسُ : فَأَحْيَا بِهِ الرِّمَاضَ، مِنْ عِبَادَةِ الْعُلَمَاءِ
 مِنْ عِبَادَةِ الْمُؤْمِنِينَ، مِنْ تَرْفِهِ الَّذِينَ : لِقَوَاهُ اسْتَعِينُوا، لِأَهْلِهِ أَمْكُتُوا
 لِأَنفِهِ اجْتَبَاهُ، لِغَيْبِهِ اجْعَلُوا : تَأْوِيهِ الرِّجْحُ، وَيَنْتَبِئُ بِهِ الرِّقْدَامُ

فَأَحَدَهُ اللَّهُ : فَأَمَاتَهُ اللَّهُ : عِلْمَهُ اللَّهُ، يَحْسِبُهُ الظَّمَانُ
 لَهُ الْمُلْكُ : وَلَهُ الْحَمْدُ : وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ، وَلَهُ الدِّينُ
 إِنَّهُ الْحَقُّ، يَنَالُهُ التَّقْوَى : قَوْلُهُ الْحَقُّ، وَلَهُ اخْتِلَافُ

مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ : هَذِهِ الشَّجَرَةُ : هَذِهِ الْأَرْضُ : هَذِهِ الْبَلَدَةُ
 هَذِهِ الْأَوْتَهَارُ : هَذِهِ اللَّهُ : فِي هَذِهِ الدُّنْيَا : هَذِهِ الْقَرْيَةُ

وَإِذَا وَقِفْتَ عَلَى هَاءِ الْكِنَايَةِ
 حُذِفَتِ الصِّلَةُ بِالْكَوْنِ

دُعَاءُ الْحَفِظِ

فَهَذَا دُعَاءٌ يُنْفَعُ لِحِفْظِ الْقُرْآنِ وَالْحَدِيثِ
وغيرِهِمَا إِنْ شَاءَ اللَّهُ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَهُ عَلِيٌّ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: يَا بِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ تَقَلَّتْ
هَذَا الْقُرْآنَ مِنْ صَدْرِي فَمَا أَجِدُنِي أَقْدِرُ عَلَيْهِ —
أَيُّ قَرْمِي بَعْضُ آيَاتِهِ فَلَا أَقْدِرُ عَلَى ضَبْطِهَا —
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَبَا الْحَسَنِ
أَفَلَا أَعْلَمُكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللَّهُ بِهِنَّ وَيَنْفَعُ بِهِنَّ مَنْ
عَلِمْتَهُ وَيَتَّبَعْتُ مَا تَعَلَّمْتَنِي فِي صَدْرِكَ. قَالَ: أَجَلُ يَا
رَسُولَ اللَّهِ فَعَلِمْتَنِي — أَيُّ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلِمْتَنِي —
قَالَ: إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ فَإِنْ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَقُومَ
فِي ثَلَاثِ اللَّيْلِ الْآخِرِ (فَقُمْ فِيهِ) فَإِنَّهَا سَاعَةٌ مَشْهُودَةٌ،
وَالدُّعَاءُ فِيهَا مُسْتَجَابٌ، وَقَدْ قَالَ أَخِي يَعْقُوبُ لِبَنِيهِ
أَيُّ حَيْثُمَا قَالُوا لَهُ يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا
كُنَّا خَاطِئِينَ — قَالَ — سَوْفَ اسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي —

يَقُولُ حَتَّى تَأْتِيَ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقُمْ فِي
وَسْطِهَا (رَأَى لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ) فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَقُمْ فِي أَوَّلِهَا
فَصَلِّ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ تَقْرَأُ فِي الرَّكَعَةِ الْأُولَى بِفَاتِحَةِ
الْكِتَابِ وَسُورَةَ يَسٍ — وَفِي الرَّكَعَةِ الثَّانِيَةِ بِفَاتِحَةِ
الْكِتَابِ وَحَمَّ الدُّخَانَ وَفِي الرَّكَعَةِ الثَّلَاثَةِ بِفَاتِحَةِ
الْكِتَابِ وَالْمَنْ تَنْزِيلُ السَّجْدَةِ — رَأَى الَّتِي بَيْنَ
سُورَتَيْ لُقْمَانَ وَالْأَحْزَابِ، — وَفِي الرَّكَعَةِ الرَّابِعَةِ بِفَاتِحَةِ
الْكِتَابِ وَتَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمَلِكُ فَإِذَا فَرَغْتَ مِنْ
التَّشَهُدِ رَأَى قَبْلَ السَّلَامِ، فَأَحْمَدِ اللَّهَ فَذَكَرَهُ بِالْأُتَى،
أَو الْمُرَادِ إِذَا سَلَّمْتَ — وَهَذَا هُوَ الظَّاهِرُ لِأَنَّ الدُّعَاءَ
يَسْتَجَابُ عَقِبَ الصَّلَاةِ، وَإِنَّهُ فِي صَلَاةٍ مَا دَامَ فِي صَلَاةِ
وَالْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَيْهِ وَتُؤْمِنُ عَلَى دُعَائِهِ مَا دَامَ فِي
مُصَلَّاهُ الَّذِي صَلَّى فِيهِ) فَأَحْمَدِ اللَّهَ وَأَحْسِنِ الشَّنَاءَ
عَلَى اللَّهِ وَصَلِّ عَلَى وَاحْسِنٍ وَعَلَى سَائِرِ النَّبِيِّينَ وَاسْتَفِرْ
لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَإِخْوَانِكَ الَّذِينَ سَبَقُوكَ بِالْإِيمَانِ
ثُمَّ قَدْ فِي إِخْرَافِكَ — (أَيْ وَيَحْسِنُ أَنْ يَقُولَ فِي هَذَا
الْحَمْدِ وَالشَّنَاءِ وَالرَّسْتِغْفَارِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَمَلَ
الظُّلُمَاتِ وَالنُّورِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ

الْكِتَابَ ، سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ
 أَكْبَرُ ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ ، سُبْحَانَ
 اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ ، سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ ، اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ
 وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ ، عَدَدِ كَمَالِ اللَّهِ
 وَكَمَا يَدِيْقُ بِكَمَالِهِ ، اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى
 آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَآلِ إِبْرَاهِيمَ ،
 وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ
 وَآلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ ، اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ
 وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى سَائِرِ إِخْوَانِهِ النَّبِيِّينَ
 وَالْمُرْسَلِينَ عَدَدِ دَخْلِكَ وَرِضَانِكَ وَزِينَةِ عَرْشِكَ
 وَمِدَادِ كَلِمَاتِكَ مَا دَامَ مُلْكُ اللَّهِ تَعَالَى رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا
 وَإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا
 غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ ، اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي
 بِرُحْمَتِكَ الْمَعَاصِي إِلَى إِخْرَاجِ الدُّعَاءِ ، اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي بِرُحْمَتِكَ الْمَعَاصِي
 أَبَدًا مَا أَبْقَيْتَنِي وَارْحَمْنِي أَنْ أَتَكَلَّفَ مَا لَا يُفْنِيْنِي
 وَارْزُقْنِي حَسَنَ النَّظْرِ فِيمَا يَرْضِيكَ عَنِّي ، اللَّهُمَّ بَدِّعْ
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِي لَا
 تُرَامُ (أَيِ الَّتِي لَا يَصِلُ إِلَيْهَا أَحَدٌ) أَسْأَلُكَ يَا اللَّهُ
 يَا رَحْمَنُ بِجَلَالِكَ وَنُورِ وَجْهِكَ أَنْ تُلْزِمَ قَلْبِي حِفْظَ كِتَابِكَ

كَمَا عَلَّمْتَنِي وَارْزُقْنِي أَنْ أَتْلُوهُ عَلَى النَّحْوِ الَّذِي يَرْضِيكَ
 عَنِّي، اللَّهُمَّ بَدِّعِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ
 وَالْعِزَّةِ الَّتِي لَا تُرَامُ أَسْأَلُكَ يَا اللَّهُ يَا رَحْمَنُ بِجَلَدِكَ
 وَنُورِ وَجْهِكَ أَنْ تُنَوِّرَ بِكِتَابِكَ بَصِيرَتِي وَأَنْ تُطْلِقَ
 بِهِ لِسَانِي وَأَنْ تُفَرِّجَ بِهِ عَنْ قَلْبِي وَأَنْ تُشْرِحَ بِهِ صَدْرِي
 وَأَنْ تُعْمَلَ بِهِ بَدَنِي — (رَأَى بِنْتُو فَيَقِي لِلْأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ
 رَأَيْتَهُ لَا يُعِينُنِي عَلَى الْحَقِّ غَيْرُكَ وَلَا يُؤْتِيهِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا
 حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ، يَا أَبَا الْحَسَنِ
 رَأَى كُنْيَةَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) فَأَفْعَلَ ذَلِكَ ثَلَاثَ
 جُمُعٍ أَوْ خَمْسٍ أَوْ سَبْعٍ تَجَابُ بِإِذْنِ اللَّهِ وَالَّذِي بَعَثَنِي
 بِالْحَقِّ مَا أَخْطَأَ مُؤْمِنًا قَطُّ — (رَأَى مَا خِيبَ مُؤْمِنًا
 فَعَلَّهُ بِقَلْبِ خَالِصٍ لِلَّهِ تَعَالَى) قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: فَوَاللَّهِ مَا لَبِثَ عَلِيٌّ إِلَّا خَمْسًا أَوْ سَبْعًا
 حَتَّى إِذَا جَاءَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
 مِثْلِ ذَلِكَ الْمَجْلِسِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي كُنْتُ فِيهَا
 خَلًّا — (رَأَى مَضَى) لَا أَخْذُ إِلَّا أَرْبَعَ آيَاتٍ أَوْ نَحْوَهَا
 وَإِذَا قَرَأْتَهُنَّ عَلَى نَفْسِي تَفَلَّتُنَّ — (رَأَى لَا أَخْذُ إِلَّا
 أَحْفَظُ إِلَّا أَرْبَعَ آيَاتٍ وَإِذَا أَرَدْتُ قَرَأْتُهُنَّ
 أَسْبَيْتُهُنَّ) وَأَنَا الْيَوْمَ أَتَعَلَّمُ أَرْبَعِينَ آيَةً أَوْ نَحْوَهَا

وَإِذَا قَرَأْتُهَا عَلَى نَفْسِي فَكَأَنَّمَا كَتَابُ اللَّهِ بَيْنَ عَيْنَيَّ
وَلَقَدْ كُنْتُ أَسْمَعُ الْحَدِيثَ فَإِذَا رَدَدْتُهُ تَفَلَّتْ وَأَنَا الْيَوْمَ
أَسْمَعُ الْحَدِيثَ فَإِذَا تَحَدَّثْتُ بِهِ أَلَمْ أَخْرُمْ مِنْهَا حَرْفًا
فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ
مُؤْمِنٌ وَرَبُّ الْكَعْبَةِ يَا أَبَا الْحَسَنِ — رَأَيْتَ أَنْتَ
مُؤْمِنٌ وَحَقُّ رَبِّ الْكَعْبَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ —
بِسَنَدٍ حَسَنٍ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ — اللَّهُمَّ ثَبِّتِ الْقُرْآنَ
وَالْعِلْمَ فِي صُدُورِنَا وَوَقِّفْنَا لِلْعَمَلِ بِهِمَا أَمِينٌ :



صَلَاةُ الْحَاجَةِ

أَيُّ الصَّلَاةِ الَّتِي تُصَلِّي قَبْلَ التَّوَجُّهِ

لِأَيِّ حَاجَةٍ يُرِيدُهَا

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَتْ لَهُ إِلَى اللَّهِ حَاجَةٌ أَوْ إِلَى أَحَدٍ مِّنْ بَنِي آدَمَ فَلْيَتَوَضَّأْ فليحسِنِ الوُضُوءَ ثُمَّ لِيُصَلِّ رَكَعَتَيْنِ (رَبِيبَةَ الْحَاجَةِ) ثُمَّ لِيُثْنِ عَلَى اللَّهِ (بِمَا هُوَ أَهْلُهُ) مِنْ اسْتِغْفَارٍ نَحْوِ مِائَةٍ وَمِنْ ذِكْرِ الْبَاقِيَّاتِ الصَّالِحَاتِ نَحْوِ مِائَةٍ) وَلِيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَنَحْوِ مِائَةٍ بِأَيِّ صَلَاةٍ كَانَتْ وَأَوْلى الْكَمَالِيَّةِ وَهِيَ: اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ عَدَدَ كَمَالِ اللَّهِ وَكَمَا يَلِيقُ بِكَمَالِهِ ثُمَّ لِيَقُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَلِيمُ الْكَرِيمُ سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ أَسْأَلُكَ مُوَجِّهًا رَحْمَتَكَ التَّوْفِيقَ لِمَا يُوْجِبُهُمْ وَعَزَائِمَهُمْ مَغْفِرَةً لِمَا يَنْتَهِونَ (التَّوْفِيقَ لِمَا يَقْتَضِيهَا) وَالْفَيْيَمَةَ مِنْ كُلِّ بَرٍّ (هُوَ) قَبْلَ الْإِثْمِ) وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ لَتَدْعُنِي ذَنْبًا إِلَّا

غَفْرَتَهُ وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَجْتَهُ وَلَا حَاجَةَ هِيَ لَكَ رِضًا رَأَى
 تُرْضِيكَ فَمَنْ كَانَ لَهُ حَاجَةٌ فَلْيَعْمَلْ ذَلِكَ مَعَ
 الرَّعْتِمَادِ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى وَاعْتِقَادِ أَنَّهُ الْفَاعِلُ الْمُخْتَارُ
 ثُمَّ يَطْلُبُهَا مِنْ رَبِّهِ وَإِنْ كَانَتْ ظَاهِرًا بِيَدِ أَحَدٍ مِنْ عِبَادِ
 اللَّهِ تَوَجَّهَ إِلَيْهِ عَمَلًا بِالسُّبَابِ وَقَضَاءً هَا عَلَى
 اللَّهِ تَعَالَى) الْأَقْضِيَّتَيْنِ مَا يَأْتِي رَحِمَ الرَّاحِمِينَ: رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
 وَابْنُ مَاجَةَ رِبْسًا حَسَنًا. وَاللَّهُ أَعْلَمُ.

تَمَّ الْكِتَابُ : تَفْهِيمُ التَّجْوِيدِ بِحَمْدِ اللَّهِ

الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ ، وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ

وَأٰلِهِ وَاصْحَابِهِ وَاتَّبَاعِهِ اٰجَمِيْنَ

اٰمِيْنَ ثُمَّ اٰمِيْنَ



کاسمو پرنٹرز ۴۸۰ ڈی جی ایم گیت لاہور

ابوداؤد اور بیہقی وغیرہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث

اس طرح نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ:-

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ الشَّجْدَةَ
فَإِذَا قَرَأَ الشَّجْدَةَ كَبَّرَ وَسَجَدَ نَا.
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر
قرآن پڑھا کرتے تھے، پس جب آیت
سجدہ پر گذرتے تو تکبیر کہتے تھے اور سجدہ
فرماتے تھے اور ہم، حاضرین، بھی سجدہ
کیا کرتے تھے۔

حضرت ابوسریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:-

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِي سُورَةِ الرَّاحِ
وَسَجَدَ نَا مَكًّا.
بلشیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
سورۃ راحم میں سجدہ فرمایا اور ہم
نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:-

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ الرَّاحِمَ فَسَجَدَ
فِيهَا وَسَجَدَ مَنْ كَانَ مَعَهُ.
بلاشیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
سورۃ راحم پڑھی پس اس میں سجدہ
کیا، اور جو آپ کے ساتھ تھے انہوں نے
بھی سجدہ کیا، البتہ زمین میں سے ایک
بڑھے شخص نے تکبروں با مٹی کی ایک
مٹھی بھری اور اٹھا کر پیشانی سے رکال
اور کہا کہ میرے لیے یہی کافی ہے۔